قال اللہ تعالیٰ

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اور بیشک آپ اخلاقِ (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

شمائلِ ترمذی

مع اردو شرح

خصائلِ نبوی

تالیف

امام المحدثین الحافظ الحجۃ محمد بن عیسیٰ سورۃ الترمذی

ترجمہ

برکۃ العصر شیخ الحدیث قطب العالم حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد زکریا

مہاجر مدنی قدس سرہ

(حضرت والا کے عربی حواشی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے)

مکتبۃ الشیخ - بہادر آباد کراچی

طالب علم کو یہ کتاب [illegible] دی گئی ہے
اس کی خرید و فروخت منع ہے

قال اللہ تعالیٰ

وَإِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اور بیشک آپ اخلاقِ (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

شمائلِ ترمذی

مع اردو شرح

خصائلِ نبوی

تألیف

امام المحدثین الحافظ الحجۃ محمد بن عیسیٰ سورۃ الترمذی

ترجمہ

برکۃ العصر شیخ الحدیث قطب العالم حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد زکریا
مہاجر مدنی قدس سرہٗ

(حضرتِ والا کے عربی حواشی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے)

مکتبۃ الشیخ - بہادرآباد کراچی

از: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی
یکے از خدام وخلیفہ مجاز حضرت شیخ
قدس سرہ العزیز

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :

" خصائل نبوی " شمائل ترمذی کی شرح ہے ۔ جو الشیخ الامام الحافظ الحجۃ الثقہ الثبت الامین سیدی ومرشدی قطب العالم حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی (نور اللہ مرقدہٗ) نے اپنے ایک بزرگ کی فرمائش پر تحریر فرمائی ۔ جبکہ حضرت شیخؒ کا سنِ مبارک ۲۹ برس تھا، اس شرح میں جن امور کا التزام فرمایا گیا ہے ان کی تفصیل حضرت نے " تمہید " کے زیرِ عنوان درج فرمائی ہے ۔

آنحضرت سید المرسلین وخاتم النبیین وامام المتقین . وقائد الغر المحجلین ومحبوب رب العالمین کی ذات قدسی صفات محبوبیت کبریٰ کی حامل ہے ، روئے زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں ہوا ، اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بڑھ کر کوئی عاشق جانثار چشمِ فلک نے نہیں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات اور خصائل وشمائل ، حُسن ومحبوبیت کا مرقع ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا پر شانِ محبوبیت جلوہ گر ہے ۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی یہ کتاب " درس محبت " ہے ، جس میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت کو اس طرح نمایاں کیا گیا ہے کہ قارئین کے قلب سے بے ساختہ محبت جھلکنے لگے ۔

حضرت عارفی نور اللہ مرقدہٗ کے بقول :

یہاں تک بڑھ گئی وارفتگئ شوقِ نظارہ حجابات نظر سے پھوٹ نکلا حُسن جانانہ

بہار حسن کو یوں جذب کر لوں دیدہ ودل میں محبت پر مرا ذوقِ نظر معیار ہو جائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت کی مثالیں جگہ جگہ قارئین کرام کی نظر سے گزریں گی ۔ اس لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اپنے احباب کو اس کتاب کے مطالعہ کی بار بار تاکید فرماتے تھے ۔

" خصائل نبوی " ہندوپاک کے بہت سے مطابع نے شائع کی ، لیکن پاکستان کے ناشرین نے کتاب کے عربی حواشی کو ، جو نہایت بیش قیمت علمی فوائد پر مشتمل تھے ، حذف کر دیا ، یہ اہلِ علم کا بڑا نقصان تھا ، حق تعالیٰ شانہٗ ، جناب مولانا محمد یحییٰ مدنی مدظلہ العالی کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ آپ نے عربی حواشی والا وہ نسخہ شائع کرنے کا اہتمام فرمایا ، جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی تصحیح ونگرانی میں شائع ہوا تھا ، حق تعالیٰ شانہٗ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے اس صدقہ جاریہ کو عام فرمائیں ۔ اور اُمت کے تمام طبقات کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں ۔ واللہ الموفق لکل خیر وسعادۃ ۔

محمد یوسف لدھیانوی

یکم ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

فہرست مضامین خصائلِ نبوی اُردو عکسی

شرح شمائل ترمذی مع عربی حواشی

مضمون	صفحہ
تمہید	۳
باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان	۴
باب حضور کی مہرِ نبوت کا ذکر	۱۶
حضرت سعد کی موت سے عرش کا جھومنا	۱۷
حضرت سلمانؓ کے اسلام لانے کا عجیب قصہ	۲۱
باب حضور کے سر کے بالوں کا ذکر	۲۴
باب حضور کا بالوں میں کنگھا فرمانا	۲۷
باب حضور کے سفید بال آجانیکا ذکر	۲۹
باب حضور کے خضاب کا ذکر	۳۲
باب حضور کے سُرمہ ڈالنے کا بیان	۳۴
ایک محدث کا معمول چار سو نفل روزانہ اور تیسرے دن کا روزہ	۳۵
باب حضور کے لباس کا ذکر	〃
موت کے خوف اور حدیث کیساتھ عشق کا عجیب قصہ۔	۳۸
حضرات صوفیہ کے معمولات لباس کے بارے میں	۴۱
باب حضور کے گذارہ کا بیان	۴۳
باب حضور کے موزہ کا بیان	۴۵
باب حضور کے نعلین شریف یعنی جوتہ کا ذکر	۴۶
نعلین مبارک کا نقشہ	〃
باب حضور کی انگوٹھی کا ذکر	۵۰
کسریٰ وقیصر وغیرہ بادشاہوں کے نام حضور کے خطوط	۵۴
باب حضور کے انگوٹھی پہننے کی کیفیت	۵۸
باب حضور کی تلوار کا ذکر	۶۳
باب حضور کی زرہ کا ذکر	۶۴
باب حضور کی خود کا بیان	۶۶
باب حضور کے عمامہ کا ذکر	۶۷
فرشتوں کا حضرت حنظلہ کو غسل میت دینا	۷۰
باب حضور کی لنگی کا ذکر	〃
کیا حضور نے پاجامہ پہنا	〃
باب حضور کی رفتار کا ذکر	۷۳
باب حضور کے سر مبارک پر کپڑا رکھنے کا ذکر	〃
باب حضور کی نشست کا ذکر	۷۴
باب حضور کے تکیہ کا ذکر	۷۶
کبیرہ گناہوں کا بیان	۷۷
باب حضور کا کسی چیز پر ٹیک لگانا	۷۹
حضور کا وصال کے قریب وعظ اور کہا سُنا معاف کرانا	۸۱
باب حضور کے کھانا تناول فرمانے کا ذکر	۸۲
کھانیکے بعد انگلیاں چاٹنا	۸۳
باب حضور کی روٹی کا ذکر	۸۴
حضور کے زمانہ میں چھلنیوں کا دستور نہ تھا	۸۵
باب حضور کے سالن کا ذکر اس باب میں بعض پرندوں کے کھانے کا ذکر بھی ہے	۸۷
کھانے میں برکت کے واقعات	۹۵
باب حضور کا کھانیکے وقت وضو فرمانا	۱۰۲
باب اُن دعاؤں کا ذکر جو حضور کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد پڑھتے تھے۔	۱۰۴
باب حضور کے پیالہ کا ذکر	۱۰۶
باب حضور کے پھل نوش فرمانیکا ذکر	۱۰۷
باب حضور کے پینے کی چیزوں کا ذکر	۱۱۰
باب حضور کے پینے کے طرز کا ذکر	۱۱۱

مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶۷ بہادر آباد۔ کراچی ۵

مضمون	صفحہ
باب حضور کی خوشبو کا ذکر	۱۱۵
باب حضور کی گفتگو کا ذکر	۱۱۸
نہایت مختصر چہل حدیث	۱۲۰
باب حضور کی ہنسی کا ذکر	۱۲۱
باب حضور کے مزاح اور دل لگی فرمانے کا ذکر	۱۲۶
دل لگی ناجائز بھی ہے اور مستحب بھی ہے	”
حضور کی حضرت زاہر کے ساتھ دل لگی	۱۲۸
باب حضور کے اشعار کا ذکر	۱۳۰
حنین کی لڑائی کا قصہ	۱۳۳
عمرۃ القضاء	۱۳۶
حضور کی مجلس میں دین و دنیا ہر قسم کے تذکرے	۱۳۷
باب حضور کا قصہ گوئی فرمانا	۱۳۹
حدیث الخرافہ	۱۴۰
گیارہ عورتوں کی کہانی	”
باب حضور کے آرام فرمانے کا ذکر	۱۴۶
حضور کا معمول دائیں کروٹ پر سونا تھا	۱۴۷
دنیا کی مثال خواب کی سی ہے	۱۴۸
باب حضور کی عبادات کا ذکر	۱۵۱
قیامت میں اعمال کا وزن اور سب سے اول نماز کا مطالبہ	”
عبادت کن کن وجوہ سے کیجاتی ہے	۱۵۲
مجاہدات اور طاقت سے زیادہ عمل کی ممانعت	۱۵۴
نماز کے وقت کی صحبت سے اولاد نافرمان پیدا ہوتی ہے۔	۱۵۵
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے تراویح کی نفی صحیح نہیں۔	۱۵۹
امام مالک کے نزدیک تراویح ۳۶ رکعت ہیں باقی ائمہ کے نزدیک بیس رکعت	۱۶۰

مضمون	صفحہ
حنفیہ کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں	۱۶۰
حضور کا تہجد میں ایک ہی آیت کو بار بار پڑھنا	۱۶۳
نماز کی سنتوں کا ذکر	۱۶۶
حضرت علیؓ کی حدیث اشراق اور چاشت کی نماز	۱۶۸
باب چاشت کی نماز کا بیان	۱۶۹
حضور کی چاشت کی نماز میں مختلف روایات کی تطبیق	۱۷۱
زوال کے وقت چار رکعات کی حدیث	۱۷۲
باب حضور کا نوافل مکان پر پڑھنا	۱۷۳
باب حضور کے روزوں کا ذکر	۱۷۴
روزے کی حکمت اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے مختلف معمولات	”
حضور کا شعبان میں کثرت سے روزے رکھنا	۱۷۷
ہر ماہ میں تین روزوں کی مختلف روایات	۱۷۸
اعمال کی پیشی میں مختلف روایات اور ان میں تطبیق	۱۸۰
عاشورہ کا روزہ اور اس کی خصوصیات	”
اعمال میں اعتدال کی تاکید اور عبداللہ بن عمرو کا قصہ	۱۸۳
باب حضور کی قرأۃ کی کیفیت	۱۸۴
قرآن شریف کا آواز سے اور آہستہ پڑھنا	۱۸۶
باب حضور کے رونے کا ذکر	۱۸۸
رونا کتنی طرح سے ہوتا ہے	”
حضور کی صاحبزادی ام کلثوم کی وفات	۱۹۲
باب حضور کے بستر کا بیان	۱۹۳
حضور کا عمدہ بستر کو رد کر دینا	”
باب حضور کی تواضع کا بیان	۱۹۴
حضور کا صحابہ کے ساتھ کام میں شریک رہنا	۱۹۵

مضمون	صفحہ
حضور کا کفار کی عیادت کرنا	۱۹۶
حضور کے معمولات مکان پر اور باہر مجلس میں۔	۱۹۸
اپنی حفاظت اور احتیاط پر تنبیہ	۲۰۰
حضور کی تنبیہ اخلاق کی عمدگی پر	۲۰۲
باب حضور کی عادات کا ذکر	۲۰۵
حضرت صدیق اکبرؓ پھر حضرت عمرؓ حضور کے زمانہ میں بھی افضل صحابہ شمار ہوتے تھے۔	۲۰۷
حضور کے پسینہ سے زیادہ کوئی خوشبودار چیز نہ تھی۔	۲۰۸
حضور کا کسی خادم پر ناراض نہ ہونا	”
حضور کے حلم کا امتحان ایک یہودی کی طرف سے	۲۱۰
حضرت بلال کا قصہ حضور کے اخراجات میں	۲۱۷
حضور کی عادت شریفہ ہدیہ قبول فرمانے میں	۲۱۸
باب حضور کی حیاء کا ذکر	۲۱۹
باب حضور کا سینگی استعمال فرمانا	۲۲۰
علاج توکل کے منافی نہیں	۲۲۱
باب حضور کے بعض ناموں کا ذکر	۲۲۳
باب حضور کے گذر اوقات کا ذکر	۲۲۶
دو دو ماہ تک گھر میں آگ نہ جلنا	۲۲۸
پیٹ پر پتھر باندھنا	۲۲۹
حضور کا اور حضرات شیخین کا بھوک کی شدت سے باہر تشریف لانا۔	۲۳۰
صحابہ کا ایک لڑائی میں پتے کھانا	۲۳۳
باب حضور کی عمر شریف کا ذکر	۲۳۸
باب حضور کے وصال کا بیان	۲۴۰
حضور کے وصال کے بعد تجہیز و تکفین وغیرہ امور میں حضرت ابوبکرؓ کے ملوم	۲۴۳

حضور کا اصرار کہ ابوبکر نماز پڑھائیں اور عورتوں پر تنبیہ (۲۴۶) وصال کا جانکاہ حادثہ اور صدیق اکبرؓ کا استقلال (۲۴۸) باب حضور کی میراث کا ذکر (۲۵۱) حضرت علیؓ اور حضرت عباس کا نزاع اور حضرت عمرؓ کی تقریر (۲۵۴) باب حضور کی زیارت خواب میں (۲۵۹)

تمت

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ بندۂ ناچیز کو اواخر ۱۳۴۳ھ میں بامتثال حکم حضرت اقدس آقائی ومولائی حضرت الحاج مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہ وبرد مضجعہ، بذل المجہود فی حل ابی داؤد کی طباعت کیلئے متفرق طور پر چند روز شہر دہلی رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں میرے ایک کرمفرما جناب محترم محمد عثمان خاں صاحب زادمجدہم نے شمائل ترمذی کے مختصر سے ترجمہ کا حکم کیا۔ میں اپنی نااہلیت کا معترف ہرگز بھی اسکا اہل نہیں تھا۔ اور اسی وجہ سے اس سے قبل کسی تحریر یا تقریر کی کبھی نوبت بھی نہیں آئی تھی لیکن ممدوح نے اپنے حسن ظن کی بنا پر میری کسی معذرت کو بھی قبول نہ کیا۔ میں اپنے عجز وقصور کی وجہ سے ہرگز بھی امتثال نہ کرتا۔ مگر چونکہ موصوف کے میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہ سے خصوصی مراسم تھے اور بمقتضائے حدیث (ان من ابر البر صلۃ الرجل اھل ودابیہ بعد ان یولی رواہ مسلم) ترجمہ۔ بہترین صلہ رحمی والد کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ اسلئے مجھے اس بغیر چارہ کار نہ ہوا کہ اپنی حیثیت کے موافق مختصر سا ترجمہ لکھ کر پیش کروں اور ناظرین سے اپنے اقرار عجز کے بعد عرض کروں کہ ان اوراق کی پریشانی عبارت اور الفاظ کی غرابت مضامین کے تشتت سے تسامح فرماتے ہوئے اصل مقصد اور آقائے عالم سید البشر نبی اکرم علیہ الف الف صلوات وتحیات کے اخلاق، اوصاف، عادات، معمولات کی طرف توجہ فرماویں کہ عقلمند شخص بدنما برقعہ کی وجہ سے حسین چہرہ سے بے توجہی نہیں کرتا، اور سمجھدار آدمی بدمزہ چھلکے کی وجہ سے لذیذ گودے کو نہیں پھینکتا۔

اس ترجمہ میں چند امور کا خاص طور سے اہتمام کیا گیا ہے نمبر (۱) اکثر مضامین اکابر قدما کی کلام سے لئے گئے ہیں اور خود رائی وغیرہ سے احتراز کیا گیا۔ نمبر (۲) جمع الوسائل ملا علی قاری حنفی کی مناوی شیخ عبدالرؤف مصری کی مواہب لدنیہ شیخ ابراہیم بیجوری کی تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس رسالہ کا زیادہ تر ماخذ رہی ہیں نمبر ۳۔ ترجمہ چونکہ عوام کیلئے کیا گیا اسلئے مطلب خیز ترجمہ کیا گیا لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی گئی نمبر ۴۔ ترجمہ سے زائد امور بطور فائدہ کے ذکر کئے گئے اور ان کے شروع میں ف کا لفظ بھی لکھدیا۔ نمبر ۵۔ اکثر جگہ ترجمہ سے زائد امور جو ربط کے لئے بڑھائے گئے وہ (قوس) میں لکھے گئے نمبر ۶۔ احادیث کا اگر بظاہر آپس میں تعارض معلوم ہوا تو اسکو مختصر طور سے رفع کیا گیا نمبر ۷۔ اختلاف مذاہب کا بھی مختصر طور پر کہیں کہیں ذکر کیا گیا۔ مگر مذہب حنفیہ کو اکثر جگہ خاص طور سے ذکر کیا ہے کہ قرب جوار کے باشندے اکثر حنفی ہیں نمبر ۸۔ حنفیہ کے قول کی دلیل بھی کہیں کہیں حسب ضرورت مختصر طریقہ سے بیان کی گئی نمبر ۹۔ جس جگہ حدیث میں کسی غزوہ یا قصہ کیطرف اشارہ تھا فائدہ میں اس قصہ کو مختصر طور سے ذکر کر دیا گیا نمبر ۱۰۔ جس حدیث کی باب سے مناسبت خفی تھی اسکو بھی واضح کیا گیا۔ نمبر ۱۱۔ جو مضامین خاص طلبہ کیلئے مفید تھے اور عوام کو کارآمد نہیں تھے ان کو عربی حاشیہ میں لکھا گیا بالخصوص سند حدیث کے متعلق اگر راوی کا نام ضبط کرنیکی ضرورت محسوس ہوئی یا عربی عبارت میں کسی نحوی ترکیب کے ذکر کی ضرورت سمجھی گئی نمبر ۱۲۔ جو مضامین اختصار کی وجہ سے یہاں ذکر نہیں کئے گئے، اکثر جگہ ان کتب کا حوالہ لکھدیا جہاں وہ مفصل ملسکتے ہیں تاکہ شائقین کو تلاش میں سہولت رہے۔ نمبر ۱۳۔ ان سب امور میں اختصار کو نہایت مدنظر رکھا گیا۔ کہ پڑھنے والوں کی طبائع طول سے اکتا نہ جاویں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

زکریا عفی عنہ کاندہلوی۔ مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ وارد حال دہلی ۸ جمادی الاخری ۱۳۴۴ھ جمعہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد[1] لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی قال الشیخ[2] الحافظ ابو[3] عیسٰی محمد بن عیسٰی بن سورۃ الترمذی[4]

ای الثناء الحسن ۱۲ — مسند مبادہ ۱۲ برگزیدہ ۱۲ — کنیۃ ۱۲ — شلث الثاء ۱۲

باب ماجاء فی خلق[5] رسول الله صلی الله علیه وسلم

بفتح فسکون ۱۲

اخبرنا ابو رجاء قتیبۃ بن سعید عن مالک بن انس عن ربیعۃ بن ابی عبد الرحمٰن (۱) عن انس بن مالک انه[6] سمعه یقول کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس بالطویل

بالفتح والمد ۱۲ — بہرکات ۱۲

(باب) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک کا بیان

(فائدہ) مصنف نے اس باب میں وہ احادیث ذکر فرمائی ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ مبارک کو کما حقہ تعبیر کر دینا یہ ناممکن ہے۔ نورِ مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے لیکن اپنی ہمت و وسعت کے موافق حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسکو ضبط فرمایا جس کا کچھ بیان یہ ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امت پر نہایت ہی بڑا احسان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معنوی علوم و معارف کے ساتھ ساتھ کمالات ظاہری حسن و جمال کی بھی امت تک تبلیغ فرمائی کہ یہ سنم و خیالِ یار کیلئے معین و مددگار ہوتا ہے۔ نامراد عاشق جب وصال سے محروم ہوتا ہی تو محبوب کے گھر بار خط و خال کو یاد کر کے اپنے کو تسلی دیا کرتا ہے اور عادات و حالات ہی سے دل بہلایا کرتا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے چار سو[۴۰۰] احادیث لیکر اس رسالہ کو مرتب فرمایا اور ان چار سو[۴۰۰] احادیث کو چھپن[۵۶] بابوں پر تقسیم فرما کر اس باب اول میں چودہ[۱۴] حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت لانبے قد کے تھے نہ پستہ قد (جسکو ٹھنگنا کہتے ہیں۔ بلکہ آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا) اور نیز رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل سفید تھے چونے کی طرح نہ بالکل گندم گوں کہ سانولہ پن آجائے (بلکہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن پُر نور اور کچھ ملاحت لئے ہوئے تھے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچدار

---

[1] اختلفت النسخ فی وجود ہذہ الخطبۃ فتوجد فی بعضہا ولا توجد فی بعض والاولی ابقاء بالیا توجد فی بعض النسخ فلا یبقی اذ حاجۃ الجواب عن الاشکال المشہور بما الاذ یورد علی ہذہ الخطبۃ بعض الایرادات مثل انفراد السلام عن الصلوٰۃ علی مذہب من کرہ ذلک واستقلال السلام علی غیر الانبیاء ان ارید العموم بعباد الذین اصطفٰی وہذا المختصر لا یتحملہا ۱۲

[2] الشیخ من کان استاذا کاملا فی فن یصح ان یقتدی بہ ولو کان شابا ولا یختص بسن دون سن ہو مصدر شاخ یشیخ ... علی زنۃ ... قالہ المناوی والحافظ فی اصطلاحہم من احاط علمہ بمائۃ الف حدیث متنا وسندا وہو احد المراتب الخمسۃ للمحدثین اولہا الطالب وہو المبتدی ثم المحدث وہو من تحمل روایۃ ثم الحافظ وقد ذکر ثم الحجۃ وہو من احاط بثلثمائۃ الف حدیث ثم الحاکم وہو من احاط بجمیع الاحادیث المرویۃ ۱۲

[3] وقد ورد النہی عن التکنی بہ یحمل علی انہ لم یبلغہ او لم یعتمد وجہ الجواز لما ورد ان المغیرۃ بن شعبۃ کناہ بذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

[4] الترمذی قال النووی فیہ ثلثۃ اوجہ کسر التاء والمیم وہو الاشہر وضمہما وفتح التاء وکسر المیم وقال المناوی فی الراجح من ہذہ اللغات خلاف نسبۃ الی بلدۃ قدیمۃ بطرف نہر بلخ المسمی بجیحون ۱۲

[5] بفتح فسکون یستعمل فی الایجاد والمخلوق والمراد ہہنا صورۃ الانسان الظاہرۃ المدرکۃ بالبصر کالبیاض والطول والخلق بضمتین صورۃ الانسان الباطنۃ المدرکۃ بالبصیرۃ کالعلم والحلم وانما قدم المصنف الکلام علی الاول مع ان الثانی اشرف لان الصفات الظاہرۃ اول ما یدرک من صفات الکمال ولانہا کالدلیل للباطنۃ فان الظاہر عنوان الباطن ورعایۃ للترقی من غیر الاشرف الی الاشرف وللترتیب الوجودی اذ الظاہر مقدم فی الوجود علی الباطن وانما کانت الصفات الباطنۃ اشرف من الظاہرۃ لان مناط الکمال انما ...

[6] ای سمع ربیعۃ انسا والغرض ان ربیعۃ اخذ ہذا الحدیث بطریق التحدیث لا بالاخبار قالہ القاری قیل ویحتمل ان الضمیرین لمالک وقتیبۃ قالہ المناوی قلت ولکن فیہ بعد ۱۲

البائن[1] ولا بالقصیر ولا بالابیض الامہق[3] ولا بالادم[4] ولا بالجعد[5] القطط ولا بالسبط بعثہ اللہ تعالٰی علی راس اربعین سنۃ فاقام بمکۃ عشر سنین وبالمدینۃ عشر سنین فتوفاہ اللہ تعالٰی علی راس ستین[6] سنۃ ولیس فی راسہ ولحیتہ عشرون شعرۃ بیضاء حدثنا حمید بن مسعدۃ البصری ثنا عبد الوھاب الثقفی

(بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن تھا) چالیس برس کی عمر ہو جانے پر حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو نبی بنایا اور پھر دس برس مکہ مکرمہ میں رہے (اس میں کلام ہے جیسا کہ فوائد میں آتا ہے) اس مدت کے درمیان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھی نازل ہوتی رہی۔ اس کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور پھر ساٹھ سال کی عمر میں حضور نے وصال فرمایا۔ اسوقت آپ کے سر اور آپکی داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے (اسکا مفصل بیان باب فی شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئیگا۔

(**ف**) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا لیکن میانہ پن کے ساتھ کسیقدر طول کی طرف کو مائل چنانچہ ہند بن ابی ہالہ وغیرہ کی روایت میں اسکی تصریح ہے۔ ان دونوں روایتوں پر اس حدیث سے اشکال ہوتا ہے جس میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جماعت میں کھڑے ہوتے تو سب سے زیادہ بلند نظر آتے لیکن یہ درازی قد کی وجہ سے نہ تھا بلکہ معجزہ کے طور پر تھا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کمالات معنویہ میں کوئی بلند مرتبہ نہیں ہے اسی طرح صورت ظاہری میں بھی کوئی بلند محسوس نہ ہو نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں قیام دس برس اس حدیث میں ذکر ہوا ہے اور اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ساٹھ سال کی ذکر کی گئی ہے لیکن یہ روایت ان سب روایات کے خلاف ہے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تیرہ برس بتلایا گیا ہے اور تریسٹھ سال کی عمر ذکر کی گئی۔ بعض روایات میں پینسٹھ سال کی عمر آئی ہے چنانچہ اواخر کتاب میں تینوں روایتیں آنیوالی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تریسٹھ سال کی روایتیں زیادہ ہیں۔ علماء نے ان احادیث میں دو طرح جمع فرمایا ہے **اول** یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور تین سال بعد رسالت ملی۔ اس کے بعد دس سال مکہ مکرمہ قیام ہوا۔ اس بنا پر اس حدیث میں ان تین سال کا ذکر چھوٹ گیا جو نبوت اور رسالت کے درمیان تھے۔ **دوسری** توجیہ یہ کیجاتی ہے کہ عموماً اعداد میں کسر کو شمار نہیں کیا جایا کرتا اسی بنا پر حضرت انس کی روایت میں دونوں جگہ دہائیاں ذکر کر دیں اور کسر کو چھوڑ دیا اور پینسٹھ سال والی روایات میں سنہ ولادت اور سنہ وفات کو مستقل شمار کیا گیا۔ غرض سب روایات کا حاصل ایک ہی ہے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اصح قول کے موافق تریسٹھ سال کی ہوئی

[1] البائن بالہمزۃ دون الیاء من بان بمعنی ظہر او بمعنی بعد فی تخصیص الطول بالبائن دون القصیر بمقابلہ اشارۃ الی انہ علیہ السلام کان ربعۃ لکنہ الی الطول اقرب ۱۲

[2] عطف علی قولہ بالطویل لا زائدۃ لتاکید النفی ۱۲ ب

[3] الامہق ای شدید البیاض فالنفی راجع الی القید فقط و روایۃ المصنف ای جامعہ امہق لیس بابیض متعلوبۃ کما ذہب الیہ الحافظ او وہم کما قال عیاض او مؤول بان المبقہ قد یطلق علی الخضرۃ ایضاً ۱۲

[4] اصلہ اادم بھمزتین علی وزن افعل ابدلت الثانیۃ الفا ای شدید الادمۃ ای السمرۃ فالنفی الشدۃ فلا ینافی اثبات السمرۃ فی الخبر الاتی ومایؤید ذلک روایۃ البیہقی کان ابیض بیاضہ الی السمرۃ ۱۲ بجوری

[5] ہذا وصف لہ صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار شعرہ والجعد بفتح فسکون والقطط بفتحتین علی الاشہر شدید الجعودۃ وفی التہذیب القطط شعر الزنج قال الزمخشری الغالب علی العرب جعودۃ الشعر وعلی العجم سبوطتہ وقد احسن اللہ لرسولہ الشمائل وجمع فیہ ما تفرق فی غیرہ من الفضائل ۱۲ ب

[6] وفی روایۃ توفی وہو ابن خمس وستین سنۃ وفی اخری ثلث وستین وہی اصحہا واشہرہا کما سیاتی فی باب مستقل فی آخر الکتاب ۱۲

بن حمید عن (٢) انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ربعة[له] و ليس بالطويل ولا بالقصير[الطويل] حسن الجسم[له] وكان شعره ليس بجعد ولا سبط اسمر اللون اذا مشى[له] يتكفأ[خبر ثان ١٢] حدثنا محمد بن بشار يعني العبدي[له] ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن ابي اسحق قال سمعت[له] البراء بن عازب يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا[له][بضم الجيم وكسرها ١٢] مربوعا[تنكيرا لشعر] بعيد ما بين المنكبين[بكسرا وموصوفه ١٢] عظيم الجمة[له]

اس لئے باقی روایات کو بھی اسی طرف راجع کیا جاوے گا

(٢) دوسری روایت بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے نہ زیادہ طویل نہ کچھ ٹھگنے۔ نہایت خوبصورت معتدل بدن والے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگریالہ پن تھا) ؎ مگر کسی کی زلف پہ معلوم ہو تجھے + فرقت کی رات کٹتی ہے کس پیچ و تاب میں) نیز آپ گندمی رنگ تھے۔ جب حضور راستہ پہ چلتے تو آگے کو جھکتے ہوئے چلتے۔ **ف** اس حدیث میں خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے رنگ مبارک کو گندمی فرماتے ہیں پہلی روایت بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔ اس میں اسکی نفی کی گئی تھی وہاں ترجمہ میں اسکی طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ دونوں میں کچھ تعارض نہیں حاصل دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ حضور کا رنگ بالکل گندمی نہیں تھا کہ جس کی وجہ سے روشنی اور حسن میں کچھ کمی آوے بلکہ وہ چمک دمک اور خوبروئی تھی لہ اپنی ساتھ تھوڑی سی گندمیت بھی ملائے ہوئے تھی نیز اس حدیث میں حضور کی رفتار کے بارہ میں تکفأ کا لفظ واقع ہوا ہے اس کے ترجمہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض لوگ جلدی چلنے کا ترجمہ فرماتے ہیں اور بعض لوگ آگے کو جھکنے کا ترجمہ کرتے ہیں اور بعض شراح قوت سے قدم اٹھانیکا ترجمہ کرتے ہیں۔ تینوں ترجمے صحیح ہیں اسلئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تینوں صفتوں کے ساتھ متصف ہوتی تھی اور لفظ بھی تینوں معنی کو محتمل ہے حضور والا تیز رفتاری کے ساتھ چلتے تھے مجبوزین زنانہ کی طرح عورتوں کی چال نہیں چلتے تھے۔ نیز حضور کی عادت جھک کر چلنے کی تھی، متکبرانہ رفتار سینہ نکالکر نہیں چلتے تھے نیز مردانہ رفتار پاؤں زمین سے اٹھاکر چلتے تھے نہ یہ کہ زمین پر پاؤں گھسیٹتے ہوئے چلیں۔

(٣) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد میانہ قد تھے (قدرے درازی مائل جیسا کہ پہلے گذر چکا) آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا جس سے سینۂ مبارک کا چوڑا ہونا بھی معلوم ہو گیا گنجان بالوں والے تھے جو کان کی لو تک آتے تھے، آپ پر

له بفتح الراء وسكون الموحدة وبجوز فتحها المتوسط بين الطول والقصير والتانيث باعتبار النفس يقال رجل ربعة وامرأة ربعة ١٢ قاري

له تعميم بعد تخصيص او المراد بحسن نفي غلبة السمن والهزال قال بعضهم الحسن عبارة عن كل مبهج مرغوب فيه حسا او عقلا ١٢ مناوي

له اذا ظرفية لا شرطية والعامل فيها الفعل بعدها وتكفأ بتشديد الفاء بعده همزة وقد تترك همزة تخفيفا اي تمايل الى قدام وفسره بعضهم بكونه يسرع في مشيه والاول اظهر ويؤيده ما في الخبر الآتي كانما ينحط من صبب فهو من تكفأت الاناء اذا قلبته وفي بعض النسخ اذا مشى يتوكأ اي يعتمد على رجليه ١٢ ق ب

له العبدي نسبة الى عبد قيس قبيلة مشهورة من ربيعة ١٢

له قال البيجوري بضم الجيم في جميع الروايات خبر صورة توطئة لما هو خبر حقيقة اذ هو المقصود بالافادة كقوله تعالى ذلك بانهم قوم لا يفقهون وهذا مبني على ان المراد بالرجل المعنى المتبادر وهو الذكر البالغ وفيه انه لا يليق بصحابي ان يصفه بذلك ولم يسمع من احد منهم وصفه بالا الحسن كما قال بعضهم ان المراد وصف شعره بالرجولة وهي التكسر القليل يقال شعر رجل بضم الجيم كما يقال بفتحها وكسرها وسكونها اي فيه تكسر قليل اهـ وضبطه القاري بفتح الراء وكسر الجيم ثم قال ووقع في الروايات المعتمدة بضم الجيم فيحتمل ان يكون المراد منه المعنى المتبادر وهو المقابل للمرأة ويحتمل ان يراد به شعره الاطهر اذا الرجل بكسر الجيم وفتحها وضمها وسكونها بمعنى (؟) وهو الذي في شعره تكسر يسير ... من كلام الحافظ ابن حجر في شرح البخاري ويؤيده ما صح في بعض النسخ بكسر الجيم

الوفرة ما وصل الى شحمة الاذن ... والجمة ما ... الى المنكبين ... ١٢ اب

الی شحمة اذنيه عليه حلة حمراء ما رأيت شيئا قط احسن منه. حدثنا محمود بن غيلان ثنا وكيع ثنا سفين عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب قال ما رأيت من ذی لمة فی حلة حمراء احسن من رسول الله صلی الله علیه وسلم له شعر يضرب منكبيه بعيد ما بين المنكبين لم يكن بالقصير ولا بالطويل. حدثنا محمد بن اسماعيل ثنا ابو نعيم ثنا المسعودی عن عثمان بن مسلم بن هرمز بن نافع بن جبير بن مطعم عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال لم يكن النبی صلی الله علیه وسلم بالطويل ولا بالقصير شثن الكفين والقدمين ضخم الرأس ضخم الكراديس طويل المسربة اذا مشی تكفأ تكفؤا كانما ينحط من صبب

ایک سرخ دھاری کا جوڑا یعنی لنگی اور چادر تھی۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ **ف**۔ اس حدیث میں رجلا مربوعا کا لفظ ہے جس کا ترجمہ جیم کے پیش کے ساتھ مرد کا کیا گیا۔ یہ صحیح ہو سکتا ہے اس قسم کے الفاظ کلام عرب میں ربط کے واسطے آجاتے ہیں لیکن چونکہ اسمیں کوئی خاص صفت نہیں ظاہر ہوتی اسلئے بعض محدثین کی رائے ہے کہ یہ لفظ جیم کے زیر کے ساتھ ہے جسکے معنی سیدھے پن اور ٹیڑھے پن کے درمیان کے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں یہ صفت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی ہوگی جیسا کہ پہلے گذر چکا کہ حضور کے بال مبارک کچھ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ اس حدیث سے بعض علماء نے سرخ کپڑے کا مرد کیلئے مطلقاً پہننا جائز قرار دیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے جو کپڑے کی تعیین کے بعد علماء سے تحقیق کیجا سکتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ صحابی نے اس حدیث میں کسی چیز کو آپ سے حسین نہیں دیکھا اسلئے کہا تاکہ انسان کے علاوہ چاند سورج وغیرہ ہر چیز کو شامل ہو جائے۔ (۴) حضرت براء ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے کسی پٹھوں والے کو سرخ جوڑے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مونڈھوں تک آرہے تھے۔ آپکے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حصہ ذرا زیادہ چوڑا تھا اور آپ نہ زیادہ لانبے تھے نہ ٹھنگنے۔ **ف** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے بارے میں یہ روایت پہلی روایت سے مختلف ہوگئی اسلئے کہ اس میں کان کی لو تک ذکر کیا تھا۔ لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اسلئے کہ بال ایک حالت پر نہیں رہا کرتے کبھی کم ہوتے ہیں کبھی زائد ہو جاتے ہیں۔ اور قصداً بھی کم کئے جاتے ہیں کبھی بڑھائے جاتے ہیں۔ (۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے نہ کوتاہ قد۔ ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پُر گوشت تھے (یہ صفات مردوں کیلئے محمود ہیں اسلئے کہ قوت اور شجاعت کی علامت ہیں عورتوں کیلئے مذموم ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بھی بڑا تھا اور اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں۔ سینہ سے لیکر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔ **ف** اس قسم کی عبارت کہ میں نے

لہ قال البیجوری اخرجہ ابن الجوزی من طریق ابن حبان وغیرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشتری حلة بسبع وعشرین ناقة فلبسها ۱۲ لہ قال شیئا دون انسانا لیشمل غیر البشر کالشمس والقمر وعبر بقطا اشارة الی انہ کان لذلک ... اللحمدلان معنی قط الزمن الماضی ولا یستعمل الا فی النفی وھو بفتح القاف وضم الطاء المشددة وقد تخفف الطاء المضمومة وقد تضم القاف اتباعا لضمة الطاء المشددة او المخففة وجاءت ساکنة الطاء فھذہ خمس لغات اشھرھا الاولی وقد صرحوا بان من کمال الایمان اعتقاد انہ لم یجمع فی بدن انسان من المحاسن الظاھرة ما اجتمع فی بدنہ صلی اللہ علیہ وسلم ... فلم یظھر تمام الحسن الالما طاقت الاعین رؤیتہ صلی اللہ علیہ وسلم اہ قلت ... تبارک وتعالی کما ... الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی الدر الثمین عن منام والدہ ۱۲ لہ بکسر اللام وتشدید المیم قال ... الوفرة والشعر الذی ... دون الجمة سمیت بذلک لانھا المت بالمنکبین والجمة بضم الجیم وتشدید المیم من شعر الرأس ما سقط علی المنکبین انتھی وسیأتی فی باب شعرہ صلی اللہ علیہ وسلم من البسط وقال البیجوری ھذہ [illegible] اضطراب کلام اھل اللغة فی تفسیرھا

http://mujahid.xtgem.com

لم ار قبله ولا بعده مثله صلی الله علیه وسلم حدثنا سفین بن وکیع حدثنا ابی عن المسعودی بهذا الاسناد نحوه بمعناه حدثنا احمد بن عبدة الضبی البصری وعلی بن حجر وابو جعفر محمد بن الحسین وهو ابن ابی حلیمة والمعنی واحد قالوا ثنا عیسی بن یونس عن عمر بن عبد الله مولی غفرة قال حدثنی ابراهیم بن محمد من ولد علی بن ابی طالب قال کان علی اذا وصف رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لم یکن رسول الله صلی الله علیه وسلم بالطویل الممغط ولا بالقصیر المتردد وکان ربعة من القوم ولم یکن بالجعد القطط ولا بالسبط کان جعدا رجلا ولم یکن بالمطهم ولا بالمکلثم وکان فی وجهه تدویر ابیض مشرب ادعج العینین اهدب الاشفار جلیل المشاش والکتد اجرد ذو مسربة شثن الکفین

فلاں جیسا کبھی نہیں دیکھا مبالغہ مقصود ہوا کرتا ہے اسکے مثل نہ ہونے میں۔ لیکن حضور کے اوصاف میں مبالغہ نہیں اسلئے کہ وہاں کمالِ جمال ہی تعبیر سے باہر ہے۔ مناوی نے لکھا ہے کہ ہر شخص یہ اعتقاد رکھنے کا مکلف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک جن اوصاف جمیلہ کے ساتھ متصف ہے کوئی دوسرا ان اوصاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ محض اعتقادی چیز نہیں ہے سیر احادیث و تواریخ کی کتابیں اس سے لبریز ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے کمالات باطنیہ کے ساتھ جمال ظاہری بھی علی الوجہ الاتم عطا فرمایا تھا حضرت عائشہؓ سے دو شعر نقل کئے گئے ہیں جنکا مطلب یہ ہے کہ زلیخا کی سہیلیاں اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دلوں کو کاٹ دیتیں۔ بالکل سچ فرمایا صحابہ مرد و عورت حضور کے عشق میں جسقدر غرق تھے اس کا کچھ شائبہ دیکھنا ہو تو میرے رسالہ حکایات صحابہ کا باب ۸ دیکھیو۔

(۶) ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں (یعنی پوتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے نہ زیادہ پستہ قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے، نہ آپ موٹے بدن کے تھے نہ گول چہرہ کے البتہ تھوڑی سی گولائی آپ کے چہرہ میں تھی (یعنی چہرۂ انور نہ بالکل گول تھا نہ بالکل لانبا بلکہ دونوں کے درمیان تھا) حضور کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ آپ کی آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں موٹی تھیں (مثلاً کہنیاں اور گھٹنے) ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پُر گوشت تھی، آپ کے بدن مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہیں تھے (یعنی بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے

لہ النضر والحسین اوا بنہ محمد مختلف عند الشراح وکتب الرجال یؤیدالاول وکذا یؤیدہ ما فی جامع المصنف بلفظ حدثنا ابو جعفر محمد بن الحسین بن ابی حلیمة وصفہ بہ لان محمد بن الحسین ابا جعفر رجل اخر ایضا فی الرواة کما یظہر من کتب الرجال وہو ایضا من ہذہ الطبقة فنبہ المصنف لہ تمییز منہ ۱۲ سلہ ابراہیم ہذا بن محمد بن الحنفیة وہی ام علی بن ابی طالب ... بنی حلیفہ ... ابراہیم ہذا لم یسمع من علی عنہ بظاہرہ ولذا قال المعنی فی جامعہ بعد ایراد الحدیث اسنادہ لیس بمتصل ۱۲ سلہ الممغط بضم المیم وفتح الثانیة مشددة وکسر الغین المعجمة بعدہا طاء مہملة وصلہ المنمغط قلبت النون میما وادغمت فی المیم والمنمغط ... کذا فی القاموس وفی جامع الاصول ... بتخفیف المیم الثانیة فہو اسم مفعول من المنمغط ۱۲

سلہ بکسر المیم وتقدم کما مر سابقا ۱۲ ... الروایة ...

http://mujahid.xtgem.com

والقدمين اذا مشى تقلع كانما ينحط فى صبب اذا التفت التفت معًا بين كتفيه خاتم النبوة وهو خاتم النبيين اجود الناس صدرا واصدق الناس لهجة والينهم عريكة واكرمهم عشيرة من راٰه بديهة هابه ومن خالطه معرفة احبه يقول ناعته لم ار قبله ولا بعده مثله صلى الله عليه وسلم قال ابو عيسى رحمه الله سمعت ابا جعفر محمد بن الحسين يقول سمعت الاصمعى يقول فى تفسير صفة النبى صلى الله عليه وسلم الممغط الذاهب طولاً قال وسمعت اعرابيا يقول فى كلامه تمغط فى نشابته اى مدها مدًا شديدًا والمتردد الداخل بعضه فى بعض قصرًا واما القطط فالشديد الجعودة والرجل الذى فى شعره حجونة اى تثن قليلا واما المطهم فالبادن الكثير اللحم والمكلثم المدور الوجه والمشرب الذى فى بياضه حمرة والادعج الشديد سواد العين والاهدب الطويل الاشفار والكتد مجتمع الكتفين وهو الكاهل والمسربة هو الشعر الدقيق الذى كانه

بدن پر بال زیادہ ہوجاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر خاص خاص حصوں کے علاوہ جیسے بازو پنڈلیاں وغیرہ ان کے علاوہ اور کہیں بال نہیں تھے) آپ کے سینے سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی، آپکے ہاتھ اور قدم مبارک پُر گوشت تھے جب آپ تشریف لیجاتے تو قدموں کو قوت سے اُٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں۔ جب آپ کسی کیطرف توجہ فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ توجہ فرماتے (یعنی یہ کہ صرف گردن پھیر کر کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اسلئے کہ اسطرح دوسرے کے ساتھ لاپرواہی ظاہر ہوتی ہے اور بعض اوقات متکبرانہ حالت ہوجاتی ہے بلکہ سینۂ مبارک سمیت اسطرف توجہ فرماتے۔ بعض علماء نے اسکا مطلب یہ بھی فرمایا ہے کہ جب آپ توجہ فرماتے تو تمام چہرہ سے فرماتے، کن انکھیوں سے نہیں ملاحظہ فرماتے تھے مگر یہ مطلب اچھا نہیں) آپکے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ختم کرنیوالے تھے نبیوں کے آپ سب سے زیادہ سخی دل والے تھے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے۔ سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے (غرض آپ دل و زبان طبیعت خاندان اوصاف ذاتی اور نسبی ہر چیز میں سب سے افضل تھے) آپ کو جو شخص یکایک دیکھتا مرعوب ہوجاتا تھا (یعنی آپ کا وقار اسقدر زیادہ تھا کہ اول وہلہ میں دیکھنے والا رعب کی وجہ سے ہیبت میں آجاتا تھا) اول تو جمال و خوبصورتی کے لئے بھی رعب ہوتا ہے ؎ شوق افزوں مانع عرض تمنا داب حسن۔ بارہا دل نے اُٹھائے ایسی لذت کے مزے ۔ اسکے ساتھ جب کمالات کا اضافہ ہو تو پھر رعب کا کیا پوچھنا۔ اسکے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مخصوص چیزیں عطا ہوئیں ان میں رعب بھی اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا) البتہ جو شخص پہچان کر میل جول کرتا تھا وہ آپکے اخلاق کریمہ و اوصاف جمیلہ کا گھائل ہو کر آپ کو محبوب بنالیتا تھا۔ آپ کا حلیہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا باجمال و باکمال نہ حضور سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ــــــــــــــ

لہ عشیرۃ علی وزن قبیلۃ ومعناہ وفی بعض النسخ عشرۃ بکسر اولہ وسکون ثانیہا ای صحبۃ ویؤیدہ ما سینقلہ المصنف عن الاصمعی وکلا المعنیین صحیح فی حقہ علیہ السلام لان قبیلتہ اشرف الحی واکرم ۱۲ لہ الناعت اسم فاعل من نعت اذا وصفہ قال الواقدی ابو موسیٰ النعت وصف الشیء بما فیہ من حسن مالہ الجلیل ولا یقال فی المذموم الا بتکلف فیقول نعت سوء فاما الوصف فیقال فیہما [illegible]

http://mujahid.xtgem.com

قضیبٌ من الصرف السرّة والشثن الغلیظ الاصابع من القدمین والکدمین والتقلّع
السیف قضیب دقیق دبیر وتر ۱۲

ان یمشی بقوّة والصبب لحذر تقول انحدرنا فی صبوب وصبب قولہ جلیل المشاش

یرید رؤس المناکب والعِشرة الصحبة والعشیر الصاحب والبداھة المفاجاۃ یقال بدھتہ

بامرای فجئتہ حدثنا سفیٰن بن وکیع قال ثنا جُمیع بن عُمیر بن عبدالرحمٰن العجلی

املاءً علینا من کتابہ قال اخبرنی رجل من بنی تمیم من ولد ابی ھالۃ زوج خدیجۃ

یکنی اباعبداللّٰہ عن ابن لابی ھالۃ عن الحسن بن علیؓ قال سالت خالی ھند
ربیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابی

(۷) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کیا۔ (اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصاف جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں اُن کے بیان کو اپنے لئے حجت اور سند بناؤں اور ان اوصاف جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں (حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر حضور کے وصال کے وقت سات سال کی تھی اسلئے حضور کے اوصاف جمیلہ میں کم سنی کی وجہ سے تامل اور کمال تحفظ کا موقع نہیں ملا تھا) ماموں جان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ آپ خود اپنی ذات والا صفات کے اعتبار سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبہ والے تھے، آپ کا چہرۂ مبارک ماہِ بدر کی طرح چمکتا تھا، آپ کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسیقدر طویل تھا لیکن زیادہ لانبے قد والے سے پست تھا، سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک کسیقدر بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے۔ (یہ مشہور ترجمہ ہے اس بنا پر یہ اشکال پیش آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصداً مانگ نکالنا روایات سے ثابت ہے اس اشکال کے جواب میں علماء یہ فرماتے ہیں کہ اسکو ابتدائے زمانہ پر حمل کیا جاوے کہ اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہتمام نہیں تھا، لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک یہ جواب اسلئے مشکل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ مشرکین کی مخالفت اور اہل کتاب کی موافقت کی وجہ سے مانگ نہ نکالنے کی تھی، اسکے بعد پھر مانگ نکالنی شروع فرمادی، اسلئے اچھا ترجمہ جسکو بعض علماء نے ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے تھے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اسوقت نہ نکالتے کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی نکال لیتے) جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹)
والموحدۃ وبناء التانیث فی دونہا الیہم واضافۃ المدالیہا مجاز لانہا الاتمدوانما یمدوتر القوس و اعترض علی المصنف بانہ لیس فی الحدیث لفظ التمغط حتی یتعرض لہ وانما فیہ لفظ الانمغاط واجیب بانہ من توضیح الشئی بتوضیح نظیرہ ۱۲ ب
لہ ای مکان تحدر وہو بفتح الصاد المہملۃ وضمہا ایضا ویقال بالضم جمع صبب بفتحتین ولم یذکر الصبب لئلا یشتبہ بالصب الذی بمعنی العاشق ۱۲ ج
ﷺ عمیر بالتصغیر فیہما علی ما اختارہ الحافظ ابن حجر فی تقریبہ قال القاری ووقع فی نسخ الشمائل مکبرا وکذا اوردہ المزی فی تہذیبہ الذہبی فی میزانہ اھ وکذا فی شفاء قاضی عیاض علی ما فی بعض الحواشی و کتبہ فی تہذیب التہذیب بلفظ عمر بلا واو وکذا فی اکثر نسخ الشمائل قال القاری فی مواضع من شرحہ صوابہ عمیر ۱۲
ﷺ ای القاء وہو مصدر بمعنی من غیر لفظہ او تمییز او حال بمعنی ملیا علینا قال المناوی والاملاء القاء المحدث علی الکاتب لیکتب والاملاء قد یکون من حفظہ وقد یکون بالکتاب وفیہ زیادۃ الاحتیاط فقیدہ بذلک ۱۲
ﷺ ابن اسمہ ھند کاسم ابیہ و اسم جدہ فہذا ممن یوافق اسمہ اسم ابیہ وجدہ کذا فی الشرح لکن المحدثین تکلموا علی ہذا الاسناد ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

ابن ابی ہالۃ وکان وصّافا عن حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتھی ان یصف لی منھا

حال من مفعول ۱۲

شیئًا اتعلق بہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخمًا مفخّمًا یتلألأ وجھہ تلألؤ القمر لیلۃ

احفظہ ۱۲ — ای معظمًا عند الناس ۱۲

البدر اطول[۱] من المربوع واقصر من المشذّب[۲] عظیم الھامۃ رجل الشعر ان انفرقت

الطویل البائن ۱۲

عَقِیقَتُہ[۳] فرق والا فلا یجاوز[۴] شعرہ شحمۃ اذنیہ اذا ھو وفّرہ ازھر اللون واسع

کشادہ ۱۲ — احسن ۱۲ — عفاہ ۱۲

الجبین ازجّ[۵] الحواجب سوابغ من غیر قرن بینھما عرق یدرّہ[۶] الغضب اقنی

پیشانی ۱۲ — کاملات ۱۲ — طول الانف ۱۲

العرنین[۷] لہ نور یعلوہ یحسبہ من لم یتأمّلہ اشمّ کثّ اللحیۃ سھل الخدین ضلیع الفم

مفلّج[۸] الاسنان دقیق المسربۃ[۹] کان عنقہ جید دمیۃ فی صفاء الفضۃ معتدل الخلق

الصورۃ المصورۃ ۱۲

کان کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے۔ آپکا رنگ نہایت چمکدار تھا اور پیشانی کشادہ، آپکے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے، ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت اُبھر جاتی تھی، آپ کی ناک بلندی مائل تھی اور اسپر ایک چمک اور نور تھا، ابتداءً دیکھنے والا آپکو بڑی ناک والا سمجھتا لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بلند نہیں ہے۔ آپکی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی آنکھ کی پتلی نہایت سیاہ تھی، رخسار مبارک ہموار ہلکے تھے گوشت لٹکے ہوئے نہیں تھے، آپ کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ منہ نہ تھا) آپکے دندان مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، آپکی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی، آپکے سب اعضا نہایت معتدل اور پُر گوشت تھے اور بدن گٹھا ہوا تھا۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فصل تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے) کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ کا بدن روشن و چمکدار نظر آتا تھا (یا یہ کہ بدن کا وہ حصہ بھی جو کپڑوں سے باہر رہتا تھا روشن اور چمکدار تھا، چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں محفوظ ہو، بندہ کے نزدیک یہ ترجمہ اچھا ہے) ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھا، البتہ دونوں بازو اور کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے، آپکی کلائیاں

[۱] قولہ اطول من المربوع ای لتحقیق فلا ینافی ما سبق من انہ علیہ السلام کان مربوعا وھذا دلیل علی انہ علیہ السلام کان مائلا الی الطول ۱۲ [۲] المشذب علی صیغۃ المفعول من التشذیب اصلہ النخلۃ الطویلۃ التی شذب عنھا جریدھا ای تطع ۱۲ [۳] ای شعر راسہ واصل العقیقۃ الشعر الذی یکون علی راس المولود عند الولادۃ وبہ سمیت الذبیحۃ عقیقۃ قال القاری العقیقۃ الشعر الذی یولد علیہ المولود قبل ان یحلق فی الیوم السابع فاذا حلق ونبت ثانیا فزال عنہ اسم العقیقۃ وربما سمی الشعر عقیقۃ بعد الحلق ایضا علی المجاز وبھذا جاء ھذا الحدیث لئلا یلزم انہ یکون شعرہ باقیا من حین الولادۃ فانہ مستبعد جدا اللھم الا ان یقال انہ من الکرامات الالھیۃ لئلا یذبح باسم الآلھۃ الصناعیۃ وقد ورد انہ علیہ الصلوۃ والسلام عق عن نفسہ بعد النبوۃ اھ ۱۲ [۴] ای وان لم تتفرق بنفسہا فلا یفرقہا بل یترکہا علی حالہا ثم استانف بقولہ یجاوز شعرہ ۱۲ [۵] ازج الزج بزای وجیمین دقۃ الحاجبین مع طول کما فی القاموس او دقۃ الحاجبین مع سبوغھما کما فی الفائق وانما قال ازج الحواجب دون مزجج الحواجب لان الزجج خلقۃ والتزجیج صنعۃ والخلقۃ اشرف ۱۲ [۶] من الادرار علی الروایۃ الصحیحۃ ای یجعلہ الغضب ممتلئا قال القاری ای یصیر العرق ممتلئا غضبا کما یصیر الضرع ممتلئا لبنا ۱۲ اب [۷] العرنین قال المناوی بکسر المھملۃ وسکون الراء وکسر النون الاولی ما صلب من عظم الانف او کلہ او ما تحت مجتمع الحاجبین

مراد اختصاص الانفراج بالثنایا ویؤیدہ اضافتہ الی الثنیتین فی بعض الروایات وما قالہ الھمام انہ یحتمل الانفراج مطلقا یردہ ان المقام مقام المدح وقد صرح جمع من شراح الشفاء ان انفراج جمیع الاسنان عیب ۱۲ [۹] بفتح المیم وسکون السین المھملۃ وضم الراء وفتح شعر ما بین

http://mujahid.xtgem.com

بادن[1] متماسك سواء البطن[2] والصدر عريض الصدر بعيد ما بين المنكبين ضخم الكراديس انور

ای یمسک بعضہ بعضا ۱۲

المتجرد موصول ما بين اللبة والسرة بشعر يجري كالخط عاري الثديين والبطن مما سوى

النحر ۱۲ — نات ۱۲ — من الشعر ۱۲

ذلك اشعر الذراعين والمنكبين واعالي الصدر طويل الزندين رحب الراحة

ای عظیم الذراع ۱۲ — واسع الکف ۱۲

شثن الكفين والقدمين سائل الاطراف او قال[3] شائل الاطراف خمصان[4] الاخمصين

ممتد الاصابع ۱۲ — ای شدید التجافی عن الارض ۱۲

مسيح القدمين ينبو عنهما الماء اذا زال زال قلعا[5] يخطو تكفيا ويمشي هونا ذريع المشية

ای السہل ۱۲ — ای رفقا ۱۲ — سریع ۱۲

اذا مشى كانما ينحط من صبب واذا التفت التفت جميعا خافض الطرف نظره الى

الارض اكثر من نظره الى السماء جل نظره الملاحظة يسوق اصحابه ويبدأ[6] من لقي بالسلام

دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پُر گوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں۔ آپکے تلوے قدرے گہرے تھے۔ اور قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف تھرا اور انکی ملاست کی وجہ سے ان پر ٹھیرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا۔ جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لیجاتے قدم زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا۔ آپ تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا پستی میں اتر رہے ہیں جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے آپکی نظر نیچی رہتی تھی، آپکی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔ (اس میں یہ اشکال ہے کہ ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف اکثر دیکھا کرتے تھے، دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ عادت شریفہ تو زمین ہی کیطرف نگاہ رکھنے کی تھی لیکن چونکہ وحی کا بھی انتظار رہتا تھا اسلئے اسکے انتظار میں گاہ بگاہ آسمان کی طرف بھی ملاحظہ فرماتے تھے ورنہ عام اوقات میں عادت شریفہ نیچی نظر رہنے کی تھی ؀ ادھر قاتل کی نظریں شرم سے اور نیچی ہیں ٹھنیں، ادھر بسمل کھڑا ہے ہاتھ پر میت لئے دل کی) آپکی عادت شریفہ عموماً گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی یعنی غایت شرم و حیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہ کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور آپ پیچھے رہجاتے جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتدا فرماتے۔ **ف** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے رہ جانا علماء نے اسکو تواضع پر حمل فرمایا ہے۔ لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک اگر یہ حالت سفر پر محمول ہو تو انسب ہے، اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سفر میں پسماندگان اور ضعفاء کی خبرگیری کے لئے آپ پیچھے رہا کرتے تھے، یہ حدیث بہت طویل ہے جسمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ اخلاق عادات جملہ انواع مذکور ہیں، امام ترمذی نے مضامین کی مناسبتوں سے اسکو کئی بابوں میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس کا کچھ حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے باب میں اور کچھ حصہ حضور کی تواضع کے ذکر میں آئے گا۔

---

[1] بادن الرواية الى ههنا بالنصب ومن ههنا الى آخر الحديث بالرفع قال القاري عن الحنفي والمعنى انه كان سمينا معتدلا يعني لم يكن سمينا جدا ولا نحيفا جدا كذا قال البيجوري ۱۲

[2] باضافة السواء الى البطن والصدر وبدون الاضافة فيكونان مرفوعين على الفاعلية ۱۲

[3] او قال شائل شك من الراوي وسائل الاطراف بالمهملة اي طويلها وشائل بالمعجمة قريب منه من شالت الميزان ارتفعت اي كان مرتفع الاطراف بلا انقباض ولا احديداب ۱۲

[4] قوله خمصان الاخمصين الاخمص من القدم موضع لا يلتصق بالارض منها عند الوطي والخمصان المبالغ منه اي ان ذلك الموضع من اسفل قدميه شديد التجافي عن الارض ۱۲ مجمع البحار وقال البيجوري خمصان كعثمان وبضمتين وبفتح فسكون ۱۲

[5] بفتح القاف وسكون اللام اي رفع رجله عن الارض رفعا بائنا بقوة لا كمن يمشي اختيالا قال القاري يعني اذا زال عن موضعه وذهب مشى رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع رجليه بقوة ۱۲

[6] يبدء من البداءة وفي بعض النسخ يبدر بضم الدال والراء المهملتين والمعنى متقارب ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا ابو موسٰی محمد بن المثنی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن سماك بن حرب قال سمعت جابر بن سمرة يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ضليع الفم اشكل العين منهوس العقب قال شعبة قلت لسماك ما ضليع الفم قال عظيم الفم قلت ما اشكل العين قال طويل شق العين قلت ما منهوس العقب قال قليل لحم العقب

حدثنا هناد بن السری ثنا عبثر بن القسم عن اشعث يعنى ابن سوار عن ابى اسحاق عن جابر بن سمرة قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى ليلة اضحيان وعليه حلة حمراء فجعلت انظر اليه والى القمر فلهو عندى احسن من القمر

حدثنا سفين بن وكيع ثنا حميد بن عبد الرحمن الرؤاسى عن زهير عن ابى اسحاق قال سال رجل البراء بن عازب اكان وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل السيف قال لا بل مثل القمر

حدثنا ابو داؤد المصاحفى سليمان بن سلم ثنا النضر بن شميل عن صالح بن ابى الاخضر عن ابن شهاب عن ابى سلمة

---

(۸) جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فراخ دہن تھے آپکی آنکھوں کی سفیدی میں سُرخ ڈوری پڑے ہوئے تھے، ایڑی مبارک پر گوشت بہت کم تھا۔ **ف** اہل عرب مرد کیلئے فراخ دہنی پسندیدہ سمجھتے ہیں اور بعض لوگوں کے نزدیک اس جگہ فراخ دہنی سے فصاحت مراد ہے۔ آنکھوں کی تعریف میں جو ترجمہ کیا گیا وہ صحیح قول کے موافق لکھا گیا۔ ورنہ اس حدیث کے ترجمہ میں امام ترمذی نے اس حدیث کے ایک راوی سے فراخ چشم کا ترجمہ نقل کیا ہے وہ اہل لغت کے نزدیک غلط ہے ؎

خمار آلودہ آنکھوں پر ہزاروں میکدے قربان ✤ وہ قاتل بے پیئے ہی رات دن مخمور رہتا ہے

(۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت سُرخ جوڑا زیب تن فرماتے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپ کو، بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ جمیل و حسین اور منور ہیں ؎

دیر و حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا ✤ مجکو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

(۱۰) ابو اسحاق کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت براء سے پوچھا کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کیطرح شفاف تھا، انھوں نے کہا کہ نہیں بلکہ بدر کیطرح روشن گولائی لئے ہوئے تھا۔ **ف** تلوار کی تشبیہ میں یہ نقصان تھا کہ اس سے زیادہ طویل ہونیکا شبہ پیدا ہوتا تھا نیز اس کی چمک میں سفیدی غالب ہوتی ہے نورانیت نہیں۔ اسلئے حضرت براء نے تلوار سے انکار کرکے چاند سے تشبیہ دی۔ یہ تشبیہات سب تقریبی ہیں ورنہ ایک چاند کیا ہزار چاند میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نور نہیں ہوسکتا۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے کہ اگر تجھے ممدوح کو عیب ہی لگانا ہے تو اسے چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دیدے اسکے عیب لگانے کے لئے یہ ہی کافی ہے۔

له هذا التفسير نقلت عنه كتب اللغة المتداولة ومن ثم جعله القاضي عياض وتبعه العصابة اتفق عليه العلماء وجميع اصحاب الغريب ان الشكلة حمرة في بياض العين سله هناد بتشديد النون آخره دال مهملة والسري بفتح السين المهملة المشددة وكسر الراء المهملة بعدها ياء مشددة والحديث على ما قاله النسائي خطأ والصواب هو مسند الى البراء وبه قال البخاري صحح اسناده [illegible]

http://mujahid.xtgem.com

عن ابی هریرة قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابیض کانما صیغ من فضة (۱۱) رجل الشعر حدثنا قتیبة بن سعید انا اللیث بن سعد عن ابی الزبیر عن (۱۲) جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عُرِض علیّ الانبیاء فاذا موسی علیہ السلام ضَرْبٌ من الرجال کانہ من رجال شنوءة ورأیت عیسی بن مریم علیہ السلام فاذا اقرب من رأیت بہ شبہا عروة بن مسعود ورأیت ابراهیم علیہ السلام فاذا اقرب من رأیت بہ شبہا صاحبکم یعنی نفسہ الکریمة ورأیت جبرئیل علیہ السلام فاذا اقرب من رأیت بہ شبہا دحیة حدثنا محمد بن بشار سفین ابن وکیع المعنی واحد قالا انا یزید بن هارون عن (۱۳) سعید الجریری قال سمعت ابا الطفیل

(اختلف فی اسمہ علی اربعین قولا ۱۲ — محمد بن مسلم ۱۲ — قبیلة فی الیمن ۱۲ — الکلبی ۱۲ — نسبة لجدہ جریر مصغرا ۱۲)

(۱۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسقدر صاف شفاف حسین و خوبصورت تھے گویا کہ چاندی سے آپکا بدن ڈھالا گیا ہو۔ آپکے بال مبارک قدرے خمدار گھنگریالے تھے۔ **ف** سب سے پہلی روایت جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی گذر چکی ہے اسمیں بالکل سفید رنگ کی نفی کی گئی تھی اسلئے اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ چاندی کی طرح سے بالکل سفید رنگ تھے بلکہ سفیدی سرخی مائل تھی اور چمک و حسن غالب تھا۔

(۱۲) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ مجھپر سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پیش کئے گئے یعنی مجھے دکھائے گئے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو میں نے دیکھا تو وہ ذرا اکہرے دبلے بدن کے آدمی ہیں گویا کہ قبیلۂ شنوءہ کے لوگوں میں سے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو ان سب لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں عروہ بن مسعود ان سے زیادہ ملتے جلتے معلوم ہوئے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے میں خود ہی ان کے ساتھ زیادہ مشابہ ہوں۔ ایسے ہی جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو انکے ساتھ زیادہ مشابہ ان لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں دحیہ کلبی ہیں۔ **ف** یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء کو دیکھنا یا شب معراج میں ہوا ہے یا خواب کی حالت میں ہوا ہے۔ بخاری شریف میں دونوں طرح کی روایتیں ہیں اور اس اختلاف میں کوئی اشکال نہیں ہے اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ دونوں مرتبہ دیکھا ہو۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ہلکے بدن کا ترجمہ اپنے نزدیک ارجح قول پر کیا ورنہ بعض علماء نے اسکے ترجمہ میں اور بھی اقوال فرمائے ہیں۔ ان تین انبیاء کا ذکر اسلئے فرمایا کہ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام بنی اسرائیل کے انبیاء میں تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام علاوہ ازیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں تھے جملہ عرب ان کو مانتے تھے۔ (۱۳) سعید جریری کہتے ہیں کہ میں نے ابو الطفیل

ـلہ عرض علیّ ای فی لیلة المعراج کما یدل علیہ روایة البخاری او فی المنام کما یدل علیہ روایة الاخری ۱۲

ـلہ بفتح الضاد المعجمة وسکون الراء ای خفیف اللحم من الرجال صفة ضرب قالہ القاری ۱۲

ـلہ بفتح المعجمة وضم النون ثم واو ساکنة ثم همزة مفتوحة بعدها تاء قبیلة من الیمن او من قحطان وهم متوسطون بین الطول والسمن ۱۲ ق م

ـلہ عروة بن مسعود ای الثقفی لا الهذلی کما توهم ولا یخفی علیک ان اقرب مبتدأ خبرہ عروة ومن موصولة عائدہ محذوف ای اقرب الذی رأیتہ وبہ متعلق بشبہا المنصوب علی انہ تمییز للنسبة وصلة اقرب محذوفة ای الیہ لوضوحہ ۱۲

ـلہ دحیة بکسر الدال وقد یفتح اولہ معناہ فی الاصل رئیس الجند صحابی مشہور وکان جبرئیل یاتی غالبا علی صورتہ لان عادة العرب قبل الاسلام اذا ارسلوا رسولا الی ملک لا یرسلونہ الا مثل دحیة فی الجمال او الفصاحة فانہ کان بارعا فی الجمال حتی تضرب بہ الامثال قالہ البیجوری ۱۲

ـلہ ابا الطفیل عامر بن واثلة کان من جماعة علی ولد عام الہجرة او عام احد ومات سنة عشر ومائة علی الصحیح علی ما قال البیجوری فی شرح الشمائل واختارہ الحافظ فی تقریبہ فیصح حینئذ قولہ ما بقی علی وجہ الارض احد رآہ غیری ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

يقول رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وما بقي على وجه الارض احد رآه غيري قلت صفه لي قال كان ابيض مليحًا مقصدًا[1] صلوات الله وسلامه عليه حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن انا ابراهيم بن المنذر الحزامي[2] انا عبد العزيز بن ثابت الزهري ثنی اسمعیل بن ابراهيم ابن اخي موسى بن عقبة عن كريب عن ابن عباس رضي الله عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم افلج الثنيتين اذا تكلم رأى كالنور[3] يخرج من بين ثناياه

(حاشیہ بین السطور: نحیفۃ او نی علیہ — کذا فی النسخ والصواب عبد العزیز بن ابی ثابت ۱۲ — نعت لاسمعیل ۱۲ — ہو فرجت ما بین الثنایا والرباعیات ۱۲)

رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں میں اب روئے زمین پر میرے سوا کوئی نہیں رہا۔ میں نے اُن سے کہا کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان کیجئے۔ انھوں نے فرمایا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ تھے ملاحت کے ساتھ یعنی سُرخی مائل اور معتدل جسم والے تھے۔ **ف** ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ میں سب سے اخیر میں وفات پائی ہے۔ ان کی وفات ایک سو دس ہجری میں ہوئی ہے۔ اسی بنا پر انھوں نے کہا کہ اب میرے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں رہا۔ علماء فرماتے ہیں کہ روئے زمین کی قید اس لئے لگائی کہ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے دیکھنے والوں میں موجود تھے۔

(۱۴) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت کچھ کشادہ تھے یعنی ان میں کسیقدر ریخیں تھیں گنجان نہ تھے۔ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکلم فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔ **ف** علماء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ تشبیہ ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا اس کو نور کے ساتھ تشبیہ دی ہے لیکن علامہ مناوی کی رائے یہ ہے کہ کوئی حسی چیز تھی تشبیہ نہیں جو بطور معجزہ کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دانتوں کے درمیان سے نکلتی تھی[4] حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا ، حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا۔ الغرض حلیۂ مبارک میں ہر ہر چیز کمالِ حسن کو پہنچی ہوئی تھی[5] داماں نگہ تنگ و گلِ حُسنِ تو بسیار۔ گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد۔ یعنی جیسے آپ جمالِ معنوی میں منتہا پر تھے، ایسے ہی جمالِ ظاہری میں بھی انتہا پر تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ

---

[1] مقصدا بتشديد الصاد المفتوحة على انه اسم مفعول من باب التفعيل اى متوسطا يقال رجل مقصد اى متوسط كما يقال رجل قصد اى وسط قال تعالى وعلى الله قصد السبيل ۱۲
[2] الحزامي بحاء مهملة مكسورة وزاي بعدها الف فميم نسبة الى جده حزام فانه ابراهيم بن المنذر بن المغيرة بن عبد الله بن خالد بن حزام القرشي ۱۲
[3] اى يرى شئ ابيض اصفا يلمع كالنور معجزة له صلى الله عليه وسلم هكذا قالت الشراح ولا مانع من ذلك ولا يبعد عندى ان يكون هذا من كمال جماله فمن يبلغ من الحسن اقصاه يظهر فى كلامه
[4] نعة وهو مشاهد ۱۲

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

باب ما جاء فی خاتم النبوة

حدثنا قتیبة بن سعید انا حاتم بن اسمٰعیل عن الجعد بن عبد الرحمٰن قال سمعت السائب بن یزید یقول ذهبت بی خالتی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان ابن اختی وجع فمسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راسی ودعا لی بالبرکة وتوضأ فشربت من وضوءه وقمت خلف ظهره فنظرت الی الخاتم الذی بین کتفیه فاذا هو مثل زر الحجلة حدثنا سعید بن یعقوب الطالقانی انا ایوب

(اخرج حدیث حاتم الستة ۱۲ — کسعد رادی الشیخین وغیرہما ۱۲ — لم یدر اسمہا ۱۲ — ثقة من العاشرة ۱۲)

(باب) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر نبوت کا بیان

(ف) یہ مضمون حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حُلیہ شریفہ کے ذیل میں ہونے کی وجہ سے پہلے باب کا جزو ہونا چاہیے تھا مگر شدتِ اہتمام کی وجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ یہ معجزہ اور علاماتِ نبوت سے بھی ہے اسکو علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے مُہر نبوت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر ولادت ہی کے وقت سے تھی جیسا کہ فتح الباری نے بواسطہ یعقوب بن حسن حضرت عائشہ کی حدیث سے نقل کیا ہے اور حضور کی وفات میں جب بعض صحابہ کو شک ہوا تو حضرت اسماء نے مُہر نبوت کے نہ ہونے سے وصال پر استدلال کیا کہ اسوقت وہ نہیں رہی تھی۔ چنانچہ مناوی نے اس قصہ کو مفصل نقل کیا ہے۔ اسمیں اختلاف ہے کہ اس مُہر نبوت پر کچھ لکھا ہوا تھا یا نہیں۔ ابن حبان وغیرہ نے اسکی تصحیح کی ہے کہ اسپر (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ) لکھا ہوا تھا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپر (سر فانت المنصور) لکھا ہوا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم جہاں چاہے جاؤ تمہاری مدد کیجائیگی۔ بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ یہ روایتیں ثبوت کے درجہ کو نہیں پہنچی ہیں۔ اس باب میں امام ترمذی نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) سائب بن یزید کہتے ہیں کہ مجکو میری خالہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیگئیں اور عرض کیا کہ یہ میرا بھانجہ بیمار ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعائے برکت فرمائی (بعض علما کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر ہاتھ پھیرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے سر میں کوئی تکلیف تھی لیکن بندۂ ضعیف کے نزدیک اچھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا شفقت کیلئے تھا اسلئے کہ سنہ ہجری میں ان کی ولادت ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت تک بھی انکی عمر آٹھ نو سال سے زائد کی نہیں تھی اسلئے یہ ہاتھ پھیرنا شفقت کا تھا جیسے کہ بزرگوں کا معمول ہوتا ہے اور علاج کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا پانی پلوایا، جیسا کہ آگے آتا ہے یا کوئی اور تجویز فرمائی، بالخصوص جبکہ

لہ الخاتم ہو بفتح التاء وکسرہا والکسر اشہر واضافتہ للنبوة لکونہ من آیاتہا وانما افردہ بباب مع انہ من جملة الخلق اہتماماً بشانہ ۱۲

لہ بفتح الواو وکسر الجیم ای ذو وجع وکان ذلک لوجع فی قدمہ بدلیل انہ وقع فی البخاری فی اکثر الروایات وقع بالقاف بدل الجیم والوقع بالتحریک ہو وجع لحم القدم قیل یقتضی مسحہ صلی اللہ علیہ وسلم لراسہ ان مرضہ کان براسہ ورد بانہ لا مانع من الجمع قال العسقلانی وفی بعض الروایات وقع بلفظ الماضی قال ابن بطال المعروف عندنا بفتح القاف والعین فیحتمل ان یکون معناہ وقع فی الارض فوصل الی ما حصل قالہ القاری ۱۲

لہ راسی خص الراس بالمسح لانہ محل الحواس والحیاة و مناط السلامة یعود علی سلامة الدماغ و بینہ وبین الاعضاء الرئیسة ارتباط و اشتراک ولانہ اشرف اعضاء البدن ومن اثر مسحہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ رأی لم یزل اسود مع شیب ما سواہ ۱۲ مناوی

لہ زر الحجلة بتقدیم الزای المکسورة علی الراء المہملة المشددة علی ما ہو المعروف وقیل بتقدیم الراء المہملة قیل الاول اوفق بظاہر الحدیث لکن الروایة لا تساعدہ فعلی الاول الزر واحد الازرار والحجلة بفتحتین وقیل بالضم او بالکسر مع سکون الجیم قبة صغیرة تعلق علی السریر وعلی الثانی الزر البیض والحجلة الطائر المعروف ۱۲

لہ الطالقانی بکسر اللام وقد تفتح نسبة الی طالقان بلدة من بلاد قزوین ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

ابن جابر عن سماك بن حرب عن[۲] جابر بن سمرة قال رأيت الخاتم بين كتفى رسول الله صلى الله عليه وسلم غدة حمراء مثل بيضة الحمامة حدثنا ابو مصعب المدنى انا يوسف ابن الماجشون عن ابيه عن عاصم بن عمر بن قتادة عن جدته[۳] رميثة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم

(حواشی بین السطور: غدة تشبيه فى المقدار لا فى اللون ۱۲ — رميثة بالمثلثة مصغّرة ۱۲ — معرب ماہگون ۱۲ — يعقوب ۱۲)

بخاری شریف کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاؤں میں کوئی تکلیف تھی) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمائی تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وضو کا پانی پیا (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وضو ممکن ہے کہ اپنی کسی غرض سے ہو لیکن ظاہر یہ ہے کہ انکی دوا اور پانی پلانے ہی کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا) میں اتفاقاً یا قصداً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مُہرِ نبوت دیکھی جو مسہری کی گھنڈیوں جیسی تھی (جو کبوتر کے بیضہ کی برابر بیضوی شکل میں اس پردہ میں لگی ہوئی ہوتی ہے جو مسہری پر لٹکایا جاتا ہے۔ علماء اس لفظ کے ترجمہ میں مختلف ہوئے ہیں۔ جس کا میں نے یہ ترجمہ کیا ہے بعض لوگوں نے اور طرح سے ترجمہ فرمایا ہے لیکن امام نووی نے جو مسلم شریف کے مشہور شارح ہیں انھوں نے ان ہی معنی کو ترجیح دی ہے) **ف** اس حدیث میں اگر وضو کے پانی سے وضو کا بچا ہوا پانی مراد ہے تب تو کوئی اشکال و اختلاف ہی نہیں۔ اور اگر وضو کا وہ پانی مراد ہے جو بدن سے دھوکر گرتا ہے جسکو ماء مستعمل کہتے ہیں تب بھی کوئی اشکال اس جگہ اسلئے نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تو فضلات تک بھی پاک ہیں پھر ماء مستعمل کا کیا ذکر۔

(۲) جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہرِ نبوت کو آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان دیکھا جو سُرخ رسولی جیسی تھی اور مقدار میں کبوتر کے انڈے جیسی تھی۔ **ف** مُہرِ نبوت کی مقدار اور رنگ میں روایتیں کچھ مختلف ہیں قرطبی نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ وہ کم و زیادہ بھی ہو جاتی تھی اور رنگ میں مختلف ہوتی رہتی تھی۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک دوسری طرح جمع یہ بھی ممکن ہے کہ حقیقت میں یہ سب تشبیہات ہیں اور تشبیہ ہر شخص کی اپنے ذہن کے موافق ہوتی ہے جو تقریبی حالت ہوتی ہے اور تقریب کے اختلاف میں اشکال نہیں ہوتا۔ بندہ کے نزدیک یہ توجیہ زیادہ مناسب ہے۔

(۳) رمیثہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون سُنا، اور میں اسوقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنی قریب تھی کہ اگر چاہتی تو مُہرِ نبوت کو چوم لیتی۔ وہ مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذ کے حق میں یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ انکی موت کی وجہ سے حق تعالیٰ جل شانہ کا عرش بھی انکی رُوح کی خوشی میں جھوم گیا۔ **ف** اسمیں اختلاف ہے کہ عرش کی حرکت کی کیا وجہ اور کیا معنی۔ مشہور قول یہ ہے جس کے موافق ترجمہ لکھا گیا۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ عرش کے جھومنے سے مُراد اہلِ عرش ہیں بعض کی رائے ہے کہ عرش سے مراد سعد کا اپنا تخت ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر راجح قول اول ہی ہے۔ یہ سعد بن معاذ بڑے جلیل القدر صحابہ میں ہیں ان کے اور بھی فضائل کتب حدیث میں آتے ہیں، ہجرت سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر کو تعلیم و تبلیغ کے لئے مدینہ طیبہ بھیجا تھا اُن کے ہاتھ پر یہ مسلمان ہوئے اپنی برادری کے سردار تھے اسلئے ان کے مسلمان ہوتے ہی تمام خاندان اسی روز مسلمان ہو گیا سب سے اول جس خاندان نے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا وہ یہی خاندان ہے ۵ھ میں ان کا وصال سینتیس سال کی عمر میں ہوا۔

---

[۱] غدة بضم المعجمة وتشديد الدال المهملة لحم يحدث بين الجلد واللحم يتحرك بالتحريك قاله المناوى وكونه حمراء معناه مائلة الى الحمرة لما يأتى فى رواية مسلم انه كان مثل لون

http://mujahid.xtgem.com

ولو اشاء[۱] ان اقبل الخاتم الذی بین کتفیه من قربه لفعلت یقول لسعد بن معاذ یوم[۲] مات اهتزله عرش الرحمٰن حدثنا احمد بن عبدة الضبی وعلی بن حجر وغیر واحد قالوا انا عیسیٰ بن یونس عن عمر بن عبد اللہ مولی غفرۃ قال ثنی ابراهیم[۳] بن محمد من ولد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه قال کان علی رضی اللہ عنه اذا وصف رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فذکر الحدیث بطوله[۴] وقال بین کتفیه خاتم النبوة وهو خاتم النبیین حدثنا محمد بن بشار انا ابو عاصم انا عزرة بن ثابت ثنی علباء[۵] بن احمر ثنی عمرو بن اخطب الانصاری قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

ستر ہزار فرشتے اُن کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوئے تھے لیکن باوجود ان سب کے حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبر کی تھوڑی دیر کی تنگی ان کیلئے بھی پیش آئی۔ بڑی عبرت کی جگہ ہے آدمی کو عذاب قبر سے کسیطرح غافل نہیں ہونا چاہئے ہر وقت اس سے توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب کسی قبر پر گذر ہوتا تو اسقدر روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی کسی نے عرض کیا کہ جنت اور دوزخ کا بھی تذکرہ ہوتا ہے اُسپر تو آپ نہیں روتے اِسپر اسقدر روتے ہیں تو آپنے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو اس سے نجات پالے اس کے لئے اسکے بعد کی ساری منزلیں سہل ہو جاتی ہیں اور جو اس کے عذاب سے خلاصی نہ پاسکے اسکے لئے اسکے بعد کی منزلیں اور بھی زیادہ دشوار ہوتی ہیں نیز میں نے حضور سے یہ بھی سُنا ہے کہ میں نے جتنے مناظر دیکھے ہیں قبر کا منظر سب سے زیادہ ہولناک پایا (مشکوۃ) اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْه امام ترمذی کی غرض اسجگہ حضرت سعدؓ کے قصہ سے نہیں بلکہ اس حدیث میں مہر نبوت کا ذکر آگیا اسلئے انھوں نے ذکر فرما دیا اور حضرت رمیثہ کی غرض مہر نبوت کے بیان کرنے سے اپنے قریب ہونیکا بیان ہے کہ میں بہت ہی قریب تھی جبکہ میں نے یہ مضمون سنا سُننے میں کسی قسم کی غلطی وغیرہ کا احتمال نہیں۔ (۴) ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کیا کرتے تو یہ صفتیں بیان کرتے اور حدیث مذکورہ سابق ذکر کی۔ منجملہ ان کے یہ بھی کہتے کہ حضور کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے۔ **ف** یہ حدیث پہلے باب میں مفصل گذر چکی ہے اسلئے یہاں مختصر طور سے اسکی طرف اشارہ کر دیا۔ اور چونکہ اس میں مہر نبوت کا ذکر تھا اسلئے اسکو خاص طور سے ذکر کر دیا۔ یہ وہی حدیث ہے جو باب اول کے آٹھویں نمبر پر گذری ہے۔ (۵) علباء ابن احمر کہتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن اخطب صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کمر ملنے کے لئے ارشاد فرمایا میں نے حضورؐ کی کمر ملنی شروع کی تو اتفاقاً میری انگلی مُہر نبوت پر لگ گئی۔ علباء کہتے ہیں کہ میں نے عمرو سے پوچھا کہ مُہر نبوت کیا چیز تھی انھوں نے

---

[۱] ولو شاء الخ جملہ معترضہ بین الحال وهو جملة یقول الخ وبین صاحبها وهو رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم والغرض منه بیان قربها منه صلی اللہ علیه وسلم جداً تحقیقاً لسماعها وعبرت بالمضارع اشارة الی ان تلک الحال کالمشاهدة ثم الحدیث لا یدل علی جواز النظر الی الاجنبیة فلا حاجة الی الجواب لو سلم فیمکن ان یأول بمثل انه کان مخصوصاً له علیه السلام ۱۲ [۲] یوم مات یحتمل ان یکون من قوله فهو ظرف لقوله اهتز والظاهر انه من کلام رمیثة فظرف لقولها یقول ۱۲ [۳] قال القاری والمناوی تقدم الحدیث بطوله فی الباب الاول ۱۲ [۵] علباء بکسر العین المهملة وسکون اللام بعدها موحدة ومد ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

یا ابازیدؓ ادن منی فامسح ظہری فمسحت ظہرہ فوقعت اصابعی علی الخاتم قلت وما الخاتم قال شعرات مجتمعات حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث الخزاعی انا علی بن حسین بن واقد ثنی ابی ثنی عبد اللہ بن بریدۃ قال سمعت ابی بریدۃ یقول جاء سلمان الفارسی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین قدم المدینۃ بمائدۃ علیہا رطب فوضعہا بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قائد علیار ۱۲ — بمہملۃ کشداد ۱۲ — مصغراً ۱۲ نسبۃ الی خزاعۃ قبیلۃ — بدل من لفظ ابی ۱۲

جواب دیا کہ چند بالوں کا مجموعہ تھا۔ **ف** یہ پہلی روایات کے خلاف نہیں ہوئی اسلئے کہ اسکے اطراف میں بال بھی تھے، انھوں نے صرف ان کا ذکر کر دیا۔

(۶) بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک خوان لیکر آئے جسپر تازہ کھجوریں تھیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ سلمان یہ کیسی کھجوریں ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپ پر اور آپکے ساتھیوں پر صدقہ ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے اسلئے میرے پاس سے اٹھالو۔ (اسمیں علماء کا اختلاف ہے کہ ہم لوگ سے کیا مراد ہے۔ بعض کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور جمع کے لفظ سے تشریفاً تعبیر فرمایا اور بعض کے نزدیک جماعت انبیاء مراد ہے اور بعض کے نزدیک حضور اور حضور کے وہ اقارب جن کو زکوٰۃ کا مال جائز نہیں، وہ مراد ہیں۔ بندہ ناچیز کے نزدیک یہ تیسرا احتمال راجح ہے اور علامہ مناوی کے اعتراضات جو اس تیسری صورت میں ہیں زیادہ وقیع نہیں) دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا، کہ سلمان کھجوروں کا طباق لائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال پر سلمان نے عرض کیا یارسول اللہ یہ آپکے لئے ہدیہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ہاتھ بڑھاؤ۔ (اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی نوش فرمایا۔ چنانچہ بیجوری نے اسکی تصریح کی ہے۔ حضرت سلمان کا اس طرح پر دونوں دن لانا یہ حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آقا بنانے کا امتحان تھا اسلئے کہ سلمان رضی اللہ عنہ پرانے زمانہ کے علماء میں تھے۔ اڑھائی سو برس اور بعض کے قول پر ساڑھے تین سو برس کی انکی عمر ہوئی ہے انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات میں جو پہلی کتب میں پڑھ رکھی تھیں یہ بھی دیکھا تھا کہ وہ صدقہ نوش نہیں فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے ہیں اور آپکے دونوں مونڈھوں کے درمیان مُہر نبوت ہے پہلی دونوں علامتیں دیکھنے کے بعد) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر مہر نبوت دیکھی تو مسلمان ہو گئے (سلمان رضی اللہ عنہ اسوقت یہود بنی قریظہ کے غلام بنے ہوئے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خریدا۔ مجازاً خریدا کے لفظ سے تعبیر کر دیا ورنہ حقیقت میں انھوں نے سلمان رضی اللہ عنہ کو مکاتب بنایا تھا اور بدل کتابت بہت سے دراہم

فالظاہر ہو الثانی ۱۲

یا ابازید الخ کذا فی بعض النسخ بدون الہمزۃ وفی بعضہا بالہمزۃ قال القاری کتب بغیر الف لکن یقرأ بہا قال میرک قد ترک فی اللفظ ایضاً تخفیفاً ۱۲ — اخرجہ ابن سعد بہذا السند عن ابی زمعۃ بلفظ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابازید ادن منی فامسح ظہری فدنوت منہ فمسحت ظہرہ ثم وضعت اصابعی علی خاتم نبوتہ قلنا له وما الخاتم قال شعر مجتمع عند کتفہ فنقل یحتمل ان یکون احد الطریقین وہما دلیل یحتمل ان یکون للحدیث طریقان وذکر القاری فی جمع الوسائل حدیث ابن سعد بہذا اللفظ الی رشتۃ ثم قال قال میرک والظاہر ان احد الروایتین وہم والمرجح روایۃ الترمذی لانہ اوثق من ابن سعد ۱۲ وقال المناوی قال العصام یظہر ان احدی الروایتین وہم ویرجح روایۃ الترمذی لان عزرۃ حفید ابی زید فہو اعلم بحدیثہ ۱۲ — سے بمائدۃ ہی خوان علیہ طعام والا فہو خوان لا مائدۃ فہی من الاشیاء التی تختلف اسمائہا باختلاف الاوصاف کالبستان فانہ لا یقال لحدیقۃ الا اذا کان علیہ حائط ۱۲ — سے علیہا رطب لا یخالف ما رواہ احمد والبزار بسند جید عن سلمان فاحتطبت حطباً فبعتہ فصنعت بہ طعاماً فاتیت بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما رواہ الطبرانی فاشتریت لحم جزور بدرہم ثم طبخۃ فجعلتہ قصعۃ من ثرید فاحتملتہا علی عاتقی لاحتمال تعدد الواقعۃ اوان المائدۃ کانت مشتملۃ علی کلہا قلت ان کان لفظ فاسمن یسر فی جمیع الروایات

http://mujahid.xtgem.com

فقال یا سلمان ما هذا فقال صدقة علیك وعلى اصحابك فقال ارفعها فانا لا ناكل الصدقة قال فرفعها فجاء الغد بمثله فوضعه بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ما هذا يا سلمان فقال هدية لك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاصحابه ابسطوا ثم نظر الى الخاتم على ظهر رسول الله صلى الله عليه وسلم فامن به وكان لليهود فاشتراه رسول الله صلى الله عليه وسلم بكذا وكذا درهما على ان يغرس لهم نخيلا فيعمل سلمان فيه حتى تطعم فغرس رسول الله صلى الله عليه وسلم

قرار پائے اور نیز یہ کہ حضرت سلمان ان کے لئے (تین سو) کھجور کے درخت لگائیں اور ان درختوں کے پھل لانے تک انکی خبر گیری کریں۔ پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ درخت لگائے حضور کا معجزہ تھا کہ سب درخت اسی سال پھل لے آئے مگر ایک درخت نہ پھلا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لگایا ہوا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا نہ تھا۔ حضور نے اسکو نکالا اور دوبارہ اپنے دست مبارک سے لگایا۔ حضور کا دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ بے موسم درخت لگایا بھی اسی سال پھل لے آیا۔ **ف** اس حدیث میں علماء نے بہت سی علمی تحقیقات فرمائی ہیں۔ مثلاً یہ کہ جب سلمان غلام تھے تو ان کا صدقہ اور ہدیہ جائز تھا یا نہیں نیز ہدیہ اور صدقہ میں فرق کیا کیا ہیں وغیرہ وغیرہ طویل بحثیں ہونگی وجہ سے اختصاراً ترک کر دی گئیں البتہ اس حدیث سے حضور کا ایک خاص معمول معلوم ہوا کہ ہدیہ آیا میں خدام و حضار کو شریک فرمایا کرتے تھے اور یہ حضور کا خاص معمول تھا ہزاروں واقعات حدیث کی کتابوں میں اس معمول کے مذکور ہیں۔ اس مضمون میں حضور کا ایک ارشاد بھی نقل کیا جاتا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے (الهدايا مشتركة) ہدیے جو دیئے جاتے ہیں وہ پاس بیٹھنے والوں میں مشترک ہوتے ہیں محدثانہ حیثیت سے اس حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہے اور کلام بھی ہے یعنی ضعیف ہے مگر مضمون کے اعتبار سے واقعات سے تائید ہوتی ہے یہ بات کہ کس قسم کے ہدیے مراد ہیں اور پاس بیٹھنے والوں سے کون مراد ہیں تفصیل طلب ہے، ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ایک شیخ وقت کے پاس کوئی شخص ہدیہ لایا ایک

سے ابسطوا قیل یؤخذ منه ان یستحب للمهدی له ان یعطی الحاضرین مما اهدی الیه وتایید

م بحدیث ضعیف من اهدی له هدیة فجلسائه شرکائه والمراد بالشرکاء الذین یداومون مجلسه لا کل من حضر اذ ذاک قاله الترمذی فی الاصول ۱۲ ۵ قیل فی تعبیره بثم اشارة الى تراخیه من الامرین المتقدمین کما هو مصرح فی الروایات وفی جمع الفوائد من حدیث سلمان المفصل بعد وصوله الى المدینة المنورة قال فاقمت بها الى ان هاجر النبی صلى الله علیه وسلم فاتیته بشیء عندی وهو لقبا فقلت لهذه صدقة فقال صلى الله علیه وسلم لاصحابه کلوا وامسک یده فقلت فی نفسی هذه واحدة ثم انصرفت فجمعت شیئا وتحول صلى الله علیه وسلم الى المدینة فجئته فقلت هذه هدیة اکرمتک بها فاکل منها فقلت فی نفسی هذه ثنتان ثم جئته وهو بالبقیع جالس فی اصحابه الحدیث ۱۲
۶ فاشتراه ای تسبب فی کتابة الیهود لا مرونک تجوز بالشراء وقصة کتابة مشهورة وکان کتابة علی ثلثین کذا وکذا درهما واختلفت الروایات فی تعیینها

۱ ملیکه قیل فی التعبیر بعلی ههنا واللام ثانیا سیاقی اشارة الى الفرق بین الصدقة والهدیة بان المقصود من الصدقة الترحم ومن الهدیة الاکرام ۱۲
۲ ای فرفعها بنفسک علی سبقیها وفی نسخة ارفعها بالراء وعلیها اکثر الشراح قال البیجوری ظاهره انه امره برفعها مطلقا ولم یاکل منها اصحابه ووجه بعضهم بان المتصدق تصدق علیه وعلیهم وحصته لم تخرج عن ملک المتصدق وهی غیر متمیزة لکن المعروف فی کتب السیر وهو الصحیح کما قال الولی العراقی انه قال لاصحابه کلوا وامسک رواه احمد والطبرانی بطرق عدیدة وحمل هذا الحدیث على ان المراد ارفعها عنی لا مطلقا فلا ینافی ان اصحابه اکلوه لکن بعد ان جعلها سلمان صدقة علیهم کذا قال العصام وتعقبه المناوی بانه لا دلیل فی الحدیث على هذه البعدیة فالاولی ان یقال ان من خصائصه صلى الله علیه وسلم التصرف فی مال الغیر وقال القاری اغرب العصام وبعده لا یخفى لان فیه وفی امثاله یکتفی بالعلم بالرضی اه قلت ولا اشکال على روایة ادفعها بالدال ای قال ادفعها انت وقال لاصحابه کلوا ۱۲
۳ قال القاری الصدقة منحة یمنحها المانح طلبا لثواب الآخرة وتکون من الاعلى على الادنى ففیه نوع من رویة تذلل الآخذ والترحم علیه والهدیة منحة یطلب بها التحبب الى الآخذ والتقرب الیه فمفهوم الصدقة مشعر بانه لا یلیق بالنبی صلى الله علیه وسلم ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

پاس بیٹھنے والے نے عرض کیا! الھدایا مشترکۃ انھوں نے فرمایا شرک کے خواہاں نہیں ہم تو وحدت پسند کرتے ہیں یہ سب تمھاری نذر ہے۔ وہ مقدار میں اتنا تھا کہ ان صاحب سے اُٹھ بھی نہ سکا تو اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ یہ ان کے گھر پہونچادو۔ اس نے پہنچا دیا۔ اسیطرح ایکمرتبہ امام ابویوسف کی مجلس میں واقعہ پیش آیا کہ کچھ نقدی ہدیہ پیش کیا گیا۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا الھدایا مشترکۃ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ اس سے خاص قسم کے ہدایا مراد ہیں اور یہ فرماکر خادم سے ارشاد فرمایا کہ اسکو اٹھاکر رکھدو۔ علماء نے لکھا ہے کہ دونوں واقعے اپنی اپنی جگہ پر نہایت ہی موزوں ہیں ایک زاہد صوفی کے وہی مناسب تھا جو انھوں نے کیا اور ایک فقیہ کے یہی مناسب تھا اور یہ سچ ہے امام ابویوسفؒ فقہ کے مشہور امام ہیں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ایک شرعی مسئلہ بنجاتا کہ ہدایا میں شرکت ضرور ہوجاتی اور اُمت کو دِقت ہوتی۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ایک کتاب اپنی مبشرات اور منامات میں لکھی اس میں بہت سے عجیب واقعات ہیں منجملہ اُن کے اپنے والد صاحبؒ کا یہ واقعہ بھی لکھا کہ ایک مرتبہ ابتدائی زمانہ میں مجھے شوق ہوا کہ ہمیشہ روزہ رکھا کروں اسکے بعد علماء کے اختلاف کی وجہ سے مجھے تردد ہوا۔ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی حضور نے ایک روٹی مرحمت فرمائی حضرت صدیق اکبرؓ بھی تشریف فرما تھے انھوں نے فرمایا! الھدایا مشترکۃ میں نے وہ روٹی سامنے کردی انھوں نے ایک ٹکڑا اسمیں سے لے لیا پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا الھدایا مشترکۃ میں نے ان کے سامنے بھی پیش کردی انھوں نے بھی ایک ٹکڑا اسمیں سے لے لیا پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا ! الھدایا مشترکۃ میں نے عرض کیا کہ اگر اسکو آپ ہی حضرات نے تقسیم فرمالیا تو اس فقیر کے لئے کیا بچیگا۔ حضرت سلمان فارسیؓ جلیل القدر صحابہ میں ہیں حدیث میں آیا ہے کہ جب قرآن شریف کی آیت وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (سورہ محمدؐ) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم (ایمان لانیسے) روگردانی کروگے تو اللہ جل شانہٗ تمھاری جگہ ایک دوسری قوم کولے آئیگا جو تم جیسی نہ ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کون لوگ ہونگے جو ہماری جگہ آئیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کے کندھے پر ہاتھ مارکر ارشاد فرمایا کہ یہ اور اسکی قوم۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر معلق ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اُسکو وہاں سے بھی لے لیتے۔ علمائنے لکھا ہے کہ یہ حضرت امام اعظمؓ کی شان میں بشارت ہے، حضرت سلمان خود اپنے ایمان لانے کا مفصل قصہ نقل فرماتے ہیں جو حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے اور اس میں ان علامات کا بھی ذکر ہے جن کا انھوں نے امتحان لیا وہ فرماتے ہیں کہ میں صوبہ اصبہان میں ایک جگہ کا رہنے والا ہوں جس کا نام جے تھا میرا باپ اسجگہ کا چودھری اور سردار تھا اور مجھ سے بہت ہی زیادہ اسکو محبت تھی میں نے اپنے قدیم مذہب مجوسیت میں اتنی زیادہ کوشش کی کہ میں آتشکدہ کا محافظ بنگیا مجھے باپ نے ایکمرتبہ اپنی جائداد کی طرف بھیجا۔ راستہ میں میرا گذر نصاریٰ کے گرجے پر ہوا میں سیر کے لئے اسمیں چلا گیا میں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے وہ پسند آگئی اور اس دین کو پسند کرنے لگا شام تک میں وہیں رہا ان سے میں نے دریافت کیا کہ اس دین کا مرکز کہاں ہے انھوں نے کہا ملک شام میں ہے۔ رات کو میں گھر واپس آیا گھر والوں نے پوچھا کہ تو تمام دن کہاں رہا میں نے تمام قصہ سنایا، باپ نے کہا کہ بیٹا وہ دین اچھا نہیں ہے تیرا اور تیرے بڑوں کا جو دین ہے وہی بہتر ہے۔

http://mujahid.xtgem.com

میں نے کہا ہرگز نہیں وہی دین بہتر ہے۔ باپ کو میری طرف سے خدشہ ہو گیا کہ کہیں چلا نہ جاؤں اسلئے میرے پاؤں میں ایک بیڑی ڈالدی اور گھر میں قید کر دیا میں نے ان عیسائیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام سے سوداگر لوگ جو اکثر آتے رہتے تھے آئیں تو مجھے اطلاع کرا دیں چنانچہ کچھ سوداگر آئے اور ان عیسائیوں نے مجھے اطلاع کرا دی جب وہ سوداگر واپس جانے لگے تو میں نے اپنے پاؤں کی بیڑی کاٹ دی اور بھاگ کر ان کے ساتھ شام چلا گیا وہاں پہونچکر میں نے تحقیق کیا کہ اس مذہب کا سب سے زیادہ ماہر کون ہے لوگوں نے بتایا کہ گرجا میں فلاں بشپ ہے۔ میں اسکے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے تمہارے دین میں داخل ہونے کی رغبت ہے اور تمھاری خدمت میں رہنا چاہتا ہوں اس نے منظور کر لیا میں اسکے پاس رہنے لگا لیکن وہ کچھ اچھا آدمی نہ نکلا۔ لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دیتا اور جو کچھ جمع ہوتا اسکو اپنے خزانہ میں رکھ لیتا غریبوں کو کچھ نہ دیتا وہ مر گیا اسکی جگہ دوسرے شخص کو بٹھایا گیا وہ اس سے بہتر تھا اور دنیا سے بے رغبت تھا میں اسکی خدمت میں رہنے لگا اور اس سے مجھے محبت ہو گئی بالآخر وہ بھی مرنے لگا تو میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے کسی کے پاس رہنے کی وصیت کر دو۔ اس نے کہا کہ میرے طریقہ پر صرف ایک شخص دنیا میں ہے اُسکے سوا کوئی نہیں ہے وہ موصل میں رہتا ہے تو اسکے پاس چلے جانا۔ میں اسکے مرنیکے بعد موصل چلا گیا اور اس سے جاکر اپنا قصہ سنایا اس نے اپنی خدمت میں رکھ لیا وہ بھی بہترین آدمی تھا آخر اسکی بھی وفات ہونے لگی تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں اس نے کہا فلاں شخص کے پاس نصیبین میں چلے جانا میں اسکے پاس چلا گیا اور اس سے اپنا قصہ سنایا اس نے اپنے پاس رکھ لیا وہ بھی اچھا آدمی تھا جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں اس نے کہا عموریا میں فلاں شخص کے پاس چلے جانا میں وہاں چلا گیا اور اس کے پاس اسی طرح رہنے لگا وہاں میں نے کچھ کمائی کا دھندا بھی کیا جس سے میرے پاس چند گائیں اور کچھ بکریاں جمع ہو گئیں جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں اس نے کہا کہ اب خدا کی قسم کوئی شخص اس طریقہ کا جس پر ہم لوگ ہیں عالم نہیں رہا البتہ نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب آ گیا جو دین ابراہیمی پر ہونگے عرب میں پیدا ہونگے اور ان کی ہجرت کی جگہ ایسی زمین ہے جہاں کھجوروں کی پیداوار بکثرت ہے اور اس کے دونوں جانب کنکریلی زمین ہے وہ ہدیہ نوش فرمائینگے اور صدقہ نہیں کھائینگے اُن کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی (یہ اُن کی علامات ہیں اسی وجہ سے حضرت سلمان نے ان علامات کی تحقیق کی تھی) پس اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سرزمین پر پہونچ جانا۔ اُس کے انتقال کے بعد قبیلہ بنو کلب کے چند تاجروں کا وہاں گذر ہوا میں نے اُن سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلو تو اسکے بدلے میں یہ گائیں اور بکریاں تمھاری نذر ہیں انھوں نے قبول کر لیا اور مجھے وادی القریٰ (یعنی مکہ مکرمہ) لے آئے اور وہ گائے اور بکریاں میں نے ان کو دیدی لیکن انھوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا کہ مجھے مکہ مکرمہ میں اپنا غلام ظاہر کیا اور مجھ کو بیچ دیا۔ بنو قریظہ کے ایک یہودی نے مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ اپنے وطن مدینہ طیبہ لے آیا۔ مدینہ طیبہ کو دیکھتے ہی میں نے ان علامتوں سے جو مجھے عموریا کے ساتھی (پادری) نے بتائی تھی پہچان لیا کہ یہی وہ جگہ ہے۔ میں وہاں رہتا رہا کہ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لیگئے۔ حضور اس وقت تک قبا ہی میں تشریف فرما تھے۔ میں نے حضور کی خبر سنکر جو کچھ میرے پاس تھا وہ لیجا کر پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ صدقہ کا مال ہے حضور نے خود تناول نہیں فرمایا صحابہ (فقراء)

http://mujahid.xtgem.com

النخل الا نخلة واحدة غرسها عمرؓ رضی اللہ عنه فحملت النخل من عامها ولم تحمل نخلة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ماشان هذه النخلة فقال عمر یارسول اللہ انا غرستها فنزعها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فغرسها فحملت من عامه حدثنا محمد بن بشار انا بشر بن الوضاح انا ابو عقیل الدورقی عن ابی نضرة

سے کہا کہ تم کھالو میں نے اپنے دل میں کہا ایک علامت تو پوری نکلی پھر میں مدینہ واپس آگیا اور کچھ جمع کیا کہ اس دوران میں حضور بھی مدینہ منورہ پہونچ گئے میں نے کچھ (کھجوریں اور کھانا وغیرہ) پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے حضور نے اسمیں سے تناول فرمایا میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری علامت بھی پوری ہوگئی۔ اس کے بعد میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا اسوقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (ایک صحابی کے جنازہ میں شرکت کی وجہ سے) بقیع میں تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا اور پشت کیطرف گھومنے لگا آپ سمجھ گئے اور اپنی چادر مبارک کمر سے ہٹادی میں نے مہر نبوت کو دیکھا میں جوش میں اسپر جھک گیا اسکو چوم رہا تھا اور رو رہا تھا۔ حضور نے فرمایا سامنے آؤ میں سامنے حاضر ہوا اور حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا۔ اسکے بعد میں اپنی غلامی کے مشاغل میں پھنسا رہا۔ ایک مرتبہ حضور نے فرمایا کہ تم اپنے آقا سے مکاتبت کا معاملہ کرلو۔ میں نے اس سے معاملہ کرلیا اس نے دو چیزیں بدل کتابت قرار دیں ایک یہ کہ چالیس اوقیہ نقد سونا (ایک اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے اور ایک درم تقریباً ۳-۴ ماشہ کا) دوسری یہ کہ تین سو درخت کھجور کے لگاؤں اور ان کو پرورش کروں یہانتک کہ کھانے کے قابل ہو جائیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے لگائے جس کا قصہ شمائل میں موجود ہے اور اتفاق سے کسی جگہ سے سونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا حضور نے حضرت سلمان کو مرحمت فرمادیا کہ اسکو جاکر اپنی بدل کتابت میں دیدو۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا کافی ہوگا وہ بہت زیادہ مقدار ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ اسی سے عجب نہیں پورا فرمادیں چنانچہ میں لیگیا اور اس میں سے وزن کرکے چالیس اوقیہ سونا اسکو تول دیا (جمع الفوائد) اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ شمائل کی روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سلمان کو خریدنا اسی لحاظ سے کہا گیا کہ انکا بدل کتابت حضور ہی نے ادا فرمایا اپنے دست مبارک سے درخت لگائے اور خود ہی اپنے پاس سے وہ سونا عطا فرمایا جو بدل میں قرار پایا تھا۔ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ دس سے زیادہ آقاؤں کی غلامی میں وہ رہے ہیں۔ غزوۂ خندق میں انھیں کے مشورہ سے خندق کھدوائی گئی ورنہ عرب میں اس سے پہلے خندق کا دستور نہ تھا نہ لوگ خندق کو جانتے تھے۔

(۷) ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو پوچھا تو انھوں نے یہ بتلایا کہ آپکی پشت پر ایک گوشت کا ابھرا ہوا ٹکڑا تھا۔

---

[1] عمرؓ قیل ان قصة غرس عمرؓ وعدم حملها من عامها غیر منقولة الا عند الترمذی ولیس فیما سواه من اخبار سلمان منه ۱۲

[2] ابوعقیل بفتح العین المهملة وکسر ثانیه والدورقی نسبة لدورق بفتح الدال المهملة وسکون الواو وبلدة بفارس ۱۲

[3] ابی نضرة بفتح نون وسکون ضاد معجمة علی الصحیح ومن ضبطه بموحدة فمهملة ساکنة فقد غلط واسمه المنذر بن مالک ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

قال سالت ابا سعید الخدری عن خاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی خاتم النبوۃ فقال کان فی ظھرہ بضعۃ ناشزۃ حدثنا ابو الاشعث احمد بن المقدام العجلی البصری انا حماد بن زید انا عاصم الاحول عن عبد اللہ بن سرجس قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی ناس من اصحابہ فدرت ھکذا من خلفہ فعرف الذی ارید فالقی الرداء عن ظھرہ فرأ[illegible] خاتم علی کتفیہ مثل الجمع حولھا خیلان کانھا ثآلیل فرجعت حتی استقبلتہ فقلت غف[illegible] لک یا رسول اللہ فقال ولک فقال القوم استغفر لک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال نعم ولکم ثم تلا ھذہ الآیۃ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات

(بارۂ گوشت ۱۲ — مرتفعہ ۱۲ — منسوب الی بنی عجل ۱۲ — لعلہ اشارۃ الی کیفیۃ الدوران ۱۲ — مشت ۱۲ — جمع خال ۱۲ — جمع ثؤلول ۱۲)

باب ماجاء فی شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فیہ روایتان رفع العین الصحیح والسکون اشہر واحدتہا شعرۃ ۱۲

(۸) عبداللہ بن سرجس کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُسوقت مجمع تھا میں نے اسطرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت چکر لگایا (راوی نے اسجگہ غالباً چکر لگا کر فعلی صورت بیان کی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا منشاء سمجھ گئے اور اپنی پشت مبارک سے چادر اُتار دی۔ میں نے مُہر نبوت کی جگہ کو آپکے دونوں شانوں کے درمیان مٹھی کے ہمشکل دیکھا جس کے چاروں طرف تل تھے جو گویا مسوں کے برابر معلوم ہوتے تھے۔ پھر میں حضور کے سامنے آیا اور میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ شانہٗ آپکی مغفرت فرماوے (یا اللہ تعالیٰ نے آپکی مغفرت فرمادی جیسا کہ سورۂ فتح میں اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک الآیۃ) حضور نے فرمایا اللہ تیری بھی مغفرت فرمائے۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ حضور نے تیرے لئے دعائے مغفرت فرمائی میں نے کہا ہاں اور تم سب کے لئے بھی اسلئے کہ اللہ جل شانہٗ نے حکم فرمایا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مغفرت کی دعا کرو اپنے لئے بھی اور مؤمن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی (اسلئے حضور تو سب ہی کے لئے دعائے مغفرت فرما چکے ہیں)۔

باب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بالوں کا بیان

ف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹھوں کی مقدار میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا اور ان میں کچھ تعارض نہیں اسلئے کہ بال بڑھنے والی چیز ہے ایک زمانہ میں اگر کان کی لو تک تھے تو دوسرے زمانہ میں اس سے زائد اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے تو جس نے قریب کا زمانہ نقل کیا اس نے چھوٹے بال نقل کئے اور جس نے بال مُنڈے ہوئے عرصہ ہو جانے کے وقت کو نقل کیا اس نے زیادہ بال نقل کئے۔ بعض علماء نے اسطرح پر بھی جمع فرمایا ہے کہ

له بفتح الزا بالنصب ... انہ خبر کان واسمہ ضمیر الی الخاتم وھو بفتح الباء وقد تکسر قطعۃ لحم والناشزۃ المرتفعۃ ۱۲ ؎۲ سرجس کنرجس وقیل کجعفر منع عن الصرف للعلمیۃ والعجمۃ قالہ البیجوری ھو ؎۳ مثل الجمع بضم الجیم وجوز الکسائی کسرہا ھو ہیئتہ بعد جمع الاصابع وخیلان جمع خال ہی نقطۃ تضرب الی السواد وثآلیل کمصابیح جمع ثؤلول کعصفور خراج صغیر نحو الحمصۃ یظہر علی الجسد لہ نتوء واستدارۃ ۱۲ ؎۴ فقال القوم فقیل المراد بالقوم الصحابۃ تعالیٰ ہذا القول ھو عبداللہ وھو الظاہر وقیل الذین یحدثہم ۲ عبداللہ بن سرجس تعالیٰ ہذا الکلام ھو عاصم الاحول قالہ القاری ۱۲ ؎۵ یعنی امتثالاً لہذہ الآیۃ لانہ لا یمکن ان اللہ تعالیٰ امرہ بشئ ولم یمتثلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا علی بن حجر انا اسمعیل بن ابراهیم عن حمید عن[۱] انس بن مالك قال كان شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی نصف اذنیه حدثنا هناد بن السری انا عبد الرحمن بن ابی الزناد عن هشام بن عروة عن ابیه عن[۲] عائشة رضی الله عنها قالت كنت اغتسل انا ورسول الله صلی الله علیه وسلم من اناء واحد و كان له شعر فوق الجمة ودون الوفرة حدثنا احمد بن منیع انا ابو قطن نا شعبة عن ابی اسحاق عن[۳] البراء بن

الطویل ۱۲ — ما یصل الی شحمۃ الاذن ۱۲ — کبدیع ۱۲ — بفتحتین ۱۲

سر مبارک کے اگلے حصہ کے بال نصف کانوں تک پہونچ جاتے تھے اور وسط سر کے اس سے نیچے تک اور اخیر سر کے مونڈھوں کے قریب تک۔ اس باب میں امام ترمذی نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

(۱) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک تھے۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ایسے پٹھوں سے جو کان کی لو تک ہوا کرتے ہیں اُن سے زیادہ تھے اور اُن سے کم تھے جو مونڈھوں تک ہوتے ہیں یعنی نہ زیادہ لانبے تھے نہ چھوٹے بلکہ متوسط درجہ کے تھے۔ **ف** اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہر دو حضرات ننگے نہاتے تھے۔ اسلئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود ہی فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا محل ستر اور حضور نے میرا محل شرم کبھی نہیں دیکھا، نیز برتن کے ایک ہونے سے بھی اسپر حجت نہیں۔ ایسی کئی صورتیں ایسی ممکن ہیں کہ غسل بھی ہوجائے اور دوسرے کے سامنے ننگا بھی نہ ہونا پڑے۔ نیز اس حدیث سے عورت اور مرد کا ایک برتن سے اکٹھے نہانا ثابت ہوتا ہے علما کا امام نووی کے قول کے موافق اس صورت کے جواز پر اجماع ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ مرد پہلے غسل کرے اسکے بچے ہوئے پانی سے عورت غسل کرے یہ بھی بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہے۔ تیسری صورت اسکا عکس ہے کہ عورت پہلے نہاوے مرد اسکے بچے ہوئے سے نہائے۔ یہ صورت حنفیہ شافعیہ، مالکیہ سب حضرات کے نزدیک جائز ہے، حنابلہ اسکو جائز نہیں بتلاتے البتہ اگر عورت کے غسل کے وقت مرد وہاں موجود ہو تو وہ بھی جائز فرماتے ہیں، اُن حضرات کا استدلال اور جمہور کی طرف سے اسکا جواب علمی بحث ہونے کی وجہ سے یہاں سے ترک کردیے گئے۔ مختصراً عربی حاشیہ میں ذکر کیے گئے لیکن جب ایک معتمد امام کا خلاف ہے اور حدیث میں بھی اسکی ممانعت آئی ہے تو اس میں احتیاط اولیٰ ہے۔ (۳) حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متوسط القامة تھے، آپکے دونوں شانوں کا درمیان

---

[۱] بضم الحاء المهملة وسکون المیم ۱۲ [۲] ای فی بعض الاحیان قال البیجوری و فی شرح المصابیح لم یحلق النبی صلی الله علیه وسلم راسه فی سنی الهجرة الا فی عام الحدیبیة وعمرة القضاء و حجة الوداع ولم یقصر شعره الا مرة واحدة کما فی الصحیحین اه ۱۲ [۳] بتشدید النون و قوله السری بفتح السین المهملة وکسر الراء وتشدید التحتانیة ۱۲ ب

[۴] افادت الحکایة الماضیة بصیغة المضارع استحضارا للصورة و اشارة الی تکراره و استمراره ای اغتسلت معه متکررا ۱۲ ق م [۵] الجمة الخ بضم الجیم وتشدید المیم ما وصل من شعر الراس الی المنکبین والوفرة مالم یصل الیهما واللمة ما جاوز شحمة الاذن سواء وصل الی المنکبین اولا وقیل انها بین الجمة والوفرة فعلی هذا ترتیبها و لج ای الوفرة ثم اللمة ثم الجمة وهذه الثلثة قد اضطرب اقوال اهل اللغة فی تفسیرها واقرب ما وفق به ان فیها لغات کما یظهر من القاموس والجمع ودایا ما کان فالغرض ان شعره کان وسطا لا الطول ولا القصر ثم فی الحدیث دلیل علی جواز فضل المرأة کما قال به الثلثة خلافا للحنابلة اذ قالوا لا یجوز غسلها الا ان تستعمل بحضرته لروایة نهی عن فضل المرأة واجیب عنها بالضعف او ان المراد بالفضل المستعمل او غیر ذلک کما بسط فی بذل المجهود فی حل ابی داؤد ۱۲

[۶] البراء الخ تقدم حدیثه مفصلا فی الباب الاول واعاده هناک مختصرا للترجمة فیه ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

عازب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مربوعا بعید ما بین المنکبین وکانت جمتہ تضرب شحمۃ اذنیہ حدثنا محمد بن بشار انا وھب بن جریر بن حازم ثنی ابی عن قتادۃ قال قلت لانس کیف کان شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لم یکن بالجعد ولا بالسبط کان یبلغ شعرہ شحمۃ اذنیہ حدثنا محمد بن یحیی بن ابی عمر المکی انا سفیان بن عیینۃ عن ابن ابی نجیح عن مجاھد عن ام ھانی بنت ابی طالب قالت قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علینا مکۃ قدمۃ ولہ اربع غدائر حدثنا سوید بن نصر ثنا عبد اللہ بن المبارک عن معمر عن ثابت عن انس ان شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الی انصاف اذنیہ حدثنا سوید بن نصر انا عبد اللہ بن المبارک عن یونس بن یزید عن الزھری انا عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ بن عبد اللہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسدل شعرہ وکان المشرکون یفرقون رؤسھم وکان اھل الکتب یسدلون رؤسھم وکان یحب موافقۃ

وسیع تھا۔ آپکے بال کانوں کی لو تک ہوتے تھے **ف** یہ حدیث حلیہ شریف میں مفصل گذر بھی چکی ہے بالوں کے ذکر کی وجہ سے یہاں پھر اسکو مختصراً ذکر کر دیا گیا۔ (۴) قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کیسے تھے، انھوں نے فرمایا کہ نہ بالکل پیچیدہ نہ بالکل کھلے ہوئے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگرالا پن لئے ہوئے تھے جو کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔ (۵) ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے بال چار حصہ مینڈھیوں کے طور پر ہو رہے تھے۔ **ف** مشہور قول کے موافق ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ کو تشریف آوری چار مرتبہ ہوئی اول عمرۃ القضاء میں جو سنہ سات ہجری میں تھا۔ پھر فتح مکہ میں سنہ آٹھ ہجری پھر اسی سفر میں عمرۂ جعرانہ کے لئے۔ پھر سنہ دس ہجری میں حج کے لئے۔ یہ تشریف آوری جس کا اس حدیث شریف میں ذکر ہے، بیجوری کے قول کے موافق فتح مکہ کے وقت ہوئی اور یہی مظاہر حق میں لکھا ہے بعض علماء نے اور اوقات بھی تحریر فرمائے ہیں۔ مردوں کے لئے عورتوں کی طرح سے مینڈھیاں مکروہ ہیں اس حدیث میں مینڈھیوں سے وہی مراد لی جاویں جس میں تشبہ نہ ہو کہ تشبہ کی حضور نے خود ہی ممانعت فرمائی ہے۔ (۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک ہوتے تھے۔ (۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اولاً بالوں کو بغیر مانگ نکالے ویسے ہی چھوڑ دیا کرتے تھے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے اور اہل کتاب نہیں نکالتے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً ان امور میں جنمیں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے لیکن اسکے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مخالفت اہل کتاب فرمانے لگے

لے قیل کان ذلک استئلافا لھم اولکونہ بقایا شرائع الرسل وھؤلاء وثنیون لا مستند لھم الا ما وجدوا علیہ آباءھم وقیل کان ذلک استئلافا لقلوبھم کما تألفھم باستقبال قبلتھم لکن غلبت علیھم الشقوۃ فکلما ازدادوا ایلافا ازدادوا نفورا وقال بعضھم ان تلک المحبۃ کانت قبل اشتھار الاسلام وقوتہ فلما فتحت مکۃ واستقر الامر احب مخالفتھم وامر بمخالفتھم کما فی صبغ الشیب وصوم السبت وعاشوراء وغیر ذلک من الاحکام ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

اھل الکتب فیما لم یؤمر فیہ بشیٔ ثم فرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راسہ حدثنا محمد بن بشار انا
لانہم اقرب الی الحق من عبدۃ الاوثان ۱۲ — من باب نصر وضرب ہو المشہور روایۃ ویروی من التفریق ۱۲

عبدالرحمن بن مھدی عن ابراھیم بن نافع المکی عن ابن ابی نجیح عن مجاھد عن ام ھانی قالت
رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذا ضفائر اربع

باب ما جاء فی ترجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا اسحاق بن موسی الانصاری ثنا معن بن عیسی ثنا مالک بن انس عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کنت ارجل رأس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا حائض حدثنا یوسف بن عیسی انا وکیع انا الربیع بن صبیح عن یزید بن ابان ھو الرقاشی عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر دھن راسہ وتسریح لحیتہ ویکثر القناع حتی کان ثوبہ ثوب زیات

(۸) ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چار گیسووں والا دیکھا۔ **ف** بظاہر حدیث وہی حدیث ہے جو پہلے گذر چکی ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرنے کا بیان

ف بالوں میں کنگھا کرنا مستحب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ترغیب بھی فرمائی ہے اور خود بھی اپنے بالوں میں کنگھا کیا کرتے تھے۔ امام ترمذی نے اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی **ف** اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ ثابت فرمایا ہے کہ حائضہ کو حالت حیض میں مرد کی خدمت کرنا جائز ہے حیض سے اسمیں کوئی کمی نہیں آتی صحبت وغیرہ البتہ ناجائز ہے۔ (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا استعمال فرماتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو تیل کے کثرتِ استعمال سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا ہو۔ **ف** یعنی تیل سے چونکہ کپڑے خراب ہو جاتے ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظافت کے خلاف ہے اسلئے اسکی حفاظت کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑا سر پر ڈال لیتے تھے تاکہ عمامہ وغیرہ خراب نہ ہو

لہ قالوا الفرق سنۃ لانہ الذی رجع الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والظاہر انہ رجع بوحی لقولہ مالم یومر وقال القاضی عیاض نسخ السدل فلا یجوز فعلہ قال ویحتمل جواز الفرق لاوجوبہ قال ابن حجر والذی یتجہ ان محل جواز السدل حیث لم یقصد بہ التشبہ بالنساء والا حرم من غیر نزاع ویؤید جواز السدل ما ورد ان من الصحابۃ من یسدل ومنہم من یفرق ولم یعب بعضہم علی بعض فلو کان الفرق واجبا لما سدلوا وقال القرطبی انہ مستحب وہو قول مالک والجمہور قالہ القاری ۱۲ سے الترجل والترجیل تسریح الشعر وتحسینہ کما فی النہایۃ وفی المشارق رجل شعرہ اذا مشطہ بماء او دہن لیلین ویرسل الثائر ویمد المنقبض قال الحافظ ابن حجر نقلا عن ابن بطال ہو من باب النظافۃ وقد ندب الشارع الیہ بقولہ النظافۃ من الدین وقال تعالی خذوا زینتکم عند کل مسجد ولان الظاہر عنوان الباطن ۱۲ ق سے ابان بفتح الہمزۃ وتخفیف الموحدۃ کسحاب وقیل بکسر الاول وتشدید الثانی غیر منصرف عند الاکثر وصرفہ بعضہم حتی قال من لم یصرف ابان فہو اتان ۱۲

سے بفتح الراء وخفۃ قاف وشین معجمۃ نسبۃ الی رقاش بنت ضبیعۃ کذا فی اللمعات قالہ القاری وقال المناوی نسبۃ الی بنت قیس بن ثعلبۃ بن عکابۃ ام الی اولادہا ۱۲

ھ ثوبہ المراد بذلک الثوب القناع لا مطلق الثوب فلا ینافی نظافتہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال الجزری الربیع بن صبیح کان عابدا لکنہ ضعیف فی الحدیث وقال ابن حبان کان عابدا ولم یکن الحدیث من صناعتہ فوقع فی حدیثہ المناکیر قیل ومن مناکیرہ فی ہذا الحدیث کان ثوبہ ثوب زیات لکن قال القاری والمناوی انہ شواہد وذکرا شواہدہ بعدہ طرق ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا هناد بن السری انا ابو الاحوص[۱] عن اشعث بن ابی الشعثاء عن ابیه عن مسروق عن عائشة رضی الله عنها قالت ان[۲] کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لیحب التیمن فی طهوره اذا تطهر و فی ترجله اذا ترجل و فی انتعاله اذا انتعل حدثنا محمد بن بشار انا یحیی بن سعید عن هشام بن حسان[۳] عن الحسن البصری عن[۴] عبد الله بن مغفل قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الترجل الا غبا[۵] حدثنا الحسن بن عرفة قال ثنا عبد السلام بن حرب عن یزید بن ابی خالد عن ابی العلاء الاودی عن حمید[۵] بن عبد الرحمن عن رجل[۵] من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یترجل غبا

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وضو کرنے میں کنگھی کرنے میں جوتہ پہننے میں (غرض ہر امر میں) دائیں کو مقدم رکھتے تھے یعنی پہلے دائیں جانب کنگھا کرتے پھر بائیں جانب۔ **ف** ان تین چیزوں کی جو حدیث میں ذکر کی گئی ہیں کچھ قید نہیں۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کو دائیں سے ابتدا کرنا پسند فرماتے تھے اسی وجہ سے ترجمہ میں ہر چیز کا اضافہ کر دیا اور اس کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا وجود زینت اور شرافت ہے اس کے پہننے میں دایاں مقدم ہوتا ہے جیسے کپڑا، جوتہ اور نکالنے میں بایاں مقدم۔ اور جس چیز کا وجود زینت نہیں اسکے کرنے میں بایاں مقدم کرنا چاہئے جیسے پاخانہ جانا کہ اس میں جاتے وقت بایاں پاؤں مقدم ہونا چاہئے اور نکلتے وقت دایاں برخلاف مسجد کے کہ اس کا قیام شرافت اور بزرگی ہے اسلئے مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اول داخل کرنا چاہئے اور نکلتے وقت بایاں پاؤں اول نکالنا چاہئے۔

(۴) عبد اللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے کو منع فرماتے تھے مگر گاہے گاہے۔ **ف** قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ گاہے گاہے سے مراد تیسرا دن ہے۔ ابو داؤد شریف میں ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روزانہ کنگھا کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ ممانعت جب ہے جب کوئی ضرورت اسکی مقتضی نہ ہو ورنہ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

(۵) حمید بن عبد الرحمن ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہے گاہے کنگھی کیا کرتے تھے۔

---

[۱] بمہملہ و عاد مہملتین قیل اسمہ عوف بن مالک والمشہور سلام بن سلیم بتخفیف اللام فی الاول والتصغیر فی الثانی کما ضبط القاری قال المناوی سلام ککلام ۱۲
[۲] مخففة من الثقیلة بدلیل اللام الفارقة بین المخففة والنافیة وضمیر الشان بعدہا محذوف ۱۲ ق [۳] حسان صیغة مبالغة من الحسن فیعرف لان نونہ حینئذ اصلیة فان کان من الحس وتشدید السین فلا یصرف للعلمیة وزیادة الالف والنون ونظیرہ ما قیل لبعض النحاة عفان قال نعم ان ہجوتہ لاان مدحتہ یعنی بلانہ علی الاول من العفونة وعلی الثانی من العفة ۱۲ [۴] غبا بکسر المعجمة وموحدة مشددة ورود الابل الماء یوما وترکہ یوما ثم استعمل فی فعل الشیء حینا وترکہ حینا والمراد نہی دوام التسریح قال ابن العربی موالاة تصنیع وترکہ تدنس واغبابہ سنة ۱۲ [۵] عن رجل لم یسم وابہام الصحابی لا یضر لعدالتہم واختلف فی اسمہ فقیل ہو الحکم بن عمرو وقیل عبد اللہ بن سرجس وقیل عبد اللہ بن مغفل ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

باب ماجاء فی شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن بشار انا ابوداؤد انا ھمام عن قتادۃ قال قلت لانس بن مالک ھل خضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لم یبلغ ذلک انما کان شیبا فی صدغیہ ولکن ابوبکر خضب بالحناء والکتم حدثنا اسحاق بن منصور ویحیی بن موسی قالا انا عبدالرزاق عن معمر عن ثابت عن انس قال ما عددت فی راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولحیتہ الا اربع عشرۃ شعرۃ بیضاء حدثنا محمد بن المثنی انا ابوداؤد انا شعبۃ عن سماک بن حرب قال سمعت جابر بن سمرۃ یسئل عن شیب رسول اللہ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال آجانے کا ذکر

ف اس باب میں امام ترمذی نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خضاب کیا کرتے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی سفیدی اس مقدار ہی کو نہ پہونچی تھی کہ خضاب کی نوبت آتی۔ سفیدی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف دونوں کنپٹیوں میں تھوڑی سی تھی البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنا اور کتم سے خضاب فرمایا کرتے تھے۔ **ف** کتم ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سیاہ ہوتا ہے اور مہندی کے ساتھ ملاکر سرخ ہوتا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سبز ہوتا ہے اور مہندی کے ساتھ ملاکر کالی سیاہی ہو جاتا ہے۔ ملا علی قاری کہتے ہیں کہ غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے اگر غلبہ کتم کا ہوتا ہے تو خضاب سیاہ ہو جاتا ہے اور اگر غلبہ مہندی کا ہوتا ہے تو سرخ۔ الغرض خضاب دونوں سے جائز ہے مگر سیاہ نہیں ہونا چاہئے اسلئے کہ سیاہ خضاب کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں چودہ سے زائد سفید بال نہیں گنے **ف** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال بہت ہی کم تھے لیکن انکی تعداد میں اختلاف ہے اس روایت سے چودہ معلوم ہوتے ہیں بعض روایات سے سترہ، اٹھارہ اور بعض سے تقریبا بیس معلوم ہوتے ہیں یہ کچھ ایسا اختلاف نہیں مختلف زمانوں پر بھی محمول ہو سکتی ہیں اور گننے کے فرق پر بھی حمل کیجا سکتی ہیں۔ سفید بالوں کی قلت سب میں مقصود ہے۔ (۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تیل کا استعمال فرماتے تھے تو وہ محسوس نہیں ہوتے تھے ورنہ کچھ سفیدی کہیں کہیں محسوس ہوتی تھی **ف** تیل کے استعمال کے وقت میں چونکہ سب بال چمکنے لگتے تھے اسلئے بالوں کی سفیدی تیل کی چمک میں مخلوط ہو جاتی تھی یا اس وجہ سے کہ تیل کی وجہ سے بال جم جاتے تھے تو سفید بال اپنی قلت کی وجہ سے مستور ہو جاتے تھے اور جب تیل لگا ہوا نہیں ہوتا

لہ شیب الخ ہو ابیضاض الشعر المسود کما فی المصباح ویطلق علی بیاض الشعر والشعر الابیض ایضا قال البیجوری تبعا للمناوی انما اخرہ عن الترجل لان الترجل عمل تعہدی بر خلاف الشیب وقدم الشعر علیہما لانہما من عوارض الشعر ۱۲ لہ ابوداؤد الطیالسی وہمام بہا معتوح ثم میم مشددۃ ابن یحیی العوذی ۱۲ لہ قال القاری بفتحتین والتاء مخففۃ وقال ابوعبید بتشدید التاء والمشہور التخفیف واختلفوا فی تفسیرہ ففی بعض کتب اللغۃ ہو ورق یشبہ ورق الاس یصبغ بہ وفی المہذب ہو الوسمۃ وفی الصحاح ہو نبت یخلط مع الوسمۃ للخضاب وفی النہایۃ یشبہ ان یکون معنی الحدیث خضب بکل منہما منفردا عن الآخر فان الخضاب بہما یجعل الشعر اسود وقد صح النہی عن السواد قالوا والمعنی او وقال العصام عن انس نفسہ کان فی راسہ ولحیتہ الاسبع عشرۃ او ثمان عشرۃ شعرۃ بیضاء وجمع باختلاف الازمان وبان الاول اخبار عن عدہ والثانی اخبار عن الواقع اھ ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان اذا دھن راسہ لم یر منہ شیب فاذا لم یدھن رئی منہ حدثنا محمد

مضارع بالحرکات الثلث ۱۲

بن عمر بن الولید الکندی الکوفی انا یحیی بن ادم عن شریک عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن

بن عبد اللہ بن ابی شریک ۱۲　　ابن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب

ابن عمر قال انما کان شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحوا من عشرین شعرۃ بیضاء حدثنا

ابو کریب محمد بن العلاء انا معاویۃ بن ھشام عن شیبان عن ابی اسحاق عن عکرمۃ عن ابن عباس قال

صدوق ۱۲　　معنونۃ ۱۲

قال ابوبکر یارسول اللہ قد شبت قال شیبتنی ھود والواقعۃ والمرسلات وعم یتساءلون واذا

الشمس کورت حدثنا سفین بن وکیع انا محمد بن بشر عن علی بن صالح عن ابی اسحاق عن ابی جحیفۃ

بکسر الموحدۃ و سکون المعجمۃ ۱۲

تھا تو وہ منتشر ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو جاتے تھے۔ (۴) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال تقریبًا بیس تھے۔ **ف** یہ پہلے گذر چکا کہ یہ روایت اوروں کے کچھ خلاف نہیں۔ (۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے (اسکی کیا وجہ حالانکہ آپ کا اعتدال اس کا مقتضی تھا کہ آپ جوان ہی رہتے یا آپکی عمر شریف کا مقتضٰی یہ تھا کہ آپ اسوقت تک جوان ہوتے) حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عم یتساءلون، سورۂ اذا الشمس کورت، ان سورتوں نے بوڑھا بنا دیا **ف** ان سورتوں کی قید نہیں ان کے علاوہ سورہ الحاقہ، سورۂ القارعۃ، سورۂ غاشیہ وغیرہ کا بھی ذکر آیا ہے مقصود وہ سب سورتیں ہیں جنمیں دہشت اثر امور کا ذکر ہے جیسے قیامت جہنم، صور شقی لوگوں کا انجام وغیرہ وغیرہ۔ اسی لئے ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امور میں جانتا ہوں اگر تمھیں معلوم ہو جاتے تو ہنسنا بہت ہی کم کر دیتے اور اکثر اوقات روتے رہا کرتے۔ حتےکہ بیبیوں کے پاس جانا بھی چھوڑ دیتے۔ (او کما قال) شرح سنہ میں لکھا ہے کہ ایک صاحب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی انھوں نے پوچھا یارسول اللہ مجھے یہ حدیث پہونچی کہ آپنے ارشاد فرمایا ہے کہ سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا بنا دیا کیا بات ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اسمیں ایک آیت ہے فاستقم کما امرت یعنی دین پر ایسے مستقیم رہو جیسا حکم ہے اور ظاہر ہے کہ حکم کے موافق پوری استقامت بہت ہی مشکل امر ہے اسی لئے صوفیا نے لکھا ہے کہ استقامت ہزار کرامتوں سے افضل ہے۔ (۶) ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ پر کچھ ضعف وغیرہ اثر بڑھاپے کا محسوس ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود جیسی سورتوں نے ضعیف کر دیا۔ **ف** ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولتکدہ سے تشریف لا رہے اور داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیر رہے تھے حضرت ابوبکر حضرت عمر مسجد میں تشریف فرما تھے حضرت ابوبکر نے یہ منظر دیکھکر

لہ دھن قال المناوی عن القسطلانی کذا وقع فی اصل سماعنا من الثلاثی المجرد وکذا قولہ لم یدھن وفی بعض النسخ ادھن من الافتعال وعلی التقدیرین یکون راسہ مفعولا لکن فی المغرب دھن راسہ اذا طلاہ بالدھن وادھن من غیر ذکر المفعول وادھن شاربہ خطأ اھ واطال الکلام فیہ القاری فی جمع الوسائل ۱۲ سے قال القاری والمناوی وغیرھما لم یر منہ لالتباس بیاضہ بلمعان الشعر من الدھن ... ما قال الطیبی انہ عند الادھان کان یجمع شعرہ ویضم بعضہ الی بعض وکانت الشعرات البیض من قلتہا لا تبین فاذا شعث راسہ ظہرت ۱۲ سے الکندی بکسر ... نسبۃ لکندۃ محلۃ بالکوفۃ لا القبیلۃ کما توہم قالہ البیجوری تبعا للمناوی قلت قال السمعانی فی الانساب نسبۃ الی کندۃ قبیلۃ مشہورۃ بالیمن وعدہ نہار جالا لیس ہذا منہ وقال القاری منسوب الی کندۃ قبیلۃ من قبائل العرب ومحلۃ بالکوفۃ ۱۲ سے بکسر الشین المعجمۃ وسکون

لہ ابی جحیفۃ بضم جیم ثم حاء مہملۃ ... اسمہ وھب السوائی صحابی جلیل یحبہ علی بعدہ وجعلہ علی بیت المال وسماہ وھب الخیر ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَرٰیکَ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ ہُوْدٌ وَاَخَوَاتُہَا حدثنا علی بن حجر قال انبانا شعیب بن صفوان عن عبد الملک بن عمیر عن ایاد[1] بن لقیط العجلی عن ابی رمثة التیمی تیم الرباب[2] قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعی ابن[3] لی قال فاریتہ[4] فقلت لما رأیتہ ھذا نبی اللہ وعلیہ ثوبان اخضران ولہ شعر قد علاہ الشیب وشیبہ احمر حدثنا احمد بن منیع انا سریج بن النعمان انا حماد بن سلمة عن سماک بن حرب قال قیل لجابر[5] بن سمرة اکان فی راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیب قال لم یکن فی راس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیب الا شعرات فی مفرق راسہ اذا ادھن واراھن الدھن

(بین السطور: بتقدیرہا الحاملہ الجیم۔ ای اظہرہا ۱۲۔ کعطشان ۱۲۔ مصغرا۔ تصدیقاً ۱۲۔ حقا ۱۲۔ ای نباتہ او بالخضاب ۱۲۔ مصغرا بالجیم ۱۲۔ من المواراة وہو الاخفاء ۱۲)

عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کسقدر جلدی آپ پر بڑھاپا آگیا اور یہ کہکر رونے لگے آنسو جاری ہو رہے تھے حضور نے فرمایا سورہ ہود جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ زمخشری کہتے ہیں میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص شام کے وقت بالکل سیاہ بال جوان تھا ایک ہی رات میں بالکل سفید ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے رات قیامت کا منظر دیکھا ہے کہ لوگ زنجیروں سے کھینچکر جہنم میں ڈالے جا رہے ہیں انکی دہشت مجھ پر کچھ ایسی غالب ہوئی کہ اس نے ایک ہی رات میں مجھے اس حالت پر پہونچا دیا۔ اللہ اکبر۔ (۷) ابو رمثہ تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لوگوں نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا (کہ یہ تشریف فرما ہیں غالباً یہ پہلے سے پہچانتے نہ ہونگے) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو مجھے معاً یہ کہنا پڑا کہ واقعی یہ اللہ کے سچے نبی ہیں اسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو سبز کپڑے پہن رہے تھے (یعنی حضور کی لنگی بھی سبز تھی اور چادر بھی سبز) اور آپکے چند بالوں پر کچھ بڑھاپے کے آثار غالب ہو گئے تھے لیکن وہ بال سُرخ تھے۔

ف چہرۂ انور پر جو آثار ہیبت، و وقار اور انوار نبوت تھے ان کو دیکھ کر بے اختیار آدمی کی زبان سے اس قسم کے الفاظ نکل جاتے تھے کہ بیشک یہ اللہ کے رسول ہیں بلاشبہ یہ شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا وغیرہ وغیرہ متعدد حضرات صحابہ سے اس قسم کے الفاظ ابتدائی نظر میں حدیث کی کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ بالوں کا بھی ذکر ہے اسمیں علماء کا اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب فرمایا یا نہیں بعض خضاب کے قائل ہیں وہ اس سرخی کو خضاب پر محمول فرماتے ہیں اور بعض لوگ قائل نہیں وہ فرماتے ہیں کہ بال جب سفید ہوتا ہے تو اکثر مرتبہ اول سرخ ہوتا ہے یہ سُرخی اصلی تھی خضاب کی نہیں تھی۔ خضاب کا بیان مستقل دوسرے باب میں آنیوالا ہے۔ (۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں سفید بال تھے انہوں نے

لہ ایاد بکسر الہمزة وتخفیف المثناة التحتیة ثم دال مہملة ولقیط بفتح اللام وکسر القاف کبدیع واخرجہ المصنف فی جامعہ بروایة عبید اللہ عن ایاد وقال غریب لا نعرفہ الا من حدیث عبید اللہ ۱۲ ۔ سہ تیم الرباب منصوب بتقدیر اعنی وقال القاری مجرور فی اصل سماعنا احترز بہ عن تیم قریش قبیلة من بکر والرباب بکسر الراء وتخفیف الموحدتین وضبطہ الحافظ فی شرح البخاری بفتح الراء وہم خمس قبائل ذہبة وثور وعکل وتیم وعدی غمسوا ایدیہم فی رب وہو ثفل السمن وتحالفوا علیہا فصار وا ید واحدة ۱۲ ۔ سہ اضطربت روایات ابی رمثة فی ان اتیانہ عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان مع ابنہ کما فی روایة الشمائل او مع ابیہ کما فی روایات ابی داؤد وفی اخری قال انطلقت مع ابی نحو النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا ہو ذو وفرة بہا ردع حناء وعلیہ بردان اخضران وفی روایة قال لابی ارنی ہذا الذی بظہرک فانی رجل طبیب وفی اخری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ہذا قال ابنی قال لا یجنی علیک ولا تجنی علیہ وبکلا السیاقین اخرجہ احمد بطرق عدیدة فی بعضہا ان الکلام فی الطب والولد کلہ کان مع والد ابی رمثة وفی حہ اخری انہ کان مع ابی رمثة بنفسہ

http://mujahid.xtgem.com

باب ما جاء فی خضابؒ رسول الله صلی الله علیه وسلم

حدثنا احمد بن منیع انا هشیم انا عبد الملک بن عمیر عن ایاد بن لقیط قال اخبرنی ابو رمثة قال اتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم مع ابن لی فقال ابنک هذا فقلت نعم اشهد به قال لا یجنی علیک ولا تجنی علیه قال ورایت الشیب احمر قال ابو عیسی هذا احسن شیء روی فی هذا الباب وافسره لان الروایات الصحیحة ان النبی صلی الله علیه وسلم لم یبلغ الشیب ابو رمثة اسمه رفاعة بن یثربی التیمی

---

(۱) ابو رمثہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک لڑکے کو ساتھ لیکر حاضر ہوا۔ تو حضور نے فرمایا

کہا کہ صرف چند بال مانگ پر تھے جو تیل لگانے کی حالت میں ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ **ف** یہ روایت بظاہر اس روایت کے کچھ خلاف ہے جو حضرت انسؓ سے شروع باب میں گذری ہے لیکن کوئی ایسا اشکال نہیں اسلئے کہ وہ دو چار بال مانگ میں تھے جو بالوں میں مستور ہو جاتے تھے اور تیل نہ ملنے کے وقت ظاہر ہوتے تھے۔ اس لئے اگر کسی روایت میں ان کا ذکر نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب فرمانے کا ذکر

ف اس بارہ میں مختلف روایتیں ہیں امام ترمذیؒ نے ان میں سے چار حدیثیں اس باب میں ذکر فرمائی ہیں۔ ان ہی روایات مختلفہ کی بنا پر علماء میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب فرمایا یا نہیں۔ اکثر حضرات کے نزدیک امام ترمذیؒ کا میلان خضاب نہ کرنے کی طرف ہے۔ حنفیہ بھی اسی طرف مائل ہیں چنانچہ درمختار میں اس کی تصریح کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خضاب کرنا زیادہ صحیح ہے اور علامہ شامیؒ نے اسکی یہی وجہ بتلائی ہے کہ حضور کی داڑھی اور سر مبارک میں بخاری وغیرہ کی روایت کے موافق سترہ بال سفید تھے۔ اور بیجوری شافعیؒ شارح شمائل اسکے قائل ہوئے ہیں کہ حضور نے کبھی کبھی خضاب فرمایا اور اکثر نہیں کیا۔

مسئلہ علماء حنفیہ کے نزدیک خضاب مستحب ہے لیکن مشہور قول کے موافق سیاہ خضاب مکروہ ہے۔ اور علماء شافعیہ کے نزدیک خضاب سنت ہے مگر سیاہ خضاب حرام ہے۔

له الخضاب مصدر بمعنى المتلون كما في عامة الشروح وزعم ابن حجر انه بعيد وهو تقرب قول القاموس الخضاب ككتاب ما يخضب به اى يلون به وليس كما زعم اذ المبوب انما هو بيان تلوين شعره لا بيان عين ما يلونه لانه ليس فيه الاحاديث واحد منظم ما في الباب الاول ١٢ ق م ٥ قال ميرك يروى بصيغة الامر من الثلاثي المجرد اى كن شاهدا على اعترافي بانه ابني وفي بعض النسخ بصيغة المتكلم من المجرد ايضا اى احترت بذلك قال القاري فقول الحنفي روى على صيغة المضارع وعلى صيغة الامر ايضا بناء على زعمه او هله وهمه من عدم الفرق بين الرواية والنسخة والعجب انه قدم النسخة على الرواية اه قلت وعامة من ضبط من شراح الحديث بصيغة الامر ١٢ ٥ وفي رواية الحاكم وشيبه احمر مخضوب بالحناء ١٢ ب ٤ احسن الخ كثيرا ما يقول المصنف عامه هذا اصح شيء في الباب لا يلزم من هذا العبارة كما قاله النووي في الاذكار صحة الحديث فانهم يقولون هذا اصح ما في الباب وان كان ضعيفا ومرادهم انه ارجح ما ورد في الباب ١٢ ٥ اى لم يسلم ولم يظهر البياض في شعره كثيرا بحيث يحتاج الى الخضاب فينبغي ان يفسر شيبه بالحمرة قال ميرك واشار المصنف بهذا الكلام الى ان الروايات المصرحة بالخضاب في طريق ابى رمثة لم تصح عنده او هى مؤولة قال ابن حجر كذا قيل وليس بظاهر لان الترمذي تعالى انما بدليل سياقه للاحاديث الاتية ولان هذا لو كان مراده لم يسق هذا الحديث في هذا الباب بل كان يقتصر على سياقه في الباب الاول لان كونه احمر لا يعزه لان مراده حمرته الزائية التى هى مقدمة الشيب فذكره هنا مع ان الباب يدل على ان هذا مناسبة بكل منها وهى ان فيها اثبات الشيب وهو المناسب للباب السابق وانه كان احمر بالخضاب وهو المناسب لهذا الباب وان الروايات الصحيحة انه لم يشب نعنا لم كثر شيبه مع انه كان يستره بالحمرة في بعض الاحيان اه قال القاري هذا كلام حسن لكن فيه انه لا دلالة على ان الترمذي قائل بالخضاب لامكان ترجيح عدمه عنده بل هو ظاهر من قوله هذا اه قلت ويؤيد ابن حجر ان الترمذي ذكر ابا رمثة في جامعه في من روى في باب الخضاب ٢ في اسمه ايضا على اقوال ١٢

وهو نص رواية الحاكم المتقدمة قريبا الا ان تعليله بالروايات الصحيحة يدل على انه لم يترجح عنده خضابه صلی الله علیه وسلم ١٢ ٦ ابن يثربي قال القاري نسبة الى يثرب وهو من اسماء الجاهلية للمدينة والتيمي نسبة الى قبيلة تيم واختلف في اسمه فقيل كذا وقيل التيمي تميمي كما في التهذيب وغيره واختلف

حدثنا سفین بن وکیع قال انا ابی عن شریك عن عثمان بن موهب قال سئل ابو هریرة هل خضب رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم قال ابو عیسی وروی ابو عوانة هذا الحدیث عن عثمان بن عبد الله بن موهب فقال عن ام سلمة حدثنا ابراهیم بن هرون قال انبانا النضر بن زرارة عن ابی جناب عن ایاد بن لقیط عن الجهذمة امرأة بشیر بن الخصاصیة قالت انا رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یخرج من بیته ینفض راسه وقد اغتسل وبراسه ردع او قال ردغ من حناء شك فی هذا الشیخ حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن انا عمرو بن عاصم انا حماد بن سلمة انا حمید عن انس قال رأیت شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم مخضوبا قال حماد واخبرنا عبد الله بن محمد بن عقیل قال رأیت شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم عند انس بن مالك مخضوبا

کہ کیا تیرا یہ بیٹا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت یہ میرا بیٹا ہے آپ اس کے گواہ رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکی جنایت کا بدلہ تجھ پر نہیں اور تیری جنایت کا بدلہ اس پر نہیں (فائدہ میں اسکی وضاحت آئیگی) ابو رمثہ کہتے ہیں کہ اسوقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض بالوں کو سرخ دیکھا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ خضاب کے بارے میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح اور واضح ہے **ف** زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ بیٹا باپ کے جرم میں ماخوذ ہو جاتا تھا۔ ابو رمثہ نے اسی قاعدہ کی بناء پر یہ عرض کیا تھا کہ اگر کبھی اس امر کی ضرورت پیش آوے تو آپ اسکے گواہ رہیں کہ واقعی یہ میرا بیٹا ہے۔ حضور نے زمانۂ جاہلیت کی اس رسم کا رد فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ اسلام کا یہ قاعدہ نہیں کہ کوئی کرے اور کوئی بھرے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی شخص دوسرے کے بوجھ کا ذمہ دار نہیں۔ (۲) ابو ہریرہؓ سے کسی شخص نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا انھوں نے کہا کہ ہاں کیا۔ (۳) جہذمہ جو بشیر بن خصاصیہ کی بیوی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان سے باہر تشریف لاتے ہوئے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرما رکھا تھا اسلئے سر مبارک کو جھاڑ رہے تھے اور آپکے سر پر حنا کا اثر تھا۔ (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو خضاب کیا ہوا دیکھا۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب میں مختلف روایتیں ہیں جیسا کہ مفصل گذر چکا ہے لیکن اس روایت میں ایک خاص اشکال ہے وہ یہ کہ اس سے پہلے باب کی سب سے پہلی حدیث میں خود حضرت انسؓ سے خضاب کی نفی مذکور ہو چکی ہے لیکن دونوں روایتیں اگر صحیح مان لیجاویں تو مختلف اوقات پر محمول ہو سکتی ہیں

له عثمان منسوب الی جده لانه عثمان بن عبد الله بن موهب بکسر الهاء او بفتحها قولان للعلماء و رجح شراح الشمائل فتحها ۱۲ ۲ه قال ابو عیسی الترمذی یعنی ان ابا عوانة جعل الحدیث من مسانید ام سلمة بدل ابی هریرة والغرض بیان الاختلاف بین شریك وابی عوانة تلمیذی عثمان وحقق القاری ان ما وقع فیه من شریك وهم والصواب روایة ابی عوانة یعنی کونها من مسانید ام سلمة فتامل ۱۲ ۳ه ابو جناب بجیم مفتوحة فنون کسحاب هو یحیی بن ابی حیة الکلبی کذا فی الشرح وکتب الرجال فما فی النسخ من غیره غلط ۱۲ ۴ه بفتح الجیم وسکون الهاء وفتح الذال المعجمة بعدها میم امرأة بشیر بفتح اوله کبدیع ق وقال المناوی جهذمة صحابیة غیر النبی صلی الله علیه وسلم اسمها فسماها لیلی وبشیر سماه به النبی صلی الله علیه وسلم تغییرا لاسمه زحما ۱۲ ۵ه الخصاصیة بفتح المعجمة وبصادین مهملتین وتخفیف التحتیة وتشدید لکن کذا نقل من صاحب القاموس مرد علی ابن الاثیر وتعقبه شراح الشمائل بان الامر اذا کان الخصاصیة مصدرا اما اذا کان الخصاصة بمعنی الفقر والیاء للنسبة فلا مانع لکنهم جزموا بان الروایة بالتخفیف ۱۲ ۶ه او قال الراوی شك شیخی ابراهیم فی هذا اللفظ فی انه اسمعه من شیخه بالعین المهملة او بالغین المعجمة لکن قال القسطلانی اتفق المحققون علی ان الردغ بالمعجمة غلط فی هذا الموضع لاطباق اهل اللغة علی انه بالمهملة لطخ من زعفران قال ای فظاهره بمهملة الصبغ وبمعجمة الطین الکثیر وقیل السیوطی

http://mujahid.xtgem.com

باب ماجاء فی کحل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن حمید الرازی انبانا ابوداؤد الطیالسی عن عباد بن منصور عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اکتحلوا بالاثمد فانہ یجلو البصر و ینبت الشعر وزعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ مکحلۃ یکتحل منہا کل لیلۃ ثلثۃ فی ہذہ وثلاثۃ فی ہذہ حدثنا عبد اللہ بن الصباح الہاشمی البصری انا عبید اللہ بن موسی انا اسرائیل عن عباد بن منصور ح و حدثنا علی بن حجر ثنا یزید بن ہرون انبانا عباد بن منصور عن عکرمۃ عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سُرمہ کا بیان

ف سُرمہ آنکھ میں ڈالنا مستحب ہے، آدمی کو چاہئے کہ ثواب کی نیت سے سُرمہ ڈالے کہ اس میں آنکھ کو فائدہ پہنچنے کے علاوہ اتباع کا ثواب بھی ہے امام ترمذی نے اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرو اسلئے کہ وہ آنکھ کی روشنی کو بھی تیز کرتا ہے اور پلکیں بھی زیادہ اگاتا ہے حضرت ابن عباس یہ بھی کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے تین تین سلائی ہر رات آنکھوں میں ڈالا کرتے تھے

ف اثمد ایک خاص سرمہ کا نام ہے جو سیاہ سرخی مائل ہوتا ہے بلادِ مشرقیہ میں پیدا ہوتا ہے بعض اکابر اس سے اصفہانی سُرمہ مراد بتلاتے ہیں اور بعض نے توتیا بتلایا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تندرست آنکھوں والے اور وہ لوگ ہیں جنکو موافق آجائے ورنہ مریض آنکھ اس سے زیادہ دُکھنے لگتی ہے، سُرمہ کا سوتے وقت ڈالنا زیادہ مفید ہے کہ آنکھ میں دیر تک باقی بھی رہتا ہے اور مسامات میں سرایت بھی اسوقت زیادہ کرتا ہے۔ سلائی کے بارے میں بھی مختلف روایتیں ہیں، بعض روایات میں دونوں آنکھ میں تین تین وارد ہوئی ہیں جیساکہ ابھی گذرا ہے، اور بعض روایات میں دائیں آنکھ میں تین بائیں میں دو وارد ہوئی ہیں، یہ مختلف اوقات پر محمول ہیں کہ بعض مرتبہ حضور ایسا فرماتے تھے اور بعض مرتبہ ایسا حافظ ابن حجر ملا علی قاری وغیرہ حضرات نے پہلی صورت کو راجح فرمایا ہے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی متعدد احادیث میں یہی صورت نقل کیگئی ہے جیسا آئندہ روایات میں آرہا ہے (۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ

لہ الکحل بالضم کل مایوضع فی العین للاستشفاء و بالفتح جعل الکحل فی العین قال القسطلانی المسموع من الرواۃ الضم وان کان للفتح وجہ بحسب المعنی ۱۲ سہ الرازی نسبۃ الی الری مدینۃ کبیرۃ مشہورۃ من بلاد الدیلم وزادوا الزای فی النسب لیہا ۱۲ سہ الشعر بفتح العین للازدواج وہو الروایۃ ۱۲ سہ ای ابن عباس کما یفہم من روایۃ ابن ماجۃ ویصرح بہ الروایات الاتیۃ وقیل محمد بن حمید والزعم قد یطلق علی القول المحقق وان کان اکثر مایستعمل فیما یشک فیہ فان کان الضمیر لابن عباس فالمراد بہ القول المحقق وان کان لمحمد علی ماجوزہ بعضہم فالزعم علی معناہ المتبادر فاشارۃ الی ضعفہ باسقاط الوسائط بینہ وبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکن فیہ انہ لو کان القائل ابن عباس یقیل وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یکن لذکر زعم فائدۃ الا ان یقال انہ اتی لطول الفصل کما یقع اعادۃ قال فی کثیر من العبارات وایما ر الی ان الاول مرفوع والثانی موقوف والاول قولی والثانی فعلی واما قول العصام الاوجہ نسبۃ الزعم الی ابن حمید ویؤیدہ نسبۃ ہذا القول فی الحدیث الثانی الی یزید بن ہارون فغیر صحیح لان المراد بقول المصنف فی الحدیث الثانی قال یزید فی حدیثہ ای حدیثہ الذی یرویہ عن ابن عباس لا انہ فی حدیث نفسہ المقصود المغایرۃ اللفظیۃ من الرواۃ قال القاری وجزم البیجوری ایضا ان فاعل زعم ابن عباس وقال المناوی زعم ای محمد بن حمید کما ہو المتبادر من لفظ الزعم اذ اکثر اطلاقہ علی مایشک وتطرق الشک ہہنا من حیث انہ لم یسندہ او الضمیر لابن عباس کما افہمہ روایۃ ابن ماجۃ فالمراد بالزعم مجرد القول ۱۲ سہ مکحلۃ بضم الاول والثالث وکان القیاس الکسر اذ ہو اسم الۃ ہو من النوادر ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

علیہ وسلم یکتحل قبل ان ینام بالاثمد ثلثا فی کل عین وقال یزید[1] بن ھٰرون فی حدیثہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ مکحلۃ یکتحل منھا عند النوم ثلثا فی کل عین حدثنا احمد بن منیع انبانا محمد بن یزید عن محمد بن اسحاق عن محمد بن المنکدر عن[3] جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بالاثمد عند النوم فانہ یجلو البصر وینبت الشعر حدثنا قتیبۃ بن سعید قال انا بشر بن المفضل عن عبد اللہ بن عثمان بن خثیم[2] عن سعید بن جبیر عن[4] ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان خیر اکحالکم الاثمد یجلو البصر وینبت الشعر حدثنا ابراھیم بن المستمر[5] البصری ثنا ابو عاصم عن عثمان بن عبد الملک عن سالم عن[5] ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بالاثمد فانہ یجلو البصر وینبت الشعر

باب ما جاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن حمید الرازی انبانا الفضل بن موسٰی وابو تمیلۃ[5] وزید بن حباب عن عبد المؤمن

فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین سلائی اثمد کے سرمہ کی ڈالا کرتے تھے اور ایک روایت میں ابن عباسؓ ہی سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے سونے کے وقت تین تین سلائی آنکھ میں ڈالا کرتے تھے (۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سرمہ ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو روشن بھی کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اگاتا ہے (۴) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے سب سرموں میں سرمہ اثمد بہترین سرمہ ہے آنکھ کو بھی روشنی پہنچاتا ہے اور پلکیں بھی اگاتا ہے **ف** اس حدیث کے راویوں میں بشر بن مفضل کے متعلق علما نے لکھا ہے کہ ان کا معمول چار سو رکعات نفل روزانہ پڑھنے کا تھا اور ایک دن افطار اور ایک دن روزہ یہ دائمی معمول تھا۔ (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا کہ اثمد ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو بھی روشن کرتا ہے اور پلکیں بھی اگاتا ہے **ف** ان سب روایتوں میں اثمد کی ترغیب ہے، لیکن ان سے وہی آنکھیں مراد ہیں جن کو موافق آجائے ورنہ بعض عوارض کی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ سرمہ موافق نہیں آتا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے علمائے ان ارشادات اور معمولات کی وجہ سے لکھا ہے کہ سرمہ ڈالنا سنت ہے اور خاص اثمد کا سرمہ افضل ہے لہذا اگر اثمد کے علاوہ کوئی اور سرمہ ڈالے تب بھی سنت ادا ہو جائے گی البتہ فضیلت اس کے لئے ہے۔

[1] وقال یزید الخ لیس بمعلق ولا مرسل کما توہم بل ھذا بیان اختلاف الرواۃ فی روایۃ ابن عباس فھو موصول بالاسناد السابق وقد اخرج المؤلف فی الجامع طریق یزید بن ہارون عن علی بن حجر بالاسناد المذکور وبھذا تبین بطلان قول عصام فیما سبق من الکلام قال القاری [2] خثیم بالمعجمۃ فمثلثۃ مصغرا کذا ضبط النساخ وتبیض فی بعض النسخ نعیثم غلط وکذا سعید بن جبیر بجیم مضمومۃ فموحدۃ مفتوحۃ وسکون یاء کما فی المغنی [3] بصیغۃ اسم الفاعل من الاستمرار [5] ابو تمیلۃ بالمثناۃ الفوقانیۃ

ابن خالد عن عبد اللہ بن بریدۃ عن[1] ام سلمۃ قالت کان احب الثیاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القمیص حدثنا علی بن حجر ثنا الفضل بن موسی عن عبد المومن بن خالد عن عبد اللہ ابن بریدۃ عن[2] ام سلمۃ قالت کان احب الثیاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القمیص حدثنا زیاد بن ایوب البغدادی ثنا ابو تمیلۃ عن عبد المؤمن بن خالد عن عبد اللہ بن بریدۃ عن امہ عن[3] ام سلمۃ قالت کان احب الثیاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبسہ القمیص

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا ذکر

ف اس باب میں مصنفؒ نے سولہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ لباس کے بارہ میں علماء فرماتے ہیں کہ آدمی کا لباس کوئی واجب ہوتا ہے کوئی مستحب کوئی حرام کوئی مکروہ اور کوئی مباح۔ آدمی کو لباس کے وقت اہتمام سے مندوبات کی طرف رغبت اور مکروہات سے اجتناب ہونا چاہیئے۔ واجب وہ مقدار لباس ہے جس سے ستر عورت کیا جاوے۔ اور مندوب وہ ہے جس کے پہننے کی شریعت میں ترغیب آئی ہو جیسے عمدہ کپڑا عید بقر عید کیلئے اور سفید کپڑا جمعہ کیلئے مکروہ وہ ہے جس کے نہ پہننے کی ترغیب آئی ہو جیسے غنی کیلئے ہمیشہ پھٹے پرانے کپڑے پہننا۔ حرام وہ ہے جس کے پہننے کی ممانعت آئی ہو جیسے مرد کیلئے ریشمی کپڑا بلا عذر پہننا۔

(۱ و ۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب کپڑوں میں کرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کو زیادہ پسند فرمانے کی وجوہ علماء نے مختلف تحریر فرمائی ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس سے بدن اچھی طرح ڈھانکا جاتا ہے بخلاف لنگی وغیرہ کے۔ اسلئے وہ پسند تھا بعض کہتے ہیں کہ کم قیمت ہونے اور بدن پر بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے بخلاف چادر وغیرہ کے۔ بعض کی رائے ہے کہ اس سے تکبر نہیں پیدا ہوتا برخلاف بعض اور کپڑوں کے۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک اسکی وجہ بظاہر یہ ہے کہ کرتہ میں ستر عورت بھی اچھی طرح سے ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تجمل اور زینت بھی اچھی ہو جاتی ہے برخلاف اور کپڑوں کے کہ ان سے یا تجمل میں کمی رہے گی جیسے لنگی یا ستر عورت میں جیسے چادر۔ اس باب کی آٹھویں حدیث بظاہر اس حدیث کے مخالف ہے اس کے ساتھ تطبیق اسی جگہ ذکر کی جائیگی۔ **(۳)** ایسے ہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بعض لوگوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہننے کے لئے سب کپڑوں میں سے کرتہ زیادہ پسند تھا **ف** ملا علی قاری نے دمیاطی سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ سوت کا بنا ہوا تھا جو زیادہ لانبا بھی نہ تھا اور اسکی آستین بھی زیادہ لمبی نہ تھی۔ بیجوری نے لکھا ہے کہ حضور کے پاس صرف ایک ہی کرتہ تھا۔ اور حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور کا معمول صبح کے کھانے میں سے شام کے لئے بچا کر رکھنے کا نہ تھا نہ شام کے

[1] القمیص المشہور فی الروایۃ ان لفظ احب اسم کان فیکون مرفوعا والقمیص خبرہ فیکون منصوبا وروی عکسہ ایضا قال البیجوری القمیص اسم لما یلبس من المخیط الذی لہ کمان و جیب یلبس تحت الثیاب ولا یکون من صوف کذا فی القاموس ماخوذ من التقمص بمعنی التقلب لتقلب الانسان فیہ وقیل باسم الجلدۃ التی ہی غلاف القلب فان اسمہا القمیص ۱۲ [2] علی بن حجر الخ لم یختلف متن الروایۃ فی ہذہ الاحادیث الثلثۃ وانما کرر بالاختلاف السند من مبدءہ وفی الطریق الثالث زیادۃ لفظ یلبسہ ۱۲ [3] زیاد بکسر زای مثناۃ تحتیۃ کعماد والبغدادی نسبۃ الی البلد المشہور وہو مدینۃ السلام قیل فی وجہ تسمیتہ ان بغ اسم صنم لاہل المشرق وداد بمعنی العطیۃ ای عطیۃ صنم بغ ولذا کرہ ذاک الاسم بعض العلماء ۱۲ [4] قال الزین العراقی یحتاج الحال الی معرفتہا ولم ار من ترجمہا اھ قال المناوی وہکذا ہو سکت عن حالہا غیر واحد من شراح الشمائل ولم یذکرہا الحافظ فی المبہمات ولا الکنی وذکر فی مشائخ ابن بریدۃ اباہ دون امہ ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

قال ابو عیسٰے هکذا قال زیاد بن ایوب فی حدیثه عن عبد الله بن بریدة عن امه عن ام سلمة وهکذا روی غیر واحد عن ابی تمیلة مثل روایة زیاد بن ایوب وابو تمیلة[ا] یزید فی هذا الحدیث عن امه وهو اصح حدثنا عبد الله بن محمد بن الحجاج ثنا معاذ بن هشام ثنی ابی عن[۲] بدیل العقیلی عن شهر بن حوشب عن[۳] اسماء بنت یزید قالت کان کم قمیص رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الرسغ[۴] حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث انا ابو نعیم انا زهیر عن عروة بن عبد الله بن قشیر[۵] عن معاویة بن قرة عن ابیه قال اتیت

کھانے میں سے مبیح کیلئے بچانے کا تھا اور کوئی کپڑا کرتہ یا چادر یا لنگی یا جوتہ دو عدد نہ تھے۔ مناوی نے حضرت ابن عباس رضہ سے نقل کیا ہے کہ حضور کا کرتہ زیادہ لمبا نہ ہوتا تھا نہ اسکی آستینیں لمبی ہوتی تھیں۔ دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا کہ حضور کا کرتہ ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ نصف پنڈلی تک ہونا چاہیئے۔ (۴) اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کی آستین پہونچے تک ہوتی تھی **ف** یہ روایت بظاہر اس روایت کے خلاف ہے جس میں آستین کا پہونچے سے نیچا ہونا وارد ہوا ہے۔ علماء نے ان دونوں روایتوں کو چند طریق سے جمع کیا ہے اولاً یہ کہ تعدد اوقات پر حمل کیجاویں کہ کبھی ایسی ہوتی تھیں اور کبھی اسطرح۔ دوم یہ کہ آستین جسوقت میں سکڑی ہوتی تھی تو پہنچے تک اور جسوقت کہ سیدھی ہوتی تھی تو پہنچے سے نیچے تک بھی ہوجاتی تھی۔ بعض لوگوں نے دونوں روایتوں کو تخمینہ پر حمل فرمایا ہے اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں۔ مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے بذل المجہود میں تحریر فرمایا ہے کہ پہونچے تک کی روایات افضلیت پر محمول ہیں اور زیادہ کی روایت بیان جواز پر علامہ جزری نے لکھا ہے کہ کرتہ کی آستین میں سنت یہ ہے کہ پہونچے تک ہو اور کرتہ کے علاوہ چوغہ وغیرہ میں نیچے تک لیکن انگلیوں سے متجاوز نہ ہو۔ (۵) قرہ بن ایاسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کا تکمہ کھلا ہوا تھا میں نے آپ کے گریبان میں ہاتھ ڈالکر تبرکاً مہر نبوت کو چھوا **ف** انکی حاضری جس وقت ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان کھلا ہوا تھا اسی حالت میں ان کو زیارت ہوئی۔ محبت کا لازمہ ہے کہ محبوب کی ہر ادا دل میں گھب جائے۔ عروہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے معویہ کو اور ان کے بیٹے کو کبھی بھی گریبان کی گھنڈی لگائے نہیں دیکھا گرمی ہو یا سردی ہمیشہ ان کی گھنڈیاں

---

[۱] قال ابو عیسٰی الخ غرض المصنف بهذا الکلام ان عبد المؤمن روی عنه الفضل بن موسی وزید بن حباب فقالا عن عبد الله بن بریدة عن ام سلمة ولم یذکرا واسطة ام بریدة وروی عنه ابو تمیلة ایضا لکن اختلف علیه فی اسناده فروی عنه ابن حمید بدون ذکر الواسطة وروی عنه زیاد بن ایوب بواسطة الام وتابع زیادا علی هذه الزیادة غیره واحد فالراجح وجود الواسطة فی هذه الروایة وحکی المصنف فی جامعه عن البخاری ان حدیث ابن بریدة عن امه عن ام سلمة اصح کما سیأتی ۱۲ [۲] قال البیجوری الذی قرره العصام ان قوله وهو اصح مفعول یزید فقوله عن الله لیس مفعول یزید دانما اتی به تعیینا لمحل الزیادة والمعنی علی هذا ان ابا تمیلة یزید فی هذا الحدیث لفظ وهو اصح ومحل هذه الزیادة بعد قوله عن امه وقرره بعضهم ان المزید هو قوله عن امه وجعل قوله وهو اصح من کلام الترمذی والمعنی علی هذا ان ابا تمیلة یزید فی هذا الاسناد لفظ عن امه وهذا الاسناد الذی فیه زیادة عن امه اصح من الاسناد الذی فیه اسقاطها وهذا التقریر هو المتبادر لکن اورد علیه ان قوله وابو تمیلة یزید الخ معلوم مما سبق فهو زیادة لا فائدة فیها واعتذر عنه بانه تاکید لما سبق اه قلت واختار القاری والمناوی ایضا ما قرره العصام والظاهر عندی الثانی وما اوردوا علیه من انه تکرار لا فائدة فیه غیر صحیح لانه لم یعرف مما سبق ان الزیادة من ابی تمیلة او من الرواة عنه ولذا قال المصنف فی الجامع وروی بعضهم هذا الحدیث عن ۱۲

[۳] شهر بفتح المعجمة مصغراً [۴] کذا اک الحسین ۱۲ [۵] وحریث ونعیم وزهیر کلهم مصغرون وقرة بضم القاف وتشدید الراء ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رھط من مزینۃ لنبایعہ وان قمیصہ لمطلق او قال زر قمیصہ مطلق قال فادخلت یدی فی جیب قمیصہ فمسست الخاتم حدثنا عبد بن حمید ثنا محمد بن الفضل انا حماد بن سلمۃ عن حبیب بن الشھید عن الحسن عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج وھو متکئ علی اسامۃ بن زید علیہ ثوب قطری قد توشح بہ فصلی بھم قال عبد بن حمید قال محمد بن الفضل سألنی یحیی بن معین عن ھذا الحدیث اول ما جلس الی فقلت ثنا حماد بن سلمۃ فقال لو کان من کتابک فقمت لاخرج کتابی فقبض علی ثوبی ثم قال املہ علی فانی اخاف ان لا القاک قال فاملیتہ علیہ ثم اخرجت کتابی فقرأت علیہ حدثنا سوید بن نصر انا عبد اللہ بن المبارک عن سعید بن ایاس الجریری عن ابی نضرۃ

کھُلی رہتی تھیں ان حضرات کے اسی عشق کی بدولت آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا اُمت کے پاس محفوظ ہے جزاھم اللہ عنا وعن سائر الامۃ احسن الجزاء (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ پر سہارا لگائے ہوئے مکان سے تشریف لائے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یمنی منقش کپڑا تھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لپٹے ہوئے تھے پس حضور نے باہر تشریف لاکر صحابہ کو نماز پڑھائی۔ **ف** یہ قصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا ہے چنانچہ دارقطنی نے اسکی تصریح کی ہے اسی لئے حضور نے حضرت اسامہ پر سہارا لگا رکھا تھا اور غالب یہ ہے کہ مرض الوفات کا قصہ ہے کہ اس قسم کے واقعات اس میں پیش آئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی چیز پر ٹیک لگانے کے باب میں بھی یہ حدیث آئے گی۔ اس حدیث کی سند کے متعلق ایک عجیب قصہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے جس سے حضرات محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا حدیث کے ساتھ شدت اشتیاق اور انکی نگاہ میں دُنیا کی بے ثباتی معلوم ہوتی ہے محمد بن فضل کہتے ہیں کہ یحیی بن معین جو علم حدیث کے بڑے جلیل القدر امام ہیں حتی کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ انھوں نے دس لاکھ حدیثیں اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں) نے بیٹھتے ہی اس حدیث کو مجھ سے دریافت کیا میں نے سنانا شروع کیا تو وہ فرمانے لگے کہ کاش اپنی کتاب سے سناتے تاکہ زیادہ قابل اطمینان ہوتی۔ محمد بن فضل کہتے ہیں کہ میں کتاب لینے کے لئے اندر جانے لگا تو یحیی بن معین رضی اللہ عنہ نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور یہ کہنے لگے کہ پہلے مجھے حفظ ہی لکھاتے جاؤ موت حیات کا کچھ اعتبار نہیں ممکن ہے کہ میں پھر مل سکوں نہ مل سکوں کتاب دیکھ کر دوبارہ سنا دینا۔ محمد بن فضل کہتے ہیں کہ اول میں نے حفظ سُنائی اور پھر کتاب لاکر دوبارہ دیکھ کر سُنائی۔ اللہ اکبر ان کو طرفین کی حیات کا اسقدر بھی اطمینان نہیں تھا کہ اندر سے کتاب لانے تک زیست کا یقین ہو اور حدیث کا شغف کہ اس کے فوت ہو جانے کا بعید خطرہ بھی گوارا نہ ہوا

---

۵ بضم میم و فتح زای و سکون تحتیہ قبیلۃ معروفۃ من مضر۔ قاری۔ مساۃ باسم احدی جدتھم والجار والمجرور صفۃ لرھط ۱۲ ۲ ای علی الاسلام وھو متعلق بقولہ اتیت ۱۲ ۳ قال نفی الشک من معویۃ او من دونہ وتعقبہ العصام فقال الشک من معویۃ ومن قال منہ او من دونہ فقد ازتاب وتبعہ ابن حجر ورد جامرک بقولہ الشک من شیخ الترمذی حقق الفاظ الروایات منہا ما اخرجہ ابن سعد وابن ماجۃ عن ابی نعیم بہذا السند بغیر شک ۱۲ ۴ متکئ اسم فاعل من الاتکاء وفی نسخۃ متوکئ من التوکؤ وکلاھما بمعنی واحد وھو الاعتماد قال القاری واختلف فی اسناد ھذا الحدیث کما یاتی فی باب اتکائہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ۵ قطری بکسر القاف وسکون الطاء بعدھا راء ثم یاء النسب نسبۃ الی القطر بالکسر ھو نوع من البرود

http://mujahid.xtgem.com

عن ابی سعید الخدری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استجد ثوبا سماہ باسمہ عمامۃ اوقمیصا او رداءً ثم یقول اللھم لک الحمد کما کسوتنیہ اسألک خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ حدثنا ھشام بن یونس الکوفی انبانا القاسم بن مالک المزنی عن الجریری عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ حدثنا محمد بن بشار انبانا معاذ بن ھشام ثنی ابی عن قتادۃ عن انس بن مالک قال کان احب الثیاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبسہ الحبرۃ حدثنا محمود بن غیلان انبانا عبد الرزاق انبانا سفیان عن عون بن ابی جحیفۃ

بکسر العین ۱۲ — بتقدم العاشرۃ ۱۲ — من التکبر والخیلاء ۱۲ — جبۃ من برود الیمن ۱۲ — بتقدیم المہملۃ

(۷) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کپڑا پہنتے تو اظہارِ مسرت کے طور پر اس کا نام لیتے مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ کرتہ مرحمت فرمایا ایسے ہی عمامہ چادر وغیرہ پھر یہ دعا پڑھتے اللھم لک الحمد کما کسوتنیہ اسألک خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ (ترجمہ) اے اللہ تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں اور اس کپڑے کے پہنانے پر تیرا ہی شکر ہے یا اللہ تجھی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں (کہ خراب نہ ہو ضائع نہ ہو) اور ان مقاصد کی بھلائی اور خوبی چاہتا ہوں جن کیلئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اور تجھ ہی سے اس کپڑے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا۔ کپڑے کی بھلائی برائی تو ظاہر ہے اور جس چیز کے لئے بنایا گیا کا مطلب یہ ہے کہ گرمی سردی زینت وغیرہ جس غرض کیلئے پہنا گیا اسکی بھلائی یہ ہے کہ اللہ کی رضا میں استعمال ہو عبادت پر معین ہو اور اسکی برائی یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں استعمال ہو عجب و تکبر وغیرہ پیدا کرے۔ (۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی منقش چادر کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ تھی۔ **ف** یہ حدیث بظاہر باب کی پہلی حدیث کے مخالف ہے جس میں کرتہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ ہونا بیان کیا گیا ہے علماء نے اسکی مختلف توجیہیں فرمائی ہیں سب سے زیادہ سہل تو یہ کہ ان میں کچھ منافات ہی نہیں وہ بھی زیادہ پسند تھا اور یہ بھی یا یہ کہا جاوے کہ پہننے کے کپڑوں میں کرتہ زیادہ پسند تھا اور اوڑھنے کے کپڑوں میں چادر۔ بعض لوگوں نے ثبوت کے لحاظ سے اس حدیث کو زیادہ قوی بتایا ہے۔ بعض لوگوں نے اس پہلی حدیث کو اقسام لباس پر حمل کیا ہے کہ کپڑوں کی سب قسموں میں کرتہ زیادہ زیادہ پسند تھا اور اس حدیث کو الوان پر یعنی رنگ کے لحاظ سے منقش چادر کا رنگ پسند تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ چادریں سبز رنگ کی ہوتی تھیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ رنگ کے اعتبار سے سبز رنگ پسند تھا کہ جنتی لباس سبز رنگ ہوگا۔

---

۱ استجد ای لبس ثوبا جدیدا و قولہ سماہ باسمہ زاد فی بعض النسخ عمامۃ او قمیصا او رداء او غیرہا ای یقول ہذہ عمامۃ مثلا وتعقب بان کلامہ علیہ السلام تصان عن الخلو عن الفائدۃ وہذہ لا فائدۃ فیہ واجیب بان القصد اظہار النعمۃ او یقول کسانی اللہ ہذا القمیص مثلا قلت والاوجہ عندی ما قال المظہر انہ بیان لضمیر کسوتنیہ ای یقول فی القمیص مثلا اللھم لک الحمد کما کسوتنی ہذا القمیص وکذا فی غیر القمیص من العمامۃ وغیرہ ویؤیدہ لفظ جمع الفوائد اذا استجد ثوبا قال اللھم لک الحمد انت کسوتنی ہذا وسمیہ باسمہ اما قمیصا واما عمامۃ الحدیث لکن فیہ انہ روی الحدیث عن ابی داؤد والترمذی ولفظہما فی اصلیہما [illegible] قال ۱۲ ۲ کما کسوتنیہ الکاف للتعلیل ای لک الحمد لانک کسوتنیہ ایاہ او للتشبیہ فی الاختصاص ای الحمد مختص بک کاختصاص الکسوۃ ۳ ہذا ذکر المصنف ہذا السند بعد الاول فی الجامع ایضا والظاہر عندی ان غرضہ تقویۃ الاتصال فان ابا داؤد ذکر بعدہ من ارسلہ ۱۲ [illegible] ای احب الثیاب وفی نسخ یلبسہا فالضمیر الی الثیاب الحبرۃ حال علی ما قال المناوی وصوبہ لا حب او الثیاب علی ما قالہ القاری ۱۲ ۵ الحبرۃ بالنصب خبر کان واحب بالرفع اسمہا علی ما صحح فی اکثر نسخ الشمائل ویجوز عکسہ وہو الذی ذکرہ الزمخشری فی تصحیح المصابیح والحبرۃ کعنبۃ برد یمانی ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

عن ابیہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ حلۃ حمراء کانی انظر الی بریق ساقیہ قال سفین اراھا حبرۃ

(فیہ خطوط حمراء ۱۲) (ای لمعان ساقیہ ۱۲)

۱۰ حدثنا علی بن خشرم انا عیسی بن یونس عن اسرائیل عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب قال ما رایت احدا من الناس احسن فی حلۃ حمراء من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کانت جمتہ لتضرب قریبا من منکبیہ

(بمعنی مطلق الشعر ۱۲)

۱۱ حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مھدی انبانا عبید اللہ بن ایاد عن ابیہ عن ابی رمثۃ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ بردان اخضران

(بالکسر ۱۲)

۱۲ حدثنا عبد بن حمید انا عفان بن مسلم قال انبانا عبد اللہ بن حسان العنبری عن جدتیہ دحیبۃ وعلیبۃ عن قیلۃ بنت مخرمۃ قالت رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(البرد ثوب مخطط قاموس ۱۲) (مصغرا) (بالتصغیر فیہما ۱۲)

---

(۹) ابوجحیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں پنڈلیوں کی چمک گویا اب میرے سامنے ہے سفیان جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں جہاں تک سمجھتا ہوں وہ سرخ جوڑا منقش جوڑا تھا۔ **ف** یہ قصہ حجۃ الوداع کا ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی روایت میں بالتصریح موجود ہے۔ سفیان اس روایت کی مراد میں منقش جوڑا اسلئے بتلاتے ہیں کہ سرخ کپڑے کی ممانعت آئی ہے اسی وجہ سے علماء کا اسمیں اختلاف ہے چنانچہ حنفیہ کے بھی اسمیں مختلف اقوال ہیں۔ سب سے پہلے باب میں بھی گذر چکا ہے کہ اسمیں تفصیل ہے جو کپڑے کی تعیین کے بعد علماء سے تحقیق کیجا سکتی ہے حضرت قطب ارشاد مولانا گنگوہی کے فتاوی میں بکثرت یہ مضمون ہے کہ سرخ رنگ مرد کے لئے فتوی کی رو سے جائز ہے تقوی کے لحاظ سے ترک کرنا اولیٰ ہے کہ علماء میں مختلف فیہ ہے۔ (۱۰) حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سرخ جوڑے والے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اسوقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹھے حضور کے مونڈھوں کے قریب تک آرہے تھے۔ **ف** یہ حدیث پہلے باب میں گذر چکی ہے یہاں سرخ جوڑے کی وجہ سے مکرر ذکر کی گئی۔ (۱۱) ابورمثہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔ **ف** یہ حدیث پہلے بھی دو جگہ گذر چکی ہے لباس کی وجہ سے اس باب میں مختصر طور پر ذکر کی گئی۔ (۱۲) قیلہ بنت مخرمہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور والا پر دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں لیکن زعفران کا کوئی اثر ان پر نہیں رہا تھا اور اس حدیث میں ایک طویل قصہ بھی ہے۔

لے وہذہ الروایۃ وقعت لہ فی بطحاء مکۃ فی حجۃ الوداع کما صرح بہ فی روایۃ البخاری ۱۲ ق م لہ علی صیغۃ المضارع المجہول یعنی اظن المراد حبرۃ قال القاری واحتاج الی ہذا التاویل لورود النہی عن لبس الحمراء واختلف العلماء فی ذلک علی اقاویل کثیرۃ ذکر منہا الحافظ فی الفتح والقاری فی جمع الوسائل سبعۃ مسالک للعلماء واختلف اقوال الحنفیۃ ایضا فی ذلک ففی الدر المختار للشرنبلالی فیہ رسالۃ نقل فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب ۱۲ ۳ہ شرم کجعفر بخاء وشین معجمتین منصرف علی ما فی القاموس وضبط فی نسخۃ بفتح المیم علی عدم الصرف ولعل علتہ الاخری العجمۃ قال القاری ۱۲ ۴ہ قال القاری بیان للواقع لا للتقیید اہ قلت ویؤیدہ ما تقدم من سیاقہ فی باب صفۃ خلقہ صلی اللہ علیہ وسلم بلفظ علیہ حلۃ حمراء ما رایت شیئا قط احسن منہ ۱۲ ۵ہ تقدم الحدیث فی باب شیبہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی باب خضابہ صلی اللہ علیہ وسلم واعادہ ہہنا لمناسبۃ الثیاب وقال المصنف فی الجامع ہذا حدیث غریب لا نعرفہ الا من حدیث عبید اللہ ۱۲ ۶ہ قال عصام ای ذو خطوط خضر واعترض علیہ ابن حجر بانہ اخراج اللفظ عن ظاہرہ واجیب بان البرد عند اہل اللغۃ ثوب مخطط فتعقیبہ بالخضرۃ یدل علی انہ مخطط بہا ولو کان اخضر بحت لم یکن بردا ۱۲ ق م ۷ہ قال القاری احدہما من قبل الاب والثانیۃ من قبل الام وقیلۃ جدۃ ابیہما ام امہ وکانت ربتہما ۱۲ ۸ہ دحیبۃ بالضم علی المشہور وقیل بالفتح وعلیبۃ کذا فی النسخ والصواب بدلہ صفیۃ کما حققہ الشراح وبہا جزم ابن علیۃ وبالصواب اخرجہ المصنف فی جامعہ ونصہ عن عبد اللہ بن حسان انہ حدثتہ جدتاہ صفیۃ بنت علیبۃ ودحیبۃ بنت علیبۃ حدثتاہ عن قیلۃ بنت مخرمۃ وکانتا ربیبتیہا وقیلۃ جدۃ ابیہما ام امہ انہا قالت قدمنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث وہکذا بالصواب اخرجہ ابو داود ولفظہ عن عبد اللہ بن حسان حدثتنی جدتای صفیۃ ودحیبۃ ابنتا علیبۃ الخ ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

وعلیہ اسمال ملیّتین کانتا بزعفران وقد نفضتہ وفی الحدیث قصۃ طویلۃ **حدثنا** قتیبۃ بن سعید ثنا بشر بن المفضّل عن عبد اللّٰہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن جبیر

ف زعفران کے رنگے ہوئے کپڑوں کی حدیث میں ممانعت بھی آئی ہے اسی لئے اس حدیث میں اس طرف اشارہ کردیا ہو کہ اس زعفران کا اثر باقی نہیں رہا تھا تاکہ ان احادیث سے اختلاف واقع نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پرانی دوپادریں پہننا تواضع کی وجہ سے تھا اسی وجہ سے صوفیا نے شکستگی کی حالت کو اختیار فرمایا کہ یہ تواضع کی طرف لیجانے والی ہو اور تکبر سے دور کرنے والی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اگر یہ مقصود حاصل نہ ہو تو پھر شکستگی کی حالت محمود نہیں۔ چہ جائیکہ بجائے اس نفع کے اور مضرت حاصل ہو جیسا کہ اس زمانہ میں ہو رہا ہے کہ بسا اوقات اس اظہار شکستگی کو اظہار کمال کا ذریعہ بنایا جاتا ہو اور زبانِ حال سے سوال ہوتا ہے۔ حضرت ابو الحسن شاذلی قدس سرہٗ کا جو اکابر صوفیا میں ہیں قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ نہایت عمدہ لباس میں تھے کسی شکستہ حال نے ان پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ میری یہ ہیئت حق تعالیٰ شانہ کا حمد و شکر ظاہر کررہی ہو اور تیری یہ حالت صورت سوال بن رہی ہے تو اپنی زبانِ حال سے لوگوں سے سوال کررہا ہے۔ الغرض بہ نیت تواضع لباس فاخرہ نہ پہننا افضل ہو بشرطیکہ کسی اور مضرت کی طرف نہ پہنچ جاوے۔ اسکے بالمقابل اگر کوئی دینی مصلحت مقتضی ہو مثلاً کسی ہدیہ دینے والے مخلص کی دلداری مقصود ہو یا اور کسی قسم کی دینی منفعت اس پر مرتب ہوتی ہو تو عمدہ لباس پہننا بھی افضل اور مندوب ہو جاتا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ستائیس اونٹنیوں کے بدلہ میں ایک جوڑا خرید فرمایا اور پہنا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ ایک وقتی اور عارضی چیز تھی ورنہ عام لباس میرے آقا کا نہایت معمولی ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے اکثر مشائخ تصوف کا یہی معمول رہا ہے البتہ حضرات نقشبندیہ اور شاذلیہ کا معمول اچھے لباس کا رہا ہو اور صورت سوال سے تحفظ کی رعایت اہم رہی جیسا کہ حضرت ابو الحسن شاذلی نے فرمایا۔ نفس کے دھوکہ سے احتراز دونوں جانبوں میں ضروری ہے شکستہ حالت میں شہرت اور تواضع کے اظہار میں ریا اور عمدہ لباس میں تکبر و نخوت خطرناک امور ہیں۔ اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس سے کوئی تعلق نہیں تھا اسی لئے امام ترمذی نے اختصار کی وجہ سے ترک کردیا۔ قصہ تقریباً دو ورق کا ہے۔ شراح نے بھی اسکو اختصاراً چھوڑ دیا اس میں قیلہ کے ابتدائی اسلام کا قصہ اور اسکی کیفیت ہو البتہ مشہور روایات میں اتنا اور بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پرانے لباس میں غریبانہ نشست کیساتھ تشریف فرما تھے ایک کھجور کی چھڑی حضور کے دست مبارک میں تھی، ایک شخص حاضر ہوئے اور حضور کی یہ فقیرانہ ہیئت دیکھکر رعب کی وجہ سے کانپنے لگے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی اس حالت کو خود ملاحظہ فرمایا، یا کسی نے عرض کیا، اس پر حضور نے ان سے ارشاد فرمایا کہ سکون اختیار کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ان پر سے سب خوف وغیرہ جاتا رہا۔ بعض احادیث سے یہ قصہ خود قیلہ ہی کا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے حضور کی نشست کے بیان میں اسکا تھوڑا سا ذکر بھی فرمایا ہو اور قیلہ ہی کیطرف قصہ کی نسبت کی ہو جیسا کہ حضور کی نشست کے باب میں آرہا ہو۔

ــــــــــــــــــــ

لہ جمع سمل محرکۃ کاسباب جمع سبب والسمل الثوب الخلق والمراد بالجمع بالفوق الواحد فیصدق بالاثنین وہو المتعین ہہنا الاضافۃ الی الملیتین وقیل وصفہ بالجمع باعتبار اجزائہ او نحو بل قال المزنی ارادت کانتا تقطعت حتی صارتا قطعا فلا اشکال فی الجمع والاضافۃ بیانیۃ کجرد قطیفۃ والملیۃ بتشدید الیاء تصغیر الملاءۃ بالضم والمد لکن بعد حذف الالف و الایقال ملیئۃ والملاءۃ الازار وقیل الریطۃ ای الملحفۃ وفی القاموس ہی کل ثوب لم یلفق بعضہ الی بعض بخیط بل کلہ نسج واحد ۱۲ ش ۲ؐ ای الاسمال وفی نسخۃ نفضتا ای الملیتان لون الزعفران ولم یبق منہ اثر وحذف المفعول شائع ویجوز ان یکون من قولہم نفض الثوب نفضا ای ذہب بعض لونہ من الصفرۃ والحمرۃ فلا یحتاج الی حذف المفعول ۱۲ ق

http://mujahid.xtgem.com

عن ۱۳ ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم[1] بالبیاض من الثیاب لیلبسھا احیاءکم وکفنوا فیھا موتاکم فانھا من خیار ثیابکم حدثنا محمد بن بشار انبانا عبدالرحمن بن مھدی انا سفین عن حبیب بن ابی ثابت عن میمون بن ابی شبیب عن ۱۴ سمرۃ بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البسوا البیاض[2] فانھا اطھر[3] واطیب[4] وکفنوا فیھا موتاکم حدثنا احمد بن منیع انبانا یحیی بن زکریا بن ابی زائدۃ انا ابی عن مصعب بن شیبۃ عن صفیۃ[5] بنت شیبۃ عن ۱۵ عائشۃ قالت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات غداۃ وعلیہ مرط[6] من شعر اسود حدثنا یوسف بن عیسی انا وکیع انا یونس[7] بن ابی اسحاق عن ابیہ عن الشعبی[8] عن عروۃ بن المغیرۃ بن شعبۃ عن ۱۶ ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبس جبۃ[9] رومیۃ[10] ضیقۃ الکمین

ھو ابن عیینہ ۱۲ — مرۃ اکثر من تصرہ ۱۲

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس میں سے ہے سفید کپڑا ہی زندگی کی حالت میں پہننا چاہیے اور سفید ہی کپڑے میں مُردوں کو دفن کرنا چاہیے۔ **ف** اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید لباس پہننے کا ذکر نہیں۔ اسلئے اسکو شمائل میں ذکر کرنا مخفی ہے لیکن یہ توجیہ کیجا سکتی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ترغیب فرمائی تو خود پہننا بھی نکل آیا۔ چنانچہ بخاری وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفید لباس زیب تن فرمانا بالتصریح ثابت ہے۔ (۱۴) سمرۃ بن جندب فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو اسلئے کہ وہ زیادہ پاک صاف رہتا ہے اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفنایا کرو۔ **ف** زیادہ پاک صاف رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ذرا سا دھبہ کسی چیز کا پڑ جائے تو فوراً محسوس ہو جاتا ہے بخلاف رنگین کپڑے کے کہ اس میں تھوڑا سا دھبہ کم محسوس ہوتا ہے۔ (۱۵) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔ (۱۶) مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رومی جبہ زیب تن فرما رکھا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ **ف** یہ قصہ غزوۂ تبوک کا ہے۔ علماء نے ایسی ہی احادیث سے استنباط فرمایا ہے کہ کفار کی بنائی ہوئی چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں جب تک کہ کسی خارجی طریقے سے ان کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو۔ اسلئے کہ روم میں اسوقت تک لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کے بنے ہوئے کپڑے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمائے ہیں۔

[1] علیکم اسم فعل بمعنی الزموا وحمل البیاض علی المبالغۃ او علی حذف المضاف کما سیاتی ومن الثیاب بیان لہ ۱۲ [2] البیاض ای الثیاب البیض بولغ فیھا فکانھا نفس البیاض او البسوا ذا البیاض علی حذف المضاف ۱۲ [3] لان الثوب المصبوغ اذا وقعت علیہ نجاسۃ لایظہر علیہا مثل ظہورھا اذا وقعت علی ثوب ابیض وقال الطیبی لان البیض اکثر تاثرا من الثیاب الملونۃ فیکون اکثر غسلا فیکون اکثر طہارۃ ۱۲ ق [4] صفیۃ لہا روایۃ وحدیث وانکار الدارقطنی ادراکہا یردہ تصریح البخاری بسماعہا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن ثم جزم فی الفتح بانہا من صغار الصحابۃ ۱۲ [6] مرط بکسر فسکون فی النہایۃ حالیۃ وھو کساء طویل واسع من خز او صوف او شعر ولفظ من شعر بانبات من وفی بعض النسخ الصحیحۃ مرط شعر بالاضافۃ وھی ترجع الی الاولی ایضا لان الاضافۃ بیانیۃ والحدیث اخرجہ مسلم وابوداؤد بلفظ خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود ۱۲ [7] قال الناوی یونس بن ابی اسحاق السبیعی الذی صرح بہ المصنف وقول الشارح السبیعی سہو والظاہر عندی انہ وہم من العلامۃ المناوی والصواب قول الشارح انہ سبیعی والذی سیصرح المصنف فی باب خف صلی اللہ علیہ وسلم رجل آخر وجزم الشیخ فی البذل انہ سبیعی وقال القاری وفی نسخۃ ابن اسحاق وھی غیر صحیحۃ ۱۲ [8] الشعبی ھو نسبۃ الی شعب بطن من ھمدان بسکون المیم ھو عامر بن شراحیل والشعبی بالضم ھو معاویۃ بن حفص والشعبی بالکسر ھو عبداللہ بن مظفر ۱۲

[9] جبۃ بضم الجیم وتشدید الموحدۃ قیل ھی ثوبان بینہما قطن وقد یقال لما لا حشو لہ اذا کانت ظہارۃ من صوف ۱۲ ق م [10] کذا فی روایۃ المصنف فی الجامع وفی ابی داؤد جبۃ من صوف من جباب الروم لکن وقع فی اکثر روایات الصحیحین جبۃ شامیۃ ولا منافاۃ بینہما فان الشام حینئذ داخل تحت حکم قیصر ملک الروم فکانہما واحد من حیث الملک ویمکن ان یکون نسبۃ ھیئتہا المعتاد لبسہا الی احدھما ونسبۃ خیاطتہا الی الاخری قالہ القاری ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ عَیْشِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا حماد بن زید عن ایوب عن محمد بن سیرین قال کنا عند ابی ھریرۃ وعلیہ ثوبان ممشقان من کتان فتمخط فی احدھما فقال بخ بخ یتمخط ابوھریرۃ فی الکتان لقد رأیتنی وانی لاخر فیما بین منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحجرۃ عائشۃ مغشیا علی فیجیئ الجائی فیضع رجلہ علی عنقی یری ان بی

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گذارہ کے بیان میں

ف یہ باب شمائل کے موجودہ نسخوں میں دو جگہ ملتا ہے ایک یہاں دوسرے اواخر کتاب میں۔ لیکن دو جگہ مذکور ہونے کی کوئی خاص وجہ نہیں اسی لئے بعض نسخوں میں ہر دو باب کی احادیث کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے تاہم چونکہ اکثر نسخوں میں دو جگہ پایا جاتا ہے اسلئے یہ توجیہ کیجا سکتی ہے کہ امام ترمذی کا مقصود اس جگہ صرف نفس تنگی کو بیان کرنا ہے، اور اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگی کی حالت میں جو جو چیزیں استعمال یا نوش فرمائی ہیں ان کا ذکر مقصود ہے اسی وجہ سے یہاں صرف دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اور اُس جگہ زیادہ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں اس چیز کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ گذشتہ باب میں جو لباس میں بعض ایسی چیزیں گذری ہیں جیسا پُرانی لنگی یا تنگ آستین کا جُبّہ وغیرہ جو عام معمول کے خلاف تھا یہ اسوقت کی عام تنگ حالی کی وجہ سے تھا کہ ابتداءً عسرت زیادہ تھی پس الفاظ ترجمہ کے اگرچہ ایک ہیں لیکن مقصود علیحدہ ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ان پر ایک لنگی اور ایک چادر تھی وہ دونوں کتان کی تھیں اور گیروی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک سے ناک صاف کیا پھر تعجب سے کہنے لگے کہ اللہ اللہ آج ابو ہریرہ کتان کے کپڑوں سے ناک صاف کرتا ہے اور ایک وہ زمانہ تھا کہ جب میں منبر نبوی اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے درمیان شدتِ بھوک کی وجہ سے بیہوش پڑا ہوا ہوتا تھا اور لوگ مجھکو مجنون سمجھکر میری گردن کو پاؤں سے دباتے تھے اور حقیقۃً مجھے جنون وغیرہ کچھ نہیں تھا بلکہ صرف شدتِ بھوک کی وجہ سے یہ حالت ہو جاتی تھی۔ **ف** کتان ایک عمدہ قسم کا کپڑا ہوتا ہے صاحب لغات الصراح نے لکھا ہے کہ ایک باریک قسم کا کپڑا ہے جو گھانس کے چھلکے سے بنتا ہے اور صاحب محیط اعظم نے لکھا ہے کہ کتان کو ہندی میں السی کہتے ہیں اس کی چھال سے کپڑا بھی بُنا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی گردن کو پاؤں سے دبانا اسوجہ سے تھا کہ اس زمانہ میں مجنون کی گردن پاؤں سے علاجاً دبائی جاتی تھی تاکہ افاقہ پائے۔ اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں اسلئے ذکر کیا کہ ابو ہریرہ جیسے خواص خدام کا جب حال تھا تو اس سے آپ کی تنگی کا حال خود معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات اہل صفہ حضور کے مہمان شمار ہوتے تھے اور جو کچھ آتا تھا وہ ان حضرات پر تقسیم ہوتا تھا حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے ایک آیت کے متعلق کچھ تحقیق کیا وہ بتا رہے تھے اور میں ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ چل نہ سکا اور گر کر بیہوش ہو گیا۔ آج مسلمانوں کی تنگ حالی کا شور ہے اور روٹی کا سوال اتنا اہم ہے کہ اسکی خاطر ہر قسم کی بد دینی کو اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن کیا ان حالات کے عشر عشیر بھی ہمارے حالات ہیں اور یہ حضرات ان مصائب پر بھی کسی قسم کی دینی مداہنت برداشت نہ کر سکتے تھے۔

لہ عیش ھو الحیاۃ وما یکون بہ الحیاۃ وفی القاموس ھو الحیاۃ وما یعاش بہ الخ قال القاری وقع فی اصل سماعنا ھذا الباب لصغیر وسیاتی فی آخر الکتاب باب طویل فی عیشہ صلی اللہ علیہ وسلم ووقع فی بعض النسخ ھھنا باب طویل وعلی التقدیرین ایراد باب العیش بین بابی اللباس والخف غیر ملائم والظاہر انہ من تصرف النساخ کتبہ الفقیر جمال الدین الحسینی ہکذا وجد بخط ام

حم میرک شاہ علی ہامش نسخۃ وقال الحنفی وفی بعض النسخ بطولہ الخ

http://mujahid.xtgem.com

جنوناو مابی جنون وما ھو الا الجوع حدثنا قتیبۃ ثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عن مالک بن دینار قال ما شبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خبز قط ولا لحم الا علی ضفف قال مالک سألت رجلا من اھل البادیۃ ما الضفف فقال ان یتناول مع الناس

(۲) مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی روٹی سے اور نہ گوشت سے شکم سیری فرمائی مگر حالت ضفف پر۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ایک بدوی سے ضفف کے معنے پوچھے تو اس نے لوگوں کے ساتھ کھانے کے معنی بتائے۔ **ف** ضفف کے معنی خفی تھے چنانچہ اب بھی اہل لغت اس میں مختلف ہیں اسیوجہ سے مالک بن دینار نے ایک بدوی سے دریافت کیا ہے اجتماعی حالت میں پیٹ بھر کر کھانے کا مطلب بعض لوگوں نے یہ بیان کیا کہ اگر کسی جگہ دعوت وغیرہ میں نوبت آتی تو شکم سیر ہو کر نوش فرماتے ویسے کبھی نوبت نہ آتی تھی۔ اسپر بعض علمائنے بڑے زور سے رد فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے امر کی نسبت کرنا جسکو اگر آج کسی کی طرف نسبت کیا جاوے تو سخت ناگوار ہو نہایت بے ادبی ہے۔ مگر بندہ ناچیز کے نزدیک اس مطلب میں کوئی مانع نہیں سلئے اس زمانہ میں اگر کسی کی طرف اس امر کی نسبت کیجاتی ہے کہ اپنے گھر پیٹ بھر کر نہیں کھاتا تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص بخیل ہے اور اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسکی نسبت کرنے میں اسکا ایہام نہیں ہے اسلئے کہ اسوقت کی تنگ حالی معلوم ہے کہ کئی کئی وقت مسلسل فاقوں کی نوبت آتی تھی اور اسکے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخا اور جود کہ جو ہدیہ میں کہیں سے کچھ آجاتا تھا وہ صحاب صفہ پر تقسیم کیا جاتا تھا ایسی صورت میں پیٹ بھرنے کی نوبت کہاں آسکتی تھی لیکن شراح حدیث اس مطلب کو غلط بتاتے ہیں اور انکی ارشاد حجت ہے اسلئے اگر یہ مطلب غلط ہو تو اللہ جل شانہ اپنے لطف سے معاف فرماویں اعوذ باللہ ان اقول فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لا یلیق بشانہ بالجملہ جن علمائنے اس مطلب کو ناپسند فرمایا ہے وہ حدیث کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت میزبانی میں تو شکم سیر ہو کر نوش فرماتے تاکہ مہمان حضور کے ساتھ جلد نہ اٹھ جاویں اور بھوکے نہ رہیں نیز اسوقت جبکہ آپکے یہاں کوئی مہمان ہوتا تھا تو اسکے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجود عسرت اور تنگی کے بھی فکر فرما کر کچھ نہ کچھ مہیا فرماتے تھے۔ اور ہو سکتا ہے کہ مجمع کے ساتھ کھانا مراد ہو عام ہے کہ اپنے گھر ہو یا کسی دوسری جگہ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جس مجمع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں اس میں حضور اقدس کے ہاتھ کھینچ لینے کے بعد مجمع کا ہاتھ کھینچ لینا بدیہی ہے **تنبیہ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم سیر ہونا جس جس جگہ وارد ہوا ہے ان سب مواضع میں وہی دو تہائی پیٹ بھر کر نوش فرمانا مراد ہے کہ یہ حالت بھی حالت مہمانی میں ہوتی تھی ورنہ بالکل شکم سیر ہونا کسی وقت نہیں ہوتا تھا نہ حالت مہمانی میں نہ حالت تنہائی میں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳) وقال المناوی وفی المصباح انشقت الثوب انشقاقا مبعتہ بالشق فالمعول علی بابہ وقالوا ثوب ممشق بالتشدید والفتح ولم یذکروا فعلا اھ ۱۲

سے بخ بخ بسکون آخرہ فیہما وقیل بکسرہ غیر منون فیہما وفیہ لغات اخر کلمۃ تقال عند الرضا بالشئ والفرح تفخیم الامر وتعظیمہ وقد تستعمل للانکار کما ھہنا ۱۲

عہ اللام فی جواب قسم مقدر ای واللہ لقد قالہ القاری ۱۲ شہ بصیغۃ المتکلم من المفرد من حد ضرب مشتق من الخرور ای اسقط علی الارض ۱۲

لہ الضبعی بضم الضاد والمعجمۃ وفتح الموحدۃ وکسر العین المہملۃ نسبۃ لقبیلۃ بنی ضبیعۃ ۱۲ ۵ مالک بن دینار تابعی جلیل فالحدیث مرسل وقیل معضل لانہ سمعہ عن الحسن البصری وھو تابعی ایضا فقال حدثنا الحسن قال لم یشبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اخرجہ ابو موسیٰ وغیرہ ۱۲ ق سے بفتح القاف وتشدید الطاء المہملۃ ای اصلا وفی زمن من الزمان بل المراد انہ ما شبع من احد منہما کل انہم توسط قط بینہما اومنہما معا کما یاتی فی الباب الطویل عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یجتمع عندہ غداء ولا عشاء من خبز ولحم الا علی ضفف محل تردد ۱۲

ب ش سے قولہ ضفف ھو بفتح الضاد المعجمۃ والفائین اولاہما مفتوحۃ وفی الفائق روی خفف وشظف والثلثۃ فی معنی ضیق العیشۃ وقلتہا یعنی لم یشبع صلی اللہ علیہ وسلم الا والحال خلاف الخصب والرخاء وقیل معناہ کثرۃ الایدی واجتماع الآکلین کما فسر فی الحدیث قال البیجوری تبعا للمناوی ای الا اذا نزل بہ الضیوف فیشبع حینئذ بحیث ۲

http://mujahid.xtgem.com

باب ما جاء فی خف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا هناد بن السری ثنا وكيع عن دلهم بن صالح عن حجير بن عبد الله عن ابن بريدة عن ابيه ان النجاشی اهدى للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خفين اسودين ساذجين فلبسهما ثم توضأ ومسح عليهما حدثنا قتيبة بن سعيد انا يحيى بن زكريا بن ابى زائدة عن الحسن بن عياش عن ابى اسحاق عن الشعبى قال قال المغيرة بن شعبة اهدى دحية

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موزہ کے بیان میں

ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قسم کے موزے استعمال فرمائے ہیں۔ موزے کے آداب میں سے دایاں موزہ پہلے پہننا ہی نیز موزہ کا پہننے سے قبل جھاڑ لینا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ معجزات میں طبرانی نے ایک روایت موزہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنگل میں ایک موزہ پہنا اور دوسرا پہننے کا قصد فرما رہے تھے کہ ایک کوا آکر وہ دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور اوپر لیجا کر اس کو پھینک دیا۔ اس میں ایک سانپ گھسا ہوا تھا جو اس گرنے کی چوٹ سے باہر نکلا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کیا اور آداب موزہ سے ایک قانون فرمادیا کہ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ جب موزہ پہننے کا ارادہ کرے تو اسکو جھاڑ لیا کرے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

(۱) بریدہ کہتے ہیں کہ نجاشی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاہ رنگ کے دو سادے موزے ہدیۃً بھیجے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا اور وضو کے بعد ان پر مسح بھی فرمایا۔ **ف** نجاشی حبشہ کے ہر بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسا کہ شریف والی مکہ کا لقب ہوتا ہے۔ ان نجاشی کا نام اصحمہ تھا یہ مسلمان ہوگئے تھے۔ علماء نے اس سے استنباط فرمایا ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اسلئے کہ یہ اسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے البتہ چونکہ دوسری حدیث میں کافر کے ہدیہ سے انکار بھی آیا ہے اسلئے علماء نے مختلف طرح سے دونوں کو جمع کیا ہے

(۲) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دحیہ کلبی نے دو موزے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کئے تھے۔ ایک دوسری روایت میں موزوں کے ساتھ جبہ کے پیش کرنے کا بھی ذکر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا۔ یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تحقیق نہیں فرمایا کہ وہ مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح۔ **ف** اس اخیر لفظ سے حنفیہ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ دباغت کے بعد مذبوح اور غیر مذبوح کی کھال دونوں استعمال کرنی جائز ہیں۔ بعض ائمہ کا اسمیں اختلاف ہے جس کی بحث کتب فقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ [illegible]

---

[۱] الخف معروف وجمعه خفاف ککتاب وخف البعير مجمع فرسن الجمل وأثقال ۱۲ م [۲] بضم [illegible] بفتح جيم وسكون [illegible] وهذا الحديث الواحد اخرجه ابوداؤد والترمذي وابن ماجة قاله القاري ۱۲ [۳] ابن بريدة هو عبد الله [illegible] ابن بريدة [illegible] القسطلاني [illegible] قال القاري [illegible] قلت [illegible] ذكروا كنيته ابا سهل ۱۲ [۵] النجاشي بكسر اوله [illegible] تشديد الياء [illegible] وهو بفتح النون وتكسر وقول ابن حجر بكسر النون [illegible] الحبشة كالتبع لليمن وكسرى [illegible] فرعون [illegible] واسم هذا الملك اصحمة وقد ارسل صلى الله عليه وسلم اليه عمرو بن امية الضمري [illegible] الى الاسلام فاسلم ومات سنة [illegible] من الهجرة [illegible] العسقلاني قاله القاري وفي [illegible] فتح مكة وصلى عليه النبي صلى الله عليه وسلم بالمدينة كما هو المشهور في كتب الحديث ۱۲ [۵] وفي نسخة الى النبي صلى الله عليه وسلم [illegible] بالملام والى شائع ۱۲ ق

[۶] [illegible] في القاموس [illegible] ق

http://mujahid.xtgem.com

للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خفین فلبسہما وقال اسرائیل عن جابر عن عامر وجبۃ فلبسہما حتی تخرقا لا یدری النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذکی ہما ام لا قال ابو عیسیٰ ہذا ہو ابو اسحاق الشیبانی واسمہ سلیمان

باب ما جاء فی نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن بشار ثنا ابو داؤد ثنا ہمام عن قتادۃ قلت لانس بن مالک کیف کان نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہما قبالان حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا وکیع عن سفیان عن خالد الحذاء عن عبد اللہ بن الحارث عن ابن عباس قال کان لنعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبالان مثنی شراکہما

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین (جوتہ) شریف کے ذکر میں

ف اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتہ کی ہیئت اور اس کے پہننے اور نکالنے کا طریقہ ذکر فرمایا ہے نعل شریف کا نقشہ اور اس کے برکات وفضائل حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم کے رسالہ زاد السعید کے اخیر میں مفصل مذکور ہیں جسکو تفصیل مقصود ہو انہیں دیکھ لے۔ مختصر یہ ہے کہ اسکے خواص بے انتہا ہیں علمائے بار ہا تجربہ کئے ہیں حضور کی زیارت میسر ہوتی ہے ظالموں سے نجات حاصل ہوتی ہے ہر دلعزیزی میسر ہوتی ہے۔ غرض ہر مقصد میں اسکے توسل سے کامیابی ہوتی ہے طریق توسل بھی اُسی میں مذکور ہے۔ امام ترمذی نے اس باب میں گیارہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے دریافت کیا کہ حضور کے نعل شریف کیسے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ ہر ایک جوتہ میں دو دو تسمہ تھے **ف** عرب میں جوتہ ایسا نہیں ہوتا تھا جیسا کہ یہاں ہند میں متعارف ہے بلکہ ایک چمڑے کی چپٹی پر دو تسمہ ہوتے تھے جسکا نقشہ یہ ہے۔

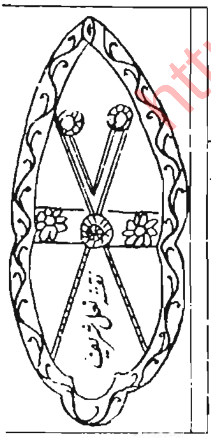

(۲) ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے تسمہ دوہرے تھے۔

ف یعنی ہر ہر تسمہ میں دو دو تسمہ تھے یعنی ہر تسمہ دوہرا تھا۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی خالد حذاء

لہ وقال اسرائیل ہو من کلام الترمذی فان کان من قبل نفسہ ہو الظاہر فہو معلق وان کان من قتیبۃ فلا یکون معلقا وقال میرک یحتمل انیکون مقولا لیحیی فیکون عطفا بحسب المعنی علی قولہ عن الحسن بن عیاش قالہ القاری ۱۲ سلہ بالنصب عطفا علی خفین قال میرک والحاصل ان یحیی روی قصۃ اہداء الخفین فقط عن الحسن وروی قصۃ اہداء الخفین مع الجبۃ عن اسرائیل ویحتمل انیکون تعلیقا عن الترمذی ولم از من خرج الحدیث غیر المؤلف فانہ ذکرہ فی جامعہ بہذا السیاق بلا تفاوت ثم رأیت الحدیث مخرجا فی اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی الشیخ بن حبان الاصبہانی فانہ اخرجہ من طریق ہیثم بن جمیل عن زہیر بن معویۃ عن جابر الجعفی عن عامر عن وحیۃ الکلبی انہ اہدی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبۃ من الشام وخفین وبعلم لمن ہذا السیاق تقویۃ احتمال التعلیق قالہ القاری ۱۲ سلہ ای الخفین والجبۃ ذکی الضمیر لان الخفین فی الحقیقۃ ملبوس واحد ویحتمل انیکون الضمیر الی الخفین فقط کما فی الروایۃ الاولی ویؤیدہ قولہ لا یدری کذا ق ۱۲ سلہ الشیبانی بفتح المعجمۃ وسکون التحتیۃ وموحدۃ نسبۃ الی شیبان قبیلۃ معروفۃ فی بکر بن وائل وہو شیبان بن جمیل بن ثعلبۃ قالہ السمعانی والغرض ان ابا اسحاق ہذا لیس السبیعی کما یتوہم کون اسرائیل الراوی من ولدہ ۱۲ ق سلہ النعل قد یکنی مصدرا وقد یکنی اسما وہو محتمل ہہنا والثانی ہو الاظہر قالہ القاری ۱۲ سلہ قبالان تثنیۃ قبال بکسر القاف وبالموحدۃ زمام النعل وقال الجزری زمام بین الاصبع الوسطی والتی تلیہا وکان علیہ السلام یضع احد القبالین بین الابہام والتی تلیہا والآخر بین الوسطی والتی تلیہا ۱۲ ق سلہ قال القاری ای الثوری لا ابن عیینۃ لانہ لم یرو عن خالد الحذاء

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

شرا کهما حدثنا احمد بن منیع ویعقوب بن ابراهیم قالا ثنا ابو احمد الزبیری ثنا عیسی بن طهمان قال اخرج الینا انس بن مالک نعلین جرداوین لهما قبالان قال فحدثنی ثابت بعد عن انس انهما کانتا نعلی رسول الله صلی الله علیه وسلم حدثنا اسحاق بن موسی الانصاری قال انا معن قال ثنا مالک ثنا سعید بن ابی سعید المقبری عن عبید بن جریج انه قال لابن عمر رأیتک تلبس النعال السبتیة قال انی رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یلبس النعال التی لیس فیها شعر ویتوضأ فیها فانا احب ان البسها حدثنا اسحاق

ہیں۔ حذار کے معنی موچی کے ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ صاحب خود موچی نہیں تھے لیکن نشست برخاست اور تعلقات موچیوں سے تھے اسلئے ان کا لقب خالد موچی پڑ گیا تھا کہ اسی سے پہچانے جاتے تھے۔ جس قسم کے آدمیوں سے تعلقات ہوتے ہیں ان کے ظاہری اور باطنی اثرات رنگ لائے بغیر نہیں رہتے (۳) عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھلائے ان پر بال نہیں تھے۔ مجھ سے اس کے بعد ثابت نے یہ بتایا کہ وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف تھے۔ **ف** اکثر چمڑے کو بغیر بال اُتارے بھی عرب میں جوتہ بنا لیا جاتا تھا اسلئے راوی نے بالوں کا ذکر فرمایا۔ (۴) عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتہ پہنتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی جوتہ پہنتے ہوئے اور اس میں وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے اسلئے میں ایسے ہی جوتے کو پسند کرتا ہوں۔ **ف** منشا سوال کا یہ تھا کہ عرب میں اس وقت تک تنعم و تمدن ایسا نہ تھا اسلئے بالوں سمیت چمڑے کا جوتہ عام طور سے بنا لیا جاتا تھا۔ اسی لئے بخاری شریف کی مفصل حدیث میں ہے کہ عبید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں چند چیزیں آپ کے معمولات میں ایسی دیکھتا ہوں جو دوسرے صحابہ کے معمولات میں نہیں دیکھتا منجملہ ان کے یہ بھی ذکر کیا کہ آپ صاف شدہ چمڑے کا جوتہ پہنتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اتباع کے شدتِ اہتمام میں اس کا لحاظ فرماتے تھے۔ دوسرے حضرات عام دستور کے موافق ویسے ہی چمڑے کا بنا لیتے تھے۔ حدیث بالا میں اس میں وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عرب کے جوتے میں چونکہ نیچہ نہیں ہوتا نیچے چپتی اور پر تسمہ اسلئے جوتہ پہنے ہوئے بھی وضو ہو سکتی ہے اور بے تکلف پاؤں دھل سکتا ہے اسلئے حضور کبھی کبھی تعلیم و جواز کے واسطے ایسا بھی کر لیتے تھے۔ بعض علماء نے اسمیں وضو کا مطلب یہ بتایا ہے کہ وضو کے بعد فوراً نعلین شریف پہن لیتے تھے پاؤں کے خشک ہونے کا انتظار نہ فرماتے تھے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ فوراً تر پاؤں میں جوتہ پہننے سے وضو میں کوئی نقص نہیں آتا۔

۱؎ الزبیری نسبۃ لجد ہذا بیر بالزای مصغراً واسمہ محمد بن عبد اللہ بن الزبیر ۲؎ جرداوین الجردا مونث اجرد ای التی لاشعر علیہا استعیر من ارض جرد لانبات فیہا وقیل معناہ خلقین ۳؎ ابن موسی کذا فی النسخ قال المناوی وتبعہ البیجوری اسحق بن موسی کذا فی نسخ وفی بعضہا اسحق بن محمد وہو الصواب قال بعض الحفاظ ہذا ہو الذی خرج لہ فی الشمائل ولیس ہو اسحق بن موسی الذی خرج لہ فی جامعہ قال فی التقریب اسحق بن محمد مجہول انتہی کلامہما وہذا عندی وہم منہما والصحیح اسحق بن موسی کما فی النسخ الموجودۃ عندی ویؤیدہ کتب الرجال ایضا کونہ ابن موسی اذ ذکروا روایۃ الترمذی عن ابن موسی بدون الواسطۃ وعن ابن محمد بواسطۃ وایضا ذکروا فی تلامذۃ معن بن موسی ہذا ابن موسی دون ابن محمد واسحق بن محمد الذی خرج لہ الترمذی فی الشمائل وقال صاحب التقریب فیہ انہ مجہول ہو رجل آخر راوی حدیث الاحتباء یاتی حدیثہ فی باب جلسۃ صلی اللہ علیہ وسلم فتامل ۴؎ المقبری نسبۃ للمقبرۃ لکثرۃ زیارتہ لہا اولحفظہا اولکون عمر ولاہ لحفر ہا ۵؎ بکسر السین المہملۃ وسکون الموحدۃ منسوبۃ الی السبت قال ابو عبید ہی المدبوغۃ ونقلہ عن الاصمعی وقیل انہا ہی حلقت عنہا وازیل شعرہا قالہ القاری وقال العینی رحمہ اللہ نسبۃ الی سبت بکسر السین وسکون الموحدۃ وہو جلد البقر المدبوغ بالقرظ وقال ابو عمرو کل مدبوغ فہو سبت قال ابو زید ہی السبت مدبوغۃ او غیر مدبوغۃ وقیل السبتیۃ التی لاشعر علیہا وقیل التی علیہا الشعر وفی آخرہا بسطہ وجواب ابن عمر یدل علی ان المراد التی لاشعر علیہا قال الخطابی وانما اعترض علیہ لانہا نعال اہل النعمۃ والسعۃ قال ابن حجر ومن ثم لم یلبسہا الصحابۃ کما افادہ حدیث البخاری عن عبید بن جریج انہ قال لابن عمر رأیتک تصنع اربعا لم ار احدا من اصحابک یصنعہا الحدیث

http://mujahid.xtgem.com

بن منصور ثنا عبد الرزاق عن معمر عن ابن ابی ذئب عن صالح مولی التوأمة[1] عن ابی هریرة قال کان لنعل رسول الله صلی الله علیه وسلم قبالان حدثنا احمد بن منیع ثنا ابو احمد انا سفیان عن السدی[2] حدثنی من سمع[3] عمرو بن حریث یقول رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی فی نعلین مخصوفین[4] حدثنا اسحق بن موسی الانصاری انا معن انا مالك عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا یمشین[5] احدکم فی نعل واحد لینعلهما جمیعا او لیحفهما جمیعا (یخلعهما) حدثنا قتیبة[6] عن مالك عن ابی الزناد نحوه حدثنا اسحق بن موسی انا معن انا مالك عن ابی الزبیر عن جابر ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی ان یاکل یعنی[7] الرجل بشماله او یمشی فی نعل واحدة حدثنا قتیبة عن مالك ح وانا اسحق بن موسی انا معن انا مالك عن ابی الزناد

(۵) ابو ہریرہ بھی یہی نقل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے دو تسمے تھے۔ (۶) عمرو بن حریث نقل فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جوتوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جنمیں دوسرا پیوند لگا ہوا تھا **ف** یعنی اسکی تلی دوہری تھی اوپر نیچے دو تہ چمڑے کی تھی۔ یا یہ مطلب ہے کہ ٹوٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔
(۷) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک جوتہ پہنکر کوئی نہ چلے یا دونوں پہنکر چلے یا دونوں نکالدے۔ **ف** اس حدیث کو شمائل میں ذکر کرنے سے یہ مقصود ہے کہ حضور کی عادت شریفہ ایک جوتہ پہننے کی نہیں تھی اسلئے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو منع فرما رہے ہیں تو خود ایسا کاہے کو کرتے۔ بظاہر اس حدیث میں ممانعت سے مقصود عادۃً ایسا کرنا ہے۔ لہذا اگر کسی عارض کی وجہ سے تھوڑی بہت دیر ایسے چلے مثلاً جوتہ ٹوٹ جاوے یا کوئی اور عارض پیش آجاوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اس حدیث کے ذیل میں علما نے ایک موزہ اور ایک آستین پہننے کو بھی داخل فرمایا ہے غرض متعاد طریقہ پر ہر چیز کو پہننا چاہیئے۔ تکلف اور بے تمیزی سے احتراز چاہیئے۔ (۸) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک جوتہ پہنے۔ **ف** جمہور علما کے نزدیک یہ ارشادات استحبابی ہیں یعنی حرام نہیں ہیں۔ لیکن بعض اصحاب ظاہر نے ناجائز بتایا ہے۔

[1] التوأمة کالدحرجة بفتح مثناة وسکون واو وفتح همزة بن امرأة لها صحبة سمیت بذلك لانها کانت مع اخت فی بطن ۱۲ [2] السدی بمهملة مضمومة فمهلة مشددة مکسورة نسبة الی السدة وهو باب الدار نسب الیها اسمعیل بن عبد الرحمن لبیعه المقانع بباب مسجد الکوفة وهو السدی الکبیر وحفیده السدی الصغیر والمراد ههنا الکبیر ۱۲ ق [3] من سمع قال القسطلانی لم ار التصریح باسمه انظر عطاء بن ابی السائب ۱۲ [4] عامة الشراح علی انها کانتا مخروزتین بحیث ضم طاق الی طاق لکن قال القاری وفی شرح ان المراد به المرقعة وهذا اوجه عندی لما سیاتی من قول الانصاری یا خیر من یمشی بنعل فرد ۱۲ [5] استشکل علیه بوجهین الاول بما فی الجامع عن عائشة من ان المصطفی صلی الله علیه وسلم ربما مشی بنعل واحدة واجیب بان موضع النهی استدامة المشی فی فردة اما لو انقطع نعله فمشی خطوة او خطوتین فلیس بقبیح ولا منکر۔ او النهی للارشاد والفعل للجواز وفی بفعل علی وابن عمر جواز ان والثانی بما فی النسیمین ان الانصار یا شکی الیه صلی الله علیه وسلم فقال یا خیر من یمشی بنعل فرد واجیب بان الفرد ههنا التی لم تخصف ولم تطارق وانما هی طاق واحد والعرب تمدح برقة النعال وحکی النووی الاجماع علی ندب لبس النعلین جمیعا وانه غیر واجب ونوزع بقول ابن حزم لا یحل ۱۲ م ق [6] ای القدمین بلام الامر ضبط النووی بضم اوله من انعل وتعقب بان اهل اللغة قالوا نعل وانتعل ای لبس النعل لکن قال اهل اللغة ایضا انعل رجله البسها نعلا قال الحافظ ابن حجر والی ضمیر ان کان للقدمین جاز الضم والفتح وان کان للنعلین تعین الفتح ۱۲ م [7] قتیبة الخ قال المناوی مسند مرسل او منقطع لاسقاط الاعرج وابی هریرة اه وتبعه البیجوری فی ذلك

http://mujahid.xtgem.com

عن الاعرج عن⁹ ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا انتعل احدکم فلیبدأ بالیمین واذا نزع فلیبدأ بالشمال فلتکن الیمنی اولھما تنعل واٰخرھما تنزع حدثنا ابو موسیٰ محمد بن المثنیٰ انا محمد بن جعفر انا شعبۃ ثنا اشعث وھو ابن ابی الشعثاء عن ابیہ عن مسروق عن¹⁰ عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیمن ما استطاع فی ترجلہ وتنعلہ وطھورہ حدثنا محمد بن مرزوق ابو عبد اللہ ثنا عبد الرحمن بن قیس ابو معاویۃ انبانا ھشام عن محمد عن¹¹ ابی ھریرۃ قال کان لنعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبالان وابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما واول من عقد عقدا واحدا عثمان رضی اللہ عنہ

باب ما جاء فی ذکر خاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۹) ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص تم میں سے جوتہ پہنے تو دائیں سے ابتدا کرنی چاہئے اور جب نکالے تو بائیں سے پہلے نکالے۔ داہنا پاؤں جوتہ پہننے میں مقدم ہونا چاہئے اور نکالنے میں مؤخر۔ **ف** چونکہ جوتہ پاؤں کیلئے زینت ہے اسلئے دیر تک پاؤں میں رہنا چاہئے جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا۔ ایسے ہی ہر وہ چیز جسکا پہننا زینت ہو اس کے پہننے میں دائیں کو مقدم کرے اور نکالنے میں بائیں کو جیسے کرتہ پاجامہ اچکن وغیرہ۔ (۱۰) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کنگھی کرنے میں اور جوتہ پہننے میں اور اعضاء وضو کے دھونے میں حتی الوسع دائیں سے ابتدا فرمایا کرتے تھے۔ **ف** ان تین کی تخصیص نہیں بلکہ ہر چیز کا یہی حکم ہے جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے اور حتی الوسع سے اسطرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی ضرورت بائیں کے ابتدا کی لاحق ہو تو مضائقہ نہیں۔ (۱۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین کے دو تسمے تھے۔ ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جوتہ میں بھی دوہرا تسمہ تھا۔ ایک تسمہ کی ابتدا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔ **ف** غالباً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی لئے اسکو اختیار فرمایا کہ دو تسموں کا ہونا ضروری نہ خیال کر لیا جائے۔

لہ قال الحافظ ابن حجر نقل القاضی عیاض وغیرہ الاجماع علی ان الامر فیہ للاستحباب ۱۲ ق ۲ ابو موسیٰ ہو محمد ابن المثنی المذکور فی بعض النسخ من لفظ نا بینھما غلط ۱۲ ش ۳ وہو ابن الخ الغرض ان شعبۃ اقتصر علی لفظ اشعث فقط فزاد بعض من دونہ نسبہ ۱۲ ش ۴ فی ترجلہ ذکر الثلثۃ لیس للحصر بل للاشارۃ الی انہ کان یراعی التیمن من الفرق الی القدم فی باب العبادات والعادات ۱۲ ش ۵ قال العصام المسمی بہشام فی اسانید الشمائل خمسۃ قال المناوی ہو ہشام ابن حسان وہو الراوی عن ابن سیرین ۱۲ ش ۶ ذکرزاد لفظ ذکر للتنبیہ علی تمیزہ والترجمۃ من الترجمۃ المتقدمۃ فان المراد فی الاولی ہی البضعۃ الناشزۃ عند الکتف والمراد ہہناک الطابع الذی یختم بہ الکتب فی لفظ الخاتم خمس لغات وقیل عشر والافصح کسر التاء ۱۲ قال الزین العراقی لم ینقل کیف کانت صفۃ خاتمہ الشریف ہل کان مربعا او مثلثا او مدورا وعمل الناس فی ذلک مختلف وفی کتاب اخلاق النبوۃ انہ لا یدری کیف ہو قالوا والخاتم حلقۃ ذات فص من غیرہا فالخاتم یکون لہا فص فہی فتخۃ قال البیجوری واختلف فی حکم الخاتم کما بسط فی المطولات وفی الدر المختار ترک التختم لغیر السلطان والقاضی

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا قتیبۃ بن سعید وغیر واحد عن عبد اللہ بن وھب عن یونس عن ابن شہاب عن انس بن مالک قال کان خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ورق وکان فصہ حبشیا حدثنا قتیبۃ انا ابو عوانۃ عن ابی بشر عن نافع عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتما من فضۃ فکان یختم بہ ولا یلبسہ قال ابو عیسیٰ ابو بشر اسمہ جعفر بن ابی وحشیۃ حدثنا محمود بن غیلان

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا ذکر!

ف اس باب میں امام ترمذیؒ نے آٹھ احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اسکا نگینہ حبشی تھا۔ **ف** چاندی کی انگوٹھی جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ باقی پیتل لوہے وغیرہ کی حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً انگوٹھی نہیں بنوائی تھی۔ مگر جب معلوم ہوا کہ سلاطین عجم بغیر مُہر کے خطوط کی قدر نہیں کرتے اور تبلیغی خطوط سلاطین کے پاس ارسال کرنے شروع فرمائے تو سنہ چھ یا سنہ سات ہجری میں مُہر بنوائی۔ اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں کہ انگوٹھی کا حکم کیا ہے۔ بعض علماء نے مطلقاً سنت فرمایا ہے بعض علماء نے غیر سلطان اور قاضی کے لئے مکروہ بتلایا ہے۔ علماء حنفیہ (کثر اللہ تعالیٰ جمعھم وشکر سعیھم) کی تحقیق شامی کے قول کے موافق یہ ہے کہ بادشاہ قاضی متولی وغیرہ غرض جنکو مہر کی ضرورت پڑتی ہو اُن کے لئے تو سنت ہے اور ان کے علاوہ دوسروں کے لئے جائز تو ہے لیکن ترک کرنا افضل ہے۔ اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُسی وقت بنوائی جب سلاطین کو خطوط لکھنے کے لئے اسکی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ حدیث ۶ میں آرہا ہے ابوداؤد شریف وغیرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بادشاہ کے علاوہ کو انگوٹھی پہننے کی ممانعت بھی آئی ہے مگر چونکہ حضور کے سامنے اکثر صحابہ سے پہننا بھی ثابت ہے اور حضور کی اجازت بھی دوسری احادیث میں آئی ہے اسلئے اس ممانعت کو اسی خلاف اولیٰ پر حمل کیا ہے۔ (۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی اس سے خطوط وغیرہ پر مُہر فرماتے تھے پہنتے نہیں تھے۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی کو پہننا روایات متعددہ سے ثابت ہے اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی علماء نے چند توجیہات فرمائی ہیں۔ بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ مقصود استمرار ہے کہ ہمیشہ نہیں پہنتے تھے۔ بعض کی رائے ہے کہ حضور کی دو انگوٹھیاں تھیں، ایک یہ مُہر والی اسکو مُہر کے کام میں لاتے تھے اور پہنتے نہیں تھے۔ دوسری پہننے کے استعمال میں لاتے۔ ایسے ہی اور بھی مختلف طریق سے جمع کیا گیا ہے لیکن بندہ کے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ ہر وقت اسکو نہیں پہنتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے دائیں ہاتھ

لہ بفتح الواو وکسر الراء المہملۃ وتسکن تخفیفا ای فضۃ وفی الاصل النقرۃ المضروبۃ وقیل النقرۃ مطلقا مضروبۃ اولا ۱۲ م ع۔ تثلیث اولہ وضم القاموس الصحاح فی جعلہ الکسر لحنا وللفص معان کثیرۃ والمراد ہہنا ما ینقش فیہ اسم صاحبہ ۱۲ م ۳۵ ای حجرا منسوبا الی الحبش لانہ معدنہ وقیل کان فصہ عقیقا کما فی خبر وقیل کان جزع قال حبشیا لانہ یوتی بہما من بلاد الیمن وہو کورۃ الحبشۃ او معنی حبشیا ای ہو من الحبشۃ او کان اسود علی لون الحبشۃ او صانعہ او صانع نقشہ من الحبشۃ وبحصل الجمع بینہ وبینا ما سیاتی من فضۃ فصہ منہ اذ لم یثبت تعدد خاتمہ وہی روایۃ البخاری ومن ثم قال ابن عبد البر انہا اصح قالہ القاری زاد المناوی او معنونا کما یصنعہ الحبشۃ کی فسر کون سیفہ

http://mujahid.xtgem.com

نا حفص بن عمر بن عبید هو الطنافسی[۱] انا زهیر عن حمید **عن**[۳] انس قال کان خاتم رسول الله صلی الله
علیه وسلم من فضة فصه منه[۲] **حدثنا** اسحاق بن منصور انا معاذ بن هشام ثنی ابی عن قتادة **عن**[۴] انس
(الضمیر راجع الی ما یسمی اسما ای ختم ۱۲)
ابن مالك قال لما اراد النبی صلی الله علیه وسلم ان یکتب الی العجم قیل له ان العجم لا یقبلون الا کتابا علیه
خاتم فاصطنع[۳] خاتما فکانی انظر الی بیاضه فی کفه **حدثنا** محمد بن یحیی انا محمد بن عبد الله الانصاری ثنی
(اشارة الی انه کان من الفضة ۱۲)
ابی عن ثمامة[۴] **عن**[۵] انس بن مالك قال کان نقش خاتم النبی صلی الله علیه وسلم محمد سطر[۵] و رسول

میں انگوٹھی تھی نماز میں اس پر نگاہ پڑ گئی تو اس کے بعد سے پہننا چھوڑ دیا تھا۔ احادیث میں ایک منقش کپڑے کے متعلق بھی اس قسم کا واقعہ آتا ہے کہ نماز میں اس پر نگاہ پڑ گئی تو حضور نے اس کو نکال دیا تھا اور اس کے بدلہ میں ایک معمولی کپڑا پہن لیا تھا انگوٹھی چونکہ ضرورت کی چیز تھی اس لئے مطلقاً تو اس کا ترک مشکل تھا اس لئے عام طور پر اس کا پہننا ترک فرما دیا ہو یہ اقرب ہے چنانچہ دوسرے باب کی چھٹی حدیث میں آرہا ہے کہ اکثر اوقات حضرت معیقیب کے پاس رہتی تھی۔ (۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی اس ہی کا تھا۔ **ف** یہ حدیث بظاہر اس روایت کے خلاف ہے جس میں حبشی نگینہ وارد ہوا ہے۔ جو لوگ دو انگوٹھیوں کے قائل ہوئے ہیں وہ خود اس حدیث کو بھی دو ہونے پر قرینہ بتاتے ہیں چنانچہ بیہقی وغیرہ کی یہی رائے ہے ان کے نزدیک تو کوئی اشکال ہی نہیں۔ لیکن جو حضرات ایک انگوٹھی کے قائل ہیں وہ ان دونوں میں اس طرح جمع فرماتے ہیں کہ حبشی ہونے کے معنے یہ ہیں کہ حبشی رنگ یا حبشی طریقہ کا تھا۔ یا اس کا بنانے والا حبشی تھا۔ بندہ کے نزدیک تعدد پر حمل اقرب ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف انگوٹھیاں ہونا متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ ایک انگوٹھی حضور نے خود بنوائی پھر ہدیہ میں خدام نے پیش کیں جیسا کہ جمع الوسائل کی مختلف روایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے۔ (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل عجم کو تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ عجم بلا مہر والے خط کو قبول نہیں کرتے۔ اسلئے حضور نے انگوٹھی بنوائی جس کی سفیدی گویا اب میری نظروں کے سامنے پھر رہی ہے۔ **ف** اس اخیر کے جملہ سے اس قصہ کے خوب یاد ہونے کی طرف اشارہ ہے اور سفیدی سے اس کے چاندی کی ہونے پر اشارہ ہے۔ (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ تھا اس طرح پر کہ محمد ایک سطر میں تھا رسول دوسری سطر میں لفظ اللہ تیسری سطر میں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی صورت (محمد رسول اللہ) تھی کہ اللہ کا پاک نام سب سے اوپر تھا مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ ظاہر الفاظ سے (اللہ رسول محمد) معلوم ہوتا ہے۔ [illegible]

---

[۱] الطنافسی بفتح الطاء و کسر الفاء نسبة لطنافس کمساجد جمع طنفسة بضم اوله و ثالثه و کسرهما و کسر الاول و فتح الثالث بساط له خمل ای وبر نسب الیها لانه کان یعملها او یبیعها ۱۲ [۲] هذا یخالف ما تقدم من قوله و کان فصه حبشیا و تقدم الجمع بینهما والاوجه عندی التعدد و الیه مال النووی والبیهقی وابن العربی والقرطبی وغیرهم کما حکاه عنهم المناوی و بسط الروایات فی ذلک القاری ۱۲ [۳] فاصطنع من باب توهم بنی الامیر المدینة والصانع کان یعلی بن امیة ۱۲ [۴] ثمامة بضم المثلثة و تخفیف المیم هو عم عبد الله الراوی ۱۲ [۵] قال المناوی ظاهره ان محمد اسطره الاول و رسول سطره الثانی والله سطره الثالث و قول الاسنوی کانت تقرأ من الاسفل لیکون اسم الله اعلی

سطرٌ واللہ سطرٌ حدثنا نصر بن علی الجھضمی ابو عمرو انبانا نوح بن قیس عن خالد بن قیس عن قتادۃ

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی کسریٰ وقیصر والنجاشی فقیل لہ انھم لا یقبلون کتابا

الا بخاتم فصاغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتما حلقتہ فضۃ ونقش فیہ محمد رسول اللہ حدثنا

مشعر بان الفص لم یکن من فضۃ ۱۲

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی کے پاس تبلیغی خطوط لکھنے کا قصد فرمایا۔ تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور یہ لوگ بدون مُہر کے خطوط کو قبول نہیں کرتے۔ اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مُہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اس میں محمد رسول اللہ منقوش تھا۔ **ف** کسریٰ ملک فارس کے بادشاہ کا لقب ہے، اور قیصر ملک روم کے اور نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا۔ کسریٰ شاہ فارس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا والا نامہ عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا، کسریٰ نے آپکے والا نامہ مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر بد دعا فرمائی کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے فرما دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شاہِ روم کے پاس دحیہ کلبی کے ہاتھ گرامی نامہ اقدس ارسال ہوا۔ وہ باوجود یقین نبوت کے ایمان نہیں لایا۔ نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ خط لکھا جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہ نجاشی نہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جنپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الجنازہ پڑھی۔ یہ اور نجاشی ہیں۔ ان کے اسلام کا حال جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے معلوم نہیں ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ جات تو متعدد ہیں جو کتب سیر و حدیث میں مفصل مذکور ہیں۔ گرامی نامجات کو بعض لوگوں نے مستقل تصانیف میں جمع بھی کر دیا ہے۔ حدیث بالا میں تین والا نامجات کا ذکر ہے۔ جن کا مختصر ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے ایک والا نامہ کسریٰ کے نام ہے فارس کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہے جو بھی ہو اس کسریٰ کا نام ابرویز تھا جو نوشیرواں کا پوتا تھا والا نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علٰی من اتبع الھدیٰ وآمن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین اسلم تسلم فان تولیت فان علیک اثم المجوس (زرقانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کسریٰ کے نام جو فارس کا بڑا اور سردار ہے) سلامتی اس شخص کیلئے ہے جو ہدایت اختیار کرے اور اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ وحدہٗ لا شریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور رسول ہیں میں تجکو اللہ کی پکار (یعنی کلمہ) کی دعوت دیتا ہوں اسلئے کہ میں اللہ کا وہ رسول ہوں جو تمام جہان کی طرف اسلئے بھیجا گیا ہے کہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے دل زندہ ہیں (یعنی ان میں کچھ سمجھ

لہ الجھضمی بفتح الجیم وسکون الھاء وفتح الضاد المعجمۃ فی آخرہ میم نسبۃ للجھاضمۃ محلۃ بالبصرۃ وتلک المحلۃ تنسب الی الجھاضمۃ بطن من الازد قالہ البیجوری ۱۲ سلہ ای ارادان یکتب للروایۃ السابقۃ۔ وذلک حین رجع من الحدیبیۃ ۱۲ سلہ بکسر الکاف وفتحہا لقب ملوک فارس وفی المغرب کسریٰ بالفتح افصح لکن فی القاموس کسریٰ ویفتح ملک الفرس معرب خسرو ای واسع الملک قالہ القاری وقال المناوی النسبۃ الیہ کسروی وان شئت کسری وعن ابی عمر جمع کسریٰ اکاسرۃ علی غیر قیاس اھ ۱۲ سلہ تقدم فی باب لخف ان قیصر لقب لملک الروم زاد القاری کما ان تبع لمن ملک حمیر والیمن وخاقان لمن ملک الترک اھ ۱۲ سلہ قال القاری ثم ضبط مجہولا فی النسخ المعتمدۃ وقال الحنفی روی معروفا ومجہولا فا للہ اعلم بالصحۃ وقال میرک ضبط فی اصل سماعنا بالمجہول وضبطنا فی البخاری بالمعروف علی ان ضمیر الفاعل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والاسناد مجازی ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

عقل ہے کہ بے عقل آدمی بمنزلہ مردہ کے ہے) اور تاکہ اللہ کی حجت کافروں پر پوری ہو جائے۔ (اور کل قیامت میں یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہمکو علم نہ ہو سکا) تو اسلام لے آتا کہ سلامتی سے رہے ورنہ تیرے اتباع مجوس کا بھی وبال تجھ پر ہوگا کہ وہ تیری اقتدا میں گمراہ ہوئے ہیں

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط دیکر روانہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ کسریٰ کا گورنر جو بحرین میں رہتا ہے اسکے ذریعہ سے کسریٰ تک پہونچادیں چنانچہ اسی ذریعہ سے وہاں تک خط لیکر پہنچے۔ کسریٰ نے یہ والانامہ پڑھوا کر سنا اور اسکو چاک کردیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینکدیا۔ حضور کو اسکا علم ہوا تو حضور نے اسکے لئے بد دعا فرمائی اور اسکے بیٹے شیرویہ نے بُری طرح سے اسکو قتل کیا جس کا قصہ کتب تواریخ میں مذکور ہے۔ دوسرا والانامہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے قیصر کے نام تھا جو روم کا بادشاہ تھا اس کا نام مورخین کے نزدیک ہرقل ہے۔ یہ والانامہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا گیا۔ مسلمان تو قیصر بھی نہیں ہوا لیکن حضور کے والانامہ کو نہایت اعزاز اکرام سے رکھا۔ حضور کو جب ان دونوں واقعات کا علم ہوا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ نے اپنے ملک کے ٹکڑے کرلئے اور قیصر نے اپنے ملک کی حفاظت کرلی اس والانامہ کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ الیٰ ھرقل عظیم الروم سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الیریسیین ویا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (بخاری کا اسلام السالمین) (یا اہل الکتاب سے اخیر تک قرآن پاک کا مضمون ہے جو سورہ آل عمران کے چھٹے رکوع میں ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ہرقل کی طرف جو روم کا بڑا (اور سردار ہے) سلامتی اس شخص کیلئے ہے جو ہدایت اختیار کرے حمد و صلوٰۃ کے بعد میں تجکو اسلام کے کلمہ (یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کی طرف دعوت دیتا ہوں تو اسلام لے آتا کہ سلامتی سے رہے اور حق تعالیٰ شانہ دوہرا اجر تجکو عطا فرمائے (کہ اہل کتاب کیلئے دوہرا اجر ہے جیسا کہ کلام پاک میں بھی سورہ حدید کے ختم پر اسکا ذکر ہے) اور اگر تو روگردانی کرے گا تو تیرے ماتحت زراعت پیشہ لوگوں کا وبال بھی تجھ پر ہوگا اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کیطرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ توحید ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائے (جیسا کہ احبار اور رہبان کو بنایا جاتا تھا) اگر اسکے بعد بھی وہ اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانوں تم ان سے کہدو کہ تم اسکے گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں (ہم تو اپنے مسلک کا صاف اعلان کرتے ہیں اب تم جانو تمھارا کام)

حضرت دحیہ جب اس والانامہ کو لیکر گئے اور قیصر کے سامنے پڑھا گیا تو اس کا بھتیجا بھی وہاں موجود تھا وہ نہایت غصہ میں بھر گیا اور کہنے لگا کہ اس خط کو مجھے دو۔ چچا یعنی قیصر نے کہا تو کیا کرے گا۔ اس نے کہا یہ خط پڑھنے کے قابل نہیں ہے اس میں آپکے نام سے ابتدا نہیں کی اپنے نام سے کی ہے پھر آپ کو بادشاہ کے بجائے روم کا بڑا آدمی لکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ قیصر نے کہا تو بے وقوف ہے یہ چاہتا ہے کہ میں ایسے شخص کے خط کو پھینکدوں جسکے پاس ناموس اکبر (یعنی حضرت جبرئیل ؑ) آتے ہوں اگر وہ نبی ہیں تو انکو ایسے ہی لکھنا چاہیے۔ اسکے بعد حضرت دحیہ کو بڑے اعزاز و اکرام سے ٹھیرایا۔ قیصر اسوقت سفر میں تھا واپسی پر اس نے اپنے ارکان امراء سلطنت کو جمع کیا اور جمع کر کے ان سے کہا کہ میں تم کو ایک ایسی بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں جو سراسر خیر و فلاح ہے اور ہمیشہ کیلئے

http://mujahid.xtgem.com

تمہارے ملک کے بقا کا ذریعہ ہے بیشک یہ نبی ہیں ان کا اتباع کرلو اور انکی بیعت اختیار کرلو۔ اس نے ایک بند مکان میں جہاں سب طرف کے کواڑ بند کرادیئے گئے تھے اس مضمون پر ایک لمبی تقریر کی۔ وہ لوگ اسقدر متوحش ہوئے کہ ایک دم شور وشغب ہوگیا۔ ادھر اُدھر بھاگنے لگے مگر کواڑ سب بند تھے دیر تک ہنگامہ برپا رہا۔ اسکے بعد اُس نے سب کو چُپ کیا اور تقریر کی کہ درحقیقت ایک مدعیٔ نبوت پیدا ہوا ہے میں تم لوگوں کا امتحان لینا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین میں کسقدر پختہ ہو اب مجھے اس کا اندازہ ہوگیا وہ لوگ اسکے سامنے اپنی عادت کے موافق سجدے میں گر گئے اسکے بعد ان کو شاباشی وغیرہ دیکر رخصت کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ اُس نے خط کو پڑھ کر چوما سر پر رکھا اور ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھ لیا اور پوپ کو طلب کیا اُس سے مشورہ کیا اس نے کہا بیشک یہ نبی آخر الزمان ہیں جن کی بشارتیں ہماری کتاب میں موجود ہیں۔ قیصر نے کہا مجھے بھی اس کا یقین ہے مگر اشکال یہ ہے کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو یہ لوگ مجھے قتل کر دینگے اور سلطنت جاتی رہے گی (اعلام السائلین) جسوقت یہ والا نامہ سفر کیکر میں قیصر کے پاس پہنچا تھا وہ اسوقت اپنی مذہبی ضرورت کیلئے بیت المقدس آیا ہوا تھا وہاں مکہ مکرمہ کا ایک بڑا تجارتی قافلہ بھی گیا ہوا تھا۔ اس نے تحقیق حالات کیلئے اس قافلہ کے سرداروں کو بھی طلب کیا تھا جس کا مفصل قصہ بخاری شریف میں موجود ہے یہ اس زمانہ کا قصہ ہے جب عمرہ حدیبیہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور اہل مکہ کے درمیان چند سال کے لئے ایک عہدنامہ اور صلحنامہ تیار ہوا تھا کہ آپس میں لڑائی نہ کیجائے۔ ابوسفیان جو اسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہتے ہیں کہ اس صلح کے زمانہ میں ملک شام میں گیا ہوا تھا کہ اس اثنا میں ہرقل کے نام حضور کا والا نامہ بھی گیا جسکو دحیہ کلبی لیکر گئے ہرقل کے پاس جب وہ گرامی نامہ پہنچا تو اس نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں اس شہر میں کوئی شخص اس کا واقف ہے جو مدعی نبوت پیدا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہاں کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں اسپر ہماری طلبی ہوئی۔ چنانچہ میں قریش کے چند لوگوں کی ہمراہ اس کے پاس گیا اس نے ہم سب کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ اُس شخص کے ساتھ جو نبوت کا دعویدار ہے تم میں سب سے زیادہ قریب رشتہ داری کس کی ہے۔ میں نے کہا کہ میں سب میں زیادہ قریب ہوں۔ اس نے مجھے اپنے قریب بُلایا اور باقی ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا اور ان سے یہ کہا کہ میں اس سے چند سوالات کرتا ہوں تم سب غور سے سُنتے رہنا اور جس بات کا جواب جھوٹ بتائے تو تم اسکو ظاہر کر دینا۔ ابوسفیان اسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور سخت ترین دشمن تھے کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے اپنی بدنامی کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ بعد میں مجھے جھوٹ سے بدنام کرینگے تو میں ضرور جھوٹ بولتا مگر خوفِ بدنامی نے سچ بولنے پر مجبور کیا اسکے بعد اس نے اپنے ترجمان کے ذریعے سے مجھ سے حسب ذیل سوالات کئے:۔

س۔ یہ مدعی نبوت نسب کے اعتبار سے تم میں کیسے شخص سمجھے جاتے ہیں؟ ج۔ ہم میں بڑا عالی نسب ہے۔ س۔ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے؟ ج کوئی نہیں ہوا۔ س۔ نبوت کے دعوی سے قبل تم کبھی ان کو جھوٹ بولنے کا الزام دیتے تھے؟ ج۔ کبھی نہیں۔ س۔ ان کے متبعین قوم کے شرفا ہیں یا معمولی درجے کے آدمی؟ ج۔ معمولی درجہ کے لوگ۔ س ان کے متبعین کا گروہ بڑھتا جارہا ہے یا کم ہوتا جاتا ہے؟ ج۔ بڑھتا جاتا ہے۔ س۔ ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے بددل ہوکر دین سے پھر بھی جاتے ہیں یا نہیں؟ ج۔ نہیں۔ س۔ تمہاری اُن کے ساتھ کبھی جنگ ہوئی ہے یا نہیں؟

http://mujahid.xtgem.com

س۔ وہ کبھی بدعہدی کرتے ہیں؟ ج۔ نہیں۔ لیکن آجکل ہمارا اور ان کا ایک معاہدہ ہے نہ معلوم وہ اسکو پورا کرینگے یا نہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس ایک کلمے کے سوا کسی چیز میں بھی مجھے موقع نہ ملا کہ کچھ اپنی طرف سے ملا دوں۔ س۔ ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟ ج۔ نہیں۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ہرقل نے پوچھا کہ بدعہدی کا کیوں خوف ہے تو ابوسفیان نے کہا کہ میری قوم نے اپنے حلیفوں کی اسکے حلیفوں کے خلاف مدد کی ہے۔ اسپر ہرقل نے کہا کہ جب تم ابتدا کر چکے ہو تو تم زیادہ عہد شکن ہوئے۔ اسکے بعد ہرقل نے از سر نو سلسلہ شروع کیا اور کہا کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارہ میں سوال کیا تم نے عالی نسب بتایا۔ انبیاء اپنی قوم کے شریف خاندان ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے تم نے کہا نہیں۔ مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ شاید اس بہانہ سے اس بادشاہت کو واپس لینا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کے متبعین کے بارے میں سوال کیا کہ شرفا ہیں یا کمزور لوگ۔ تم نے جواب دیا کہ کمزور لوگ ہیں۔ ہمیشہ سے انبیاء کا اتباع کرنیوالے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں (کہ شرفاء کو اپنی نخوت دوسروں کی اطاعت سے روکتی ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس دعویٰ سے قبل تم دروغگوئی کا الزام انپر لگاتے تھے یا نہیں تم نے انکار کیا میں نے یہ سمجھا تھا کہ شاید لوگوں کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے اللہ پر بھی جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہو (مگر جو شخص لوگوں کے متعلق جھوٹ نہ بولتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا جھوٹ بول سکتا ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اسکے دین میں داخل ہو کر اس سے ناراض ہو کر کوئی مرتد ہوتا ہے تم نے اس سے انکار کیا۔ ایمان کی یہی خاصیت ہے جبکہ اسکی بشاشت دلوں میں گھس جائے۔ میں نے پوچھا تھا کہ وہ لوگ بڑھتے رہتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں تمنے کہا کہ بڑھتے جاتے ہیں۔ ایمان کا خاصہ یہی ہے حتی کہ دین کی تکمیل ہو جائے۔ میں نے ان سے جنگ کے بارے میں سوال کیا تھا تم نے کہا کبھی وہ غالب کبھی ہم غالب۔ انبیاء کے ساتھ ہمیشہ یہی برتاؤ رہا لیکن بہتر انجام انہیں کے لئے ہوتا ہے۔ میں نے بدعہدی کے متعلق سوال کیا تم نے انکار کیا یہی انبیاء کی صفت ہوتی ہے کہ وہ بدعہد نہیں ہوتے۔ میں نے پوچھا تھا کہ ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تم نے اس سے انکار کیا۔ میں نے خیال کیا تھا کہ اگر کسی نے ان سے قبل یہ دعویٰ کیا ہوگا تو میں سمجھونگا کہ یہ اسی قول کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے پہلے کہا جا چکا ہے۔ اسکے بعد ہرقل نے ان لوگوں سے پوچھا کہ انکی تعلیمات کیا ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ نماز پڑھنے کا، صدقہ کرنے کا، صلہ رحمی کا، عفت و پاکدامنی کا حکم کرتے ہیں۔ ہرقل نے کہا اگر یہ سب امور سچ ہیں جو تمنے بیان کئے تو وہ بے شبہ نبی ہیں۔ مجھے یہ تو یقین تھا کہ وہ عنقریب پیدا ہونے والے ہیں مگر یہ یقین نہیں تھا کہ تم میں سے ہونگے۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکتا ہوں تو ان کے ملنے کی خواہش کرتا (مگر اپنے قتل اور سلطنت کے زوال کے خوف سے جا نہیں سکتا) اور میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ بلاشبہ ان کی سلطنت اس جگہ تک پہنچنے والی ہے جہاں میں ہوں۔ ہرقل کے اور بھی بہت سے قصے حدیث کی کتابوں میں ہیں۔ یہ اپنی کتاب کا بھی ماہر تھا اور نجوم میں بھی مہارت رکھتا تھا اسلئے اسکو پہلے سے اس قسم کے خیالات ہو رہے تھے اور تحقیقات کر رہا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس نے اس والا نامہ کو نہایت احتیاط سے صندوق میں سونے کی ایک نلکی میں محفوظ رکھا جو نسلاً بعد نسل اسی طرح اسکی اولاد میں منتقل ہوتا چلا آیا۔

تیسرا والا نامہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے نجاشی کے نام تھا۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہے

http://mujahid.xtgem.com

حضور کے زمانہ میں دو بادشاہ حبشہ میں گذرے ہیں پہلے کا نام اصحمہ تھا یہ مسلمان ہوگئے تھے ابتداءِ اسلام میں صحابہ کرام نے انکی سلطنت حبشہ میں اُسوقت ہجرت کی تھی جبکہ یہ مسلمان بھی نہ ہوئے تھے جس کا قصہ حکایاتِ صحابہ کے پہلے باب کے نمبر ۱ پر کچھ مختصر سا گذر چکا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ ان کے پاس بھی خط بھیجا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم من محمد رسول الله الى النجاشى ملك الحبشة سلم انت فانى احمد اليك الله الذى لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن واشهد ان عيسى بن مريم روح الله وكلمته القاها الى مريم البتول الطيبة الحصينة فحملت به فخلقه من روحه ونفخه كما خلق آدم بيده وانى ادعوك الى الله وحده لا شريك له والموالاة على طاعته وان تتبعنى وتؤمن بالذى جاءنى فانى رسول الله وانى ادعوك وجنودك الى الله عز وجل وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصيحتى والسلام على من اتبع الهدىٰ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام۔ تم صلح پسند ہو میں اُس اللہ کی تعریف تمہارے پاس پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک ہے ہر قسم کے نقص سے محفوظ ہے (یا بندے اسکے ظلم سے محفوظ ہیں) امن دینے والا ہے نگہبان ہے (کہ بندوں کی آفات سے حفاظت فرماتا ہے) اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ اللہ کی ایک روح اور اسکے وہ کلمہ تھے جسکو اللہ جل شانہ نے پاک وصاف کنواری مریمؑ کی طرف بھیجا تھا پس وہ حاملہ بن گئیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی ایک خاص روح سے پیدا کیا اور ان میں جان ڈالدی جیسا کہ حضرت آدمؑ کو (بغیر باپ کے) اپنے دستِ مبارک سے پیدا فرمایا۔ میں تمھیں اُسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کی دعوت دیتا ہوں اور اسکی اطاعت پر تعاون کی طرف بُلاتا ہوں اور اس بات کی طرف بُلاتا ہوں کہ تم میرا اتباع کرو اور جو شریعت میں لیکر آیا ہوں اسپر ایمان لاؤ۔ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی طرف تمکو اور تمہارے سارے لشکروں کو بُلاتا ہوں۔ میں حق بات تم تک پہنچا چکا ہوں اور نصیحت کر چکا۔ تم میری نصیحت قبول کر لو اور سلام (یا سلامتی) اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔

محدثین کی ایک جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نجاشی پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے۔ اس والا نامہ پر انھوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسی وقت مسلمان ہوئے بہرحال انھوں نے اس والا نامہ کے جواب میں ایک عریضہ لکھا جسمیں اپنے ایمان کا اقرار کیا اور اسکا اقرار کیا کہ آپ نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ لکھا وہ حرف بحرف صحیح ہے اور اپنے لڑکے کے ہاتھ ساٹھ نفر کی ایک جمعیت کے ساتھ اپنا عریضہ خدمت اقدس میں بھیجا مگر افسوس کہ راستہ میں وہ کشتی سمندر میں غرق ہوگئی اور ان میں سے کوئی بھی خدمتِ اقدس میں نہ پہنچ سکا۔ خود ان نجاشی کا وصال بھی حضور کی حیات ہی میں ہوگیا تھا اور حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی (غائبانہ نماز کا مسئلہ ایک فقہی بحث ہے جسکی یہ جگہ نہیں ہے بہت سی وجوہ سے حنفیہ کے نزدیک انکی خصوصیت تھی) ان کے بعد ان کی جگہ دوسرا نجاشی ہوا۔ اس کے پاس بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے والا نامہ ارسال فرمایا جو حسب ذیل ہے:۔

هذا كتاب من النبى صلى الله عليه وسلم الى النجاشى عظيم الحبشة سلام على من اتبع الهدىٰ وآمن بالله ورسوله

یہ خط اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی کے نام ہے جو حبشہ کا بڑا اور سردار ہے سلام اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور اس کا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ذات ہے۔

http://mujahid.xtgem.com

اسحاق بن منصور انبانا سعید بن عامر و الحجاج بن منہال عن ہمام عن ابن جریج عن الزہری عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل الخلاء نزع خاتمہ حدثنا اسحاق بن منصور انا عبد اللہ بن نمیر انا عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ۸ ابن عمر

وتشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا وان محمدا عبدہ ورسولہ وادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسولہ فاسلم تسلم یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون فان ابیت فعلیک اثم النصاری ۔

نہ کوئی اسکا شریک نہ بیوی ہے اسکے لئے نہ اولاد۔ اور اس کا اقرار کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں۔ میں اللہ کی پکار یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تجکو دعوت دیتا ہوں تو مسلمان ہوجا سلامتی سے رہیگا اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمہ کیطرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہو وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی ایکدوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا۔ اگر اسکے بعد بھی اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانوں تم کہدو کہ تم لوگ گواہ رہو اسکے کہ ہم مسلمان ہیں (بے دھڑک اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہیں) اے نجاشی اگر تو میری دعوت کے قبول کرنے سے انکاری ہے تو نصاری کا گناہ بھی (بوجہ اسکے کہ وہ تیرے متبع ہیں) تجھ پر ہوگا۔ فقط

اس خط میں غالباً حسب معمول بسم اللہ بھی ہوگی مگر میں نے جہاں سے نقل کیا ہے اسمیں نہیں ہے۔ ان نجاشی کے متعلق یہ محقق نہیں ہوسکا کہ یہ اسلام لائے یا نہیں ان کا کیا نام تھا۔ اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ حدیث بالا میں تیسرا خط جو نجاشی کے نام ہو وہ یہی نجاشی ہیں چنانچہ بعض روایات میں نجاشی کے نام کے ساتھ یہ لفظ بھی ہو کہ وہ نجاشی نہیں ہیں جنکے جنازہ کی نماز حضور نے پڑھی۔ اور یہی صحیح ہے اگرچہ بعض محدثین نے صرف پہلے ہی نجاشی کے خط کا ذکر کیا اور بعض نے صرف دوسرے کا۔

(۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا تشریف لیجاتے تو اپنی انگوٹھی نکال کر تشریف لیجاتے۔ ف چونکہ اس میں اللہ جل جلالہ عم نوالہ کا اسم شریف لکھا ہوا تھا اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہنے ہوئے استنجے نہ جاتے تھے۔ اسی بنا پر علماء نے اس انگوٹھی کو پہنے ہوئے پاخانہ جانے کو مکروہ لکھا ہے جسمیں کوئی متبرک نام یا عبارت ہو

(۸) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضور کے دست مبارک میں رہی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے۔ پھر ان ہی کے زمانہ میں بیر اریس میں گر گئی تھی۔ اس انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔ ف بیر اریس مسجد قبا کے قریب ایک کنواں ہے۔ یہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں چھ برس تک ان کے پاس رہی اسکے بعد اتفاق سے اس کنویں میں گر گئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر چند اس کنویں میں تلاش فرمایا تین دن تک اس کا پانی نکلوایا مگر ملی نہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس انگوٹھی کے گرتے ہی وہ فتن اور حوادث شروع ہوگئے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ میں بکثرت ظہور پذیر ہوئے ہیں

لہ بفتح حاء مہملہ وتشدید الجیم الاولی ومنہال بکسر المیم فسکون نون ۱۲ ق ۵ ہمام بتشدید المیم الاولی ابن یحیی بن دینار اتفق الشیخان علی الاحتجاج بہ ووثقہ غیر واحد کما حکاہ القاری وقال الحافظ فی التقریب ثقہ ربما وہم وبسط القاری فی نصوص من ضعف الحدیث وصححہ ومن تکلم علیہ ابوداؤد فقال ہذا الحدیث منکر والوہم فیہ من ہمام ولم یروہ الا ہمام وقال الترمذی فی جامعہ حسن صحیح غریب قال الحاکم فی مستدرکہ صحیح علی شرط الشیخین وصححہ ابن حبان قال القاری علت ولسلخ الحدیث.

http://mujahid.xtgem.com

قال اتخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتما من ورق فکان فی یدہٖ ثم کان فی ید ابی بکر و عمر ثم کان فی ید عثمان رضی اللہ عنہم حتی وقع فی بئر اریس نقشہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

باب ماجاء فی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتختم فی یمینہ

حدثنا محمد بن سھل بن عسکر البغدادی و عبد اللہ بن عبد الرحمن قالا اخبرنا یحیی بن حسان انا سلیمان بن بلال عن شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر عن ابراھیم بن عبد اللہ بن حنین عن ابیہ عن علی بن ابی طالب

اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں موجود ہونے کو بیان فرماتے ہیں اور اسی باب کی دوسری حدیث میں خود ابن عمر رضی اللہ عنہ انگوٹھی پہننے کی نفی بھی فرما چکے ہیں جسکا بیان پہلے گذر چکا ہے اس حدیث کے تعارض کا ایک خاص جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہونیکا مطلب یہ ہے کہ حضور کے قبضہ میں رہتی تھی، حضور کے پاس رہتی تھی پہننا اسکو لازم نہیں۔ چنانچہ آئندہ باب میں آرہا ہے کہ حضرت معیقیب کے پاس رہتی تھی۔

باب۔ اس بیان میں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی کو دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے

ف۔ پہلے باب میں مصنف نے انگوٹھی کی کیفیت بتلائی تھی۔ اور اس باب میں اسکے پہننے کی کیفیت بتلانا مقصود ہے۔ اس باب میں مصنف نے نو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ ف۔ اس بارہ میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے یا بائیں میں۔ بعض علمائے محدثین اسمیں ترجیح کی طرف مائل ہوئے ہیں چنانچہ امام بخاری و امام ترمذی وغیرہ کی رائے یہی ہے کہ دائیں ہاتھ میں پہننے کی روایات راجح ہیں۔ بعض علماء نے اس طرح جمع کیا ہے کہ اکثر داہنے دستِ مبارک میں پہنتے تھے اور گاہے گاہے بائیں میں بھی پہن لیتے تھے۔ علماء کے درمیان میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ انگوٹھی کونسے ہاتھ میں پہننا افضل ہے۔ خود علمائے حنفیہ میں بھی اختلاف ہے بعض نے بائیں ہاتھ میں پہننے کو افضل بتایا ہے اور بعض نے دونوں کو مساوی بتایا ہے۔ شامی نے بھی دو قول لکھے ہیں۔ ملا علی قاری نے حنفیہ کا ایک قول دائیں کے افضل ہونے کا لکھا ہے لیکن مذہب کے لحاظ سے راجح وہی قول ہے جو علامہ شامی کی تحقیق ہے۔ امام نووی نے دونوں میں بلا کراہت جائز ہونے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے مالکیہ نے بائیں ہاتھ میں پہننے کو افضل بتایا ہے۔ الغرض احادیث سے بھی دونوں فعل ثابت ہیں اور علماء بھی ترجیح کے اعتبار سے دونوں طرف گئے ہیں۔ درمختار میں قہستانی سے نقل کیا ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی کا پہننا روافض کا شعار ہوگیا ہے اسلئے

لہ ای حقیقۃ بان کان لابسہ او فی تصرفہ بان کان عندہ للختم وعلی ہذا فلا ینافی ما تقدم عن ابن عمر بنفسہ انہ کان یختم بہ ولا یلبسہ ویؤید الاول ما فی البخاری عن ابن عمر فلبس فی ثم بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر و عثمان الی آخرہ والاظہر انہم لبسوہ احیانا للتبرک بہ وکان فی اکثر الاوقات عند معیقیب جمعا بین الروایات قالہ القاری ۱۲ سہ ظاہرہ انہ وقع من ید عثمان وھو نص حدیث البخاری عن انس فلما کان عثمان جلس علی بئر اریس فاخرج الخاتم فجعل یعبث بہ فسقط الحدیث واوضح منہ ما فی البخاری عن ابن عمر انہ وقع من عثمان فی بئر اریس وسیاتی فی الباب الآتی انہ سقط من معیقیب وکذا فی بعض طرق عند مسلم قال القاری ۱۲

سہ باب ماجاء الخ اختلف النسخ فی ذکر ہذہ الترجمۃ ففی النسخ الموجودۃ عندنا ہکذا بلفظ کان یتختم فی یمینہ وھکذا فی عامۃ الشروح من المناوی والبیجوری وغیرہما ولم یختر القاری لفظ فی یمینہ فی الترجمۃ ولفظہا باب ماجاء فی تختم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذا فی النسخۃ المکتوبۃ القلمیۃ وھو الاوجہ عندی لئلا یتکلف فی توجیہ الروایۃ التی م

http://mujahid.xtgem.com

رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس خاتمہ فی یمینہ حدثنا محمد بن یحیی انا احمد بن صالح ثنا عبد اللہ بن وھب عن سلیمان بن بلال عن شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر نحوہ حدثنا احمد بن منیع انا یزید بن ھرون عن (۲) حماد بن سلمۃ قال رأیت ابن ابی رافع یتختم فی یمینہ فسألتہ عن ذلک فقال رأیت عبد اللہ بن جعفر یتختم فی یمینہ وقال عبد اللہ بن جعفر کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتختم فی یمینہ حدثنا یحیی بن موسی انا عبد اللہ بن نمیر انا ابراھیم بن الفضل عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن (۳) عبد اللہ بن جعفر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتختم فی یمینہ حدثنا ابو الخطاب زیاد بن یحیی انا عبد اللہ بن میمون عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن (۴) جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اُس سے احتراز واجب ہے صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ ممکن ہے اس زمانہ میں روافض کا شعار ہو اب نہیں ہے حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ سے کوکب دری میں نقل کیا گیا ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی چونکہ روافض کا شعار ہے اسلئے مکروہ ہے حضرت سہارنپوری نے بھی بذل المجہود میں یہی تحریر فرمایا ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ روافض کے کفر میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن انکے فاسق ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور فساق کے ساتھ تشبہ سے بھی احتراز ضروری ہے۔ (۲) حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمن بن ابی رافع کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا میں نے ان سے اسکی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن جعفر کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

(۳) عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسرے طریقہ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ ف ایک حدیث میں اسکے ساتھ یہ بھی نقل کیا گیا کہ زینت دائیں ہاتھ کے ساتھ زیادہ موزوں ہے اسی لئے حافظ ابن حجر جو فن حدیث کے امام ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے احادیث کے دیکھنے سے جو محقق ہوا وہ یہ کہ اگر زینت کے ارادہ سے پہنے تو دایاں ہاتھ موزوں ہے اور اگر مہر لگانے کے ارادہ سے پہنے تو بایاں ہاتھ موزوں ہے کہ دائیں ہاتھ سے اس کو نکال کر مہر لگانے میں سہولت ہے۔ اور احادیث میں دونوں ہاتھوں میں پہننا وارد ہے۔ (۴) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

---

۵۸ بفتح الوحدۃ من یلبس بضم اللام ۱۲ ق ۵۹ ھذا طریق آخر لحدیث شریک المتقدم والظاہر عندی ان الغرض منہ تقویۃ الاتصال فان الحدیث روی عن شریک مسندا و مرسلا فان ابا داؤد اخرجہ من طریق احمد بن صالح عن ابن وھب بھذا السند متصلا ثم قال وقال شریک اخبرنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتختم فی یمینہ اھ و ھذا مرسل وھکذا بالطریقین مسندا و مرسلا اخرجہ النسائی فی سننہ ۱۲ ۶۰ ھذا الحدیث اخرجہ المصنف فی الجامع بھذا السند ثم قال قال محمد ھذا اصح شیٔ روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الباب اھ ۱۲ ۶۱ ھکذا عند المصنف فی الجامع والنسائی فی سننہ بالکنیۃ قال المناوی وتبعہ البیجوری انہ عبد الرحمن وکذا حکی اسمہ فی الحواشی عن العصام وھو الصواب فما فی جمع الوسائل اسمہ عبد اللہ وھم وذکر الحافظ ھذا الحدیث فی تھذیبہ فی ترجمۃ عبد الرحمن بن ابی رافع وقال فی ذیل الکنی ابن ابی رافع عن عبد اللہ بن جعفر ھو عبد الرحمن اھ ولم اجد ترجمۃ عبد اللہ بن ابی رافع فی التہذیب وغیرہ ۱۲ ۶۲ یحیی بن موسی کذا فی المکتوبۃ وکذا فی الشروح الثلثۃ وھو الصواب فما فی النسخ الھندیۃ موسی بن یحیی غلط لیس فی رواۃ الصحاح احد اسمہ موسی بن یحیی فتامل ۱۲ ۶۳ قال العصام لم اجد ترجمتہ وقال القاری لم اطلع علی ترجمتہ قال المناوی ھو قصہ راز ھو ابراھیم بن ... بن الفضل ...

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

کان یتختم فی یمینہ حدثنا محمد بن حمید الرازی ثنا جریر عن محمد بن اسحاق عن ۵ الصلت بن عبد اللہ قال کان ابن عباس یتختم فی یمینہ ولا اخالہ الا قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتختم فی یمینہ حدثنا ابن عمر انا سفین عن ایوب بن موسی عن نافع عن ۶ ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتما من فضة وجعل فصہ مما یلی کفہ ونقش فیہ محمد رسول اللہ ونہی ان ینقش احد علیہ وھو الذی سقط من معیقیب فی بیر اریس حدثنا قتیبة بن سعید قال انا حاتم بن اسمعیل

(۵) صلت بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور مجھے جہاں تک خیال ہے یہ کہا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے۔ **ف** امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو مختصر نقل کیا ہے ابوداؤد شریف میں ذرا تفصیل سے ہے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے صلت کو دائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی (کن انگلی جسکو چھنگلا انگلی بھی کہتے ہیں) میں پہنے دیکھا میں نے اسکے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو ایسے ہی پہنے دیکھا اور اسکے نگین کو اوپر کی جانب رکھا تھا اور جہاں تک خیال ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ذکر کرتے تھے کہ آپ بھی اسی طرح پہنتے تھے۔ اس حدیث میں دو مضمون ہیں ایک یہ کہ نگین کو اوپر کی جانب کر رکھا تھا۔ بذل المجہود میں مرقاۃ الصعود سے نقل کیا ہے کہ نگین کا ہاتھ کے اندر کے حصہ یعنی ہتھیلی کی طرف رکھنا زیادہ صحیح ہے اور اکثر روایات میں وارد ہے۔ چنانچہ شمائل میں بھی آئندہ روایت میں آ رہا ہے علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ یہی افضل ہے اسمیں نگین کی حفاظت بھی ہے اور عجب و تکبر سے حفاظت بھی ہے۔ دوسرا مضمون یہ ہے کہ انگوٹھی کو سب سے چھوٹی انگلی میں پہننا امام نوویؒ نے اسکے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ انگوٹھی اسی انگلی میں ہونا چاہیے اور نگین مردوں کی انگوٹھی میں ہتھیلی کی طرف ہونا چاہیے اور عورتوں کی انگوٹھی میں اوپر کی جانب کہ ان کا پہننا زینت کے لئے ہوتا ہے۔ (۶) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب میں رہتا تھا اس میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا تھا۔ اور لوگوں کو منع فرما دیا تھا کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر یہ کندہ نہ کرائے۔ یہ وہی انگوٹھی تھی جو معیقیب سے حضرت عثمان کے زمانہ میں بیر اریس میں گر گئی تھی۔ **ف** حضورؐ نے اوروں کو اسلئے منع فرما دیا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کمال اتباع میں اگر یہی کندہ کرا لیتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر دوسروں کی مہر کے ساتھ مخلوط ہو جاتی۔ معیقیبؓ ایک صحابی تھے جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے انگوٹھی کے محافظ تھے۔ حضورؐ کے زمانہ میں بھی جن اوقات میں کہ حضورؐ انگوٹھی پہنے ہوئے نہیں

لہ بتشدید الصاد المہملة مفتوحة وسکون اللام ۱۲ م لہ اخالہ ھو بکسر الہمزة افصح من فتحہا والقیاس الفتح وقیل الثانی افصح وفی القاموس الفتح لغة وھو من افعال المشک متکلم بحال ای لا اظنہ والظاہر انہ مقولة الصلت ویحتمل ان یکون لواحد من قبلہ ولم توجد ہذہ الجملة فی بعض الاصول قالہ القاری والحدیث اخرجہ ابوداؤد بروایة یونس بن بکیر عن ابن اسحاق وفی آخرہ قال ولا یخال ابن عباس الا قد کان یذکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس ہکذا ۱۲ لہ علیہ ای علی وفق ہذا النقش لئلا یلتبس ختمہ صلی اللہ علیہ وسلم بختم الغیر وقیل ان نقش خاتم معاذ بن کان ہکذا یحمل علی قبل النہی او علی بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وہذا کلہ علی تقدیر ثبوتہ والا فہو لم یثبت عند المحدثین صرح بہ البیجوری قال المناوی او یحمل علی الخصوصیة وقال ابن جماعة والزین العراقی بلفظ ان النہی خاص بحیاتہ

http://mujahid.xtgem.com

عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال کان الحسنؓ والحسین رضی اللہ عنہما یتختمان فی یسارھما حدثنا

محمد الباقر ١٢

عبد اللہ بن عبد الرحمٰن انا محمد بن عیسٰی وھو ابن الطباع ثنا عباد بن العوام عن سعید بن

ابی عروبۃ عن قتادۃ عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تختم فی یمینہ قال ابو عیسٰی ھذا

ہوتے تھے۔ اسوقت میں معیقیب رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہتی تھی۔ ایسے ہی پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کے دور میں رہا۔ اور ایسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ حکومت میں۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی صورت تھی۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ وہ حضرت عثمان کو انگوٹھی دے رہے تھے یا حضرت عثمان سے لے رہے تھے کہ اس حالت میں انگوٹھی گری اور کنوئیں میں جا پڑی۔ اس میں روایات مختلف ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گری یا حضرت معیقیب کے پاس سے۔ علماء نے یہی صورت جمع کی تجویز فرمائی ہے جو اوپر لکھی گئی۔ اس صورت میں دونوں روایتیں صحیح ہیں اس لئے کہ جب درمیان میں گری تو اس کی نسبت ہر ایک کی طرف صحیح ہے۔ (٧) امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ ف یہ حدیث امام ترمذی رضی اللہ عنہ کے باب کی سُرخی کے خلاف ہوگئی اسلئے کہ باب داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا منعقد فرمایا تھا۔ اسکی توجیہ یہ کیجا سکتی ہے کہ مقصود اس قسم کی روایات سے جبکہ اس باب میں بہت سی روایات اسکے خلاف ہیں اشارہ اسکے ضعف کیطرف ہے بندہ ناچیز کے نزدیک باب میں داہنے ہاتھ کی قید بیان افضلیت کیلئے ہے اور اس نوع کی روایات بیان جواز کے واسطے ہیں۔ بعض اکابر نے یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ ترجمہ میں حسب عادت محدثین کلمہ (ام فی یسارہ) محذوف ہے یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے یا بائیں میں۔ اس توجیہ پر کوئی روایت ترجمہ کے غیر مطابق نہ ہوگی۔ (٨) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ اور حضرت انسؓ ہی سے یہ بھی بعض

لہ کان الحسن بعل غرض المصنف بایرادہ ہذا الاثر علی خلاف ترجمۃ اشارۃ الی شذوذہ او الی ان ہذا موقوف والروایات المرفوعۃ کلہا مصرحۃ باللبس فی الیمین قال الشارح قلت لکن یشکل علیہ تصحیح المصنف ہذا الحدیث فی جامعہ فالاوجہ عندی فی غرض المصنف ان ہذا الحدیث روی موقوفا بفعلہما ومرفوعا لمقلد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو بکر وعمر وعلی والحسن والحسین یتختمون بالیسار اخرجہ البیہقی فی الادب وابو الشیخ فی الاخلاق فغرض المصنف بذکر ہذا الموقوف ترجیح علی المرفوع واللہ اعلم وہذا کلہ علی تقیید الترجمۃ بالیمین واما علی اطلاقہ فلا حاجۃ لہ کما تقدم ثم ہذا الاثر منقطع لان محمد الباقر لم یدرک الحسن والحسینؓ قال القاری وتبعہ المناوی وقیل مرسل باعتبار الحسن متصل ویمکن الاتصال باعتبار الحسینؓ۔ فتامل ١٢ سہ الطباع بتشدید الموحدۃ ای الحکاک ونقاش الی تم قالہ القاری سہ بتشدید الموحدۃ والواو وقال احمد حدیثہ عن سعید بن ابی عروبۃ مضطرب ١٢م سکہ قال ابو عیسٰی الخ لیس ہذا الکلام فی النسخ القلمیۃ ولیس ایضا عند احد من الشراح الثلثۃ کما یظہر من کلامہم فانہم نقلوہ عن جامع المصنف وغرضہ کما یظہر من کلام القاری ان حدیث انس فی التختم فی الیمین او التختم فی الیسار لا یصح من ہذا الطریق والا فقد صح من طریق اخری التختم فیہما وقد اخرج مسلم من طریق حماد بن سلمۃ عن ثابت عن انس قال کان خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذہ واشار الی الخنصر الیسری انتہی قلت وما یخطر فی البال ان غرض المصنف عدم الجزم بالترجیح فی روایات قتادۃ عن انس فی ہذا الباب فان الذین رووا ہذا الحدیث عن انس مختلفۃ قال العینی فی شرح البخاری وقد اختلفت الرواۃ عن انس ہل کان تختم فی یمینہ او یسارہ وقد رواہ عنہ ثابت البنانی وثمامۃ وحمید وشریک علی الشک فیہ وعبد العزیز بن صہیب وقتادۃ والزہری فاما ثمامۃ وحمید وشریک وعبد العزیز فلیس فی روایاتہم تعرض لذکر الیمین او الیسار واما روایۃ ثابت وقتادۃ والزہری ففیہا التعرض لذلک ثم قال واما قتادۃ فاختلف علیہ فیہا فقال سعید بن ابی عروبۃ عنہ عن انس کان یتختم فی یمینہ وقال شعبۃ وعمرو بن عامر عن قتادۃ عن انس کان یتختم فی یسارہ اھ وفی علل لابن ابی حاتم سالتہ عن حدیث رواہ سعید بن بشیر عن قتادۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتما الحدیث قال ابی اما قول تخذ خاتما من فضۃ ونقش علیہ فہو صحیح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واما قولہ وکان یلبسہ فی شمالہ فلا اعلم احدا رواہ الا ما رواہ عباد بن العوام عن سعید عن قتادۃ

http://mujahid.xtgem.com

حدیث غریب لا نعرفه من حدیث سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن انس عن النبی صلی الله علیه وسلم نحو هذا الا من هذا الوجه وروی بعض اصحاب قتادة عن قتادة عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم تختم فی یساره و هو حدیث لا یصح ایضا حدثنا محمد بن عبید المحاربی[۱] ثنا عبد العزیز بن ابی حازم عن موسٰی بن عقبة عن نافع عن[۹] ابن عمر قال اتخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم خاتما من ذهب[۲] فکان یلبسه فی یمینه فاتخذ الناس خواتیم من ذهب فطرحه[۳] رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال لا البسه ابدا فطرح الناس خواتیمهم

(بدون الاضافة ۱۲)

لوگوں نے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ **ف** امام ترمذی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انس کی حدیث میں ہاتھ کی تعیین نہیں ہے یہ محدثین کی غایت احتیاط ہے کہ وہ حدیث کے ہر ہر ٹکڑے پر گہری نظر ڈالتے ہیں کہ کونسی حدیث میں کونسا مضمون صحیح ہے اور کونسا ایسا ہے جو اس حدیث میں صحیح نہیں ہے۔ دوسری حدیثوں میں اگرچہ صحیح طور پر ثابت ہو۔ یہی وہ چیز ہے جس کی بدولت حدیث شریف کا فن آج تک نہایت پختگی اور نورانیت و چمک کے ساتھ دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہننا روایات متعددہ سے ثابت ہے۔ داہنے ہاتھ کی روایات اس باب میں گذر چکی ہیں۔ اور بائیں ہاتھ کی روایات بھی ابوداؤد و مسلم وغیرہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ نووی نے دونوں قسم کی روایات کو صحیح بتایا ہے۔ لیکن محدثین کا قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود متن حدیث کے صحیح ہونے کے اگر کسی خاص طریقہ سے قواعد محدثین کے موافق صحیح نہیں ہوتی تو اس خاص طریقہ پر کلام فرماتے ہیں اسلئے امام ترمذی نے کلام کیا ہے۔ (۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی جسکو اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ صحابہؓ نے بھی اتباعاً سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے بعد وہ انگوٹھی پھینکدی اور یہ فرمایا کہ میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا۔ **ف** سونا ابتداء اسلام میں جائز تھا پھر مردوں کیلئے حرام ہوگیا۔ اس کی حرمت پر جمہور کا اتفاق ہے امام نووی نے اسکی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔ فقہی بحث اس مسئلہ میں طویل ہے جس کا یہ محل نہیں۔

---

[۱] المحاربی بضم اوله والمهملة وکسر الراء وموحدة نسبة لبنی محارب قبیلة من العرب ومحمد بن عبید هذا بدون الاضافة الی اسم الجلالة ۱۲ [۲] قال الزین العراقی نقلا عن البیهقی فی الادب وهذا الخاتم هو الذی کان فصه حبشیا قال ابن حجر هذا هو الناسخ لما مر من قوله صلی الله علیه وسلم فی الاحادیث الصحیحة وقد اخذ ذهبا فی ید وحریرا فی ید وقال هذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثها والائمة الاربعة علی تحریمه النهی عنه فی الصحیحین وغیرهما قال القاری جمهور السلف والخلف علی حرمة التختم بخاتم الذهب للرجال دون النساء والاعتبار بالحلقة عند الحنفیة فلا باس بمسمار الذهب علی الاصح خلافا للشافعیة قال المناوی فتحریمه مجمع علیه الآن فی حق الرجال کما افاده العراقی تبعا للنووی حیث قال اجمعوا علی تحریمه للرجال الا ما حکی عن ابن حزم انه اباحه وعن بعضهم انه مکروه لا حرام هذان باطلان وقائلهما محجوج بالاحادیث التی ذکرها مسلم مع اجماع من قبله علی تحریمه اه قال الزین العراقی لا یصح نقل الاجماع فقد لبسه جمع من الصحابة والتابعین قال القاری فیقول عیاض ان الناس مجمعون علی تحریمه غیر سدید الا ان یقال اراد بالناس الجمهور او یقال انقرض قرن من قال بکراهة التنزیه واستقر الاجماع بعد علی التحریم اه ۱۲ [۳] هذا هو المعروف عند المحدثین ان المطروح خاتم الذهب وقد اخرج ابوداؤد بروایة الزهری عن انس انه رأی فی ید النبی صلی الله علیه وسلم خاتما من ورق یوما واحدا فصنع الناس فلبسوا وطرح النبی صلی الله علیه وسلم فطرح الناس قال القرطبی هو وهم من الزهری عند جمیع اهل

اتخذنا خاتما ونقشنا فیه نقشا فلا ینقش علیه احد

باب ما جاء فی صفة سیف رسول الله صلی الله علیه وسلم

حدثنا محمد بن بشار انا وهب بن جریر انبانا ابی عن قتادة عن[1] انس قال کانت قبیعة سیف رسول الله صلی الله علیه وسلم من فضة حدثنا محمد بن بشار انا معاذ بن هشام ثنی ابی عن قتادة عن[2] سعید بن ابی الحسن قال کانت قبیعة سیف رسول الله صلی الله علیه وسلم من فضة حدثنا ابو جعفر محمد بن صدران البصری انا طالب بن حجیر عن هود وهو ابن عبد الله بن سعید عن[3] جده قال دخل رسول الله

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا بیان

ف۔ علماء کہتے ہیں کہ امام ترمذی نے انگوٹھی کے بعد اس لئے ذکر کیا کہ حقیقۃً اس سے ایک خاص نظام العمل اور دستور السلطنت کی طرف اشارہ ہے کہ اول تبلیغی خطوط سلاطین کے پاس ارسال کئے جائیں اگر وہ مسلمان ہو جاویں تو منافع دین اور دنیوی کے مالک ہیں ہی، ورنہ پھر وہ اور تلوار۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند تلواریں رہیں ان کے خاص خاص نام تھے۔ سب سے پہلی تلوار ماثور تھی جو وراثت میں آپ نے اپنے والد سے پائی تھی۔ ایک کا نام قضیب اور ایک کا قلعی ایک کا بتار ایک کا ذو الفقار وغیرہ وغیرہ تھا۔ امام ترمذی نے اس باب میں چار حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔ (**۱**) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔ **ف** علامہ بیجوری نے لکھا ہے کہ یہ ذو الفقار کا ذکر ہے۔ فتح مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہی تلوار تھی۔ (**۲**) سعید بن ابی الحسن نے بھی یہی نقل کیا ہے کہ حضور کی تلوار کے قبضہ کی موٹھ چاندی کی تھی۔

(**۳**) ہود کے نانا مزیدۃ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور کی تلوار پر سونا اور چاندی تھا۔ طالب جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے پوچھا کہ چاندی کس جگہ تھی۔ انھوں نے فرمایا کہ قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔ **ف** تلوار میں سونا لگانا جمہور علماء کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے اس لئے استدلال نہیں ہو سکتا کہ محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ علامہ توربشتی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اسکی سند قابل اعتماد نہیں ہے البتہ چاندی کی ٹوپی وغیرہ جیسا کہ پہلی روایتوں میں آیا جائز ہے۔ کہتے ہیں کہ چونکہ سونا ناجائز تھا اس لئے راوی نے صرف چاندی کی تحقیق کی کہ کس جگہ تھی سونے کو دریافت بھی نہیں کیا کہ کہاں تھا۔

---

[1] الصفة الوصف والکشف والتبیین والسیف بفتح السین المهملة جمعه سیوف واسیاف وبدأ به فی آلات الحرب لانه اعلاها استعمالا واورد باب لکی تم باب السیف لما علم انه صلی الله علیه وسلم اتخذ الخاتم لیختم به رسائله الی الملوک اشارة الی انه دعاهم الی الاسلام اولا فلما امتنعوا انذرهم ۱۲ ق [2] ه کذا بصیغة التذکیر فی النسخ الهندیة والمصریة من الشمائل۔ وفی الشروح بلفظ کانت بصیغة التانیث وهکذا فی روایة ابی داود والترمذی وغیرهما من حدیث جریر ۱۲ [3] قبیعة بفتح القاف وکسر الموحدة ما علی راس مقبض السیف من فضة او حدیدة علی ما قاله الجوهری وقیل غیر ذلک ۱۲ قاری [4] سعید بن ابی الحسن هو اخو حسن البصری تابعی فالحدیث مرسل وقد اخرجه المصنف فی جامعه من طریق جریر بهذا السند المذکور فی الشمائل ثم قال هذا حدیث حسن غریب وهکذا روی عن همام عن قتادة عن انس وقد روی بعضهم عن قتادة عن سعید بن ابی الحسن قال کانت قبیعة سیف رسول الله صلی الله علیه وسلم من فضة اه وظاهره ان المصنف مال الی ترجیح المسند اذ ذکر متابعة لکن بعضهم رجحوا المرسل کما بسطه الشیخ فی البذل ۱۲ [5] صدران بمهملات کعفران هو محمد بن ابراهیم بن صدران منسوب الی جده ۱۲ [6] حجیر بضم حاء مهملة وفتح جیم وسکون تحتیة آخره راء مهملة ۱۲ ق [7] کذا فی نسخ الشمائل بالتحتیة بعد العین قالت الشراح هکذا فی بعض نسخ الشمائل المصریة المقروءة وصوابه سعد بغیر یاء کما فی بعض

صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ یوم الفتح وعلی سیفہ ذھبٌ وفضۃ قال طالب فسألتہ عن الفضۃ فقال کانت قبیعۃ السیف فضۃ حدثنا محمد بن شجاع البغدادی انا ابو عبیدۃ الحداد عن عثمان بن سعد عن ابن سیرین قال صنعت سیفی علی سیف سمرۃ بن جندب وزعم سمرۃ انہ صنع سیفہ علی سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان حنفیا حدثنا عقبۃ بن مکرم البصری ثنا محمد بن بکر عن عثمان بن سعد بھذا الاسناد نحوہ

باب ماجاء فی صفۃ درع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا ابو سعید عبد اللہ بن سعید الاشج انا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن یحیی بن عباد بن عبد اللہ بن الزبیر عن ابیہ عن جدہ عبد اللہ بن الزبیر عن الزبیر بن العوام قال کان علی النبی

---

(۴) ابن سیرین کہتے تھے کہ میں نے اپنی تلوار سمرۃ رضی اللہ عنہ کی تلوار کے موافق بنوائی اور وہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے موافق بنوائی گئی ہے۔ اور وہ قبیلۂ بنو حنیفہ کی تلواروں کے طریق پر تھی۔ **ف** بنو حنیفہ عرب کا ایک قبیلہ ہے جو تلواروں کے عمدہ بنانے میں بہت مشہور ہے یہ سب لوگ یکے بعد دیگرے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ویسی ہی تلوار بناتے رہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ کا بیان

ف۔ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے پاس سات زرہ تھیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ ذات الفضول۔ جو اپنی وسعت کیوجہ سے اس نام کے ساتھ مشہور تھی اور یہی وہ زرہ ہے جس کا قصہ حدیث کی کتابوں میں آتا ہے جو ابو الشحم یہودی کے پاس رہن تھی۔ اور باقی چھ کے نام یہ ہیں:۔ ذات الحواشی۔ ذات الوشاح۔ فضہ۔ سغدیہ۔ تبراء۔ خرنق۔ اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

(۱) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر اُحد کی لڑائی میں دو زرہ تھیں (ایک ذات الفضول۔ دوسری فضہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چٹان کے اوپر چڑھنے کا ارادہ فرمایا مگر (وہ اونچی تھی۔ اور دو زرہوں کا وزن نیز غزوہ احد میں وہ تکلیفیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھیں کہ جن کی وجہ سے چہرۂ مبارک خون آلود ہوگیا تھا غرض ان وجوہ سے) حضور اس چٹان پر چڑھ نہ سکے۔ اسلئے حضرت طلحہ کو نیچے بٹھا کر ان کے ذریعہ سے اس چٹان پر چڑھے۔

---

۱ فضۃ یخالف مسلک الحنفیۃ اذ قال الشامی ولا یتحلی الرجل بذھب وفضۃ الا بخاتم ومنطقۃ وعلیہ سیف منہا ای من الفضۃ لا من الذھب اھ وکذلک عند الشافعیۃ وغیرہم قال القاری لا یعارض ہذا ما تقرر من حرمۃ بالذھب لان ہذا الحدیث ضعیف لا یصح الجواب بان ہذا قبل ورود النہی عن تحریم الذھب لان تحریمہ کان قبل الفتح علی ما نقل اھ قلت لا حاجۃ الی الجواب بعد ان قال فیہ ابن القطان رادا علی تحسین الترمذی انہ ضعیف لا حسن وقال ابو حاتم منکر قال فی المیزان صدق ابن القطان و ہذا منکر وما علمنا فی حلیۃ سیفہ ذہبا قال التوربشتی ہذا الحدیث لا تقوم بہ حجۃ وذکر ابن عبد البر فی استیعابہ انہ لیس بقوی ۱۲ ۲ وکان حنفیا مقولہ ابن سیرین علی الارسال او مقول سمرۃ ہذا اذا ارجع الضمیر الی سیفہ صلی اللہ علیہ وسلم ویحتمل ان یکون المراد بہ سیف سمرۃ فیکون من کلام ابن سیرین لا غیر ۳ عقبۃ بضم فسکون ومکرم بنا الجہول من الاکرام قالہ القاری قال المناوی وہو من جعلہ بناء الفاعل ۱۲ ۴ صفۃ درع بحذف المضاف ای صفۃ لبسہ لیوافق حدیثی الباب وہو بدال المہملۃ مکسورۃ فراء ساکنۃ جنۃ من حدید تصنع حلقا ملتقا تلبس للحرب ۵ ہکذا فی نسخ الشمائل قال میرک ہکذا وقع فی بعض نسخ الشمائل وکذا وقع فی اصل سماعنا لکن مع ہذا حذف فی بعض النسخ ذکر الزبیر واقتصر علی عبد اللہ بن الزبیر وہو خطاء والصواب اثباتہ فی الاسناد لانہ ہکذا ذکرہ المصنف فی جامعہ وبذکرہ یکون الحدیث مسند امعہ ابن الزبیر فی السنۃ الثانیۃ من الہجرۃ واحد فی الثالثۃ اھ ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد درعان فنہض الی الصخرۃ فلم یستطع فاقعد طلحۃ تحتہ فصعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی استوی علی الصخرۃ قال فسمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اوجب طلحۃ

حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفین بن عیینۃ عن یزید بن خصیفۃ **عن** السائب بن یزید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علیہ یوم احد درعان قد ظاہر بینہما

زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ طلحہ نے (جنت کو یا میری شفاعت کو) واجب کرلیا۔ **ف** جنگ اُحد میں لڑائی کی حالت نہایت خطرناک تھی حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وہم بعض لوگوں کو ہوگیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس اونچی جگہ اسلئے تشریف لیگئے تھے تاکہ سب صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مطمئن ہوجاویں۔ اور بعض اکابر نے لکھا ہے کہ کفار کے دیکھنے کے لئے چڑھتے تھے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُحد کی کمال شجاعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا۔ حتیٰ کہ صحابہ جب غزوۂ اُحد کا ذکر فرماتے تو کہتے تھے کہ یہ دن تمام کا تمام طلحہ کا ہی۔ حضرت طلحہ نے اپنے آپ کو حضور کی ڈھال بنا رکھا تھا۔ اسّی سے زائد زخم ان کے بدن پر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا حتیٰ کہ ان کا ہاتھ بھی شل ہوگیا تھا۔ (۲) سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر جنگ اُحد میں دو زرہیں تھیں جنکو اوپر نیچے پہن رکھا تھا۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دو زرہ پہننا یہ حضور کے کمال توکل کے منافی نہیں۔ اسلئے کہ اول تو کمال سلوک خود صوفیا کے یہاں بھی رجوع الی البدایت ہے یعنی عام معاملات میں عام لوگوں جیسا برتاؤ ہو لیکن شریعت کی پابندی طبیعت بنجائے۔ دوسرے یہ بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں اس قسم کے امور اُمت کو تعلیم کے لئے ہوا کرتے ہیں اور یہ ظاہر بات ہے۔ تیسری بات یہ بھی ہے کہ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے یایہا الذین اٰمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات او انفروا جمیعا (سورہ نساء رکوع ۱۰) اے ایمان والو (کافروں کے مقابلہ میں) اپنی تو احتیاط رکھو یعنی ان کے داؤگھات سے بھی ہوشیار رہو اور مقابلہ کے وقت سامان ہتھیار ڈھال وغیرہ سے بھی درست رہو) پھر (ان سے مقابلے کے لئے) متفرق طور پر یا مجتمع طور پر (جیسا موقع ہو) نکلو۔ (بیان القرآن) اسلئے حفاظت کا حسب موقع سامان لینا آیت شریفہ کا امتثال ہے اور حضور سے زیادہ اللہ جل شانہ کے ارشادات پر عمل کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔ اسی سلسلہ میں زرہ خود وغیرہ جملہ احتیاطی سامان کا استعمال ہے۔

لہ قال میرک ہما ذات الفضول والفضۃ کما رواہ بعض اہل السیر عن محمد بن مسلمۃ اھ ۱۲ لہ ای متوجہا الیہا لیستعلیہا فیراہ الناس فیعلمون حیاتہ ویجتمعون عندہ ۱۲ ق لہ ای لنفسہ الجنۃ او الشفاعۃ او المثوبۃ العظیمۃ بفعلہ ہذا او بما فعل ذلک الیوم حیث جعل نفسہ فداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی شلت یدہ ۱۲ ق لہ ہکذا فی ابن ماجہ بروایۃ ہشام بن عمار ثنا سفیان بن عیینۃ عن یزید بن خصیفۃ الخ واخرجہ ابو داؤد بالشک و لفظہ حدثنا مسدد نا سفیان قال حسبت انی سمعت یزید بن خصیفۃ الخ ۱۲ لہ خصیفۃ بخاء معجمۃ وصاد مہملۃ مصغرا ویزید ابن عبد اللہ بن خصیفۃ منسوب الی جدہ ۱۲ لہ السائب الحدیث مرسل فان سائبا لم یکن فی احد حضر حجۃ الوداع مع ابیہ وہو ابن سبع سنین قالہ القاری وقد اخرجہ ابو داؤد عنہ عن رجل وبسط الشیخ فی البذل الکلام علی ہذا المبہم فارجع الیہ ۱۲ لہ ظاہر ای لبس احدہما فوق الاخری فیہ تعلیم واشعار بان التوقی من الاعداء لا ینافی التوکل والرضاء والتسلیم وقد روی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم اعقلہا وتوکل ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

باب ما جاء فی صفۃ مغفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا مالک بن انس عن ابن شہاب عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ وعلیہ مغفر فقیل لہ ھذا ابن خطل متعلق باستار الکعبۃ فقال اقتلوہ حدثنا عیسی بن احمد ثنا عبداللہ بن وھب ثنی مالک بن انس عن ابن شہاب

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خود کا ذکر

ف۔ خود لوہے کی بنی ہوئی ٹوپی ہوتی ہے۔ جو لڑائی کے وقت سر کی حفاظت کے لئے اوڑھی جاتی ہے۔ مصنف نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھی (حضور جب خود اتار چکے اور اطمینان ہوگیا تو) کسی نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ ابن خطل کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے ہے حضور نے فرمایا کہ اسکو قتل کردو۔ ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے لیے جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ہیں تو اہل مکہ پر ایک ایسی دہشت اور گھبراہٹ سوار تھی جسکی کوئی انتہا نہ تھی۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت شفقت اور مہربانی کی وجہ سے یہ فرما دیا تھا کہ جو شخص بیت اللہ میں داخل ہو جاوے وہ مامون ہے اور جو اپنے گھر میں داخل ہو جاوے وہ مامون ہے جو ہتھیار ڈالدے وہ مامون ہے وغیرہ وغیرہ۔ البتہ گیارہ مرد اور چھ عورتیں ایسی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے کہ ان کے جرائم ناقابل عفو تھے ان کے خون ہدر کر دیے تھے۔ اور اس معافی کے عام اعلان سے ان کو مستثنیٰ کر دیا تھا اور ارشاد فرما دیا تھا کہ ان لوگوں کو امن نہیں ہے۔ ان میں سے بھی سات مرد اور دو عورتیں مسلمان ہو کر معافی میں آگئے تھے۔ باقی چار مرد اور چار عورتیں قتل کیے گئے۔ منجملہ ان آٹھ کے ابن خطل تھا یہ شخص اول مدینہ منورہ حاضر ہو کر مسلمان ہوا اور عبداللہ نام رکھا گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قبیلہ کی زکوٰۃ لینے کیلئے اسکو بھیجا اس نے اپنے ایک مسلمان غلام کو اس جرم میں جان سے مار ڈالا کہ اس نے کھانا پکانے میں کچھ دیر کر دی تھی۔ اور خود اس خوف سے کہ مدینہ منورہ لوٹا تو قصاص میں قتل کر دیا جاؤنگا۔ مرتد ہو کر مکہ مکرمہ چلا آیا تھا۔ وہاں پہنچکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور دو باندیاں گانے والیاں خریدیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کے اشعار سے اسکو خوش کیا کرتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ آٹھ کے اس کا بھی خون ہدر کر دیا تھا۔ اسی لئے باوجود بیت اللہ میں داخل ہونے کے اسکو قتل کر دیا گیا۔ اسکے قاتل میں محدثین کے بہت سے اقوال ہیں کہ کس نے قتل کیا۔ اس حدیث میں ایک فقہی بحث بھی ہے کہ حدود و قصاص حرم میں قائم ہو سکتی ہیں یا نہیں مسئلہ تفصیل طلب ہے

۱؎ بکسر المیم وفتح الفاء الحدیث البیضۃ ویطلق علی البیضۃ ایضا کذا فی المغرب وقیل ہی حلقۃ تنسج من الدروع علی قدر الراس وفی المحکم ہو ما یجعل من فضل درع الحدید علی الراس کالقلنسوۃ وقیل ہو رفرف البیضۃ ۱۲ق ۲؎ قال ہالی اتفقا ذکر ابن بطال ۱۲ انکر علی مالک تفردہ وعلیہ المغفر وانہ تفرد بہ والمحفوظ انہ دخل وعلیہ عمامۃ سوداء رخم اجاب عن دعوی التفرد بانہ دجلی کتاب حدیث الزہری تصنیف النسائی ہذا الحدیث من روایۃ الاوزاعی عن الزہری مثل ما رواہ مالک وعلی الحدیث ابلا خربانہ دخل وعلی راسہ المغفر کانت العمامۃ فوقہ وذکرا الی لفظ ان یضعہ عشر نفسا رووہ عن الزہری غیر مالک بین محارجہا ۱۲ ۳؎ قال المناوی یعنی قال لہ سعید بن حریث اہ قلت وہذا یخالف ما یاتی فی الحدیث الاتی ۱۲ ۴؎ ابن خطل بمعجمۃ فمہملۃ مفتوحتین کان اسمہ عبدالعزی وکنی بجدہ فاسلم فسمی عبداللہ وکتب الوحی ثم ارتد والعیاذ باللہ وقتل مسلما واتخذ جاریتین تغنیان بہجاء علیہ الصلوۃ والسلام فاہدر دمہ ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

عن٢ انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل مكة عام الفتح وعلٰى راسه المغفر قال فلما نزعه جاءه رجل[1] فقال ابن خطل متعلق باستار الكعبة فقال اقتلوه[2] قال ابن شهاب وبلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يومئذ محرما[3]

باب ما جاء في عمامة النبي صلى الله عليه وسلم

حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مهدي عن حماد بن سلمة ح وثنا محمود بن غيلان

اور عام ضرورت بھی اس سے متعلق نہیں اسلئے اختصاراً ترک کر دیا گیا۔ لیکن ایسے مواقع پر اسلئے تنبیہ کر دی جاتی ہے کہ اگر علم دوست حضرات یا طلبہ میں سے کوئی دیکھے تو وہ اس تنبیہ کے بعد مراجعت مشائخ سے تحقیق کر لے۔ اسی طرح اس حدیث سے مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کا جواز معلوم ہوتا ہے جس کا بیان دوسری حدیث میں آرہا ہے (٢) حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو حضور کے سر مبارک پر خود تھی جب حضور نے اسکو اتار دیا تو ایک آدمی آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ابن خطل کعبہ کے پردہ سے لپٹا ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ امن والوں میں نہیں اسکو قتل کر ڈالو۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس روز محرم نہیں تھے۔

ف یہ اخیر جملہ امام زہری کا بھی ایک فقہی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہونا جائز نہیں اسلئے کہ حدیث شریف میں میقات سے بدون احرام کے تجاوز کرنے کی ممانعت آئی ہے اور شافعیہ کے نزدیک اس حدیث کی بنا پر جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث اسلئے حجت نہیں بن سکتی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فتح مکہ کی غرض سے اس دن کی حرمت اٹھا دی گئی تھی چنانچہ بخاری وغیرہ کی روایات میں اسکی تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے لئے آج کے دن یہ حلال تھا کسی اور کے لئے نہیں ہے۔ ابن خطل کا کعبہ کے پردہ سے لپٹنا ممکن ہے آہ وزاری اور دعا کی غرض سے ہو کہ اسکو چونکہ امن نہیں دیا گیا تھا اور اپنی تمام حرکات بھی یاد تھیں کہ میں نے مرتد ہو کر کیا کچھ نہیں کیا اسلئے دعا کی غرض سے ایسا کر رہا ہو۔ گو کعبہ کی تعظیم و تکریم تو یہ لوگ کرتے ہی تھے اور اقرب یہ ہے کہ سابقہ دستور کے موافق اس وجہ سے امن کی امید ہو کہ کعبہ کی تعظیم کی وجہ سے مجرموں کو اس حال میں قتل نہیں کیا جاتا تھا۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کا ذکر

ف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مشہور روایات میں نہیں ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں سات ذراع آتی ہے۔

---

[1] رجل قال الحافظ لم اقف على تسمية وزعم الفاكهي في شرح العمدة انه فضيلة بن عبيد ابو بردة الاسلمي قاله المناوي قال الحافظ وكانه رجح عنده انه هو الذي قتله رأى انه هو الذي جاء مخبرا لقصة ثم بسط الاختلاف في قاتله وجزم به العيني اذ قال هو ابو برزة الاسلمي بفتح الموحدة وسكون الراء وفتح الزاي اسمه نضلة بن عبيد وجزم به الكرماني والفاكهي اه وهذا يخالف ما تقدم في الحديث السابق عن المناوي ١٢ [2] قال عصام وتبعه المناوي انه تعلق بها متمسكا بقوله تعالى ومن دخله كان آمنا وتعقبه القاري بان التمسك غير صحيح فانه لم يكن مؤمنا وانما تعلق بها هو من عادة الجاهلية انهم كانوا يعظمون من تمسك بذيلها في كل جريمة اه ١٢

[3] واختلف فيمن قتله على اقوال بسطها الحافظ في الفتح ١٢ [3] لم يكن محرما اختلف العلماء في جواز دخول مكة بغير احرام والصحيح من قولي الشافعي المشهور عندهم جوازه مطلقا وعن الائمة الثلاثة على المشهور عندهم وجوب الاحرام قال ابن عبد البر اكثر الصحابة والتابعين على الوجوب واجاب الطحاوي عن دخوله عليه الصلوة والسلام

http://mujahid.xtgem.com

ثنا وكيع عن حماد بن سلمة عن ابى الزبير عن[۱] جابر قال دخل النبى صلى الله عليه وسلم مكة يوم الفتح[۱] وعليه عمامة سوداء[۲] حدثنا ابن ابى عمر ثنا سفين[ابن عيينة ۱۲] عن مساور[۳] الوراق[۴] عن جعفر بن عمرو بن حريث عن[۲] ابيه قال رأيت على[۵] رسول الله صلى الله عليه وسلم عمامة سوداء حدثنا محمود بن غيلان ويوسف بن عيسى قالا ثنا وكيع مساور الوراق عن جعفر بن عمرو بن حريث عن[۳] ابيه ان[۶]

بیجوری نے ابن حجر سے اس حدیث کا بے اصل ہونا نقل کیا ہے۔ علامہ جزری کہتے ہیں کہ میں نے سیر کی کتابوں کو خاص طور سے تلاش کیا مگر حضور کے عمامہ کی مقدار مجھے نہیں ملی۔ البتہ امام نووی سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے ایک چھوٹا چھ ہاتھ کا مناوی کے قول کے موافق اور سات ہاتھ کا ملا علی کے قول کے موافق اور ایک بڑا بارہ ہاتھ کا۔ صاحب مدخل نے حضور کے عمامہ کی مقدار فقط سات ہی ہاتھ بتائی ہے دوسرا نہیں بتایا۔ عمامہ کا باندھنا سنت مستمرہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے (فتح الباری) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کیا عمامہ باندھنا سنت ہے انھوں نے فرمایا ہاں سنت ہے (عینی) ایک حدیث میں آیا ہے عمامہ باندھا کرو عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کر نیوالا ہے (عینی) اس باب میں مصنف نے پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

ف۔ یہ حدیث بظاہر گذشتہ باب کی روایات کے خلاف ہے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود پہنے ہوئے مکہ مکرمہ میں تشریف لیجانا وارد ہوا ہے لیکن حقیقۃً کوئی اختلاف نہیں اسلئے کہ خود زیر عمامہ ہونے میں کوئی بُعد نہیں دونوں روایتیں بسہولت جمع ہو سکتی ہیں بعض علمائنے لکھا ہے کہ داخلہ کے وقت تو خود سر مبارک پر تھی اسکے بعد متصلاً ہی عمامہ باندھ لیا تھا چونکہ وہی وقت تقریباً تھا اسلئے اس روایت میں داخلہ کا وقت کہا گیا۔ بعض علمائنے لکھا ہے کہ لوہے کی ٹوپی کی اذیت کی وجہ سے اسکے نیچے عمامہ باندھ رکھا ہوگا۔ (۲) عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔ **ف** مسلم شریف اور نسائی شریف میں ہے عمرو بن حریث کہتے ہیں وہ منظر گویا اسوقت میرے سامنے ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے سیاہ عمامہ آپکے سر مبارک پر تھا اور اُسکا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا۔ (۳) عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور حضور کے

[۱] قال الزين العراقي اختلفت الفاظ حديث جابر فى المكان والزمان الذى لبس فيه العمامة السوداء فالمشهور انه يوم الفتح وفى رواية البيهقى فى الشعب يوم ثنية المنقل وذلك يوم الحديبية ويجاب بان هذا ليس باضطراب وانه لبس يوم الحديبية والفتح معا الا ان الاسناد واحد فليتامل ۱۲ م [۲] يخالف ما تقدم فى الباب السابق من المغفر قال المناوى وفى القاموس ان العمامة بالكسر المغفر والبيضة وما يلف على الرأس اه فلا حاجة الى الجواب على ذلك ۱۲ [۳] بضم ميم وكسر واو وراء قاله القارى قال النووى بسين مهملة اسم فاعل وصحف من قال مبادر اه ۱۲ [۴] الوراق بتشديد الراء بائع الورق او صانعه او منسوب الى ورق الشجر قال القارى وقال السمعانى اسم لمن يكتب المصحف وكتب الحديث وغيرها وبقع لمن يبيع الورق ببغداد ۱۲ [۵] قال القارى هذا يحتمل ما م الفتح وغيره وحال الخطبة وغيرها يوم الجمعة وغيره ويبعد ما بينه فى الحديث الاتى اه [۶] قال ميرك حديث عمرو بن حريث فى معنى حديث جابر واورده المصنف بطريقين وزاد فى الطريق الثانى خطب الناس اى يوم

http://mujahid.xtgem.com

النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس[1] وعلیہ عمامۃ[2] سوداء حدثنا ھٰرون بن اسحاق الھمدانی ثنا یحیی بن محمد المدینی[3] عن عبدالعزیز بن محمد عن عبید اللہ بن عمر[4] عن نافع عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتم سدل[5] عمامتہ بین کتفیہ[6] قال نافع وکان ابن عمر یفعل ذلک قال عبید اللہ ورأیت القاسم بن محمد وسالما یفعلان ذلک حدثنا یوسف بن عیسٰی ثنا وکیع ثنا ابو سلیمان وھو عبد الرحمٰن بن الغسیل[7] عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس وعلیہ عصابۃ[8] دسمۃ

سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ **ف** مشہور قول کے موافق یہ خطبہ فتح مکہ کا خطبہ ہے جو کعبہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہوکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جس کا ذکر پہلی حدیثوں میں حضرت جابر کی روایت سے گذر چکا ہے۔ لیکن بعض لوگوں نے اس لئے کہ اس قصہ میں بعض جگہ منبر کا لفظ آیا ہے اور فتح مکہ کا وہ خطبہ منبر پر نہیں تھا۔ اسلئے مدینہ منورہ کا کوئی اور خطبہ جمعہ کا مراد لیا ہے کہ بعض حدیثوں میں اس قصہ میں جمعہ کا لفظ بھی موجود ہے۔ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں میرک شاہ سے نقل کیا ہے کہ یہ خطبہ حضور کے مرض وصال کا ہے۔ واللہ اعلم (**۴**) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اسکے شملہ کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ڈال لیتے تھے۔ نافع یہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا ہی کرتے دیکھا۔ عبید اللہ جو نافع کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم بن عبداللہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ شملہ کے بارہ میں مختلف رہی ہے۔ شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر تھا حتی کہ بعض علماء نے یہاں تک لکھدیا کہ بغیر شملہ کے باندھنا ثابت ہی نہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ گاہے بغیر شملہ چھوڑے بھی عمامہ باندھ لیتے تھے اور شملہ چھوڑنے میں بھی مختلف معمول رہا ہے اور کبھی آگے دائیں جانب کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے تھے۔ کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقہ پر چھوڑ لیتے تھے۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ ثابت اگرچہ سب صورتیں ہیں لیکن ان میں افضل اور زیادہ صحیح دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ہے۔ (**۵**) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا یا چکنی پٹی تھی **ف** یہ قصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کا ہے اور آخری

---

[1] قال القاری ای علی المنبر کما فی روایۃ مسلم وبھذا یندفع ما قال بعضھم من ان لبس السواد کان فی فتح مکۃ فقد کان خطبۃ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ لم یکن علی المنبر بل کان علی باب الکعبۃ ولذا ذکرہ صاحب المصابیح فی باب خطبۃ الجمعۃ اھ قلت ولفظ المشکوٰۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارخی طرفیھا بین کتفیہ یوم الجمعۃ رواہ مسلم اھ قلت لکن للامام مسلم اخرجہ فی باب دخول مکۃ بغیر احرام ولفظہ کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء الحدیث لیس فیہ لفظ الجمعۃ ۱۲ [2] قال المناوی وفی نسخۃ عصابۃ قلت ولعل ذلک الباعث لمیرک شاہ اذ قال ہذہ الخطبۃ وقعت فی مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی توفی فیہ اھ کذا حکی عنہ القاری فی المرقاۃ ۱۲ [3] کذا فی الشروح وکذا فی حواشی الہندیۃ بطریق النسخۃ وفی متونھا المدنی قال القاری والمناوی وغیرہما نسبۃ الی مدینۃ السلام علی الاصح زاد المناوی احترازا عن یحیی بن محمد المدنی وھو اثنان آخران اھ قلت ولفظ المدینی ذکرہ المصنف فی الجامع بھذا الاسناد ۱۲ [4] قال القاری ای ارخی طرفھا الذی یسمی العلاقۃ وقال المناوی ہل المراد یسدل الطرف الاسفل حتی یکون عذبۃ او یسدل الطرف الاعلی کل محتمل اھ ۱۲ [5] قال میرک قد ثبت فی السیر بروایات صحیحۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرخی علاقتہ احیانا بین کتفیہ واحیانا یلبس العمامۃ من غیر علاقۃ ۱۲ [6] ابن الغسیل منسوب الی جد ابیہ لان عبدالرحمٰن ہذا ھو ابن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل المعروف بابن الغسیل والغسیل لقب لجد ابیہ حنظلۃ ۱۲ [7] عصابۃ وفی روایۃ عمامۃ والعصابۃ ہی العمامۃ کما فی القاموس

باب ماجاء فی صفۃ ازار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا احمد بن منیع ثنا اسمٰعیل بن ابراھیم ثنا ایوب عن حمید بن ھلال

وعظ ہے کہ اسکے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ منبر پر تشریف لیگئے نہ کوئی خطبہ پڑھا۔ اس میں انصار کی مراعات کا خاص طور سے حضور نے ذکر فرمایا۔ ان کے محاسن اور احسانات گنوائے اور یہ ارشاد بھی فرمایا کہ جو تم میں سے کسی چیز کا بھی امیر بنایا جائے وہ ان کی خاص طور سے رعایت کرے۔ اسوقت حضور کے سر میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے پٹی کا باندھنا بھی موجب ہے اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تیل کی زیادہ مالش ہوتی تھی، جیسا کہ آئندہ آنے والا ہے۔ اسلئے اس پٹی کا چکنا ہونا بھی قرینہ قیاس ہے اور سیاہ عمامہ تو ظاہر ہے اس میں کسی قسم کا بُعد نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی ہی غرض علما اس کے مطلب میں دونوں طرف گئے ہیں کہ بعض علما نے سیاہ عمامہ کا ترجمہ فرمایا ہے اور بعض نے چکنی پٹی کا اور دونوں صحیح ہیں کہ لفظ بھی دونوں کو محتمل ہے اور معمول بھی دونوں کے موافق ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی ابن الغسیل ہیں جو حضرت حنظلہ غسیل الملئکہ کی اولاد میں۔ حضرت حنظلہ کا لقب غسیل الملئکہ پڑ گیا تھا جس کا ترجمہ فرشتوں کا غسل دیا ہوا ہے، ان کا عجیب واقعہ گذرا ہے کہ جسوقت اُحد کی لڑائی کے لئے کوچ ہوا ہے اور روانگی کا اعلان ہوا تو یہ اپنی اہلیہ کے ساتھ مشغول تھے اس حالت میں شور سُننا معلوم ہوا کہ قافلہ روانہ ہو رہا ہے یہ بھی خبر سنتے ہی ساتھ ہو لئے اور اتنی مہلت نہ ہوئی کہ غسل سے فراغت پاتے وہاں پہنچکر شہید ہو گئے۔ چونکہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا اسلئے ان کو بھی غسل نہیں دیا گیا مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں اسلئے تحقیق فرمایا اور واپسی پر انکی اہلیہ سے یہ سارا حال معلوم ہوا۔ درحقیقت ان حضرات کے نزدیک دین پر مر مٹنا اسکے لئے جان دیدینا اتنا ہی سہل تھا جتنا ہم لوگوں کو اپنی خواہشات دنیوی میں مشغول و منہمک ہو جانا آسان ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لُنگی کا ذکر

ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ لنگی باندھنے کی تھی۔ پاجامہ پہننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف فیہ ہے، علامہ بیجوری کی تحقیق کے موافق راجح قول پہننے کا عدم ثبوت ہے البتہ یہ محقق ہے کہ حضور کے پاس موجود تھا حتی کہ کہا گیا ہے کہ وصال کے بعد ترکہ میں بھی تھا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضور نے خریدا تو ہے ہی اور ظاہر ہے کہ پہننے ہی کے لئے خریدا ہے اسکے علاوہ متعدد احادیث میں حضور کا پہننا بھی وارد ہے اور صحابہ کرام تو حضور کی اجازت سے پہنتے ہی تھے (زاد المعاد) ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ اہل کتاب لنگی نہیں باندھتے پاجامہ پہنتے ہیں۔ حضور نے فرمایا تم لوگ ان کا خلاف کرو پاجامہ بھی پہنو لنگی بھی باندھو۔ ابو ہریرہؓ ایک طویل حدیث کے سلسلہ میں کہتے ہیں میں نے حضور سے پوچھا آپ کبھی پاجامہ پہنتے ہیں حضور نے فرمایا پہنتا ہوں مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے اس سے زیادہ پردہ اور چیزوں میں نہیں ہے۔ لیکن محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے (نیل الاوطار) حضور کا معمول لنگی باندھنے کا اور چادر اوڑھنے کا اکثر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر چار ہاتھ لانبی اور اڑھائی ہاتھ۔ اور ایک قول کے موافق چھ ہاتھ لانبی اور تین ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی بتائی جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی چار ہاتھ

http://mujahid.xtgem.com

عن[1] ابی بردة قال اخرجت الینا عائشة رضی الله عنها کساء ملبدا وازارا غلیظا فقالت قبض روح رسول الله صلی الله علیه وسلم فی هذین حدثنا محمود بن غیلان انا ابو داود عن شعبة عن الاشعث بن سلیم قال سمعت عمتی[3] تحدث عن[2] عمها قال بینا انا امشی بالمدینة اذا انسان خلفی یقول ارفع

بالکسر فیسترا علی البدن ۱۲م

مصغرا ۱۲

اور ایک بالشت لانبی اور دو ہاتھ چوڑی لکھتے ہیں۔ اس باب میں مصنف نے چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) ابوبردہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھلائی اور یہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔ **ف** یعنی وصال کے وقت تک حضور کا معمول ایسے ہی کپڑوں کے استعمال کا تھا حالانکہ اس وقت فتوحات بھی شروع ہو چکی تھیں فی الجملہ وسعت بھی ہو گئی تھی۔ خیبر کی فتح کے بعد سے مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہونا شروع ہو گئی تھی اور فتح مکہ کے بعد سے تو دوسرے سلاطین اور دوسرے ملکوں سے ہدایا اور نذرانوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا لیکن حضور کا معمول اپنی معیشت کیلئے وہی قدیم طرز رہا اور جو کچھ آتا اسکو دوسروں پر تقسیم فرما دیتے جسکا کچھ نمونہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں۔ امام نووی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس جیسی حدیثیں اس طرف مشیر ہیں کہ حضور کو دنیاوی لذات اور تنعمات سے اعراض تھا۔ موٹا کپڑا تواضع اور انکسار کی طرف لیجاتا ہے۔ اور باریک عمدہ لباس بسا اوقات عجب و تکبر اور خود بینی پیدا کرتا ہے۔ مجھ سے میرے محترم بزرگ مولانا مولوی حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی ثم الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا عجیب غریب قصہ نقل فرمایا کہ حضرت اقدس جب حج کو تشریف لیگئے تو مطاف کے کنارہ پر ایک نابینا بزرگ تشریف فرما تھے جب حضرت طواف میں اسطرف گذرتے تو وہ (البس لباس الصالحین) ہلکی آواز سے کہتے اور جب حضرت طواف سے فراغت پر اس طرف تشریف لیگئے تو انھوں نے خشن خشن (موٹا موٹا) فرمایا جس سے تنبیہ مقصود تھی کہ صلحاء کا لباس موٹا کپڑا ہے۔ یہ اکثری لباس تھا اور بعض اوقات عمدہ کپڑا بھی پہننا ثابت ہے جو بعض دینی مصالح کی وجہ سے نیز ترکِ تکلف کی وجہ سے تھا کہ جیسا مہیا ہو گیا پہن لیا یہ نہیں کہ عمدہ کپڑے سے خصوصی احتراز فرماتے۔ (۲) عبید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جا رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سے یہ کہتے سنا کہ لنگی اوپر کو اٹھاؤ کہ اس سے نجاست ظاہری اور باطنی تکبر وغیرہ سے (نظافت بھی زیادہ حاصل رہتی ہے اور کپڑا زمین پر گھسٹ کر خراب اور میلا ہونے سے) محفوظ رہتا ہے۔ میں نے کہنے والے کیطرف متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا حضور یہ ایک معمولی سی چدریہ ہے اس میں کیا تکبر ہو سکتا ہے اور کیا اسکی حفاظت کی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی مصلحت تیرے نزدیک نہیں تو کم از کم میرا اتباع تو کہیں گیا ہی نہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کو دیکھا تو نصف ساق تک تھی۔

---

[1] ابو بردة کذا فی النسخ بالموحدة والراء وفی بعض النسخ من لفظ ابی ہریرة غلط ثم یوجد فی بعض النسخ بعد ابی بردة لفظ عن ابیہ وجدہا ابو موسی الاشعری ولیس فی اکثر النسخ المکتوبة والمطبوعة الا انہ جزم بہ المناوی فی اصلہ والصواب حذفہ لان ابا بردة وان ثبت روایتہ عن ابیہ وعائشة کلیہما لکن ہذا الحدیث اخرجہ المصنف فی جامعہ بہذا السند بعینہ وابو داود وفی اللباس البخاری فیہ وفی الجہاد والخطیب فی المشکوة وغیرہم ولیس عند احد منہم لفظ عن ابیہ ابو بردة ہذا جد ابی الحسن الاشعری علامة المعروف فی الکلام ۱۲ ملبدة بتشدید الموحدة المفتوحة ای مرقعا یقال لبدت الثوب اذا رقعتہ وقیل التلبید جعل بعضہ ملتزقا ببعض کالزبال ونحوہ ولیلتزم الکم بجعلہ علی بعض قال القاری وقال المناوی اصلہ الذی یجعل فی راسہ لزوقا من نحو صمغ لتلبید شعرہ والمراد ہہنا ما ثخن وسط حتی صار کالملبد وقیل المراد المرقع ۱۲ م ۱۲ متی

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

ازارك فانه اتقى وابقى فالتفت فاذا هو رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله انما هى بردة ملحاء قال اما لك فى اسوة فنظرت فاذا ازاره الى نصف ساقيه حدثنا سويد بن نصر ثنا عبد الله بن المبارك عن موسى بن عبيدة عن اياس بن سلمة بن الاكوع عن (۳) ابيه قال كان عثمان يأتزر الى انصاف ساقيه وقال هكذا كانت ازرة صاحبى يعنى النبى صلى الله عليه وسلم حدثنا قتيبة انا ابو الاحوص عن ابى اسحاق عن مسلم بن نذير عن (۴) حذيفة بن اليمان قال اخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بعضلة ساقى او ساقه فقال هذا موضع الازار فان ابيت فاسفل فان ابيت فلا حق للازار فى الكعبين

ف ۔ لنگی پاجامہ وغیرہ کے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر کپڑا لٹکتا ہے وہ آگ میں جلایا جاویگا۔ عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے لنگی کے بارہ میں استفسار کیا وہ فرمانے لگے کہ تم نے بڑے واقف سے سوال کیا حضور نے یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کی لنگی آدھی پنڈلی تک ہونا چاہئے اور اس کے نیچے ٹخنوں تک بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر لنگی لٹکے گی وہ آگ میں جلے گا اور جو شخص متکبرانہ کپڑے کو لٹکائیگا قیامت میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف نظر نہیں کرینگے (ابو داؤد) اس قسم کی وعیدیں اور احادیث میں بھی آئی ہیں۔ اسلئے اسکی طرف خاص طور سے توجہ چاہئے اسکے بالعکس ہمارے اس زمانہ میں خاص طور سے کپڑا نیچے لٹکایا جاتا ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔ (۳) سلمۃ بن الاکوع کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لنگی نصف ساق تک رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت تھی میرے آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی۔ (۴) حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کے یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصہ پکڑ کر یہ فرمایا کہ یہ حد ہے لنگی کی اگر تجھے اسپر قناعت نہ ہو تو اس سے کچھ نیچی سہی اگر اسپر بھی قناعت نہ ہو تو لنگی کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں لہذا ٹخنوں تک نہیں پہنچنا چاہئے۔ **ف** ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پاجامہ وغیرہ کا لٹکانا حرام ہے۔ لیکن علماء نے ضرورت کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے کہ اگر کسی شخص کے ٹخنے میں پھنسی ہو جس سے مکھی وغیرہ بھیٹتی ہے تو ایسے شخص کو اسکی حفاظت کیلئے لنگی یا پاجامہ لٹکا لینا جائز ہے جب تک کہ زخم اچھا ہو۔

لہ ای اقرب الی سلوک التقوی او اوفق للتقوی للبعد عن الکبر والخیلاء او للتنزہ عن القاذورات ویوید الآخر ما فی بعض النسخ انقی بالنون ای انظف وقولہ ابقی ای اکثر بقاء ۱۲ م لہ ملحاء بفتح المیم والحاء المہملۃ وسکون اللام المراد بردۃ سوداء فیہا خطوط بیض یلبسہا الاعراب لیست من الثیاب الفاخرۃ وکانہ اراد ان ہذا ثوب مہنۃ لا ثوب زینۃ فلا خیلاء فیہ ۱۲ سہ ایاس بکسر الہمزۃ وتخفیف الیاء ابن سلمۃ بن عمرو بن الاکوع فسلمۃ منسوب الی جدہ صحابی معروف شجاع ۱۲ عہ وقال ظاہرہ فاعلہ عثمان سہ قال القاری والمناوی القائل عثمان ویحتمل ان یعود سلمۃ وتکرار قال یرجح الاول اہ ووقع الغلط فی النقل فی الطبع الاول الآخر انہ کذا کان فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذا فعل عثمان عنہ فہذہ سنۃ مستمرۃ ولم اجد الحدیث فی السنن ولا المسانید الا ما ذکرہ صاحب کنز العمال عن الشمائل ہذہ وابن ابی شیبۃ بہذا اللفظ بعینہ فلم یتحقق عندی احد من الاحتمالین بعد ۱۲ ھ ازرۃ بکسر اولہ وسکون الزاء اسم لہیئۃ الازار ۱۲ لہ نذیر بنون وذال آخرہ راء مصغرا وقیل بکسر ہو فی نسخۃ یزید بفتح تحتیۃ وکسر زای آخرہ دال مہملۃ ففی التقریب مسلم بن نذیر بنون مصغرا ویقال ابن یزید کوفی اھ ۱۲ ق ۵ بعضلۃ کطلحۃ او محرکۃ کل عصب لہ لحم بکثرۃ والمراد ہہنا اللحم المجتمع اسفل من الرکبۃ من موخر الساق ولفظ او ساقہ کذا بالشک عند المصنف وابن ماجۃ والظاہر انہ شک من دون حذیفۃ کیف وہو مناسب ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

بابُ ماجاء فی مشیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا قتیبۃ بن سعید انا ابن لھیعۃ عن ابی یونس[2] عن ابی ھریرۃ قال ما رأیت شیئاً احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری[3] فی وجھہ وما رأیت احدا اسرع فی مشیتہ[1] من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانما الارض تطوی لہ انا لنجھد انفسنا وانہ لغیر مکترث[5] حدثنا علی بن حجر وغیر[6] واحد قالوا انا عیسی بن یونس عن عمر بن عبد اللہ مولی غفرۃ[7] ثنی ابراھیم بن محمد من ولد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال کان علی اذا وصف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مشی تقلع[8] کانما ینحط فی صبب حدثنا سفین بن وکیع قال انا ابی عن المسعودی[9] عن عثمان بن مسلم بن ھرمز[10] عن نافع بن جبیر بن مطعم عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مشی تکفأ تکفؤا کانما ینحط من صبب۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کا ذکر

ف حلیہ شریف کی روایات میں بھی حضور کی رفتار کا ذکر تبعاً گذر چکا ہے اس باب میں صرف رفتار کی کیفیت کو مستقلاً بیان کرنا مقصود ہے اس باب میں تین روایتیں مصنف نے ذکر کی ہیں۔ (۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا چمک اور روشنی گویا کہ آفتاب آپ ہی کے چہرہ میں چمک رہا ہے میں نے آپ سے زیادہ تیز رفتار بھی کوئی نہیں دیکھا زمین گویا لپٹی جاتی تھی کہ ابھی چند منٹ ہوئے یہاں تھے اور ابھی وہاں۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ چلنے میں مشقت سے ساتھ ہوتے تھے اور آپ گویا اپنی معمولی رفتار سے چلتے تھے۔ **ف** یعنی آپ کی معمولی رفتار کے ساتھ بھی ہم لوگ اہتمام سے ساتھ رہ سکتے تھے۔ (۲) ابراہیم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب آپ کا ذکر فرماتے تو یہ فرماتے کہ جب آپ چلتے تھے تو بہت اور قوت سے پاؤں اٹھاتے۔ عورتوں کی طرح سے پاؤں زمین پر گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے۔ چلنے میں تیزی اور قوت کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کہ اونچائی سے اتر رہے ہیں۔ **ف** یہ حدیث پہلے حلیہ شریف میں مفصل گذر چکی ہے۔ (۳) حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لیجاتے تو کچھ جھک کر چلتے تھے گویا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں۔ **ف** یہ مضمون بھی گذشتہ احادیث میں چند جگہ آچکا ہے۔

---

[1] مشیۃ بالکسر کسدرۃ مایعتادہ الانسان من المشی وقیل ھیئۃ المشی قالہ المناوی ۱۲ [2] ابو یونس اعلم ان المکنی بھذہ الکنیۃ فی الرجال خمسۃ نفر والمراد ھناک سلیم بن جبیر مولی ابی ھریرۃ ۱۲ [3] شبہ جریان الشمس فی فلکھا بجریان الحسن ونورہ فی وجھہ صلی اللہ علیہ وسلم وعکس التشبیہ مبالغۃ وخص الوجہ بذلک لانہ الذی یظہر المحاسن لان حسن البدن تابع لحسنہ غالباً ۱۲ ق [4] بالکسر للہیئۃ وفی نسخۃ بلفظ المصدر وھو بفتح المیم بلا تاء ای فی کیفیۃ مشیہ قالہ القاری ۱۲ [5] ای غیر مکترث الاکتراث المبالاۃ والمعنی انہ علیہ السلام غیر مسرع بحیث تلحقہ مشقۃ ۱۲ [6] غیر واحد منھم احمد بن عبدۃ ومحمد بن الحسین کما تقدم ذکرھما فی اول الکتاب ھذا الحدیث جزء منہ فرقہ المصنف فی الموضعین لمناسبۃ الترجمۃ ۱۲ [7] غفرۃ بضم المعجمۃ وسکون فاء تقدم فی اول الکتاب ۱۲ ش [8] تقلع بفتح اللام المشددۃ من قلع الشجر اذا نزعھا من اصلھا ای مشی بقوۃ لان التقلع رفع الرجل من الارض بقوۃ ۱۲ ق [9] المسعودی ھو عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عتبۃ بن عبد اللہ بن مسعود والحدیث تقدم فی الباب الاول من الشمائل بروایۃ ابی نعیم عن المسعودی وھذا مختصر منہ ۱۲ [10] بضم الھاء والمیم غیر منصرف ۱۲ ق

http://mujahid.xtgem.com

باب ما جاء فی تقنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا یوسف بن عیسی انا وکیع انا الربیع[1] بن صبیح عن یزید بن ابان عن انس ابن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر القناع کان ثوبه[2] ثوب زیات

باب ما جاء فی جلسة[3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا عبد بن حمید انبانا عفان بن مسلم انا عبد اللہ بن حسان عن جدتیه عن قیلة بن مخرمة

باب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قناع کا ذکر

ف - قناع وہ کپڑا کہلاتا ہے جسکو آنحضرت سر مبارک پر عمامہ سے نیچے رکھ لیتے تھے تاکہ تیل کی وجہ سے عمامہ خراب نہ ہو۔ اسکے علاوہ اور بھی چند منافع علماء نے تحریر فرمائے ہیں۔ اس باب میں ایک ہی حدیث ذکر کی گئی۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کپڑا اکثر رکھا کرتے تھے اور حضور کا یہ کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔ **ف** یعنی جیسا اوس کا کپڑا چکنا رہتا ہے ایسا ہی یہ کپڑا بھی تیل کی کثرت استعمال سے چکنا رہتا تھا۔ لیکن اسکے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں یہ شمار کیا گیا ہے کہ حضور کا یہ کپڑا میلا نہ ہوتا تھا نہ حضور کے کپڑوں میں جوں پڑتی تھی نہ کھٹمل خون کو چوس سکتا تھا (قاری) علامہ رازی سے مناوی نے نقل کیا ہے کہ مکھی بھی آپکے کپڑے پر کبھی نہیں بیٹھی۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کا ذکر

ف - یعنی حضور کے بیٹھنے کی کیا ہیئتیں وارد ہوئی ہیں۔ اس باب میں تین احادیث روایت فرمائی ہیں۔ (۱) قیلہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد (میں کچھ ایسی عاجزانہ صورت) میں گوٹ مارے بیٹھے دیکھا کہ میں رعب کی وجہ سے کانپنے لگی۔ **ف** قرفصاء کی تصویر میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ دونوں رانیں کھڑی کر کے دونوں ہاتھوں سے ان کا احاطہ کرے اور سرین پر بیٹھے۔ اسی کو گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں۔ رعب کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ یہ حالت فکر و رنج کی تھی۔ اور حضور کو فکر کسی معمولی بات سے ہو نہیں سکتا تھا۔ اسلئے ان کو یہ خوف ہوا کہ مبادا امت پر کوئی عذاب تو نہیں آرہا اسلئے کہ

---

[1] التقنع معروف وهو تغطية الراس بطرف العمامة او برداء او نحو من انيكون فوق العمامة او تحتها لرواية البخاري في الهجرة انه عم اتى بيت ابي بكر متقنعا بثوبه الظاهر انه كان متغشيا به فوق العمامة مستخفيا من اهل مكة والمراد به هنا هو القناع القناع على الراس وهو بكسر القاف خرقة تلقى على الراس بعد تدهينه لئلا يصل اثر الدهن الى القلنسوة والعمامة ثم جعله بابا برأسه مع ان حديثه سبق في باب الترجل لعله للتنبيه عليه خاصة لاهتمامه صلى الله عليه وسلم اياه قاله القاري وقال المناوي كثر كلام الناس في الطيلسان الاصل انه قسمان محنك وهو ثوب طويل عريض قريب من الرداء مربع يجعل فوق العمامة ثم يدار طرفه من تحت الحنك الى ان يحيط بالرقبة جميعها ثم يلقي طرفاه على المنكبين ومقور وهو ما عدا ذلك فيشمل المدور والمثلث والمربع والمسدول وهو ما يرخي طرفاه من غير ضمهما او احدهما والاولى مندوب اتفاقا وديانا كالصلوة وحضور جمعة وعيد ومجمع والثاني مكروه بانواعه لانه شعار اهل الذمة ووقع في اكثر الاحاديث التعبير بالتطيلس بالتقنع وعن الطيلسان بالقناع ومن ثم قال الحافظ ابن حجر في مجيء المصطفى بيت الصديق متقنعا اي متطيلسا رأسه هذا اصل لبس الطيلسان في على الراس مع التحنيك الطيلسان ويسمى رداء مجازا او على الاكتاف هو الرداء الحقيقي ويسمى طيلسانا مجازا ٢ه الربيع بن صبيح بالتكبير فيهما وهذا الحديث مكرر تقدم بهذا السند بعينه وبهذا المتن بشيء من الزيادة في باب الترجل وتكلموا على الحديث بالنكارة ١٢ ٣ه قال القاري اي على ثوبه او قناعه الذي يستر به وقال المناوي كان طوق قميصه طوق قميص بائع الزيت فانه وان القى القناع م

http://mujahid.xtgem.com

انها رأت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المسجد وهو قاعد القرفصاء[له] قالت فلما رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم المتخشع فی الجلسة ارعدت من الفرق[له] حدثنا سعید بن عبد الرحمن المخزومی وغیر واحد قالوا انا سفین عن الزهری عن عباد[له] بن تمیم عن (۲) عمه انه رأی النبی صلی الله علیه وسلم مستلقیا فی المسجد واضعا احدی رجلیه[له] علی الاخری حدثنا سلمة بن شبیب[له] انبانا عبد الله بن ابراهیم المدنی انا اسحاق بن محمد الانصاری عن ربیح[له] بن عبد الرحمن بن ابی سعید عن ابیه عن (۳) جده ابی سعید الخدری قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جلس فی المسجد احتبی[له] بیدیه صلوات الله علیه۔

حضور کو اُمت کا فکر زیادہ رہتا تھا۔ یہ بظاہر وہی حدیث ہے جو حضور کے لباس کے بارھویں نمبر پر تھوڑی سی گذر چکی ہے وہاں بھی اسکی طرف تھوڑا سا اشارہ کر دیا تھا اس حدیث میں کچھ حصہ اور بھی ہے جسکو مصنف نے مختصر کر دیا ہے وہ یہ کہ قیلہ کی یہ دہشت کی حالت دیکھ کر حاضرین مجلس میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ مسکینہ تو خوف زدہ ہو گئی۔ قیلہ کہتی ہیں کہ میں حضور کی پشت کی طرف تھی حضور نے ادہر توجہ بھی نہیں فرمائی۔ زبان مبارک سے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ اے مسکینہ سکون اختیار کر۔ حضور کا یہ فرمانا تھا کہ جسقدر خوف و دہشت مجھ پر تھی ساری جاتی رہی۔ بعض روایات میں یہ قصہ کسی مرد کے متعلق مذکور ہے جیسا کہ حضور کے لباس کے بیان میں گذر چکا ہے۔ (۲) عباد کے چچا عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا اسوقت حضور اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔ **ف** مسلم شریف کی روایت میں اسطرح لیٹنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ علماء نے دونوں کے درمیان میں مختلف طریقوں سے جمع فرمایا ہے۔ واضح توجیہ یہ ہے کہ اسطرح لیٹنے کی دو صورتیں ہیں جو دونوں حدیثوں کا علیحدہ علیحدہ مصداق ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ دونوں پاؤں پھیلا کر ایک قدم دوسرے قدم پر رکھ لے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور یہ صورت اس حدیث کا مصداق ہے جو شمائل میں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قدم کو دوسرے پاؤں کا گھٹنا کھڑا کر کے اسپر رکھے یہ مسلم شریف کی روایت کا مصداق ہے۔ اس صورت میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں عام طور سے لنگی باندھنے کا دستور تھا لنگی باندھ کر اسطرح لیٹنے سے ستر کھل جانیکا احتمال قوی ہے اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اس جگہ یہ بھی اشکال کرتے ہیں کہ اس حدیث کو ہیئت نشست سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ علماء نے اسکی مختلف وجوہ بتلائی ہیں سہل یہ ہے کہ باب میں بیٹھنے سے مراد عام لیا جاوے بیٹھنے اور لیٹنے کو۔ اگرچہ لیٹنے کی بعض روایات سونے کے بیان میں آئینگی یہ بھی ممکن ہے جو ابن حجر نے لکھی ہے کہ جب اس قسم کا لیٹنا (باوجودیکہ روایت میں اسکی ممانعت آئی ہے) مسجد میں جائز ہے تو بیٹھنا ہر قسم سے جائز ہوا۔ (۳) ابو سعید خدری

له القرفصاء بضم قاف وسکون راء وضم فاء فصاد مهملة ممدود ویقصر جلسة المحتبی یقال قرفص الرجل اذا شد یدیه تحت رجلیه والمراد ههنا ان یقعد الرجل علی الیتیه فیلصق فخذیه ببطنه ویضع یدیه علی ساقیه کما یحتبی بالثوب وقیل ان یجلس علی رکبتیه منکبا ویلصق بفخذیه بطنه ویتابط کفیه قاله القاری ۱۲ له ای من الخوف والفزع الناشی من جلالة صلی الله علیه وسلم من عظم المهابة والجلالة او من توهم نزول عذاب علی الامة او من غضب منه علیهم او للتاسی به لانه اذا کان مع کمال قربه من ربه خشیة من جلاله ما یصیره کذلک فغیره یجب ان یرعد فرقا قاله المناوی ۱۲ له عباد بفتح المهملة وتشدید الموحدة کشداد وعمه هو عبد الله بن زید بن عاصم اخو تمیم لابیه اولامه یقال هو الذی قتل مسیلمة الکذاب ۱۲

له قال القاری ای مع نصب الاخری اه وهذا الحدیث فی الصحیحین وهو بظاهره ینافی ما رواه مسلم عن جابر ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یستلقین احدکم ثم یضع احدی رجلیه علی...

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

بَابُ مَا جَاءَ فِی تُکَأَۃِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدثنا عباس بن محمد الدوری[1] البغدادی انا اسحاق بن منصور عن اسرائیل عن سماک بن حرب عن جابر بن سمرۃ قال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم متکئاً علی وسادۃ علی یسارہ[2] حدثنا حمید بن مسعدۃ

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف رکھتے تھے تو گوٹ مار کر تشریف رکھتے تھے **ف** گوٹ مار کر بیٹھنا یہ کہلاتا ہے کہ دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے سُرین کے بل بیٹھے اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ کرلے بسا اوقات بجائے ہاتھوں کے کپڑا لنگی عمامہ وغیرہ اس طرح لپیٹا جاتا ہے کہ کمر اور پنڈلیوں پر لپیٹ جائے۔ یہ ہیئت تواضع اور مسکنت کی نشست ہے اسلئے حضور بھی اکثر ایسے ہی تشریف رکھتے تھے۔ اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی لیکن یہ مقصود نہیں کہ ہمیشہ ایسے ہی تشریف فرما ہوتے تھے۔ اسلئے اب ابوداؤد کی اس روایت سے کچھ خلاف نہیں رہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک مسجد میں چار زانو تشریف رکھتے تھے۔ ایسے ہی اور ان مختلف احادیث سے بھی خلاف نہیں رہا جو اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں۔ اس طرح بیٹھنے میں علاوہ تواضع اور انکسار کے راحت بھی ہے اس لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ گوٹ مار کر بیٹھنا عرب کی دیواریں ہیں یعنی جنگل میں چونکہ دیواریں نہیں ہوتیں جس سے سہارا ہوسکے اسلئے یہ قائم مقام دیوار کے ہے بسا اوقات بجائے ہاتھوں کے کپڑا لپیٹ لیا جاتا ہے جو مزید راحت کا سبب ہوتا ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیہ کا ذکر

ف مصنف نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) جابر بن سمرۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا ہوا تھا۔ **ف** تکیہ دائیں اور بائیں دونوں جانب میں جائز ہے حدیث میں بائیں جانب کا لفظ کسی تخصیص کی وجہ سے نہیں اتفاقی امر ہے لیکن قواعد محدثین کے لحاظ سے بائیں کا لفظ یہاں مشہور روایات میں نہیں ہے اس لئے امام ترمذی نے باب کے ختم پر اس لفظ پر کلام کیا ہے۔

---

[1] تکأۃ بضم اول کلمزۃ ما یتکأ علیہ من وسادۃ وغیرہا اصلہا وکأۃ ابدلت الواو تاء والمراد ہہنا ک ما اعد لذلک فخرج الانسان منہ فاذا اتکأ علیہ لا یسمی تکأۃ ولذا ترجم المصنف لہما بابین فرقا بینہما وقدم ہذا لانہ اصل فی الاتکاء واما الاتکاء علی الانسان فعارض وقلیل والاوجہ عندی ان ہذہ الترجمۃ تمم التکأۃ والاتکاء علیہا وغرض الترجمۃ الاتیۃ جواز الاتکاء علی الانسان خاصۃ فلا یشکل بالروایات الواردۃ فیہا ۱۲ [2] الدوری بضم المہملۃ قال شراح الشمائل محلۃ ببغداد او قریۃ من قراہا وقال صاحب المغنی قریۃ بعراق ۱۲ [3] ای حال کونہا موضوعۃ علی جانبہ الایسر وہو بیان الواقع لا للتقیید فیجوز الاتکاء علی الوسادۃ یمینا ویسارا وسیصرح المصنف بان زیادۃ علی یسارہ انفرد بہا اسحٰق قال القاری والمناوی لکنہ مع ذلک محتج بہ ۱۲

بقیہ حاشیہ ص۷۵

وللباس بذلک لعدم الانکشاف حینئذ والثانی ان ینصب احدہما ویضع الاخری علی الرکبۃ المنصوبۃ وہو محمل النہی قال العسقلانی والتاویل اولی من ادعاء النسخ لانہ لا یصار الیہ بالاحتمال وکذا القول بان الجواز من الخصائص لانہ لا یثبت بالاحتمال ولان بعض الصحابۃ کانوا یفعلون ذلک بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم ینکر علیہم اھ مختصرا قال المناوی وجمع بان الجواز لمن امن الانکشاف کالمتسرول والنہی لمن لم یامن کالمتزر وانما اطلق النہی لان الغالب فیہم الاتزار وہذا الجمع اولی کما للمی فقط ابن حجر من ادعاء النسخ واما قول العصام انہ کان لمرض انما یتم ان عرف ذلک ولم یرد اھ ۱۲ [5] شبیب بفتح المعجمۃ وکسر الموحدۃ الاولی کطبیب ۱۲ [6] ربیع براء مہملۃ فموحدۃ فی ہامش مصغرا ۱۲ [7] احتبی لا ینافی ما ورد من النہی عن الاحتباء یوم الجمعۃ والامام یخطب لان النہی یجلب النوم والافضاء الی انتقاض الوضوء او علی احداث الاحتباء کما مال الیہ اللطی وفی ہذا المحمول علی غیر انتظار الصلوۃ بل محمول علی بعض الاوقات لما فی ابی داؤد بروایۃ جابر انہ کان اذا صلی الفجر جلس متربعا وکذا فیہ روایات اخری فہذا کلہ محمول علی اختلاف الاوقات والتوسع ۱۲ [8] کذا فی بعض النسخ ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

انا بشر بن المفضل انا الجریری[۱] انا عبد الرحمن بن ابی بکرۃ عن ابیہ[۲] قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا احدثکم باکبر الکبائر[۳] قالوا بلی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الاشراک باللہ وعقوق الوالدین قال وجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان متکئا[۴] قال وشہادۃ الزور او قول الزور[۵] قال فما زال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہا حتی قلنا لیتہ سکت حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا شریک عن علی بن الاقمر

(۲) ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم لوگوں کو کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ بتاؤں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور یا رسول اللہ ارشاد فرمائیں۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کرنا۔ راوی کو شک ہے کہ ان دونوں میں سے کونسی بات فرمائی تھی۔ اُسوقت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے۔ اور جھوٹ کا ذکر فرماتے وقت اہتمام کی وجہ سے بیٹھ گئے اور بار بار فرماتے رہے حتی کہ ہم لوگ یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش اب حضور سکوت فرماویں بار بار ارشاد نہ فرمائیں **ف** حضور کے بار بار ارشاد فرمانے پر سکوت کی تمنا یا تو اس عشق و محبت کی وجہ سے ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور کے ساتھ تھی کہ حضور کو بار بار فرمانے پر تعب ہوگا اور ہم لوگوں کیلئے ایک بار فرمانا بھی کافی ہے اور ممکن ہے اس خوف سے ہو کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراضی اور غصہ کے آثار ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس خطرہ سے ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لفظ ایسا ارشاد فرمائیں کہ جو اُمت کیلئے باعثِ خسران بنجائے جن لوگوں کو کسی دینی یا دنیاوی دربار کی حاضری میسر ہوتی ہے وہ اس حالت سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اور حضور کا بار بار ارشاد فرمانا شدتِ اہتمام کی وجہ سے تھا کہ جھوٹ کی وجہ سے آدمی زنا قتل وغیرہ بہت سے گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اسکے مُنہ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے کہ مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کہ جھوٹ ایمان سے دور رہتا ہے۔ (اعتدال) اس حدیث شریف میں کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے۔ شریعت میں گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک صغیرہ کہلاتے ہیں جو وضو نماز روزہ حج وغیرہ سے معاف ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے کبیرہ گناہ یعنی بڑے سخت گناہ کہلاتے ہیں جن کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ کے ہرگز معاف نہیں ہوتے البتہ حق تعالیٰ شانہٗ کسی کی رعایت فرما کر اپنے فضل سے معاف فرمادیں تو یہ امرِ آخر ہے مگر آئینی چیز یہی ہے کہ وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ اس میں اختلاف ہے کہ کبیرہ گناہ کتنے ہیں علما نے مستقل تصانیف ان میں تحریر فرمائی ہیں۔ علامہ ذہبی کی ایک کتاب اس مضمون میں مستقل ہے

[۱] الجریری بضم الجیم وفتح الراء الاولی فتحیۃ ساکنۃ ہو سعید بن ایاس الجریری ۱۲ [۲] ابیہ ہو ابو بکرۃ نفیع ابن الحارث صحابی مشہور ۱۲ [۳] باکبر الکبائر استشکل بان اکبر الکبائر لایکون الا واحدا فکیف عدد ہہنا بضعا واجیب باجوبۃ شتی منہا ان المراد جنس معصیۃ ہی اکبر المعاصی الکبار وقیل ان الموصوف اذا کان متعددا کان المعنی متعددا من الکبائر کل منہ اکبر من جمیع ما عدا ذلک المتعدد وقیل یقصد بالاکبر الزیادۃ علی ما اضیف الیہ لا الزیادۃ المطلقۃ کما بین فی موضعہ قال القاری واختلفوا ایضا فی معنے الکبیرۃ علی اقوال کثیرۃ محلہا المطولات سیما شروح البخاری ۱۲ [۴] ای قبل الجلوس والجملۃ حال وہو یشعر بانہ اہتم بذلک حتی جلس وسبب الاہتمام کون الزور اسہل وقوعا علی الناس والتہاون بہ اکثر فان الاشراک ینبو عنہ قلب المسلم والعقوق یصرف عنہ الطبع السلیم والحوائل علی الزور کثیرۃ کالعداوۃ والحسد وغیرہما فاحتیج الی الاہتمام بہ واشکل علی الحدیث بان الوارد فیہ الانکار لا التنکاۃ وکان المناسب للباب التی وقصی ما قیل فی دفعہ انہ یستلزم التنکاۃ وفیہ ما فیہ ہکذا قالت الشراح ولا یشکل علی عموم الترجمۃ کما تقدم ۱۲ [۵] او قول الزور شک من الراوی ورواۃ البخاری بدون الشک بلفظ ..

http://mujahid.xtgem.com

جس میں چارسو کبیرہ گناہ گنوائے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے بھی دو جلدوں میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جو مصر میں چھپ گئی اوس میں نماز روزہ حج زکوٰۃ معاملات وغیرہ ہر باب کے کبیرہ گناہ مستقل گنوائے ہیں اور کل مجموعہ چارسو سرسٹھ ۴۶۷ مفصل شمار کرائے ہیں۔ ملا علی قاری نے شرح شمائل میں مشہور کبائر کو گنوایا ہے جو حسب ذیل ہیں :-

آدمی کا قتل کرنا۔ زنا کرنا۔ اغلام بازی۔ شراب پینا۔ چوری کرنا۔ کسی کو تہمت لگانا۔ سچی گواہی کا چھپانا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ کسی کا مال چھین لینا۔ بلا عذر کفار کے مقابلہ سے بھاگنا۔ سودی معاملہ کرنا۔ یتیم کا مال کھانا۔ رشوت لینا۔ اصول یعنے والدین وغیرہ کی نافرمانی کرنا۔ قطع رحمی کرنا۔ جھوٹی حدیث بیان کرنا۔ رمضان کا روزہ توڑ دینا۔ ناپ تول میں کمی کرنا۔ فرض نماز کو وقت سے آگے پیچھے پڑھنا۔ زکوٰۃ نہ دینا۔ مسلمان کو یا کسی کافر کو جس سے معاہدہ ہو ناحق مارنا۔ کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنا۔ غیبت کرنا بالخصوص کسی عالم کی یا حافظ قرآن کی۔ کسی ظالم سے چغلی کھانا۔ دیوث پن کرنا یعنی اپنی بیوی بیٹی وغیرہ کے ساتھ کسی کے فحش تعلق کو گوارا کرنا۔ قرم سازی یعنی بھڑوا پن کرنا کہ اجنبی مرد عورت یا اس قسم کے دوسرے ناجائز تعلقات میں سعی کرنا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دینا یعنی نیک کاموں کا حکم اور بُری باتوں سے روکنے کو باوجود قدرت کے چھوڑ دینا۔ جادو کا سیکھنا یا سکھانا۔ کسی پر جادو کرنا۔ قرآن پاک پڑھ کر بھلا دینا۔ بلا مجبوری کسی جاندار کو جلانا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ اور اُس کے عذاب سے نہ ڈرنا۔ عورت کا خاوند کی نافرمانی کرنا اسکی خواہش پر بلاوجہ انکار کرنا۔ چغلی کھانا۔

ملا علی قاری نے مثال کے طور پر ان کو نقل کیا ہے مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کے شروع میں کبائر کا مستقل باب ہے، اُس میں بھی ان کو اور اس قسم کے اور چند گناہوں کو گنوایا ہے اس میں لکھا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک خواہ اسکی ذات میں کسی کو شریک کہے یا عبادت میں یا اُس سے استعانت حاصل کرنے میں یا علم میں یا قدرت میں یا تصرف میں یا پیدا کرنے میں یا پکارنے میں یا کہنے میں یا نام رکھنے میں یا ذبح کرنے میں یا نذر ماننے میں یا لوگوں کے اسکی طرف امور سونپنے میں یعنی جیسے اللہ جل شانہ کے سب کام سپرد ہیں اسی طرح اور کو بھی جاننے۔ نیز امور ذیل بھی اس میں ذکر کیے ہیں :-

گناہ پر اصرار کی نیت رکھنا نشہ کی چیز پینا۔ اپنے محرموں سے نکاح کرنا جوا کھیلنا۔ کفار سے دوستی کرنا۔ باوجود قدرت کے جہاد نہ کرنا۔ مردار کا گوشت کھانا۔ نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنا۔ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کو بُرا کہنا یا ان کا انکار کرنا صحابہ کرام کو بُرا کہنا۔ بیوی اور خاوند میں لڑائی ڈلوانا۔ اسراف کرنا۔ فساد کرنا۔ کسی کے سامنے ننگا ہونا (یعنی بیوی کے علاوہ) بخل کرنا۔ پیشاب اور منی سے پاک نہ کرنا یعنی اگر لگ جائیں تو نہ دھونا۔ تقدیر کو جھٹلانا۔ تکبر کی وجہ سے پائچہ ٹخنوں سے نیچے کرنا۔ نوحہ کرنا۔ بُرا طریقہ ایجاد کرنا۔ محسن کی ناشکری کرنا۔ کسی مسلمان کو کافر کہنا۔ حائضہ سے صحبت کرنا۔ غلہ کی گرانی سے خوش ہونا۔ جانور سے بدفعلی کرنا۔ امرد کو شہوت سے دیکھنا۔ کسی کے گھر میں جھانکنا۔ عالموں اور حافظوں کی حقارت کرنا۔ اگر ایک سے زیادہ بیبیاں ہوں تو اُن کے درمیان مساوات نہ کرنا۔ امیر سے عہد شکنی کرنا وغیرہ وغیرہ بتائے ہیں۔

ان کبائر میں بھی درجات ہیں اسی وجہ سے حدیث بالا میں کبائر کے بڑے گناہ فرمایا گیا ہے اور مختلف احادیث میں موقع کے مناسب مختلف قسم کے گناہوں کا ذکر فرمایا ہے علماء نے لکھا ہے کہ اصرار کرنے سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بنجاتا ہے اور توبہ استغفار

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الرحمٰن بن مهدی انا سفیٰن عن علی بن الاقمر قال سمعت ابا جحیفة یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انا فلا اٰکل متکئا

عن ۳ ابی جحیفة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا اٰکل متکئا

حدثنا یوسف بن عیسٰی ثنا وکیع ثنا اسرائیل عن سماک بن حرب عن ۵ جابر بن سمرة قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم متکئا علی وسادة قال ابو عیسٰی لم یذکر وکیع علی یسارہ هکذا روی غیر واحد عن اسرائیل نحو روایة وکیع ولا نعلم احدا روی فیه علی یسارہ الا ما روی اسحاق بن منصور عن اسرائیل۔

بَابُ مَا جَاءَ فِی اتِّکَاءِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن انا عمرو بن عاصم انا حماد بن سلمة عن حمید عن انس ۱ رضی اللہ عنه

کرنے سے کبیرہ گناہ بھی باقی نہیں رہتا معاف ہو جاتا ہے۔ اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اس فعل پر واقعی ندامت ہو اور آئندہ کو اس گناہ کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ اب کبھی نہ کروں گا چاہے اسکے بعد کسی دوسرے وقت وہ پھر سرزد بھی ہو جائے۔ اس سے وہ پہلی توبہ زائل نہیں ہوتی۔ توبہ کے وقت یہ پختہ ارادہ ہونا چاہیے کہ پھر کبھی نہیں کروں گا۔ (۳ و ۴) ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تو ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ **ف** اسلئے کہ یہ صورت تواضع کے خلاف ہونے کے علاوہ بہت کھانا کھانے کی طرف منجر ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے پیٹ بھی بڑھ جاتا ہے اور سرعتِ ہضم بھی حاصل نہیں ہوتا اپنا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلئے ارشاد فرمایا تاکہ اس کا اتباع کیا جاوے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ٹیک لگانے کی چار صورتیں ہیں اور چاروں اس میں داخل ہیں اول یہ کہ دائیں یا بائیں پہلو کو دیوار یا تکیہ وغیرہ پر سہارا لگائے۔ دوسرے یہ کہ ہتھیلی سے زمین پر سہارا لگائے۔ تیسرے یہ کہ چوزانو یعنی چوکڑی مار کر کسی گدے وغیرہ پر بیٹھے۔ چوتھے یہ کہ کمر کو تکیہ یا دیوار سے لگائے کہ یہ سب ہی صورتیں بفرق مراتب ٹیک میں داخل ہیں۔ (۵) جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔ **ف** یہ وہی حدیث ہے جو باب کے شروع میں گذر چکی مصنف کو اس پر کلام کرنی مقصود تھی اسلئے مکرر ذکر فرمایا۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیے کے علاوہ کسی اور چیز پر ٹیک لگانے کا ذکر

ف تکیہ کا ذکر پہلے باب میں گذر چکا ہے۔ اسکے علاوہ حضور کا آدمیوں پر بیماری کی حالت میں سہارا اور ٹیک لگانا بھی ثابت ہے، بظاہر اسی لئے مصنف نے اس باب کو مستقل ذکر کیا۔ اس باب میں دو روایتیں ہیں۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

له ابی جحیفة بضم الجیم وفتح الحاء المهملة اسمه وهب بن عبد اللہ صحابی صغیر توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو لم یبلغ ۱۲ م ۵ ما انا الخ اما ههنا لمجرد التاکید قال القاری سبب هذا الحدیث قصة الاعرابی المذکور فی حدیث عبد اللہ بن بسر عند ابن ماجة قال اهدیت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم شاة فجثی علی رکبتیه یاکل فقال الاعرابی ما هذه الجلسة قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعلنی عبدا کریما ولم یجعلنی جبارا عنیدا ۱۲ ع بفتح میم وسکون ها آخره یاء مشددة ۱۲ ع ۵ سفیٰن هو الثوری ولعل المصنف ذکر هذا السند لتقویة الروایة فان شریکا سیئ الحفظ عندهم ۱۲ ۵ قال ابو عیسٰی الغرض ان زیادة لفظ عن یسارہ غریب تفرد به اسحاق بن منصور المتقدم روایته فی اول الباب وکذا تکلم المصنف علی هذه الزیادة فی جامعه ۱۲ ۵ آنکار قال بعض الشراح ان الغرض من الباب السابق بیان تکئته علیه السلام وفی هذا بیان الاتکاء المصدر والفرق بینهما بالمعنی المصدری وبیان ما اتکیٰ علیه ولذا قالوا البعض الروایات المتقدمة فی الترجمة السابقة الاولی ذکرہ فی الباب الآتی والاوجه عندی فی بیان الفرق فی الترجمتین ان فی الاولی کان ذکر الوسادة المعروفة اهم من بیانها وبیان الاتکاء علیها وفی هذه الترجمة بیان الاستناد علی غیر الوسادة من الانسان وغیرہ بل یظهر من ملاحظة الروایات ان الغرض ههنا الاتکاء علی الانسان خاصة فکراهة الانسان یوهم عدم جواز الاتکاء علیه ولذا افرد هذا الباب تامل

ثم رأیت القاری وغیرہ مالوا الی قریب من ذاک التوجیه فللّٰه الحمد والمنة ۱۲ ۵ واختلف فی الحدیث علی حماد بن سلمة فقد اخرجه احمد فی مسنده بروایة عبد اللہ بن محمد

http://mujahid.xtgem.com

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان شاکیاً[1] فخرج یتوکأ علی اسامۃ وعلیہ ثوب قطری قد توشح بہ فصلی بہم

ای جعلہ کالوشاح ۱۲

حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن انا محمد بن المبارک ثنا عطاء بن مسلم الخفاف[2] الحلبی انا جعفر بن برقان عن عطاء ابن ابی رباح عن[۲] الفضل بن عباس قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ

کعثمان ۱۲

الذی توفی فیہ وعلی راسہ عصابۃ[3] صفراء فسلمت فقال یا فضل قلت لبیک یا رسول اللہ قال اشدد بہذہ

العصابۃ راسی قال ففعلت ثم قعد فوضع کفہ علی منکبی ثم قام ودخل فی المسجد وفی الحدیث قصۃ[4]

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز تھی اسلئے حجرہ شریفہ سے حضرت اسامہ پر سہارا لگئے ہوئے تشریف لائے اور صحابہ کو نماز پڑھائی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت ایک یمنی منقش چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔ **ف** یہ حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بیان میں نمبر ۶ پر گذر چکی ہے۔ **(۲)** فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپکے مرض الوفات کی حالت میں حاضر ہوا حضور اقدس کے سر مبارک پر اسوقت زرد پٹی بندھ رہی تھی میں نے سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے فضل اس پٹی سے میرے سر کو خوب زور سے باندھ دو میں نے تعمیل ارشاد کی پھر حضور بیٹھے اور میرے مونڈھے پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسجد کو تشریف لیگئے۔ اس حدیث میں مفصل قصہ ہے۔

ف حضور نے سر مبارک کو درد کی وجہ سے پٹی باندھ رکھی تھی بعض علماء نے بجائے پٹی کے عمامہ کا ترجمہ کیا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف رنگ کے عمامے باندھنا ثابت کیا ہے منجملہ ان کے زرد عمامہ کا اس حدیث سے کیا ہے۔ امام ترمذی نے جس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے مجمع الزوائد میں یہ مفصل مذکور ہے۔ حضرت فضل فرماتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور کو بخار چڑھ رہا ہے اور سر مبارک پر پٹی باندھ رکھی ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑلے۔ میں نے حضور کا ہاتھ پکڑا حضور مسجد میں تشریف لیگئے اور منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو آواز دیکر جمع کرلوں میں لوگوں کو اکٹھا کر لایا حضور نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا کہ میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانیکا زمانہ قریب آگیا ہے اسلئے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو میری کمر موجود ہے بدلہ لے لے اور جس کی آبرو پر میں نے کوئی حملہ کیا ہو میری آبرو سے بدلہ لے لے جس کا کوئی مالی مطالبہ مجھ پر ہو وہ مال سے بدلہ لے لے۔ کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھے (بدلہ لینے سے) رسول اللہ کے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے کہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت ہے نہ میرے لئے موزوں ہے خوب سمجھ لو کہ مجھے بہت محبوب ہے وہ شخص جو اپنا حق مجھ سے وصول کرلے یا معاف کردے کہ میں اللہ جل شانہ کے یہاں بشاشت نفس کے ساتھ جاؤں (پھر) اپنے اس اعلان کو ایک دفعہ کہدینے پر کفایت کرنا نہیں چاہتا پھر بھی اس کا اعلان کروں گا۔ چنانچہ اسکے بعد منبر سے اتر آئے۔ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر منبر پر تشریف لیگئے اور وہی اعلان فرمایا نیز بغض کے متعلق بھی مضمون بالا کا اعادہ فرمایا۔

---

[1] شاکیاً ای مریضا والظاہر انہ کان مرض وفاتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والحدیث تقدم فی اللباس بروایۃ محمد بن الفضل عن حماد عن حبیب بن الشہید عن الحسن عن انس ۱۲ [2] الخفاف بتشدید الفاء الاولی صانع الخف او بایعہ قال القاری وجزم السمعانی فی انسابہ بالاول کان رجلا صالحا لکن دفن کتبہ فکان یحدث بالحفظ فیتوہم کثیرا ۱۲ [3] بکسر العین المہملۃ ای خرقۃ او عمامۃ قال القاری لکن قولہ الاتی اشدد بہا راسی یؤید الاول بل یعینہ قال المناوی وہو غیر مرضی اذ العمامۃ یشد بہا الراس کما لا یخفی اھ قلت ویؤید للاول ما فی المواہب بروایۃ الدارمی عن ابی سعید قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن فی المسجد وہو عاصب راسہ بخرقۃ الحدیث قال الزرقانی ای من اجل الصداع ۱۲ [4] ذکرہا فی مجمع الزوائد عن الفضل بن عباس قال جاءنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرجت الیہ فوجدتہ موعوکا قد عصب راسہ قال خذ بیدی یا فضل فاخذت بیدہ حتی انتہی الی المنبر الحدیث رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابو یعلی بنحوہ وقال فی آخرہ فقام رجل

فقال یا رسول اللہ انی ... [illegible] ... وفی اسنادہ ... [illegible] ... مجمع الزوائد ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

بَابُ مَاجَاءَ فِی صِفَةِ اَکْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مهدی عن سفیان عن سعد بن ابراهیم عن ابن لکعب بن مالک عن ابیه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یلعق اصابعه ثلثا قال ابو عیسی وروی غیر محمد بن بشار هذا الحدیث قال کان یلعق اصابعه الثلث حدثنا الحسن بن علی الخلال ثنا عفان ثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم اذا اکل طعاما لعق اصابعه الثلث حدثنا الحسین بن علی بن یزید الصدائی البغدادی ثنا یعقوب بن اسحاق یعنی الحضرمی انا شعبة عن سفین الثوری عن علی بن الاقمر

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا تناول فرمانیکا طریقہ

ف یعنی کھانا تناول فرمانے کے بعض آداب کا بیان۔ اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے ف کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے پہلے انگلیاں چاٹ لینا مستحب ہے البتہ اس روایت کی بنا پر بعض کے نزدیک تین مرتبہ مستحب ہے، ملا علی قاری کہتے ہیں کہ تین مرتبہ مراد نہیں بلکہ تین انگلیاں چاٹنا مراد ہے جیسا کہ دوسری روایت میں آتا ہے چنانچہ اسی باب میں خود کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہی کی روایت آگے آرہی ہے لیکن بعض شراح حدیث نے فرمایا ہے کہ یہ مستقل ادب ہے کہ تین مرتبہ چاٹنے سے بالکل صفائی ہوجاتی ہے اور تین انگلیاں جو دوسری روایت میں آرہا ہے وہ مستقل ادب ہے، (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے ف حضور کی عادت شریفہ تین ہی انگلیوں سے کھانا نوش فرمانے کی تھی۔ اگرچہ بعض روایات سے پانچوں انگلیوں سے کھانا بھی معلوم ہوتا ہے لیکن تین انگلیاں جن میں انگوٹھہ مسبحہ اور وسطی ہے اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ تین انگلیوں سے کھانے کی مصلحت لقمہ کا چھوٹا ہونا ہے تاکہ زیادہ مقدار میں نہ کھایا جائے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے تین انگلیوں سے کھانیکا استحباب معلوم ہوتا ہے لہذا چوتھی یا پانچویں انگلی بلا ضرورت نہ شامل کرے البتہ اگر ضرورت ہو یعنی کوئی ایسی چیز ہو جسکو تین انگلیوں سے کھانے میں دقت ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ پانچوں انگلیوں سے کھانا حریصوں کی علامت ہے اور لقمہ کے بڑا ہونے کی وجہ سے بسا اوقات فم معدہ پر بوجھ اور حلق میں اٹک جانیکا سبب بھی ہوجاتا ہے۔

له الاکل بفتح الهمزة ادخال جامد من الفم الی البطن والشراب ادخال المائع وقیل الاکل ادخال شئی من الفم الی البطن بقصد الاغتذاء والاول اولی ۱۲ سه سعد بن ابراهیم هو الصواب فما فی بعض النسخ سعید بن ابراهیم سهو من الکاتب قاله القاری قلت ولیس فی الرواة احد اسمه سعید بن ابراهیم فهو سعد بن ابراهیم بن عبد الرحمن ابن عوف الزهری ۱۲ سه ابن لکعب اختلف فی اسمه فقیل عبد اللہ وقیل عبد الرحمن قال القاری جاء فی روایة بالشک بینهما قال میرک والصواب عبد اللہ قلت وجزم شیخنا فی البذل بانه عبد الرحمن وروایة الشک اخرجها مسلم بطریقین قال النووی لا یضر الشک فی الراوی اذا کان بین الثقتین فان ابنی کعب هذان ثقتان اه قلت واخرجها مسلم بطرق عن عبد الرحمن ۱۲ سه قال ابو عیسی الخ لعل غرض المصنف بیان ان لفظ یلعق اصابعه الثلث محفوظ دون اصابعه ثلثا ولذا اید بروایة انس الآتیة وسیاتی روایة غیر ابن بشار قریبا قال القاری الظاهر ما قال میرک من ان التقدیر ثلثا من الاصابع لیوافق روایة اصابعه الثلث ومن جعله قیدا لیلعق وزعم ان معناه کل واحدة من اصابعه ثلث مرات فقد ابعد من المرام فانه لم یات التصریح فی روایة انه صلی اللہ علیه وسلم لعق اصابعه ثلث مرات ووقع التصریح بلعق اصابعه الثلث فی کثیر من الطرق انتهی ۱۲ سه یزید بالیاء فی اوله فما فی بعض النسخ بدون الیاء بلفظ زید سهو من الناسخ قاله القاری والصدائی بضم الصاد المهملة نسبة الی صداء بالمد اسم قبیلة ۱۲ سه نسبة الی حضرموت قبیلة بالیمن ویعقوب هذا احد القراء العشرة المعروفة ۱۲۔

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمٰن بن مہدی ثنا سفین عن علی بن الاقمر عن ۳ ابی جحیفۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما انا فلا اٰکل متکئا حدثنا ہرون بن اسحاق الھمدانی ثنا عبدۃ بن سلیمان عن ہشام بن عروۃ عن ابن لکعب بن مالک عن ۴ ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل باصابعہ الثلث ویلعقہن حدثنا احمد بن منیع ثنا الفضل بن دکین ثنا مصعب بن سلیم قال سمعت ۵ انس بن مالک یقول اُتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتمر فرأیتہ یاکل وھو مقع من الجوع

(۳) ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ **ف** یہ حدیث ایک باب پہلے گذر چکی ہے۔ (۴) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمانے کی تھی اور اُن کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے **ف** بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ پہلے بیچ کی انگلی چاٹتے تھے اسکے بعد شہادت کی انگلی اسکے بعد انگوٹھا۔ یہی تین انگلیاں تھیں جن سے کھانا تناول فرمانیکا معمول میرے آقا کا تھا۔ اس ترتیب میں بھی علماء نے متعدد مصالح بیان فرمائے ہیں ایک یہ کہ انگلیاں چاٹنے کا دور اس طرح دائیں کو چلتا ہے کہ شہادت کی انگلی درمیانی انگلی کے دائیں جانب واقع ہوگی دوسرے یہ کہ بیچ کی انگلی لانبی ہونے کی وجہ سے زیادہ ملوث ہوتی ہے اسلئے بھی اس سے ابتدا مناسب ہے خطابی لکھتے ہیں کہ بعض بیوقوف انگلیاں چاٹنے کو ناپسند اور قبیح سمجھتے ہیں حالانکہ ان کو اتنی عقل نہیں کہ انگلیوں پر جو کھانا لگا ہوا ہے وہی تو ہے جو ابھی دیر سے کھایا جارہا تھا اسی میں کیا نئی چیز ہوگئی۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے فعل کو قبیح سمجھے تو اسکے متعلق کلام کیا ہی ہے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو قباحت کیطرف منسوب کرنے میں اندیشہ کفر ہے (جامع الوسائل) درحقیقت ایسے امور میں عادت کو بڑا دخل ہوتا ہے جنکو عادت ہوتی ہے ان کو التفات بھی نہیں ہوتا اسلئے اگر کسی کو کراہت طبعی اپنے اس فعل سے ہو بھی تب بھی عادت کی کوشش کرنا چاہیئے۔ بندہ جب حجاز گیا تھا تو وہاں کے بعض احباب نے جو ہندوستان کبھی نہیں آئے تھے مجھ سے نہایت ہی تعجب اور بڑی حیرت سے یہ پوچھا تھا ہم نے سُنا ہے کہ ہندوستان میں کوئی پھل آم کہلاتا ہے اسکے متعلق ایسی گندی بات سنی ہے کہ حیرت ہوتی ہے اسکو منہ میں لیکر چوسا جاتا ہے پھر باہر نکالا جاتا ہے پھر اسکو منہ میں لیکر چوسا جاتا ہے پھر اسکو نکالکر دیکھتے ہیں پھر منہ میں لے لیتے ہیں۔ غرض اس انداز سے وہ گھناوٹ سے تعبیر کر رہے تھے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان لوگوں کو اس تذکرہ سے قے ہو جائیگی۔ لیکن کسی ہندی کو کراہیت کا خیال بھی نہیں آتا۔ ایک اسی پر کیا موقوف ہے فیرنی کا چمچہ سارا منہ میں لیلیا جاتا ہے پھر اسی لعاب کے بھرے ہوئے کو رکابی میں ڈالدیا جاتا ہے پھر دوبارہ اور سہ بارہ۔ اسی طرح اور سیکڑوں مناظر ہیں کہ ان کے عادی ہونے کی وجہ سے کراہیت کا واہمہ بھی نہیں ہوتا۔ (۵) انس بن مالک رضی اللہ

لہ قال البیجوری تبعا للمناوی فی الفرق بین ہذہ الروایۃ ورواۃ الحسین والصداق المتقدم ان الحدیث مرسل فی ہذا الاسناد وقال القاری ظاہر انہ موقوف علیہ ویحتمل رفعہ ولیت شعری کیف حکم علیہ بالارسال او الوقف وقد تقدم بہذا السند مرفوعا متصلا فی باب ما جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا کرہ ہہنا لاختلاف ترجمۃ البابین ۱۲ علہ ہذا ہو الحدیث الذی اشار الیہ المصنف ان غیر ابن بشار رواہ ویلعق اصابعہ الثلث ولم یظہر لی وجہ فی الفصل بالاجنبی بین روایتی ابن کعب کان حقہ ان یذکرہ موصلا ہذا ینسب فی النساخ ونستوجیہ مسامح ۱۲ سہ قال المناوی ای متساندا الی ما وراءہ من الضعف الحاصل لہ بسبب الجوع فنقل القاموس اقعی فی جلوسہ تساند الی ما وراءہ والجملۃ حال من فاعل یاکل ولیس لانا دمن آداب الاکل لانہ فعلہ للضرورۃ وبما تقرر عرف انہ لیس المراد ہہنا الاقعاء المسنون فی الصلوۃ وہو ان یجلس … فی الصلوۃ وہو ان یجلس علی الیتیہ ناصبا فخذیہ وسقط منہ قول شارح ان الاقعاء مکروہ فی الصلوۃ دون ہہنا اھ قال القاری واذا کان الاقعاء … فیحمل اقعائہ …

صلی اللہ علیہ وسلم علی ما ثبت من جلوسہ عند الاکل وقد خصت الاستا بتعین حملہ علیہ ونقل الجوہری عن اللغویین الجمع بین ہیئۃ الاستناد والتساند الی الوراء فتعین قوامقع من الجہا …

http://mujahid.xtgem.com

باب ماجاء فی صفة خبز رسول الله صلی الله علیه وسلم[1]

حدثنا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار قالا ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت عبد الرحمن بن یزید یحدث عن الاسود بن یزید عن عائشة رضی الله عنها انها قالت ما شبع آل محمد[2] صلی الله علیه وسلم من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض[3] رسول الله صلی الله علیه وسلم حدثنا عباس بن محمد الدوری[4] ثنا یحیی بن ابی بکیر ثنا حریز[5] بن عثمان عن سلیم (مصغرا ۱۲) بن عامر قال سمعت ابا امامة الباهلی یقول ما کان یفضل (کنایۃ من عدم شبعهم ۱۲) عن اهل بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم خبز الشعیر حدثنا عبد الله بن معاویة الجمحی[6] ثنا ثابت بن

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی گئیں تو حضور ان کو نوش فرما رہے تھے اور اسوقت بھوک کی وجہ سے اپنے سہارے سے تشریف فرما نہیں تھے بلکہ اکڑوں بیٹھ کر کسی چیز پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔ **ف** یعنی کمر کو دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک رکھا تھا۔ کسی چیز پر ٹیک لگا کر کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے، لیکن اس جگہ پر چونکہ ضعف کے عذر سے تھا اسلئے نہ اس روایت پر ان احادیث کے خلاف کا اشکال ہو سکتا ہے جن میں ممانعت آئی ہے اور نہ اس روایت سے بلا عذر ٹیک لگا کر کھانے کا استحباب ثابت ہو سکتا ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کا ذکر

ف یعنی کس قسم کی روٹی کھانے کا آپ کا معمول تھا۔ اس باب میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک حضور کے اہل و عیال نے مسلسل دو دن کبھی جَو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ **ف** یعنی کھجوروں سے اگرچہ اسکی نوبت آگئی ہو لیکن روٹی سے کبھی یہ نوبت نہیں آئی کہ مسلسل دو دن ملی ہو لیکن اسپر ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ روایات سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں کا ایک سال کا نفقہ مرحمت فرما دیا کرتے تھے۔ اب ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے۔ علماء نے اسکی مختلف توجیہیں فرمائی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ حدیث میں اہل کا لفظ زائد ہے اور مراد خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے اور اپنے لئے ذخیرہ ثابت نہیں۔ چنانچہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت باب کے اخیر میں اسی مضمون کی آرہی ہے۔ بعض نے یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ ذخیرہ تو حضور حوالہ فرما دیا کرتے تھے لیکن ازواج مطہرات بھی شوق ثواب میں سب تقسیم فرما دیتی تھیں۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک ان کے علاوہ دو توجیہیں اور ممکن ہیں لیکن چونکہ کسی بڑے کی کلام سے منقول نہیں اسلئے حجت نہیں تاہم محتمل ضرور ہیں۔ اول یہ کہ سال بھر کا نفقہ اسی حساب سے ہو کہ مسلسل دو دن کی روٹی کا حساب نہ بیٹھتا ہو بلکہ کبھی روٹی، کبھی کھجوریں، کبھی فاقہ۔ دوسری توجیہ یہ کہ وہ نفقہ کیا عجب ہے کہ کھجوریں ہوں، اس حدیث میں اسکی نفی نہیں بلکہ روٹی کی نفی ہے۔ (۲) ابو امامہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس

[1] بالفتح اسم لما یوکل وبالفتح مصدر بمعنی اصطناعه والمراد الاول وقال ابن حجر زعم ان فی الترجمة حذفا ای خبز آل رسول الله صلی الله علیه وسلم لیطابق الحدیث باطل لان ما یاکلہ آلہ هو خبزه ویکون منسوبا الیه علی انه صلی الله علیه وسلم داخل فیهم ۱۲ [2] یعنی عیاله الذین کانوا فی مؤنته ولیس المراد بهم من حرمت علیهم الصدقة قال میرک ویحتمل ان لفظ الآل مقحم ویؤیده ان الحدیث اخرجه فی آخر الباب من طریق شعبة بلفظ ما شبع رسول الله صلی الله علیه وسلم فیحصل المطابقة بینه وبین الترجمة اھ قال المناوی وما یاکله عیاله یسمی خبزه فالخبر مطابق للترجمة اھ ۱۲ [3] اشارة الی استمرار تلک الحالة طول مدة اقامته بالمدینة وهی عشر سنین ۱۲ [4] الدوری بضم الدال المهملة وسکون الواو بعدها راء مهملة نسبة الی مواضع والدور محلة وقریة ایضا ببغداد ۱۲ [5] بفتح حاء مهملة وکسر راء وتحتیة ساکنة آخره زای کان ثبتا ناصبیا وغلط من قال انه رد قد رواه المناوی ۱۲ [6] الجمحی بضم الجیم وفتح المیم نسبة الی جمح بطن من قریش

http://mujahid.xtgem.com

يزيد عن هلال بن خباب عن عكرمة عن ابن عباس رضى الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يبيت الليالى المتتابعة طاويا هو واهله لا يجدون عشاء وكان اكثر خبزهم خبز الشعير حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن ثنا عبيد الله بن عبد المجيد الحنفى ثنا عبد الرحمن وهو ابن عبد الله بن دينار ثنا ابو حازم عن سهل بن سعد انه قيل له اكل رسول الله صلى الله عليه وسلم النقى يعنى الحوارى فقال سهل ما رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم النقى حتى لقى الله تعالى فقيل له هل كانت لكم مناخل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما كانت لنا مناخل

صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جَو کی روٹی کبھی نہیں بچتی تھی۔ **ف** یعنی جَو کی روٹی اگر کبھی بچتی تھی تو وہ مقدار میں اتنی ہوتی ہی نہیں تھی کہ بچتی اسلئے کہ پیٹ بھرنے کو بھی کافی نہیں ہوتی تھی اور اسپر حضور کے مہمانوں کی کثرت اور اہل صفہ تو مستقل طور سے حضور کے مہمان تھے ہی۔

(۳۳) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے گھروالے کئی کئی رات پے در پے بھوکے گذار دیتے تھے کہ رات کو کھانے کیلئے کچھ موجود نہیں ہوتا تھا۔ اور اکثری غذا آپکی جَو کی روٹی ہوتی تھی (گو کبھی کبھی گیہوں کی روٹی بھی مِل جاتی تھی) **ف** حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اگرچہ بعض لوگ ایسے تھے جو اہل ثروت تھے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غایت اخفاء کی وجہ سے ان کو علم ہی نہیں ہوتا تھا، ایسے ہی اہل وعیال بھی اخفاء کرتے تھے۔

(۳۴) سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفید میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ حضور کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ آیا بھی نہیں ہوگا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ حضور کے زمانہ میں تم لوگوں کے یہاں چھلنیاں تھیں، انھوں نے فرمایا کہ نہیں تھیں۔ سائل نے پوچھا پھر جَو کی روٹی کو کیسے پکاتے تھے (چونکہ اس میں تنکے وغیرہ زیادہ ہوتے ہیں) سہل نے فرمایا کہ اسکے آٹے میں پھونک مار لیا کرتے تھے، جو موٹے موٹے تنکے ہوتے تھے وہ اُڑ جاتے تھے باقی گوندھ لیتے تھے۔ **ف** اللہ الصمد آج کل گیہوں کی روٹی بھی بغیر چھنے کھانا مشکل سمجھا جاتا ہے حالانکہ بغیر چھنے آٹے کی روٹی زود ہضم بھی ہوتی ہے اور میدہ کی روٹی نہایت ثقیل، لیکن پھر بھی تنعم کے زور میں بہت سے گھرانوں میں یہ فضول رواج جاری ہوگیا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلی بدعت جو اسلام میں آئی ہے وہ چھلنیوں کا رواج ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ وہ بدعت ہی جو شرعاً سنت کے مقابل شمار کیجاتی ہے بلکہ جدید رواج کے اعتبار سے بدعت کہدیا ہے ورنہ اس کے جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

ف۵۱ بفتح الیاء المعجمة وتشدید الموحدة الاولیٰ ۱۲ ق والحدیث اخرجه المصنف فی جامعه بهذا السند وقال حسن صحیح ۱۲ ف۵۲ ای خالی البطن جائعا قال میرک طوی بالکسر یطوی از اجاع وطوی بالفتح یطوی اذا جوع نفسه قصداً ۱۲ ق ف۵۳ عشاء بالفتح هو طعام العشاء وبالکسر وهو آخر النهار والمعنی لایجدون ما یاکلونه فی اللیل قال المناوی قال الشارح فیه عدم الاثم فی عدم اطعام الجائع حیث رمی اغنیاء الصحابة بکونهم جائعین وهو من استغفر الله لقائله وکیف یظن عاقل بمکان الصحب انهم کانوا علیه من بذلهم النفوس دونه صلی الله علیه وسلم انه یبلغهم ذلک وسکتوا عنه بل کان صلی الله علیه وسلم لشرف نفسه یبالغ فی ستر ذلک عنهم ۱۲ ف۵۴ الحنفی نسبة لبنی حنیفة قبیلة من ربیعة سکنوا الیمامة فی عهده صلی الله علیه وسلم ۱۲ م ف۵۵ اکل استفهام بحذف حرفه وهی ثابتة فی نسخ قاله المناوی ۱۲ ف۵۶ بفتح نون وکسر قاف وتشدید تحتیة یقال له بالفارسیة سیده ۱۲ ق ف۵۷ الحواری مدرج من الراوی فی تفسیر اللفظ وهو بضم الحاء المهملة وتشدید الواو وفتح الراء فی آخره الف مقصورة ما حوری ای بیض من الدقیق بنخله مراراً ماخوذ من التحویر وهو التبییض واخطأ من زعم تشدید الیاء ۱۲ ق م ف۵۸ سهل بالسین المهملة ای ابن سعد المذکور فما فی بعض النسخ بلفظ اهل تصحیف ۱۲ ف۵۹ جمع منخل بضم المیم والخاء وفتح الخاء لغة اسم آلة علی خلاف القیاس والمعنی ما کانت لنا المناخل فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ولذا قیل المنخل اول بدعة فی الاسلام وقد روی عن سهل فی بعض طرق الحدیث ما رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم منخلا من حین بعثه الی حین قبض قال الحافظ ابن حجر احترز به عن قبل البعث لانه توجه قبله الی الشام مرتین والخبز النقی فیه کثیر وکذا المناخل ۱۲ م

http://mujahid.xtgem.com

فقیل کیف کنتم تصنعون بالشعیر قال کنا ننفخہ فیطیر منہ ما طار ثم نعجنہ حدثنا محمد بن بشار انا معاذ ابن ھشام قال ثنی ابی عن یونس عن قتادۃ عن ۵ انس بن مالکؓ قال ما اکل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی خوانٍ[1] ولا فی سُکُرُّجَۃٍ[2] ولا خبز لہ مرقق قال فقلت لقتادۃ فعلٰی[3] ما کانوا یاکلون قال علٰی ھذہ السفر قال محمد بن بشار یونس[4] ھذا الذی روی عن قتادۃ ھو یونس الاسکاف حدثنا احمد بن منیع ثنا عباد بن عباد المھلبی عن مجالدٍ عن الشعبی عن ۶ مسروقٍ قال دخلت علی عائشۃ فدعت لی بطعامٍ وقالت ما اشبع من طعامٍ فاشاء ان ابکی الا بکیت قال قلت لم قالت اذکر الحال التی فارق علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا واللہ ما شبع من خبزٍ ولا لحمٍ مرتین فی یومٍ واحدٍ حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو داود قال حدثنا شعبۃ عن ابی اسحاق قال سمعت عبد الرحمن بن یزید یحدث عن الاسود بن یزید عن ۷ عائشۃ قالت ما شبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا، نہ چھوٹی طشتریوں میں نوش فرمایا، نہ آپکے لئے کبھی چپاتی پکائی گئی۔ یونس کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے پوچھا کہ پھر کھانا کس چیز پر رکھکر نوش فرماتے تھے انھوں نے جواب دیا کہ یہی چمڑے کے دسترخوان پر۔ ف یونس اور قتادہ جن کا ذکر ترجمہ میں آیا ہے وہ اس حدیث کی سند میں دو راوی ہیں۔ ملا مناوی اور ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ میز پر کھانا کھانا ہمیشہ سے متکبر لوگوں کی عادت رہی ہے۔ کوکب دری میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں چونکہ اسمیں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ بھی ہے اسلئے مکروہ تحریمی ہے۔ تشبہ کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے احادیث میں بہت کثرت سے اسپر مختلف عنوانات سے تنبیہ کی گئی ہے کھانے میں پینے میں لباس میں حتی کہ عبادات تک میں بھی اس سے روکا گیا ہے جیسا کہ عاشورا کے روزے اور اذان کی احادیث میں کثرت سے یہ مضمون کتب حدیث میں مذکور ہے مگر ہم لوگ اسمیں خاص طور سے لاپرواہیں فالی اللہ المشتکی۔ (۶) مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا انھوں نے میرے لئے کھانا منگایا اور یہ فرمانے لگیں کہ میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتی مگر میرا رونے کو دل چاہتا ہے پس رونے لگتی ہوں۔ مسروق نے پوچھا کہ کیوں رونے کو دل چاہتا ہے آپنے فرمایا کہ مجھے حضور کی وہ حالت یاد آجاتی ہے جسپر ہم سے مفارقت فرمائی ہے کہ کبھی ایک دن میں دو مرتبہ گوشت یا روٹی سے پیٹ بھرنے کی نوبت نہیں آئی۔ (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے تمام عمر میں کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن پے درپے پیٹ نہیں بھرا۔ ف یہ وہی حدیث ہے جو شروع باب میں گذر چکی۔ اتنا فرق ہے کہ وہاں سب گھر والوں کا ذکر تھا یہاں خود حضور کی ذات والا صفات کا ذکر ہے مآل ایک ہی ہے کہ حضور کو اپنے اور اپنے گھر والوں کیلئے فقر ہی پسند تھا اتنا ہوتا ہی نہیں تھا کہ سب پیٹ بھر سکیں جو کچھ ہوتا تھا وہ غرباء پر تقسیم ہوجاتا تھا۔

[1] خوان قال القاری المشہور فیہ کسر المعجمۃ ویجوز ضمہا وہو المائدۃ ما لم یکن علیہ طعام ویطلق فی التعارف علی ما له ارجل ویکون مرتفعا عن الارض واستعماله من صنیع المترفین لئلا یفتقروا الی خفض الراس عند الاکل فالاکل علیہ بدعۃ انتہی قلت بل فیہ تشبہ بالنصاری ایضا ۱۲ [2] سکرجۃ بضم السین المہملۃ والکاف والراء المشددۃ المہملۃ وقیل الصواب فتح الراء اناء صغیر یوکل فیہ الشئی القلیل ۱۲ [3] کذا فی بعض نسخ الشمائل وفی اکثرہا علی م بمیم مفردۃ وحرف الجر اذا دخل علی ما الاستفہامیۃ حذف الالف لکثرۃ الاستعمال لکن قد ترد فی الاستعمالات القلیلۃ علی الاصل وایضا اذا اتصل الجار بما الاستفہامیۃ المحذوفۃ الالف فیکتب بالالف نحو حتام وعلام والام ۱۲ ق [4] یونس لما لم یکن عند المصنف لیونس ھذا الا ھذا الحدیث الواحد نبہ علیہ لیتمیز عن غیرہ سیما یونس بن عبید البصری احد الثقات المکثرین فان طبقتہما کلیہما علی ما قالہ الحافظ فی الفتح واحد فنقل عن شیخہ محمد بن بشار انہ ۱۲

[5] یونس الذی روی عن قتادۃ فی ہذا الحدیث ہو یونس الاسکاف ... قال فی القاموس انہ اسکف والاسکاف ... سکون ... والاسکاف

http://mujahid.xtgem.com

من خبز شعير يومين متتابعين حتى قبض حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن ثنا عبد الله بن عمرو ابو معمر[1] ثنا عبد الوارث[2]

عن سعيد بن ابی عروبة عن قتادة عن انس قال ما اكل رسول الله صلى الله عليه وسلم على خوان ولا اكل خبزا مرققا حتى مات

الرقاق بالضم الخبز الرقيق والمرقق نقيض الغليظ ۱۲

باب[3] ما جاء فی صفة ادام رسول الله صلى الله عليه وسلم

كتاب ما يؤتدم به ۱۲ مغرب

حدثنا محمد بن سهل بن عسكر وعبد الله بن عبد الرحمن قالا ثنا يحيى بن حسان ثنا سليمان بن بلال عن هشام

ابن عروة عن ابيه عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نعم[4] الادام الخل قال[5] عبد الله

بن عبد الرحمن فی حديثه نعم الادم او الادام الخل حدثنا قتيبة ثنا ابو الاحوص عن سماك بن

سلام بن سليم ۱۲

---

(۸) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے کبھی اخیر تک میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا اور نہ کبھی چپاتی نوش فرمائی۔ ف یہ حدیث بھی اسی باب کے نمبر ۵ پر گذر چکی ہے۔ روایات حدیث سے یہ بات تو تصریحاً ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کی حالت خود پسند فرمائی تھی اور جب حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے کسی فرشتے کی زبانی حضور سے فقر و فاقہ اور ثروت و ریاست کے درمیان ترجیح پوچھی جاتی تو حضور پہلی ہی قسم کو پسند فرماتے۔ چنانچہ متعدد احادیث اس مضمون کی وارد ہیں لیکن اس میں علماء کے دو قول ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند فرمانے کی وجہ سے میسر ہی اتنا ہوتا تھا جسکا اوپر ذکر ہوا۔ یا باوجود میسر ہونے کے حضور تواضعاً تناول نہیں فرماتے تھے اور تقسیم فرما دیتے تھے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کا ذکر

ف اس باب میں تینتیس سے زائد حدیثیں ہیں، بعض نسخوں میں اس باب میں ایک مضمون اور بھی ذکر کیا ہے وہ یہ کہ سالن اور مختلف اشیاء کا ذکر جو حضور نے تناول فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ سرکہ بھی کیسا اچھا سالن ہے۔ ف اس لحاظ سے کہ اسمیں دقت و محنت زیادہ نہیں ہوتی اور روٹی بے تکلف کھائی جاتی ہے۔ ہر وقت میسر آجاتا ہے نیز تکلفات سے بعید ہے، اور دنیوی گذران میں اختصار ہی مقصود ہے۔ اسکے علاوہ سرکہ میں خصوصی فوائد بھی بہت سے ہیں سمیات کیلئے مفید ہے بلغم اور صفراء کا قاطع ہے۔ کھانے کے ہضم میں معین ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کا قاتل ہے بھوک اچھی لگاتا ہے۔ البتہ سرد مزاج ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مضر ہوتا ہے لیکن اس لحاظ سے کہ بہترین سالن ہر وقت میسر آسکتا ہے جتنی بھی مدح ہو قرین قیاس ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور نوش فرماتے تھے اور یہ فرماتے تھے کیا ہی اچھا سالن ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے اسمیں برکت کی دعا فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ پہلے انبیاء کا بھی یہ سالن رہا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ محتاج نہیں ہے یعنی سالن کی احتیاج باقی نہیں رہتی جمع الرسائل

---

[1] ابو معمر عطف بیان لعبد الله بن عمرو فما وقع فی بعض النسخ بواو بين المؤدي الى انهما راويان و بلفظ قالا بالتثنية سهو من الكاتب قاله القاری وهو عبد الله بن عمرو بن ابی الحجاج المنقری المقعد البصری ۱۲ [2] هو عبد الوارث بن سعيد بن ذكوان خرج له الجماعة فقصر نظر من قال لم توجد ترجمة قاله المناوی ۱۲ [3] باب الخ بكذا فی النسخ الموجودة وزيد فی الترجمة فی بعض النسخ وما اكل من الالوان كما حكاه القاری عن بعض النسخ المصححة ۱۲ [4] نعم الادام الخ قال فی الدر المختار والادام ما يصطبغ به الخبز اذا اختلط به كخل وزيت الخ فالحديث موافق لمسلك الفقهاء وقال ابن القيم هذا ثناء عليه بحسب الوقت لا التفضيل على غيره لان سببه ان اهله قدموا الخبز افقال اما من ادم قالوا ما عندنا الا الخل فقال ذلك جبر القلوبهم لا تفضيلا له على غيره كذا فی المناوی قلت وفيه انه وقع مدحه فی بعض الروايات بدون هذا السبب ايضا ۱۲

[5] قال عبد الله هذا بيان الفرق فی الالفاظ فنسخة محمود عبد الله بال رواية محمد جازمة ورواية عبد الله بلفظ الشك و المآل واحد ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

حرب قال سمعت النعمان[2] بن بشیر یقول الستم فی طعام وشراب ما شئتم[1] لقد رایت نبیکم[2] وما یجد من الدقل ما یملأ[3]
(استفہام انکاری ۱۲)
بطنہ حدثنا عبدۃ بن عبد اللہ الخزاعی ثنا معاویۃ بن ہشام عن سفین عن محارب[4] بن دثار عن[3] جابر بن
(الثوری ۱۲)
عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم[5] الادام الخل حدثنا ھناد ثنا وکیع عن سفین عن ایوب
عن ابی قلابۃ[6] عن[4] زھدم[7] الجرمی قال کنا عند ابی موسی فاتی بلحم[8] دجاج فتنحی[9] رجل من القوم فقال مالک[10]
(بکسر الدال المہملۃ وحکی فتحہا وضمہا ایضاً ۱۲)　(بناء المجہول ۱۲)
قال انی رایتہا تاکل شیئا نتنا فحلفت ان لا اکلہا قال ادن فانی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یاکل لحم دجاج حدثنا الفضل بن سہل الاعرج البغدادی ثنا ابراھیم بن عبد الرحمن بن مہدی عن
ابراھیم بن عمر بن سفینۃ عن ابیہ عن[5] جدہ قال اکلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں ان روایات کو ابن ماجہ سے نقل کیا ہے۔ (۲) نعمان بن بشیر کہتے ہیں کیا تم لوگ کھانے پینے کی خاطر خواہ نعمتوں میں نہیں ہو حالانکہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ معمولی قسم کی کھجوروں کی بھی اتنی مقدار نہ ہوتی تھی کہ جس سے شکم سیر ہو سکے۔ **ف** صحابی کا مقصود ترغیب دینا ہے حضور کے اتباع اور دنیا کی تحقیر کی۔ اور حدیث میں جب شکم سیر کھجوروں کی نفی ہو گئی تو روٹی سالن کا کیا ذکر لہٰذا ترجمۃ الباب سے مناسبت بھی ظاہر ہو گئی۔ (۳) حضرت جابرؓ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ سرکہ بھی کیا ہی اچھا سالن ہے۔ **ف** ممکن ہے کہ جس وقت حضور نے یہ ارشاد فرمایا تو حضرت عائشہ اور حضرت جابرؓ دونوں حضرات موجود ہوں۔ اور اقرب یہ ہے کہ مختلف اوقات میں حضور نے یہ ارشاد فرمایا۔ (۴) زہدم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا ان کے پاس کھانے میں مرغی کا گوشت آیا، مجمع میں سے ایک آدمی پیچھے ہٹ گیا۔ ابو موسیٰ نے اس سے ہٹنے کی وجہ دریافت کی اس نے عرض کیا کہ میں نے مرغی کو گندگی کھاتے دیکھا تھا اسلئے میں نے مرغی کھانے کی قسم کھا رکھی ہے حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ آؤ اور بے تکلف کھاؤ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نوش فرماتے دیکھا ہے اگر ناجائز یا ناپسند ہوتی تو حضور کیسے تناول فرماتے۔ **ف** مقصود یہ ہے کہ مباح شرعی کی تحریم نہیں کرنی چاہئے اسلئے اپنی قسم کو توڑ دو اور کفارہ دو۔ مرغی جمہور ائمہ کے نزدیک جائز ہے البتہ جلالہ[1] کو علماء نے مکروہ فرمایا ہے مرغی حار رطب ہوتی ہے سریع الہضم ہے، اخلاط اچھے پیدا کرتی ہے، دماغ اور جملہ اعضائے رئیسہ کو قوت دیتی ہے، آواز بھی صاف کرتی ہے، اور رنگ بھی خوشنما پیدا کرتی ہے، عقل کو بھی قوت دیتی ہے۔ (۵) سفینہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری کا گوشت کھایا ہے۔ **ف** حباری ایک پرندہ ہے۔ اسکے ترجمہ میں علماء مختلف ہوئے ہیں بعض نے تغدری کیا ہے بعض نے بٹیر اور بعض نے سرخاب

[1] قال المناوی ما بمعنی الذی بدل من طعام وشراب العائد محذوف ای ما شئتموہ ووجہہ القاری بتوجیہات قال البیجوری ای الستم منعمین فی طعام وشراب مقدار الذی شئتم من السعۃ والافراط والخطاب للتابعین او للصحابۃ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ [2] نبیکم اضافۃ النبی الیہم الزاما لہم وتبکیتا وحثا علی التاسی بہ فی الاعراض عن الدنیا وبذا والاغاذ صلی اللہ علیہ وسلم کما انہ بنی للمخاطبین بین للقائل ایضا وقتل خالد مالک بن نویرۃ لما قال لہ کان صاحبکم یقول کذا فقال لہ حسب دنیس بعد انہ لیک صاحبک فقتلہ لانہ جرد ہذہ الکلمۃ لانہ جنرانہ ارتد وتاکد ذلک بہذہ الکلمۃ قال القاری والمناوی ۱۲ [3] ما یملأ الخ مفعول یجد وما موصولۃ من بیان ما تقدم علیہ الدقل بکسر الدال المہملۃ وفتحہا وضمہا [4] بصیغۃ اسم الفاعل ودثار بکسر الدال المہملۃ وتخفیف المثلثۃ ۱۲ [5] قال القاری رواہ احمد ومسلم والاربعۃ وہو حدیث مشہور کاد ان یکون متواترا ۱۲ [6] ابی قلابۃ بکسر القاف وتخفیف اللام وبعد الالف موحدۃ اسمہ عبد اللہ بن زید ۱۲ [7] بفتح الزای وسکون الہاء وفتح الدال المہملۃ والجرمی بالجیم المفتوحۃ والراء الساکنۃ نسبۃ الی جرم بطن قال المصنف فی الجامع حدیث زہدم حسن ۱۲ [8] قال المعنی فاتی ابن حجر فقال تم ما تقدم ...

[9] ... ابی موسی ... دجاج خطاء ... وتعقبہ القاری فقال ... فلا ینافیہ ما ذکرہ ابن حجر ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

لحم حباری حدثنا علی بن حجر ثنا اسمٰعیل بن ابراهیم عن ایوب عن القاسم التمیمی عن زهدم الجرمی قال كنا عند ابی موسٰی قال فقدم طعامه وقدم فی طعامه لحم دجاج وفی القوم رجل من بنی تیم الله احمر كانه مولٰی فلم یدن فقال له ابو موسٰی ادن فانی قد رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اكل منه فقال انی رأیته یاكل شیئا فقذرته فحلفت ان لا اطعمه ابدا حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو احمد الزبیری وابو نعیم قالا ثنا سفیٰن عن عبد الله بن عیسٰی عن رجل من اهل الشام یقال له عطاء عن ابی اسید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم كلوا الزیت و

اور بعض مترجمین نے چکا چکوی کیا ہے۔ محیط اعظم میں لکھا ہے کہ حباری کو فارسی میں ہوبرہ اور شوات اور شوال کہتے ہیں۔ ترکی میں توغدری اور ہندی میں چرز کہتے ہیں، جنگلی پرند ہے جس کا رنگ خاکی اور گردن بڑی اور پاؤں لانبے اور چونچ میں تھوڑی سی لمبائی ہوتی ہے، بہت تیز اڑتا ہے اسکو جرج بھی کہتے ہیں، یونانی لوگ اسکو غلوفس کہتے ہیں، جثہ میں کونج اور مرغابی کے درمیان ہوتا ہے۔ منتہی الغات اور صراح نے بھی حباری کا ترجمہ شوات لکھا ہے اور مظاہر حق میں تعذری لکھا ہے، حباری کا ترجمہ اور حضرات نے بھی تعذری لکھا ہے اسلئے یہی صحیح ہے۔ صاحب غیاث نے تعذری اور چرز لکھا ہے صاحب بحر الجواہر نے بھی تعذری اور چرز لکھا ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اسکو سرخاب بھی کہتے ہیں۔ لیکن صاحب محیط نے سرخاب جسکو چکوہ بھی کہتے ہیں دوسرا پرند لکھا ہے، اور صاحب نفائس نے چکوا اور سرخاب کی عربی نحام لکھا ہے اسلئے اقرب یہی ہے کہ سرخاب دوسرا جانور ہے۔ سفینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولٰی کا لقب تھا ان کو سفینہ اسلئے کہتے تھے کہ کشتی کیطرح سے سفر میں بہت سا سامان اپنے اوپر لاد لیتے تھے (۶) زہدم کہتے ہیں کہ ہم ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اُن کے پاس کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت بھی تھا۔ مجمع میں ایک آدمی قبیلہ بنو تیم اللہ کا بھی تھا جو سُرخ رنگ تھا بظاہر آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا اُس نے یکسوئی اختیار کی۔ ابو موسٰی نے اُسے متوجہ ہونے کو کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرغی تناول فرمانے کا ذکر کیا، اس نے عذر کیا کہ میں نے اسکو کچھ ایسی ہی چیز کھاتے دیکھا جس کی وجہ سے مجھے اس سے کراہت آتی ہے اسلئے میں نے اسکے کھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔

ف یہ وہی حدیث ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔ اختلاف سند سے صورتاً قصہ میں کچھ اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ شمائل میں دونوں حدیثیں مختصر ذکر کی گئیں۔ بخاری شریف میں یہ لمبا قصہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ابو موسٰی اشعری نے پھر بھی یہی فرمایا کہ کھاؤ اور قسم کا کفارہ ادا کرو کہ حلال چیز کے نہ کھانے کی قسم کے کیا معنی۔ (۷) ابو اسید کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھانے میں بھی استعمال کرو

لہ الحباری الغبا للتانیث یقع علی الذکر والانثی والواحد والجمع طائر طویل العنق فی منقاره بعض طول رمادی اللون شدید الطیران یضرب به المثل فیقال اطلب من الحباری وهو اکثر الطیور حیلة فی تحصیل الرزق ولذا خصها فی حدیث انس ان الحباری لیموت هزلا بذنب ابن آدم یعنی [illegible] ... بعد الشیر نجة وهو مار یابس لطیف الانهضام نافع لاهل الریاضة والتعب قال القاری واهل مصر یسمون الحباری الحبرج ویضرب به المثل فی الحمق [illegible] ما دام هذا علیه اه وكذا قال الدمیری ۱۲ ؎ اختلف فی هذا الحدیث علی ایوب فروی عنه عن القاسم كما ههنا وتقدم قریبا عنه عن ابی قلابة وقد اخرج البخاری فی [illegible] حماد بن زید عن ایوب عنهما ۱۲ ؎ التیمی بمیمین بینهما یاء هو الصواب وصححه فی هامش المكتوبة وما قال مولانا عصام وتبعه العلامة المناوی من تصویب [illegible] التیمی هو الظاهر لان ایوب من رواة القاسم بن محمد التیمی احد الفقهاء السبعة اه لیس بصواب بل القاسم هذا هو قاسم بن عاصم التیمی ویقال الكلیبی بنون بعد التحتیة جزم به القاری وبه جزم الحافظ فی الفتح والعینی فی شرح البخاری وما قال المناوی ان ایوب هذا من رواة القاسم بن محمد فلا دلیل فیه علی انه لیس من رواة قاسم بن عاصم ایضا وقد عده فی تلامذته ایضا اصحاب الرجال قاله ۱۲ ؎ بینا المجهول من التقدیم ای قدم بعض خدمه ۱۲ ؎ تیم الله ای عبد الله من قولهم تیم الحب ای ذلله وعبده وهو تیم الله بن ثعلبة من بنی بكر قیس هذا دلیل من ان [illegible] زهدم جرمی [illegible] [illegible] زهدم الیهما [illegible] المناوی والقاری فی جمع الوسائل [illegible]

http://mujahid.xtgem.com

ادھنوا به فانه من شجرة مبارکة حدثنا یحیی بن موسی ثنا عبد الرزاق ثنا معمر عن زید بن اسلم عن ابیه عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کلوا الزیت وادھنوا به فانه من شجرة مبارکة قال ابو عیسی وکان عبد الرزاق یضطرب فی هذا الحدیث فربما اسنده وربما ارسله حدثنا السنجی وهو ابو داؤد سلیمان بن معبد المروزی السنجی ثنا عبد الرزاق عن معمر عن زید بن اسلم عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم نحوه ولم یذکر فیه عن عمر حدثنا محمد بن بشار ثنا محمد بن جعفر و عبد الرحمن بن مهدی قالا ثنا شعبة عن قتادة عن انس بن مالك قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یعجبه الدباء فاتی بطعام او دعی له فجعلت اتتبعه فاضعه بین یدیه لما اعلم انه یحبه حدثنا قتیبة بن سعید ثنا حفص بن غیاث عن اسمعیل بن ابی خالد عن حکیم بن

اور مالش میں بھی۔ اسلئے کہ بابرکت درخت کا تیل ہے۔ **ف** اس درخت پر مبارک کا اطلاق کلام اللہ شریف کی اس آیت میں آیا ہے من شجرة مبٰرکة زیتونة الآیة اور بابرکت ہونے کی وجہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اکثر شام میں پیدا ہوتا ہے اور وہ زمین اسلئے بابرکت ہے کہ اس میں ستر نبی مبعوث ہوئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ برکت کا اطلاق اسلئے ہے کہ اس میں منافع بہت ہیں۔ چنانچہ ابونعیم نے نقل کیا ہے کہ اس میں ستر بیماریوں کی شفا ہے جن میں سے ایک جذام بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکی ہر چیز میں منافع ہیں، اس کا تیل جلانے کے کام میں آتا ہے، کھانے کے کام میں آتا ہے، دباغت کے کام میں آتا ہے، ایندھن جلانے کے کام میں لایا جاتا ہے حتیٰ کہ اسکی راکھ ریشم دھونے کے لئے خاص طور سے مفید ہے۔ کہتے ہیں کہ اسکے درخت کی عمر بہت ہوتی ہے چالیس سال کے بعد تو پھل لاتا ہے اور ایک ہزار برس کی عمر اکثر ہوتی ہے۔ اسکے منافع طب کی کتب میں بکثرت ذکر کئے گئے ہیں۔

(۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھاؤ اور مالش میں استعمال کرو اسلئے کہ وہ مبارک درخت سے پیدا ہوتا ہے۔ **ف** ان روایات کو حضور کے معمولات میں ذکر کرنا اس وجہ سے ہے کہ جب حضور نے اس کی ترغیب دی ہے تو خود استعمال فرمانا ظاہر ہے۔

(۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو مرغوب تھا۔ ایک مرتبہ حضور کے پاس کھانا آیا، یا حضور کسی دعوت میں تشریف لیگئے (راوی کو شک ہے کہ یہ قصہ کس موقع کا ہے) جس میں کدو تھا۔ چونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مرغوب ہے، اسلئے اسکے قتلے ڈھونڈ کر میں حضور کے سامنے کر دیتا تھا۔ **ف** اس سے معلوم ہوا کہ اگر برتن میں مختلف چیزیں ہوں تو اپنے علاوہ دوسری جانب سے بھی کسی مرغوب چیز کے اٹھا لینے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ ساتھی کو کراہت نہ آوے۔ ڈھونڈ کر پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شوربا زیادہ رکھنے کا معمول تھا حضور نے اسکی ترغیب بھی فرمائی ہے کہ شوربا زیادہ رکھا کرو کہ پڑوسی بھی منتفع ہو سکے۔

لہ بفتح المیمین بینھما مین مھملة ساکنة ۱۲ ۲ فربما الخ غرض المصنف بیان الاضطراب فی ہذا الحدیث فی وصلہ وارسالہ فروی اولا موصولا بروایۃ یحیی عن عبد الرزاق ثم ذکر بعدہ الطریق السنجی عن عبد الرزاق مرسلا وقال فی جامعہ ہذا حدیث لا نعرفہ الا من حدیث عبد الرزاق عن معمر وکان عبد الرزاق یضطرب فی روایۃ ہذا الحدیث فربما ذکر فیہ عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وربما رواہ علی الشک فقال احسبہ عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وربما قال عن زید بن اسلم عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا ۱۲ ۳ السنجی بکسر السین المھملة وسکون النون نسبة الی سنج قریة من قری مرو ۴ معبد بفتح المیم وسکون العین المھملة وفتح الموحدة ۱۲ ۵ الدباء بضم الدال وتشدید الموحدة وبالمد علی الاشھر وحکی القصر ایضا وھ

جابر عن ابیہ قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرأیت عندہ دباء یقطع فقلت ما ھذا قال نکثر بہ طعامنا قال ابو عیسٰی وجابر ھذا ھو جابر بن طارق ویقال ابن ابی طارق وھو رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یعرف لہ الا ھذا الحدیث الواحد وابو خالد اسمہ سعد حدثنا قتیبۃ بن سعید عن مالک بن انس عن اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ انہ سمع انس بن مالک یقول ان خیاطا دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لطعام صنعہ فقال انس فذھبت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ذلک الطعام فقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبزا من شعیر ومرقا فیہ دباء وقدید قال انس فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتتبع الدباء حوالی الصحفۃ فلم ازل احب الدباء من یومئذ حدثنا احمد بن ابراھیم الدورقی وسلمۃ بن شبیب ومحمود بن غیلان قالوا انا ابو اسامۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن ۱۲ عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ

(۱۰) جابر بن طارق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کدو کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جارہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا بنیگا۔ فرمایا کہ اس سے سالن میں اضافہ کیا جائیگا۔ **ف** کدو کے فوائد بھی علماء حدیث نے بہت سے لکھے ہیں اور طب کی کتابوں میں بھی بہت سے منافع لکھے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ عقل کو تیز کرتا ہے دماغ کو قوت دیتا ہے۔ (۱۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مرتبہ دعوت کی میں بھی حضور کے ساتھ حاضر ہوا۔ اس نے حضور کی خدمت میں جَو کی روٹی اور کدو گوشت کا شوربا پیش کیا۔ میں نے حضور کو دیکھا کہ پیالہ کے سب جانبوں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرماکر نوش فرمارہے ہیں۔ اسوقت سے مجھے بھی کدو مرغوب ہوگیا۔ **ف** حضرت انس کی خود بھی دعوت ہوگی یا حضور کے ساتھ خادمیت میں چلے گئے ہونگے اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ داعی کو گراں نہ ہو۔ حضرت انس کا یہ ارشاد کہ مجھے اسوقت سے کدو سے رغبت ہوگئی اس محبت کا ثمرہ ہے جو ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ اور محبت کا مقتضٰی یہی ہے کہ محبوب کی ہر ادا پسند ہو اس کی ہر بات دل میں جگہ کرنے والی ہو جس درجہ کی محبت ہوگی اسی مرتبہ میں محبوب کے اثرات کی ساتھ شغف ہوگا۔ لیکن اللہ کی شان ہے کہ آج حضور کے ساتھ محبت کے دعویداروں کو حضور جیسی صورت بنانا بھی پسند نہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تابکجا۔ (۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا اور شہد پسند تھا **ف** بظاہر حدیث میں حلوے سے مراد ہر میٹھی چیز ہے لیکن بعض لوگوں نے اس سے متعارف حلوا مراد لیا ہے۔ جو مٹھائی اور گھی وغیرہ سے بنایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حلوا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنواکر

لہ من التقطیع وھو جعل الشیٔ قطعۃ قطعۃ وباب التفعیل للتکثیر ۱۲ ق ۲ے قال ابو عیسٰی لما کان جابر بن عبد اللہ ھو المشہور من الصحابۃ والمطلق ینصرف الی المشہور نبہ المصنف علی ان ھذا رجل آخر صحابی غیر ذاک المشہور ۱۲ ۳ے وقال الخ ھو جابر بن طارق بن ابی طارق فقد ینسب الی ابیہ وقد ینسب الی جدہ فیقال جابر بن ابی طارق کذا فی الاصابۃ قال ابن حجر ۱۲ ۴ے لا یعرف بمبناء المجھول من المعائب وبناء المعلوم من المتکلم روایتان قلت وفیہ ان الحافظ ذکر لہ حدیثا آخر فی الاصابۃ ۱۲ ۵ے خیاطا قال العسقلانی لم اقف علی تسمیتہ لکن فی روایۃ انہ مولی المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کذا قالہ القاری والمناوی قلت ولفظ البخاری بروایۃ ثمامۃ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی مولی لہ خیاطا الحدیث ۱۲ ۶ے قال القاری یحتمل تطلب مخصوص او تبعا لکونہ خادما لہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ۷ے حوالی بفتح اللام وسکون التحتیۃ مفرد ومثنی الصحفۃ بمعنی الجوانب قالہ

علیہ وسلم یحب الحلواء[۱] والعسل حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی[۲] انا حجاج بن محمد قال قال ابن جریج اخبرنی
محمد بن یوسف ان عطاء بن یسار اخبرہ ان ام سلمۃ[۱۳] اخبرتہ انہا قربت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جنبا مشویا فاکل منہ ثم قام الی الصلوۃ وما توضأ حدثنا قتیبۃ ثنا ابن لہیعۃ عن سلیمان بن زیاد عن
عبد اللہ[۱۴] بن الحارث قال اکلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شواء[۳] فی المسجد حدثنا محمود بن غیلان
انا وکیع حدثنا مسعر عن ابی صخرۃ[۴] جامع بن شداد عن المغیرۃ بن عبد اللہ عن المغیرۃ[۱۵] بن شعبۃ

عبد الملک ۱۲ — بتشدید الراء ۱۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو پسند فرمایا۔ یہ حلوا آٹے اور شہد اور گھی سے بنایا گیا تھا۔ شکر کا اس زمانہ میں کچھ ایسا دستور نہ تھا اسلئے میٹھی چیز عموماً شہد یا کھجور سے بنائی جاتی تھی۔ (۱۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انھوں نے پہلو کا بھنا ہوا گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضور نے تناول فرمایا اور پھر بلا وضو کئے نماز پڑھی۔ ف بعض روایات سے آگ سے پکی ہوئی چیز کا ناقض وضو ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہی مذہب بعض علمائے متقدمین کا ہے لیکن خلفائے اربعہ اور ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جو احادیث وجوب وضو پر دلالت کرتی ہیں وہ منسوخ ہیں یا مؤول ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ کی یہ حدیث بھی جمہور کی تائید کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نئی وضو کئے بغیر نماز پڑھی۔ (۱۴) عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھنا ہوا گوشت مسجد میں کھایا۔ ف اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں کھانا پینا جائز ہے بشرطیکہ ریزہ وغیرہ سے مسجد خراب نہ ہو ورنہ مکروہ ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ یہ حالت اعتکاف کا ذکر ہو کہ حضور کا معمول ہر سال اعتکاف کرنے کا تھا اور اس صورت میں مسجد میں کھانا پینا ظاہر ہے۔ (۱۵) مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہمان ہوا۔ کھانے میں ایک پہلو بھنا ہوا لایا گیا حضور چاقو لیکر اس میں سے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرما رہے تھے، اسی دوران میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر نماز کی تیاری کی اطلاع دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خاک آلودہ ہو اسکے دونوں ہاتھ، کیا ہوا اسکو کہ ایسے موقع پر خبر کی۔ اور پھر چھری رکھ کر نماز کے لئے تشریف لیگئے۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ دوسری بات میرے ساتھ یہ پیش آئی کہ میری مونچھ بہت بڑھ رہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاؤ مسواک پر رکھکر ان کو کتر دوں، یا یہ فرمایا کہ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دو۔ کسی راوی کو الفاظ میں شک ہے کہ کیا لفظ فرمائے۔ ف اس حدیث میں چند مضمون قابل تنبیہ ہیں اوّل یہ کہ حضور کے ساتھ مہمان ہوا، اسکے مطلب میں علماء کے دو قول ہیں اور روایات مختلفہ سے دونوں کی تائید ہوتی ہے ایک یہ کہ ساتھ کا لفظ زائد ہے اور مقصود یہ ہے کہ میں حضور کا مہمان بنا اور حضور نے میزبانی کے مد میں پہلو کا گوشت بھنوایا اور کاٹ کاٹ کر کھلایا جامع ترمذی شریف کی روایت اس مضمون کے کچھ زیادہ مناسب ہے، اور ابوداؤد کی روایت تو گویا اس مضمون میں صریح ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان بنا۔ دوسرے یہ کہ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کسی تیسرے شخص کے مہمان ہوئے، ساتھ کا لفظ روایات میں اسکی تائید کرتا ہے، اس صورت میں حضور کا کاٹ کر کھلانا تالیف قلوب کیلئے تھا۔ تیسرا مطلب بعض لوگوں نے یہ بھی

---

۱ بالمد ویجوز قصرہ جمعہ الحلاوی قیل ہو کل شیٔ فیہ حلاوۃ فقولہ العسل تخصیص بعد تعمیم وقیل المراد بہا المیع وہو تمر یعجن باللبن وقیل ما صنع من الطعام بحلو وقد یطلق علی الفاکہۃ وقال الخطابی تختص بما دخلتہ الصنعۃ ۱۲ ۲ بفتح الفاء منسوب الی قریۃ یقال لہا الزعفرانیۃ ۱۲ ق ۳ شواء بکسر اولہ ممدود ای مشویا والمراد مع الخبز کما فی روایۃ قالہ القاری ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

قال ضفت[۱] مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ فاتی بجنب مشوی ثم اخذ الشفرۃ فجعل یحز[۲] لی بھا منہ قال فجاء بلال یؤذنہ[۳] بالصلوٰۃ فالقی الشفرۃ فقال مالہ تربت یداہ[۴] قال وکان

(الحز بمعنی القطع)　(ای مغیرۃ بن شعبۃ ۱۲)

لکھا ہے کہ میں نے حضور کو اپنا مہمان کیا، مگر یہ صحیح نہیں۔ بندہ کے نزدیک اقرب یہ ہے کہ میں حضور کا مہمان تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مع مہمانوں کے کسی جگہ دعوت تھی جیسا عام دستور ہے کہ اکابر کی دعوت بمع خدام و مہمانان ہوتی ہے اس صورت میں ابوداؤد اور ترمذی دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ اصل میں حضور کے مہمان تھے اور حضور کی اسوقت مع مہمانوں کے دعوت کیوجہ سے یہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دونوں دوسرے کے مہمان تھے۔ دوسرا[۵] مضمون چاقو سے کاٹنے کے متعلق ابوداؤد شریف اور بیہقی کی روایات میں چاقو سے کاٹنے کی ممانعت بھی آئی ہے۔ علماء حدیث نے اِن دونوں حدیثوں کے درمیان مختلف طریقوں سے جمع اور تطبیق فرمائی ہے سہل یہ ہے کہ وہ ممانعت چاقو سے کھانے کی ہے۔ اور یہ واقعہ چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے کا ہے۔ اگر گوشت اچھی طرح نہ گلا ہو تو چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور ضابطہ کی بات یہ ہے کہ جس چیز میں اجازت اور ممانعت دونوں پائی جاتی ہوں اور وجوہ ترجیح میں سے کوئی وجہ نہ ہو تو قاعدہ کے موافق ممانعت کو ترجیح ہوا کرتی ہے۔ یہ ضابطہ مستقل ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جس حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے اسکے لفظ یہ ہیں کہ چاقو سے گوشت نہ کاٹا کرو کہ عجمیوں کا (یعنی کفار کا) طریقہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت اُس طریق میں ہے جس میں کفار سے تشبہ ہوتا ہو مطلقاً چاقو سے کاٹنے کی ممانعت نہیں ہے اور کفار کے ساتھ تشبہ سے بچنے کی تاکید تو سیکڑوں احادیث میں ہے۔ تیسری[۶] بات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو حضور نے ارشاد فرمایا ہے یہ الفاظ تنبیہ سے ہے ایسے الفاظ کے معنی مقصود نہیں ہوتے ملامت اور تنبیہ مقصود ہوتی ہے ہر زبان میں اس قسم کے الفاظ ڈانٹنے کے موقع میں مستعمل ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس جگہ پر بعض علماء نے حضور کے الفاظ ہونے کی وجہ سے اسکے نفیس نفیس معنی بھی بتلائے ہیں لیکن ظاہر صرف تنبیہ ہے اور تنبیہ اس امر پر تھی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہمان کی وجہ سے اسکے اہتمام میں مشغول تھے تو اسکے درمیان میں اطلاع نہ کرنی چاہئے تھی بلکہ فراغت کا انتظار مناسب تھا جبکہ نماز کے وقت میں گنجائش بھی تھی۔ چوتھی[۷] بات لبوں کے کاٹنے کے متعلق ظاہر یہی مطلب ہے جو ترجمہ میں لکھا گیا کہ مغیرہ کی لبیں بڑھی ہوئی تھیں اور حضور نے کنگھے کے بجائے مسواک رکھکر کاٹنے کے متعلق ارشاد فرمایا۔ بعض شراح حدیث اسطرف گئے ہیں کہ حضور کی اپنی لبیں مراد ہیں لیکن ابوداؤد شریف کی روایت میں تصریح ہے کہ میری لبیں بڑھی ہوئی تھیں جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹ دیا۔ متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مختلف الفاظ سے وارد ہوا ہے جس میں ڈاڑھی کے بڑھانے کا حکم ہے اور مونچھوں کے کاٹنے میں مبالغہ کرنے کی تاکید ہے اسیوجہ سے ایک جماعت علمائے سلف کی اسطرف گئی ہے کہ مونچھوں کا مُنڈانا سنت ہے۔ لیکن اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ کترواناسنت ہے لیکن کتروانے میں ایسا مبالغہ ہو کہ مونڈنے کے قریب ہو جائے۔

---

[۱] ضفت الخ معناہ نزلت انا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضیفین علی انسان ہو لفظ ابی داؤد ضفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فی النہایۃ ضفت الرجل اذا نزلت بہ فی ضیافتہ و اضفتہ اذا انزلتہ و فی القاموس ضفتہ اضیفہ نزلت علیہ ضیفا فظاہر لفظ ابی داؤد و ابن المغیرۃ کان ضیفا لہ علیہ السلام قال القاری فالظاہران لفظ مع فی روایۃ الترمذی مقحمۃ و قال الشیخ فی البذل تحت روایۃ ابی داؤد بلفظ ضفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای نزلت علیہ ضیفا اللہ لکن من اہل المدینۃ و لا یلوی الی اہل و لا مال اھ قلت و یمکن الجمع بینہما عندی بان المغیرۃ کان ضیفہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ہو نص لفظ ابی داؤد و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ضیفہ مدعوا عند احد قال القاری و قد وقعت ہذہ الضیافۃ فی بیت ضباعۃ بنت الزبیر بن عبد المطلب ابنۃ عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا افادہ القاضی اسمٰعیل و قال العسقلانی یحتمل انہا کانت فی بیت میمونۃ و اما ما قال بعضہم من ان المراد جعلہ ضیفا الی حال کونی مع غیر محرم لہا فبعید معنی ضفت لغۃ اھ [۲] بفتح الشین المعجمۃ و سکون الفاء ہی السکین العریض الذی امتہن بالعمل قال المناوی ہی السکین العریض العظیم جمعہ شفار ککلب و کلاب و شفرات کسجدۃ و سجدات ۱۲ [۳] بتشدید الزای من الحز بحاء مہملۃ القطع قال فی المصباح و غیرہ الحزۃ القطعۃ من اللحم تقطع طولا ۱۲ [۴] فہذا ہو امثالہ دلیل لجواز التشویش ہو الاعلام للصلوٰۃ بعد الاذان قال القاری کانہ صلی اللہ علیہ وسلم

http://mujahid.xtgem.com

شاربه قد وفی فقال له اقصه لك علی سواك او قصه علی سواك حدثنا واصل بن عبد الاعلی ثنا محمد بن فضيل عن ابی حيان التيمی عن ابی زرعة عن (16) ابی هريرة قال اتی النبی صلی الله عليه وسلم بلحم فرفع اليه الذراع وكانت تعجبه فنهش منها حدثنا محمد بن بشار ثنا ابوداؤد عن زهير يعنی ابن محمد عن ابی اسحاق عن سعد بن عياض عن (17) ابن مسعود قال كان النبی صلی الله عليه وسلم يعجبه الذراع قال وسم فی الذراع وكان يری ان اليهود سموه حدثنا محمد بن بشار ثنا مسلم بن ابراهيم ثنا ابان بن يزيد عن قتادة

---

(16) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کی خدمت میں کہیں سے گوشت آیا اس میں سے دست (یعنی بونگ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دست یعنی بونگ کا گوشت پسند بھی تھا حضور نے اسکو دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا (یعنی چھری وغیرہ سے نہیں کاٹا) **ف** دانتوں سے کاٹ کر کھانے کی ترغیب بھی حضور نے فرمائی ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھایا کرو کہ اس سے ہضم بھی خوب ہوتا ہے اور بدن کو زیادہ موافق پڑتا ہے۔ (17) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ذراع یعنے دست کا گوشت مرغوب تھا اور اسی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا، گمان یہ ہے کہ یہود نے زہر دیا تھا۔ **ف** فتح خیبر میں ایک یہودی عورت کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپکو دست کا گوشت یعنی بونگ مرغوب ہے تو ایک بکری کا گوشت بھونا اور اس میں بہت زیادہ زہر ملا دیا، اور دست میں خصوصیت سے بہت زیادہ زہر قاتل۔ بھر کر حضور کی دعوت کی اور سامنے پیش کیا۔ حضور نے لقمہ منہ میں رکھا لیکن نگلنے کی نوبت نہیں آئی تھی یا کچھ نگل بھی لیا تھا کہ اسکو تھوک دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس گوشت نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس میں زہر ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ اثر پہنچ گیا تھا چنانچہ اس کا ہی اثر کبھی زور کرتا تھا اور آخر میں یہی اثر حضور کے وصال کے وقت عود کر کے حضور کی شہادت کا سبب بنا۔ اس حدیث میں گوشت کے خود اطلاع دینے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اطلاع دینے کا ذکر ہے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں کہ اول گوشت نے معجزہ کے طور پر خود کہا ہو کہ مجھ میں زہر ہے۔ اسکے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسکی تصدیق فرمائی ہو۔ اس اطلاع کے بعد حضور نے خود بھی ترک فرما دیا اور ساتھیوں کو بھی کھانے سے منع فرما دیا۔ اسکے بعد اس عورت کو بلایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ اس میں زہر ملایا ہے، اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں نے زہر ملایا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے انتقام نہیں لیا اسلئے اس عورت کو اسوقت معاف فرما دیا گیا لیکن چونکہ بشر بن براء صحابی رضی اللہ عنہ اس زہر سے شہید ہوئے اسلئے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی شہادت پر اس عورت کو قصاصاً یا تعزیراً قتل فرمایا۔ اسکے بارہ میں مختلف روایتیں آتی ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ قصاص لیا بعض سے معلوم ہوتا ہے،

لہ شعر الی الشعیرة جزم بالقاری وقال المناوی ہو تصحیف وری ای شارب بلال وقال القاری یحتمل ان یکون الضمیر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعنی قولہ اقصہ لک ای لاجلک تبرک بہ قلت والاول تعیین بما فی روایۃ لابی داؤد وکان شاربی وفی فقصہ لی علی سواک ۱۲ ۲ابی حیان بالمہملۃ والتحتیۃ مشددۃ ہو یحیی بن سعید الکوفی منسوب الی تیم الرباب کذا فی الشرح والنسخ وقال القاری وفی نسخۃ بصیرۃ التیمی تمیمی ۱۲ ۳زرعۃ بضم الزای المعجمۃ وسکون الراء المہملۃ اختلف فی اسمہ علی اقوال ۴فنہش الخ انما فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ اہنأ وامرأ ولا دلیل فیہ علی ترک التشبیہ والتکلف ۱۲ ۵یعنی ابن محمد زاد لفظ یعنی رعایۃ للفظ الشیخ لئلا یحمل علی ان لفظ ابن محمد من الشیخ زادہ شیخہ و بینہ لئلا یلتبس بزہیر بن حرب وغیرہ ۶سعد وفی نسخۃ سعید قال القاری قلت وہو غلط لیس فی الرواۃ احد اسمہ سعید بن عیاض وسعد ہذا الراوی لحدیث الشاۃ معدود فی ہم وانما قال فیہ سعید بن منصور سعید بن عیاض وہو وہم ۱۲ ۷ببناء المجہول وکان ذلک فی فتح خیبر فجعل فیہ سما قال لو کنت فاکل منہ لقمۃ فاخبرہ جبرئیل او الذراع علی الخلاف المعروف ویمکن الجمع بان الذراع اخبرتہ اولا ثم نزل روح القدس بتصدیقہا قالہ المناوی ۸تری بضم الراء من الاراءۃ ای یظن ابن مسعود وبعضہم انہ نسبہ الی الیہود لانہ تبعہم ومشورتہم والا فکانت من سمتہ ...

http://mujahid.xtgem.com

عن شھر بن حوشب عن ابی عبید قال طبخت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قدرًا وکان یعجبہ الذراع فناولتہ الذراع ثم قال ناولنی الذراع فناولتہ ثم قال ناولنی الذراع فقلت یارسول اللہ وکم للشاۃ من ذراع فقال والذی نفسی بیدہ لو سکتّ لناولتنی الذراع مادعوت حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی ثنا یحیٰی بن عباد عن فلیح بن سلیمان

کو نہیں لیا، اور دونوں صحیح ہیں جیسا کہ اصل واقعہ سے معلوم ہوگیا۔ ایسی صورت میں شرعاً قصاص واجب ہوتا ہے یا دیت وغیرہ، یہ فقہی مسئلہ ہے جو ائمہ میں مختلف ہے اور علمی بحث ہے اسلئے ترک کردی گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ گمان یہ ہے کہ یہود نے زہر ملایا تھا، یہ اُن کے خیال کی بنا پر ہے بظاہر ان کو محقق نہیں ہوا۔ ورنہ اصل واقعہ محقق ہوچکا اور یہود نے خود اقرار کیا کہ ہم نے ایسا کیا جیسا کہ دوسری احادیث میں مفصل مذکور ہے۔ (۱۸) ابوعبید کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہانڈی پکائی چونکہ آقائے نامدار کو بونگ کا گوشت زیادہ پسند تھا اسلئے میں نے ایک بونگ پیش کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طلب فرمائی۔ میں نے دوسری پیش کی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور طلب فرمائی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ بکری کے دو ہی بونگیں ہوتی ہیں۔ حضور نے فرمایا اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تو چُپ رہتا تو میں جب تک مانگتا رہتا اس دیگچی سے بونگیں نکلتی رہتیں۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ تھا۔ مسند احمد میں اس روایت کے ہم معنی ابورافع سے منقول ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ دونوں کے ساتھ پیش آیا۔ اسمیں کچھ استعجاب نہیں۔ اس قسم کے واقعات حضور کی سوانح حیات میں بکثرت ملتے ہیں چند واقعات قاضی عیاض نے شفا میں ذکر کیے ہیں۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ایک مرتبہ حضور کی اور حضرت ابوبکرؓ کی دعوت کی اور اتنا کھانا تیار کیا جو دو آدمیوں کو کافی ہوجائے۔ حضور نے اُن سے فرمایا کہ شرفاء انصار میں سے تیس آدمیوں کو بُلالاؤ۔ وہ بُلاکر لے آئے اور اُن کے کھانے کے بعد حضور نے فرمایا اب ساٹھ آدمیوں کو بُلاکر لاؤ۔ اور ان کے فارغ ہونے کے بعد اوروں کو بُلایا، غرض ایک سو اسّی نفر کو یہ کھانا کافی ہوگیا۔ حضرت سمرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور کے پاس کہیں سے ایک پیالہ میں گوشت آیا اور صبح سے لیکر رات تک مجمع آتا رہا اور اسمیں سے کھاتا رہا۔ حضرت ابوہریرہ کے پاس ایک تھیلی میں چند کھجوریں دس دانوں سے کچھ زیادہ تھیں۔ حضور نے اُن سے دریافت فرمایا کچھ کھانے کو ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ چند کھجوریں اس تھیلی میں ہیں، حضور نے اپنے دستِ مبارک سے اس تھیلی میں سے تھوڑی سی نکالیں اور انکو پھیلایا اور دعا پڑھی اور فرمایا کہ دس دس نفر کو بُلاتے رہو اور کھلاتے رہو۔ اسطرح پورے لشکر کو کافی ہوگئیں اور جو بچیں وہ حضرت ابوہریرہؓ کو واپس کردی گئیں اور ارشاد فرمایا کہ اس تھیلی میں سے نکالکر کھاتے رہنا اسکو اُلٹ کر خالی نہ کرنا چنانچہ یہ اسمیں سے نکال نکالکر کھاتے رہتے تھے ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کے زمانہ میں حضرات شیخینؓ کے زمانۂ خلافت میں حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں نکالکر کھائی۔ اور متفرق اوقات میں اسمیں سے نکالکر صدقہ بھی کرتا رہتا تھا جس کی مقدار کئی من ہوگئی ہوگی لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت کے حادثہ کے وقت وہ کسی نے مجھ سے زبردستی چھین لی اور مجھ سے جاتی رہی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور کا ایک ولیمہ میں میری والدہ نے ملیدہ تیار کیا اور ایک پیالہ میں میرے ہاتھ حضور کی خدمت میں بھیجا۔ حضور نے فرمایا کہ اس پیالہ کو رکھدو اور فلاں فلاں شخص کو بُلالاؤ اور جو تمھیں ملے اسکو بھی بُلالینا۔ میں اُن لوگوں کو بُلاکر لایا اور جو ملتا رہا اسکو بھی بھیجتا رہا حتٰی کہ تمام مکان اور اہل صفہ کے رہنے کی جگہ سب آدمیوں سے پُر ہوگئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ دس دس آدمی حلقہ بناکر بیٹھتے رہیں اور کھاتے رہیں۔ جب سب شکم سیر ہوگئے تو حضور نے مجھ سے فرمایا کہ اس پیالہ کو اُٹھالو حضرت

http://mujahid.xtgem.com

قال حدثنی رجل من عباد یقال له عبد الوهاب بن یحیی بن عباد عن عبد الله بن الزبیر عن [۱۹] عائشۃ قالت ما کان
الذراع احب اللحم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکنہ کان لا یجد اللحم الا غبا وکان یعجل الیہا لانہا اعجلہا
نضجا حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو احمد ثنا مسعر قال سمعت شیخا من فہم قال سمعت [۲۰] عبد اللہ بن جعفر
یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اطیب اللحم لحم الظہر حدثنا سفیان بن وکیع ثنا زید بن الحباب عن
عبد اللہ بن المؤمل عن ابن ابی ملیکۃ عن [۲۱] عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم الادام الخل حدثنا ابو کریب ثنا

انس فرماتے ہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ پیالہ ابتدا میں زیادہ بھرا ہوا تھا یا جس وقت میں نے اسکو اٹھایا اُسوقت زیادہ پُر تھا۔ غرض اس قسم کے بہت سے واقعات حضور کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ واقعات بڑے بڑے مجمعوں میں پیش آئے ہیں ایسے واقعات کو خلاف واقعہ نقل کرنا بہت زیادہ دشوار ہے اور جو لوگ ان واقعات میں شریک تھے وہ خلاف واقعہ نقل پر سکوت نہیں کرسکتے تھے۔ حدیث بالا میں حضرت ابوعبید کے اس کہنے پر کہ بکری کے دو ہی بونگیں ہوتی ہیں آئندہ کا سلسلہ بند ہو جانا ملا علی قاری کے نزدیک اس بنا پر ہے کہ معجزات کرامات اور اس قسم کے خوارق کا پیش آنا فنا تامہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس جواب کی وجہ سے حضور کی وہ توجہ تام جو پہلے سے تھی باقی نہ رہی اور توجہ کے انقطاع کی وجہ سے یہ چیزیں منقطع ہو گئیں۔ علامہ مناوی کہتے ہیں کہ حقیقت میں ایک انعام الٰہی تھا اگر یہ انقیاد تام کے ساتھ حضور کے ارشاد کی تعمیل کرتے رہتے تو وہ باقی رہتا لیکن ان کی طرف سے اعتراض کی صورت پیدا ہوئی جو موقع کے مناسب نہ تھی اسلئے وہ اکرام تام بھی منقطع ہوگیا۔ (۱۹) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بونگ کا گوشت کچھ لذت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند نہ تھا بلکہ گوشت چونکہ گاہے گاہے پکتا تھا اور یہ جلدی گل جاتا ہے اسلئے حضور اسکو پسند فرماتے تھے تاکہ جلدی سے فارغ ہو کر اپنے مشاغل علیہ میں مصروف ہوں۔ ف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست کو پسند فرمانا روایات متعددہ سے معلوم ہوتا ہے لیکن وجوہ رغبت ممکن ہے کہ کئی ہوں منجملہ ان کے یہ بھی ہو جو حضرت عائشہ نے تجویز فرمائی۔ اور جس رغبت کی نفی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ رغبت بنظاہر میلان خاطر اور اشتہار کا درجہ ہے جو حضور والا کی شان کے مناسب نہیں ورنہ صرف پسندیدگی کا بظاہر انکار نہیں ہے۔ (۲۰) عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے۔ ف یہ روایت ان روایات کے خلاف نہیں ہے جو دست کی پسندیدگی کے بارے میں گذری ہیں اسلئے کہ پسندیدگی اور عمدگی مختلف وجوہ سے دونوں میں ہوسکتی ہے مثلاً قوت کے لحاظ سے یا ریشہ نہ ہونے یا چکنا ہونے کی وجہ سے وغیرہ وغیرہ۔ غرض مختلف لحاظ سے دو چیزیں پسندیدہ اور عمدہ ہوسکتی ہیں۔ (۲۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔ ف یہ مضمون

---

[۱] ما کان الخ قال زین الحفاظ کذا وقع فی اصل سماعنا من الشمائل بالنفی ووقع فی سماعنا من الجامع بالاثبات ولیس بجید اذ الاستدراک بعد ذلک لا یناسب فہو اما سقط لفظ ما من بعض الرواۃ او اصلح بعض المتاخرین لیناسب بقیۃ الاحادیث فی کون الذراع کانت تعجبہ مع ان لا منافاۃ بینہما قلت لکن النسخ التی بایدینا من الجامع فیہا ایضا بلفظ النفی ۱۲ [۲] قیل ہذا بحسب ما ظنتہ والذی دلت علیہ الاخبار الصحیحۃ انہ کان یحبہ محبۃ غریزۃ طبیعیۃ وکانہا ارادت تنزیہ مقام الشریف عن ان یکون لہ میل الی شیء من الملاذ وفیہ ایہام قصور الفہم لہذہ الصدیقۃ العالمۃ وقیل لا منافاۃ لہذا الحدیث بقیۃ احادیث الباب اذ یجوز ان تعجبہ ولیست باحب الیہ ۱۲ [۳] فہم بفتح الفاء وسکون الہاء ہم ابو قبیلۃ واسم ہذا الشیخ محمد بن عبد اللہ بن ابی رافع وقیل اسم ابیہ عبد الرحمن قال میرک اکثر ما یاتی فی الحدیث عن شیخ من فہم غیر مسمی تادی وقال البیجوری ما ذکرہ بعض الشراح بالقاف والنون فخطا صریح وتحریف قبیح ۱۲ [۴] لحم الظہر وجہ المناسبۃ بالترجمۃ بان کونہ اطیب یقتضی انہ علیہ السلام یتناولہ فی بعض الاحیان ثم لا یخفی انہ لحدیث لما تقدم

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

ابوبکر بن عیاش عن ثابت ابی حمزة[1] الثمالی[2] عن الشعبی عن ۲۲ ام هانئ قالت دخل علی النبی صلی الله علیه وسلم فقال اعندك شیئ فقلت لا الا خبز یابس وخل فقال هاتی[3] ما اقفر[4] بیت من ادم فیه خل حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن مرة الهمدانی عن ۲۳ ابی موسی (الاشعری ۱۲) عن النبی صلی الله علیه وسلم

شروع باب میں متعدد روایات سے گذر چکا ہے۔ (۲۲) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا (حضور کی چچازاد بہن) فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ میں) میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سوکھی روٹی اور سرکہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے آؤ وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ ہو۔ **ف** یہ قصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں جسکو بیہقی نے تخریج کیا ہے زیادہ مفصل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُم ہانی کے گھر تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کچھ کھانے کو بھی رکھا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضور سوکھی روٹی ہے جسکو پیش کرتے ہوئے شرم آتی ہے آپنے فرمایا کہ نہیں لے آؤ، وہ لے آئیں حضور نے اُن کے ٹکڑے کئے اور پانی میں بھگو کر نمک ملایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کچھ سالن بھی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ سرکے کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپنے منگایا اور اسپر ڈالکر نوش فرمایا اور اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ ام ہانی جس گھر میں سرکہ موجود ہو وہ گھر سالن سے خالی نہیں۔ اللہ اکبر کیا سادہ زندگی تھی حضور کی۔ کاش حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف اور اپنے نبی کے طفیل سے ہم لوگوں کو بھی اس سادگی کا اتباع نصیب فرماتا۔ حق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں کھانا پینا صرف اضطرار اور مجبوری ہی کا درجہ رکھتا تھا ضرورت کے وقت جو میسّر ہوا جیسا موجود ہوا نوش فرمالیا کہ کھانا زندگی کی ضرورت سے تھا نہ یہ کہ ہم لوگوں کی طرح سے زندگی کھانے پینے کی ضرورت سے ہے جس میں اصل مقصد پیٹ کا پالنا بنجائے اور دینی مشاغل مد زائد میں شمار ہو جائیں۔ وہاں مقصدِ زندگی دین کی اشاعت اور اسکو سرسبز کرنا تھا اور یہ ضروریاتِ بشریہ مجبوری کے درجہ میں پوری کر لی جاتی تھیں۔ نیز حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاں بے تکلفی ہو تعلقات وسیع ہوں سوال میں بھی مضائقہ نہیں ہے (۲۳) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔ **ف** اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر بھی ثابت ہوتی ہے اور ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر بھی نکلتی ہے۔ ثرید شوربے میں بھگوئے ہوئے ٹکڑوں کو کہتے ہیں جن میں علاوہ لذت وقوت کے سہولت و سرعتِ ہضم جلد طیار ہو جانا وغیرہ وغیرہ منافع ہیں عرب میں اسکا دستور تھا اور سب کھانوں میں افضل شمار ہوتا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں بہت سی روایات آئی ہیں اس روایت میں علماء کا اختلاف ہے عورتوں سے مراد سب عورتیں ہیں یا کچھ مستثنےٰ ہیں اسی بنا پر اسمیں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت حضرت خدیجہؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر بھی ہے یا نہیں کسی نے حضرت عائشہؓ کی افضلیت بتائی ہے اور کوئی حضرت فاطمہؓ کی افضلیت کا قائل ہے کوئی حضرت خدیجہؓ کی افضلیت عن الکل کیطرف مائل ہے لیکن بندہ کے نزدیک ان میں سے ہر ایک کسی خاص فضیلت کے لحاظ سے سب سے افضل ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فقاہت اور محبوبیت کے ساتھ اس امر میں بھی بڑھی ہوئی ہیں کہ وحی انکے لباس میں نازل ہو جاتی تھی حضرت خدیجہ پہلی بیوی پہلی مؤمنہ وغیرہ وغیرہ بہت سے امور کی بنا پر افضل ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ اور جنت کی سردار وغیرہ وغیرہ امور میں سب سے افضل ہیں

[1] ابی حمزة وفی نسخة ابن ابی حمزة قاله القاری قلت والظاهر الاول وهو ثابت بن ابی صفیة الثمالی ۱۲ [2] الثمالی بضم المثلثة وخفة المیم منسوب الی ثمالة لقب عوف ابن اسلم احد اجداد ابی حمزة لقب به لانه کان یسقیهم اللبن بثمالة ای رغوة قاله القاری ۱۲ [3] هاتی باثبات الیاء بصیغة امر وما اجاد من قال اسم فعل ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

قال فضل عائشة على النساء[۱] كفضل الثريد[۲] على سائر الطعام حدثنا علي بن حجر ثنا اسمعيل بن جعفر ثنا عبد الله بن عبد الرحمن بن معمر الانصاري ابو طوالة[۳] انه سمع انس[۲۴] بن مالك يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام حدثنا قتيبة بن سعيد انا عبد العزيز بن محمد عن سهيل ابن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة[۲۵] انه راى رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ من ثور[۴] اقط ثم راٰه[۵] اكل من كتف شاة ثم صلى ولم يتوضأ حدثنا ابن ابي عمر[۶] ثنا سفين بن عيينة عن وائل بن داود[۷] عن ابيه[۸] وهو بكر بن وائل عن الزهري عن انس[۲۶]

(۲۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت ہے تمام کھانوں پر۔ ف امام ترمذی کا مقصد ان روایات کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ حضور کو ثرید پسند تھا چنانچہ مختلف روایات سے اسکے نوش فرمانے کا معمول معلوم ہوتا ہے۔ (۲۵) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ پنیر کا ٹکڑا نوش فرماکر وضو فرماتے دیکھا۔ اور پھر ایک دفعہ دیکھا کہ بکری کا شانہ نوش فرمایا اور وضو نہیں فرمائی۔ ف ابتدائے اسلام میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ ممکن ہے کہ حضور نے پنیر کے ٹکڑے سے جس زمانہ میں وضو فرمایا ہو وہ زمانہ آگ سے پکی ہوئی چیزوں سے وضو ٹوٹ جانے کا زمانہ ہو یا کسی اور وجہ سے وضو فرمایا ہو۔ مثلاً وضو بر وضو کا ارادہ فرمایا ہو یا پہلا وضو کسی اور وجہ سے جاتا رہا ہو لیکن حضرت ابوہریرہؓ کے طرز بیان سے یہی مقصد معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں حضور آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو کرتے تھے اسی لئے پنیر کے نوش فرمانے سے حضور اقدس نے وضو کیا بعد میں یہ حکم باقی نہیں رہا اسی لئے بکری کا گوشت نوش فرماکر وضو نہیں کیا۔ (۲۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کھجور اور ستو سے فرمایا تھا۔ ف۔ حضرت صفیہؓ حضرت ہارون علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں محرم ۷ھ ہجری میں جنگ خیبر میں باندی بنکر آئی تھیں۔ حضور نے ان کو آزاد فرماکر نکاح کرلیا اور سفر ہی میں ان کا ولیمہ ہوا۔ ولیمہ میں کیا چیز تھی اسمیں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں بعض میں حیس جو ایک قسم کا حلوا ہے اسکا ولیمہ وارد ہوا ہے بعض میں پنیر بھی آیا ہے ظاہر یہ ہے کہ چونکہ سفر کا موقعہ تھا اسلئے ناشتہ وغیرہ میں جو کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اور خاص مخلصین کے پاس موجود تھا سب ولیمہ میں شریک کردیا۔

[۱] اى مطلقا او نساء زمانها او نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم التى كن فى زمانها قال القارى وقال المناوى من اطلق النساء ورد عليه خديجة فانها افضل من عائشة على الصواب لتصريحه صلى الله عليه وسلم بانه لم يرزق خيرا من خديجة قال القارى فى الحديث اشارة الى ان الفضائل التى اجتمعت فى عائشة ما توجد فى جميع النساء من كونها امرأة افضل الانبياء واحب النساء اليه واعلمهن وانسبهن واجسبهن والحكمة لخديجة وفاطمة وجوه اخر من الفضائل لكن البنية الجامعة فى الفضيلة المشبهة بالثريد لم توجد فى غيرها وبسط القارى الكلام على روايات التفضيل بين خديجة وفاطمة ومريم وآسية فارجع اليه لو شئت التفصيل ۱۲ [۲] الثريد لعل يعنى كما انه جامع لفوائد شتى من الغذائية واللذة والقوة حتى قيل انه يبعد الشيخ الى صباه كذلك هى تجمع بين فضائل شتى من الفضل والفقه والفصاحة والفطانة وغيرها ۱۲ [۳] ابو طوالة بضم الطاء المهملة كنيته قاضى المدينة زمن عمر بن عبد العزيز ۱۲ [۴] ثور قيل الثور قطعة من الاقط فالاضافة على سبيل التجريد او بيانية وقيل الثور القطعة مطلقا ۱۲ قارى [۵] ظاهر السياق ان ابا هريرة اراد ان يبين ان الحكم السابق وهو الوضوء من ثور اقط قد نسخ بفعله صلى الله عليه وسلم باخره من اكله كتف الشاة وعدم توضئه وكانت مسئلة الوضوء مما مست النار خلافية فى السلف ثم اجمع العلماء على انه لا يجب الوضوء منه والظاهر من ايراد هذا الحديث فى هذا الباب ان المصنف اراد ان يبين انه صلى الله عليه وسلم اكل ثور الاقط وكتف الشاة بطريق الاستدام وليس لفظ الخبر يدل عليه صريحا الا ان يقال انها من جملة الادام مادة فاعتبر العرف وحمل عليه الحديث ۱۲ ق [۶] ابن ابى عمر قيل اسمه محمد بن يحيى بن ابى عمر فهو منسوب الى جده وقيل ابو عمر كنية ابيه يحيى ۱۲ ق [۷] ابيه كذا فى اكثر النسخ وفى بعضها ابنه وهو صواب عندى والمراد به ابنه بكر بن وائل فهو من رواية الاكابر عن الاصاغر ولفظ ابيه تصحيف لان والد وائل وهو داؤد ليس من رواة الصحاح والحديث اخرجه ابو داؤد فى الاطعمة بلفظ ابنه وابن ماجة بلفظ ابيه والعجب من الكل انه وقع فى جامع المصنف بلفظ عن ابنه نوف فلفظ ابنه صحيح لكن لم يحك الرواة احد اسمه نوف ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

ابن مالک قال اولم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صفیۃ بتمر وسویق حدثنا الحسین[۱] بن محمد البصری ثنا الفضیل[۲]
ابن سلیمان حدثنی فائد[۳] مولی عبید اللہ بن علی بن ابی رافع مولی[۴] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حدثنا عبید اللہ بن علی
عن جدتہ سلمی[۵] ۲۷ ان الحسن[۶] بن علی وابن عباس وابن جعفر اتوھا فقالوا لھا اصنعی لنا طعاما مما کان یعجب[۷]
لانھا کانت خادمۃ صلی اللہ علیہ وسلم وطباخۃ ۱۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویحسن[۸] اکلہ فقالت یا بنی لا تشتھیہ[۹] الیوم قال بلی اصنعیہ لنا قال فقامت فاخذت شیئا
من الشعیر فطحنتہ ثم جعلتہ فی قدر وصبت علیہ شیئا من زیت ودقت الفلفل والتوابل فقربتہ الیھم فقالت
ھذا مما کان یعجب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویحسن اکلہ حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو احمد ثنا سفیان عن الاسود
ابن قیس عن نبیح العنزی عن ۲۸ جابر بن عبد اللہ قال اتانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی منزلنا فذبحنا لہ شاۃ

(۲۷) سلمی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ امام حسن اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالی عنہم ان کے پاس تشریف لیگئے اور یہ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کھانا پسند تھا اور اسکو رغبت سے نوش فرماتے تھے وہ ہمیں پکا کر کھلاؤ۔ سلمی نے کہا کہ پیارے بچو! اب وہ کھانا پسند نہیں آئیگا (وہ تنگی ہی میں پسند ہوتا ہے) انھوں نے فرمایا کہ نہیں ضرور پسند آئیگا۔ وہ اٹھیں اور تھوڑے سے جو لیکر ہانڈی میں ڈالے اور اسپر ذرا سا زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ مرچیں اور زیرہ وغیرہ مسالا پیسکر ڈالا اور پکا کر لا رکھا کہ حضور کو یہ پسند تھا۔ (۲۸) جابر ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے حضور کے لئے بکری ذبح کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (دلداری کیلئے اظہار مسرت کے طرز پر) فرمایا کہ بظاہر ان لوگوں کو یہ علم ہے کہ ہمیں گوشت مرغوب ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اور بھی قصہ ہے جسکو مختصر کردیا گیا۔ **ف** کہتے ہیں کہ یہ وہ قصہ ہے جو کتب حدیث میں غزوۂ خندق کے قصہ میں مذکور ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کا بھی ذکر ہے۔ وہ یہ کہ جابر کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا اثر محسوس کیا۔ گھر میں جاکر پوچھا کہ کچھ کھانے کو بھی ہے معلوم ہوا کہ ایک بکری کا بچہ ہے اور تھیلی میں تھوڑے سے جو ہیں۔ میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور بیوی نے جو پیس کر آٹا گوندھا۔ گوشت دیگچی میں پکنے کیلئے رکھکر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چپکے سے عرض کیا کہ تھوڑا سا کھانا موجود ہے آپ اور چند رفقا آپکے ساتھ تشریف لیچلیں۔ حضور نے یہ سنکر تمام اہل خندق کو جو تقریبا ایک ہزار آدمی تھے اعلان فرمادیا کہ جابر کے یہاں دعوت ہے سب چلیں۔ اور مجھسے ارشاد فرمایا کہ اتنے میں نہ آؤں دیگچی کو چولھے سے نہ اتارنا اور نہ روٹی پکانا۔ جب حضور تشریف لیگئے تو آٹے اور دیگچی پر دم کیا جسکی وجہ سے اسقدر برکت ہوئی کہ اس دیگچی میں سے برابر سالن نکلتا رہا اور آٹے سے برابر روٹیاں پکتی رہیں۔ خدا کی قسم ایک ہزار آدمی کھا کر چلے گئے اور دیگچی میں سالن جوش مارتا رہا اور اس آٹے سے برابر روٹیاں پکتی رہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

[۱] الحسین بن محمد وفی نسخۃ سفیان بن محمد قال میرک وہی غلط لان سفیان بن محمد لم یذکر فی الرواۃ اہ قلت ولذا لم یذکرہ الحافظ فی تہذیبہ ۱۲ [۲] الفضیل بضم ففتح تحتیۃ ساکنۃ وفی بعض النسخ الفضل قال میرک الدین کذا فی اکثر النسخ وہو غلط والصواب فضیل مصغرا قلت لیس فضل بن سلیمان احد من الرواۃ ۱۲ [۳] بالفاء آخرہ دال مہملۃ ۱۲ م [۴] مولی صفۃ لقولہ ابی رافع یعنی ابو رافع کان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو غلبت علیہ کنیتہ اختلف فی اسمہ علی اقوال ۱۲ [۵] سلمی بفتح اولہ زوجۃ ابی رافع وہی کانت قابلۃ ابراہیم بن المصطفی صلی اللہ علیہما وسلم ۱۲ [۶] وفی نسخۃ بدلہ الحسین مصغرا ۱۲ ق م [۷] بصیغۃ المعلوم اما من الاعجاب فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفعولہ والضمیر المستتر فیہ للموصول او من العجب بفتحتین من باب علم فرسول اللہ فاعلہ وضمیر الموصول فی الصلۃ محذوفۃ ای ما کان یعجبہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ق [۸] من الاحسان وفی نسخۃ من التحسین واکلہ بالنصب مفعول وہو بفتح الہمزۃ وسکون الکاف مصدر ۱۲ ق [۹] لا تشتہیہ الخ افردت لانہا خاطبت اعظمہم او لانہم لا ترید تعیینہم کانوا کواحد قالہ البیجوری والمعنی ان ہذا الطعام لا تحبہ

http://mujahid.xtgem.com

فقال کانهم علموا انا نحب اللحم وفی الحدیث قصة حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفیان ثنا عبد الله بن محمد بن عقیل

سمع جابرا قال سفیان وانا محمد بن المنکدر عن جابر قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا معه فدخل علی

امرأة من الانصار فذبحت له شاة فاکل منها واتته بقناع من رطب فاکل منه ثم توضأ للظهر وصلی ثم انصرف

فاتته بعلالة من علالة الشاة فاکل ثم صلی العصر ولم یتوضأ حدثنا العباس بن محمد الدوری ثنا یونس

بن محمد ثنا فلیح بن سلیمان عن عثمان بن عبد الرحمن عن یعقوب بن ابی یعقوب عن ام المنذر قالت دخل

(۲۹) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک انصاری عورت کے مکان پر تشریف لے گئے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بکری ذبح کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا، اسکے بعد کھجور کی چنگیری میں کچھ تازہ کھجوریں لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے بھی کچھ تناول فرمایا پھر ظہر کی نماز کیلئے حضور نے وضو کر کے نماز ادا کی، پھر واپس تشریف لانے پر انھوں نے باسی گوشت سامنے رکھا حضور نے اسکو تناول فرمایا اور عصر کی نماز کیلئے دوبارہ وضو نہیں کیا اُسی پہلی وضو سے نماز ادا فرمائی۔ **ف** اس حدیث سے بھی آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو نہ ٹوٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے نیز دن میں دو مرتبہ کھانے کا اثبات بھی اس حدیث سے کیا جاتا ہے لہٰذا جن احادیث میں دو مرتبہ کا انکار گذرا ہے وہ کہنے والے کے اپنے علم کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان میں دو مرتبہ پیٹ بھرنے کا انکار تھا دو مرتبہ کھانے کا انکار نہ تھا کہ تھوڑا سا دوبارہ کھا لیا گیا۔ (۳۰) اُم منذر کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے۔ ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُن میں سے تناول فرمانے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضور کے ساتھ تھے وہ بھی نوش فرمانے لگے، حضور نے ان کو روک دیا کہ تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو، تم مت کھاؤ۔ وہ رک گئے اور حضور تناول فرماتے رہے۔ ام منذر کہتی ہیں کہ پھر میں نے تھوڑے سے جو اور چقندر لیکر پکائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ یہ کھاؤ یہ تمہارے لئے مناسب ہے۔ **ف** اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسباب کی رعایت توکل کے منافی نہیں چنانچہ احیاء العلوم میں اسکو مفصل لکھا ہے اسکے ترجمہ میں جس کا دل چاہے تفصیل سے دیکھ لے۔

لہ قصة قال القاری ہی قصة جابر فی غزوة الخندق اذ قال انکفأت الی امرأتی فقلت ہل عندک شئ فانی رأیت بالنبی علیه السلام خمصا الحدیث اخرجه صاحب المشکوٰة بروایة المتفق علیه ویشکل علیه ان ہذه الروایة تدل علی ان ذبح الشاة بعد اتیانه علیه السلام وروایة المشکوٰة تدل علی عکسه والجمع بینہما ممکن جمعہا القاری بثلثة وجوه وقال المناوی ہذا الحدیث یدل علی ذبح الشاة بعد مجئ النبی صلی الله علیه وسلم منزلہم وفی حدیث الخندق کان ذبح الشاة قبل المجئ فالظاہر ان ہذه القصة غیرہا ۱۲ سلہ ہکذا رواه المصنف فی الجامع وصرح ابو داؤد بسماع ابن المنکدر عن جابر اذ اخرج بروایة ابن جریج اخبرنی محمد بن المنکدر قال سمعت جابر بن عبد الله یقول قربت للنبی صلی الله علیه وسلم خبزا ولحما الحدیث فما فی تلخیص الحبیر عن الشافعی ان ابن المنکدر لم یسمعه عن جابر بل بینہما اسطه عبد الله بن محمد بن عقیل مشکل اللہم الا ان یقال انه حدیث آخر وفیه ما فیه ۱۲ سلہ ہکذا ذکره المصنف فی الجامع والطحاوی والبیہقی وغیرہم وخالفہم ابو داؤد فاخرج بروایة ابن جریج عن محمد بن المنکدر عن جابر یقول قربت للنبی صلی الله علیه وسلم خبزا ولحما الحدیث وضبطه بعض شراح ابی داؤد بصیغة المتکلم فالظاہر یجمع بوجوه التاویل وہی محتملة بقرینة فروایة الترمذی اولی لاتفاق غیر واحد علی ہذا السیاق وسکتوا عن اسم المرأة والظاہر عندی انہا عمرة فقد قال الحافظ فی الاصابة عمرة بنت حرام بفتحتین وقیل بنت حزم بسکون الزای الانصاریة زوج سعد بن الربیع ذکرت فی حدیث جابر اخرجه الطبرانی وغیره من طریق یحیی بن ایوب عن محمد بن ثابت البنانی عن محمد بن المنکدر عن جابر عن عمرة بنت حزم انہا جعلت للنبی صلی الله علیه وسلم فی صورة نخل کیستة ورشیّة وذبحت له شاة فاکل منہا وتوضأ وصلی الظہر ثم قدمت له من غمہا فاکل وصلی العصر ولم یتوضأ اھ ۱۲ سلہ بقناع بکسر القاف الطبق الذی یوکل علیه کذا فی الصحاح وقیده فی القاموس بانه طبق من سعف النخل ۱۲ قاری ۵ہ علالة بضم العین المہملة ای بقیة قیل فیه شبع من لحم فی یوم مرتین فامر عن عائشة من نفی ذلک انما ہو تبعا لعلمہا او باعتبار الغالب لکن دعوی الشبع غیر ظاہرة نعم فیه دلیل علی حل الاکل ثانیا ۱۲ قاری ۵ہ ام المنذر یقال اسمہا سلمی بنت قیس ویقال ہی احدی خالات النبی صلی الله علیه وسلم

http://mujahid.xtgem.com

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ علیؓ ولنا دوال[1] معلقۃ قالت فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل وعلی معہ یاکل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی مَہ[2] یا علیُّ فانک ناقہ قالت فجلس علیٌّ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یاکل قالت فجعلت لھم[3] سلقا وشعیرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یا علی من ھذا فاصب فانہ اوفق[4] لک

۳۱ حدثنا محمود بن غیلان ثنا بشر بن السری عن سفین عن طلحۃ بن یحییٰ عن عائشۃ بنت طلحۃ عن عائشۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتینی فیقول اعندک غداء[5] فاقول لا قالت فیقول انی صائم قالت فاتانا یوما فقلت یارسول اللہ انہ اُھدیت لنا ھدیۃ قال وما ھی قلت حیس[6] قال اما انی اصبحت

خوشۂ خرما ۱۲ — چقندر — اَلسُّوری ۱۲

(۳۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاکر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کچھ کھانے کو رکھا ہے۔ جب معلوم ہوتا کہ کچھ نہیں تو فرماتے کہ میں نے روزہ کا ارادہ کرلیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور تشریف لائے میں نے عرض کیا کہ ایک ہدیہ آیا ہوا رکھا ہے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ کیا چیز ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کھجور کا ملیدہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو روزہ کا ارادہ کررکھا تھا۔ پھر حضور نے اس میں سے تناول فرمایا۔ **ف** اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک تو یہ کہ نفلی روزہ کی نیت صبح کے وقت بھی آدھے دن تک ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس سے پہلے کوئی عمل روزہ کے منافی نہ کیا ہو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمانے پر نیت فرمائی۔ یہ مذہب حنفیہ شافعیہ رضی اللہ عنہم کا ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ نفل روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے اس مسئلہ میں یہ حدیث ہمارے موافق ہے لیکن جب ایک معتبر امام کا خلاف ہے تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ نفل روزہ کی نیت بھی رات ہی کو کرلیجائے البتہ کوئی عارض پیش آجائے تو دوپہر سے پہلے پہلے دن میں بھی نیت کرنیکا مضائقہ نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی نفل روزہ رکھے تو اُسے توڑ دینے کا اختیار ہے یہ مذہب شافعیہ رضی اللہ عنہ کا ہے حنفیہ کے نزدیک قرآن شریف کی آیت وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ (اپنے اعمال کو باطل مت کرو) کی بنا پر روزہ نماز کوئی عمل توڑنا جائز نہیں۔ لیکن اس حدیث سے چونکہ روزہ کا توڑنا معلوم ہوتا ہے اسلئے دونوں چیزوں پر عمل اسطرح کیا جاویگا کہ اگر کوئی ضرورت اور مجبوری درپیش ہو تو اس حدیث کی وجہ سے اس میں گنجائش سمجھی جاتی ہے اور بلاضرورت توڑنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے بھی یہی ظاہر ہے۔ بعض علماء نے حدیث کے اس جملہ کا کہ روزہ رکھنے کا ارادہ کررکھا تھا۔ اسکا مطلب یہ فرمایا ہے کہ پختہ نیت نہیں فرمائی تھی البتہ ارادہ تھا کہ آج روزہ رکھ لونگا لیکن بندہ کے نزدیک پہلی توجیہ اچھی ہے مسئلہ اگر کسی ضرورت سے نفل روزہ توڑ دینے کی نوبت آوے تو حنفیہ کے نزدیک کسی دوسرے وقت قضا کرنا واجب ہے، اسلئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں اسکی تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا تھا کہ کسی دوسرے دن قضا کرلیجیو۔

---

[1] دوال بفتح الدال المہملۃ وتنوین اللام المکسورۃ جمع دالیۃ ہی العذق من النخل یقطع ذا بسر ثم تعلق فاذا ارطب یوکل وواوہ منقلبۃ عن الف اذا ہو جمع دالیۃ ۱۲ قاری

[2] مہ بہاء السکت ای اسم فعل بمعنی اکفف وفی بعض النسخ بالقصر اسم لاضمار بعضہ مرتب علی قولہ ترک ای لما لم یاکل الرطب جعلت لہ ہذا والاوجہ ان ضمیر الواحد الیہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ الاصل المتبوع وہو اتبع وہذا مرتب علی ما تقدم من اکل الرطب وغیرہ ۱۲

[3] لہم

[4] اوفق قال میرک الظاہر ان صیغۃ التفضیل ورد ہہنا لمجرد الموافقۃ لان تحقق المزیۃ یتوقف علی وجود اصل الفضل فی الطرف المقابل اللہم الا ان یقال بطریق الامکان او بحسب الحکمۃ قالہ القاری ثم لاتنافی بین نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا وبین روایۃ ابن ماجۃ انہ عاد رجلا فقال ما تشتہی فقال کعکا وفی روایۃ خبز بر فقال من عندہ خبز بر فلیبعث الی اخیہ الحدیث لان المریض اذا اشتدت شہوتہ لشیء فتناول القلیل منہ لا یضر فصدق الشہوۃ تدفع مضرتہ قال المناوی وغیرہ قلت وقد جربت ذلک علی نفسی فوجدتہ ہکذا وہو الاوجہ عندی وفیہ توجیہات اخر ۱۲

[5] غداء بفتح الغین المعجمۃ والدال المہملۃ والمد ہو الطعام الذی یوکل اول النہار قالہ القاری

[6] حیس بحاء مہملۃ مفتوحۃ وتحتیۃ ساکنۃ بعدہا سین مہملۃ ہو التمر مع السمن والاقط وقد یجعل عوض الاقط الدقیق او الفتیت ثم یدلک حتی یختلط وصل الکیس المخلط ۱۲ قاری

http://mujahid.xtgem.com

صائمًا قالت ثم اكل حدثنا عبد الله بن عبد الرحمٰن حدثنا عمر بن حفص بن غياث ثنا ابى عن محمد بن ابى يحيى الاسلمى عن يزيد بن ابى امية الاعور عن يوسف بن عبد الله بن سلام عن عبد الله بن سلام قال رايت النبى صلى الله عليه وسلم اخذ كسرة من خبز الشعير فوضع عليها تمرة ثم قال هذه ادام هذه فاكل حدثنا عبد الله بن عبد الرحمٰن ثنا سعيد بن سليمان عن عباد بن العوام عن حميد عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعجبه الثفل قال عبد الله يعنى ما بقى من الطعام

باب ما جاء فى صفة وضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم عند الطعام

حدثنا احمد بن منيع ثنا اسمعيل بن ابراهيم عن ايوب عن ابن ابى مليكه

(۳۲) یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور نے ایک روٹی کا ٹکڑا لیکر اس پر ایک کھجور رکھی اور فرمایا کہ یہ اس کا سالن ہے اور نوش فرمالیا۔ **ف** چونکہ کھجور کا سالن کے موقع پر کھانا متعارف نہیں تھا اسلئے حضور نے تنبیہ فرمادی کہ اس سے سالن کا کام بھی لیا جاسکتا ہے اور زندگی کے چند ایام کو اس طرح بھی گذارا جاسکتا ہے اسلئے آدمی کو اپنے زندگی کے اوقات کو ایسے مشاغل میں خرچ کرنا جو ابدی اور سرمدی زندگی میں کار آمد ہوں سمجھ کی بات ہے اور تمام اوقات کو محض پیٹ پالنے میں ضائع کردینا انتہائی ناسمجھی ہے کہ یہ چند ایام زندگی بہرحال گذر ہی جائینگے اور موت ہر تکلیف کا خاتمہ ہے لیکن جس تکلیف کیلئے موت بھی نہیں ہے وہ نہایت اہتمام کے قابل ہے۔ (۳۳) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہانڈی اور پیالہ کا بچا ہوا کھانا مرغوب تھا۔ **ف** یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تواضع کی بنا پر تھا کہ اوپر کا کھانا دوسروں کو اول کھلاتے ہوں ما بقی اپنے لئے پسند فرماتے چنانچہ متعدد روایات حدیث کی کتابوں میں اسکے شاہد ہیں بعض علماء نے اسکی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ نیچے کے کھانے میں دہنیت کم ہونیکی وجہ سے ہضم میں سہولت ہوتی ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے وقت وضو کا ذکر

ف کھانے کے وقت سے مراد عام ہے کہ کھانے کے بعد ہو یا پہلے۔ وضو اصطلاحی تو وہی ہے جو نماز کیلئے شرط ہے اور نماز کے اوقات میں کیجاتی ہے سب اسکو جانتے ہیں لیکن لغت عرب میں صرف ہاتھ منہ دھونے کو بھی وضو کہا جاتا ہے اور یہ وضو لغوی کے نام سے مشہور ہے اس باب

له ثم اكل فيه جواز الفطر لمن اصبح صائما ناويه قالت الحنفية لمن عرض له عذر واوجبوا القضاء ايضا الرواية عائشة هذه عند المصنف فى الجامع وابى داؤد وغيرهما ولفظ ابى داؤد قالت اهدى لى ولحفصة طعام وكنا صائمتين فافطرنا فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلنا له يا رسول الله انا اهديت لنا هدية فاشتهينا فافطرنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا عليكما صوما مكانه يوما آخر والحديث سكت عليه ابو داؤد ولفظ الترمذى اقضيا يوما آخر مكانه ورجح ارساله والمرسل حجة لا سيما اذا توبع وقد تابعه حديث الباب لما فيه من زيادة قوله صلى الله عليه وسلم لكن صوموا يوما مكانه وصحح عبد الحق هذه الزيادة كما فى هامش النسائى وفى الباب ايضا حديث ابى سعيد الخدرى عند الطيالسى كما فى هامش النسائى ۱۲ سه يوسف الخ اجلسه رسول الله صلى الله عليه وسلم فى حجره وسماه يوسف روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة احاديث كما قيل وليس فى بعض النسخ كالتعليقة وغيرها زيادة عن عبد الله بن سلام فيكون الحديث من مسند يوسف وهو الاوجه عندى لان الحديث اخرجه ابو داؤد فى سننه برواية يوسف وكذا الحافظ ذكره فى تهذيبه وفى الاصابة فى ترجمة يوسف ۱۲ سه هكذا فى النسخ المطبوعة الهندية وبعض المصرية وليست هذه الزيادة فى التعليقة ولا اكثر المصرية ولا فى نسخ الشروح وذكرها القارى نسخة اذ قال وفى نسخة صحيحة زيادة عن عبد الله بن سلام ۱۲ ههه ادام استدل فيه للشافعية رحمهم الله فى من حلف لا ياكل ادامًا يحنث به لان هذا من باب المجاز والتشبيه كما هو ظاهر بلا خفاء فيه مع ان مبنى الايمان على التعارف ۱۲ ه عباد بتشديد الموحدة والعوام بتشديد الواو كعبد بالتصغير ۱۲ سه الثفل بضم المثلثة وكسرها فى الاصل ما رسب من كل شئ وقد يطلق على ما بقى بعد الطعام والمراد منه ما بقى فى القدر او فى قصعة ۱۲ سه وضوء المراد بالوضوء اللغوى كما يدل

عن [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج من الخلاء فقرب الیہ الطعام فقالوا الا نأتیک بوضوء قال انما امرت [2] بالوضوء اذا قمت الی الصلوٰۃ حدثنا سعید بن عبد الرحمٰن المخزومی ثنا سفین بن عیینۃ عن عمرو ابن دینار عن سعید بن الحویرث عن [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الغائط فاتی بطعام فقیل لہ الا تتوضأ فقال أصلی [3] فاتوضأ [4] حدثنا یحیی بن موسی ثنا عبد اللہ بن نمیر ثنا قیس بن الربیع ح وحدثنا قتیبۃ ثنا عبد الکریم الجرجانی [5] عن قیس بن الربیع عن ابی [6] ہاشم عن زاذان [7] عن [3] سلمان (فارسی) قال قرأت فی التوراۃ [8] ان برکۃ الطعام [9] الوضوء بعدہ فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واخبرتہ بما قرأت فی التوراۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برکۃ الطعام الوضوء [10] قبلہ والوضوء بعدہ

میں دو طرح کی روایات وارد ہوئی ہیں بعض روایات سے وضو کرنا معلوم ہوتا ہے، یہ دوسری وضو ہے جو وضو لغوی کہلاتی ہے۔ اور بعض روایات سے وضو نہ کرنا معلوم ہوتا ہے یہ پہلی وضو ہے جو وضو اصطلاحی کہلاتی ہے۔ (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ بیت الخلاء سے فراغت پر باہر تشریف لائے تو آپکی خدمت میں کھانا حاضر کیا گیا اور وضو کا پانی لانے کیلئے پوچھا گیا۔ آپنے فرمایا کہ مجھے وضو کا اسیوقت حکم ہے جب نماز کا ارادہ کروں۔ **ف** یعنی وضو اصطلاحی کا وجوب نماز ہی کیلئے ہے کھانے کیلئے یا جب استنجے وغیرہ سے فراغت ہو فوراً وضو کرنا ضروری نہیں ہے حضور نے اسی لئے انکار فرمادیا کہ یہ ضروری نہ سمجھ لیا جاوے کہ جب استنجے سے فراغت ہو تو وضو کیا جاوے۔ (۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور ایک مرتبہ استنجے سے فارغ ہوکر تشریف لائے حضور کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا صحابہ نے پوچھا کیا وضو نہیں فرمائیگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا اسوقت مجھے نماز پڑھنی ہے کہ وضو کروں؟ **ف** پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کھانے کیلئے وضو کرنا مستحب نہیں ہے البتہ ویسے ہی ہر وقت باوضو رہنا اولیٰ اور بہتر ہے کہ ظاہری طہارت کا اثر باطن پر پڑتا ہے اسلئے اگر استنجے وغیرہ سے فراغت پر وضو کر لیا جائے تو اولیٰ ہے۔ (۳) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے سے فراغت کے بعد وضو یعنی ہاتھ دھونا برکت کا سبب ہے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون عرض کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد وضو یعنی ہاتھ منہ دھونا برکت کا سبب ہے۔ **ف** ممکن ہے کہ تورات میں ایک ہی وقت کا ذکر ہو۔ اس صورت میں دوسرے وقت کا اضافہ شریعت محمدیہ کی زیادتی ہوگی کہ اس شریعت میں بہت سے احکام پہلی شریعتوں سے زیادہ ہیں اور ممکن ہے کہ تورات میں بھی دونوں ہوں لیکن چونکہ اسمیں تحریف ہوئی ہے اسلئے ایک حکم یعنی کھانے سے پہلے ہاتھ دھونیکا مسئلہ اسمیں غلطی سے نکل گیا ہو۔ علماء نے لکھا ہے کہ کھانے سے قبل ہاتھ دھونے میں برکت کا مطلب یہ ہے کہ کھانے میں زیادتی ہوتی ہے کھانیوالوں کا شکم سیر ہو جاتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے برکت کا مفہوم یہ ہے کہ جن فوائد اور مقاصد کیلئے کھانا کھایا جاتا ہے وہ پورے ہوتے ہیں بدن کا جز بنتا ہے، نشاط پیدا کرتا ہے، عبادات اور عمدہ اخلاق پر تقویت کا سبب بنتا ہے۔

[1] الا نأتیک بحذف الہمزۃ الاستفہامیۃ وفی نسخۃ باثباتہا ۱۲ [2] امرت استدل بہ علی انہ ما کان یجب الوضوء علیہ لکل صلوٰۃ متطہراً وغیر متطہر وعند ابی داؤد انہ کان امر بہ فلما شق علیہ امر بالسواک قال القاری المراد بالصلوٰۃ ہی وما فی معناہا کسجدۃ التلاوۃ ومس المصحف وارادۃ الطواف وکانہ بنی الکلام علی الاعم الاغلب قال میرک لیس فی الحدیث دلالۃ علی غسل الیدین فیحتمل انہ غسلہما ویحتمل عدم الغسل بیاناً للجواز ۱۲ [3] بحذف ہمزۃ الاستفہام الانکاری وفی نسخۃ باثباتہا انکاراً لما توہموہ من ایجاب الوضوء للاکل ای لا اصلی ۱۲ [4] فاتوضأ بالنصب لکونہ بعد النفی وقصد السببیۃ وبالرفع لعدمہا ۱۲ [5] الجرجانی بضم الجیم الاولی قاضی جرجان روی عن ابی حنیفۃ وغیرہ وروی عنہ الشافعی وغیرہ ہرب من القضاء وفیہ لین ۱۲ [6] ابی ہاشم علی وزن فاعل ہو ابو ہاشم الرمانی مختلف فی اسمہ ووقع فی بعض النسخ ابو ہشام وہو غلط من النساخ ۱۲ [7] زاذان ... [illegible] ... للتعظیم علی ما ورد بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَ مَا یَفْرُغُ مِنْهُ

حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا ابن لهیعة عن یزید بن ابی حبیب عن راشد بن جندل الیافعی[1] عن حبیب بن اوس عن ابی ایوب الانصاری قال کنا عند رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما فقرب الیه طعام فلم ار طعاما کان اعظم برکة منه اول ما اکلنا[2] ولا اقل برکة فی اخره قلنا یارسول الله کیف هذا قال انا ذکرنا اسم الله حین اکلنا ثم قعد من اکل ولم یسم الله تعالی فاکل معه الشیطان حدثنا یحیی بن موسی[3] ثنا ابوداود ثنا هشام الدستوائی[4] عن بدیل العقیلی عن عبد الله بن عبید بن عمیر عن ام کلثوم عن ۲ عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اکل احدکم فنسی ان یذکر اسم الله تبارک وتعالی علی طعامه فلیقل بسم الله اوله[5] واخره حدثنا عبد الله بن الصباح[6] الهاشمی البصری[7] ثنا عبد الاعلی عن معمر عن هشام بن عروة عن ابیه عن ۳ عمر بن ابی سلمة

باب۔ اُن کلمات کا ذکر جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد فرمایا کرتے تھے

ف۔ یعنی جو دُعائیں وغیرہ کھانے سے پہلے یا کھانے کے بعد پڑھنے کا حضور کا معمول تھا اُن کا ذکر۔ اس باب میں امام ترمذی نے سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور کی خدمت میں حاضر تھے کہ کھانا سامنے لایا گیا میں نے آج جیسا کھانا کہ جو ابتداء یعنی کھانے کے شروع کے وقت نہایت بابرکت معلوم ہوتا ہو اور کھانے کے ختم کے وقت بالکل بے برکت ہو گیا ہو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسلئے حیرت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شروع میں ہم لوگوں نے بسم اللہ کے ساتھ کھانا شروع کیا تھا اور اخیر میں فلاں شخص نے بدون بسم اللہ پڑھے کھایا اسکے ساتھ شیطان بھی شریک ہو گیا۔ **ف**۔ شیطان کا کھانا جمہور کے نزدیک حقیقت پر محمول ہے اور اسمیں کوئی محال بھی نہیں ہے کہ شیطان کھاتا پیتا ہو۔ اس حدیث میں صرف بسم اللہ کا ذکر ہے اسوجہ سے بعض علماء نے لکھا ہو کہ اگر فقط اتنا ہی کلمہ یعنی صرف بسم اللہ پڑھے تب بھی کافی ہے لیکن بہتر اور اولیٰ پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ بسم اللہ کو آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے تاکہ دوسرے ساتھی کو اگر خیال نہ رہے تو یاد آجائے۔ (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کھانے کے درمیان جسوقت یاد آئے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ کہہ لے۔ (۳) عمر بن ابی سلمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور کے

---

[1] الیافعی نسبة الی یافع وهو اسم موضع او قبیلة من رعین علی ما فی القاموس ۱۲ قاری [2] اول منصوب علی الظرفیة وما مصدریة ولو ارید المعنی بالنسبة الی تقریب الطعام لا بالنسبة الی زمان التکلم ویحمل علی زمان قبل الخندق فلا یشکل ببرکة طعام جابر فی غزوة الخندق ۱۲ [3] الدستوائی نسبة الی دستوا بلدة من الاهواز نسب الیه لانه کان یبیع الثیاب التی تجلب منها ۱۲ [4] قال القاری ندبا وقال المناوی ندبا مؤکدا اذا تذکر فی حال الاکل لا بعده علی ما علیه بعض الشافعیة لان التسمیة انما شرعت لدفع الشیطان وبالفراغ فاتت لکن رجح بعض خلافه لانها وان شرعت لدفع نقصه شرعت ایضا لیتقی ما اکله فیحصل بعض بین ما اذا تذکر حال الاشتغال بتوابع الطعام ولو بعد الاکل والعهد قریب وبین ما اذا بعد وانقطعت التسمیة اهـ ۱۲ [5] نصبهما علی الظرفیة ای فی اوله وآخره یعنی علی جمیع اجزائه فلا یقال ذکرهما یخرج الوسط ویمکن ان یقال المراد بالاول النصف الاول وبالاخر النصف الثانی او علی انهما مفعول لفعل محذوف ای اکلت اوله وآخره مستعینا به واورد علیه انه فی اول الکل لیس مستعینا به واجیب بانه مستعین حکما لان حال المؤمن وشانه انه مستعین به فی جمیع احواله الم یجهر اسم الله بلسانه نسیانا فهو معفو عنه ویدل علیه ان النسیان فی ترک التسمیة حال الذبح معفو مع انها شرط فکیف وهی سنة ههنا قاله القاری وقال المناوی ان الشرع جعل الشارع

[6] بسم الله فی اوله ولیس هذا خبارا حتی یکذب بل هو تعلیم ... ای ذکر ... ۱۲ [7] بصاد مهملة وتشدید موحدة ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

انه دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعنده طعام فقال ادن یا بنی فسم الله تعالیٰ وکل بیمینک مما یلیک

حدثنا محمد بن غیلان ثنا ابو احمد الزبیری ثنا سفیان الثوری عن ابی هاشم عن اسمٰعیل بن رباح عن رباح بن عبیدة عن ابی سعید الخدری قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا فرغ من طعامه قال الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین حدثنا محمد بن بشار ثنا یحیی بن سعید ثنا ثور بن یزید ثنا خالد بن معدان عن ابی امامة قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رفعت المائدة من بین یدیه یقول الحمد لله حمداً

پاس کھانا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا بیٹا قریب ہو جاؤ اور بسم اللہ کہکر دائیں ہاتھ سے اپنے قریب سے کھانا شروع کرو۔ **ف** بسم اللہ کہنا بالاتفاق سنت ہے، اور دائیں ہاتھ سے کھانا جمہور کے نزدیک سنت ہے، اور بعض کے نزدیک واجب ہے، اسلئے کہ ایک بائیں ہاتھ سے کھانیوالے شخص پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی تھی تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ جس کا عبرت انگیز واقعہ حدیث کی کتابوں میں ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا حضور نے تنبیہ فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہدیا کہ میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا حضور نے فرمادیا کہ آئندہ بھی نہ کھا سکیو۔ اسکے بعد سے دایاں ہاتھ منہ تک نہیں جا سکتا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ایک عورت کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تھا تو اسپر بددعا فرمائی اور وہ عورت طاعون میں مری۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے اسلئے تم بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ۔ بعض علماء کے نزدیک ان روایات کی بنا پر دائیں ہاتھ سے کھانا واجب ہے، جمہور کے نزدیک گو سنت ہے لیکن ان روایات کی وجہ سے اہتمام ضروری ہے آجکل لوگ اس سے غافل ہیں بالخصوص پانی پینے میں تو بائیں ہاتھ سے پانی پینے کی عام وبا پھیل گئی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے پیو اسلئے کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا اور پیتا ہے۔ اسی طرح تیسرا مضمون یعنی اپنی جانب سے کھانا بھی بعض علماء کے نزدیک ان روایات کی وجہ سے واجب ہے لیکن جمہور کے نزدیک سنت ہے۔ (۴) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ (تمام تعریف اس ذات پاک کیلئے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا) **ف** کھانے پر حمد تو ظاہر ہے کہ کھانے سے فراغت ہوئی اور آیت لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (اگر تم میرا شکر ادا کروگے تو میں عطا میں زیادتی کروں گا) کی بنا پر شکر کا موقعہ ہے ہی۔ مسلمان ہونیکو اسکے ساتھ اسلئے منضم فرمایا کہ انعامات ظاہریہ کے ساتھ انعامات باطنیہ بھی شامل رہیں یا اسلئے کہ درحقیقت کھانے پینے پر شکر اور حق تعالیٰ شانہ کی حمد اسلام ہی کا ثمرہ ہے اسلئے اسکو بھی شامل کیا۔ (۵) ابو امامہ کہتے

لہ بنی بصیغۃ التصغیر تشفقۃ وکان ربیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من جہۃ ام سلمۃ ۱۲ علہ الجمہور علی ان الاوامر الثلثۃ للندب وقیل بالوجوب فی غیر الاول قلت وحمل الباعث للجمہور فی حملہم الامر بالاکل مما یلیک علی الندب حدیث تتبع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدبا من حوالی القصعۃ وہو حدیث معروف والباعث فی حملہم الامر بالاکل بالیمین علی الندب ما اخرجہ الطبرانی بسند ضعیف ان عبد اللہ بن جعفر قال رأیت فی یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم قثاء وفی شمالہ رطبا وہو یاکل من ذا مرۃ ومن ذا مرۃ واخرج ابو نعیم فی کتاب الطب بسند فیہ ضعف عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ الرطب بیمینہ والبطیخ فی یسارہ فیاکل الرطب بالبطیخ ذکرہما القاری فی باب الفاکہۃ وحملہ علی تبدیل مافی یدیہ لئلا یلزم الاکل بالشمال ۱۲ علہ رباح بکسر الراء والثناۃ التحتیۃ والد اسمٰعیل المذکور وعبیدۃ بفتح فکسر ۱۲ علہ صیغۃ الجمع باعتبار شرکۃ الاہل او الاضیاف او امۃ لنصیحۃ فیلیغ التاسی بہذہ الالفاظ وتشریکا للمسلمین ۱۲ شہ سقانا ارد فہ بہ لانہ من تتمۃ الطعام لانہ لا یکلو من الشرب فی اثنائہ غالبا ۱۲ علہ ہکذا فی جمیع النسخ الموجودۃ من الہندیۃ والمصریۃ وفی بعض الحواشی بطریق النسخۃ من المسلمین ای الموحدین والمنقادین لجمیع امور الدین قیل لما کان الحمد یستجلب المزید اتی بہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریضا للامۃ علی التاسی بہ وختم بقولہ وجعلنا مسلمین للجمع بین الحمد علی النعمۃ الدنیویۃ والاخرویۃ واشارۃ الی ان الاولیٰ ان لا یجرد حمدہ الی دقائق انعم بل ینظر الی جلائلہا ولان الاتیان بحمدہ من نتائج الاسلام۔

http://mujahid.xtgem.com

ولا یختص بصفۃ مخصوصۃ وقد تطلق المائدۃ ویراد بہا الطعام وبقیتہ واما ندہا فلا تعارض من قاری القاری ۱۲

كثيرًا طيبًا مباركًا فيه غير مودّع ولا مستغنى عنه ربنا حدثنا ابوبكر محمد بن ابان ثنا وكيع عن هشام الدستوائى عن بديل بن ميسرة العقيلى عن عبد الله بن عبيد بن عمير عن ام كلثوم عن عائشة رضى الله عنها قالت كان النبى صلى الله عليه وسلم يأكل الطعام فى ستة من اصحابه فجاء اعرابى فاكله بلقمتين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو سمّى لكفاكم حدثنا هنّاد ومحمود بن غيلان قالا حدثنا ابو اسامة عن زكريا بن ابى زائدة عن سعيد بن ابى بردة عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله ليرضى عن العبد ان يأكل الاكلة ويشرب الشربة فيحمده عليها

باب ما جاء فى قدح رسول الله صلى الله عليه وسلم

حدثنا الحسين بن الاسود البغدادى ثنا عمرو بن محمد ثنا عيسى بن طهمان عن ثابت قال اخرج الينا انس بن مالك

ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا (تمام تعریف حق تعالیٰ شانہٗ کیلئے منحصر ہے ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ایسی تعریف جو پاک ہے ریا وغیرہ اوصاف رذیلہ سے جو مبارک ہے ایسی حمد جو نہ چھوڑی جا سکتی ہے اور نہ اس سے استغنا کیا جا سکتا ہے اے اللہ ہمارے شکر کو قبول فرما) (٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چھ آدمیوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک بدوی آیا اور اس نے دو لقموں میں سب کو نمٹا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بسم اللہ پڑھ کر کھاتا تو یہ کھانا سب کو کافی ہو جاتا۔ **ف** یعنی اس کے بسم اللہ نہ پڑھنے سے شیطان کی شرکت ہوئی اور وہ سب کو نمٹا گیا جس سے بے برکتی ہو گئی (٧) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ حق تعالیٰ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ بندہ کی اس بات پر بہت ہی رضا مندی ظاہر فرماتے ہیں کہ ایک لقمہ کھانا کھاوے یا ایک گھونٹ پانی پیوے اور حق تعالیٰ شانہٗ کا اس پر شکر ادا کرے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ لَا نُحْصِىْ ثَنَاءً عَلَيْكَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا ذکر

ف۔ پیالہ سے مراد جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے وہ پیالہ ہے جس سے پانی تناول فرماتے تھے۔ (١) ثابت کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہم کو ایک لکڑی کا موٹا پیالہ جس میں لوہے کے پترے لگ رہے تھے نکال کر دکھلایا اور فرمایا کہ اے ثابت یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔ **ف** کہتے ہیں کہ حضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہ کی میراث سے یہ پیالہ آٹھ لاکھ درم میں فروخت ہوا تھا۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بصرہ میں اس پیالہ سے پانی بھی پیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اور پیالہ تھا۔

له غير مودع الضمير يرجع الى الله عز وجل او الى الطعام الذى يدل عليه السياق او الى الحمد ١٢ قارى له ربنا روى بالرفع والنصب والجر فالرفع على تقدير هو او انت ربنا اسمع حمدنا ودعائنا او على انه مبتدأ او خبره لفظ غير بالرفع مقدم عليه والنصب على انه منادى حذف حرف النداء والجر على البدلية من اسم الجلالة ١٢ قارى له قالت يحتمل ان يكون هذا وقع قبل ان يؤذن وتتحد او يحتمل التعدد وهو الظاهر وكذا يحتمل ان يكون عائشة رأت ذلك المنزل بعينها قبل نزول الحجاب ويحتمل انه يكون من مراسيل الصحابة ١٢ قارى له ابى زائدة بضم الموحدة وسكون الراء ١٢ له عامر ١٢ له ليرضى اى يرحمه ويثيبه واللام فى العبد للجنس او للاستغراق ١٢ ق له ان يأكل علة ليرضى اى بسبب ان يأكل او وقت ان يأكل او مفعول ليرضى اى يحب ان يأكل ١٢ جمع الوسائل له بفتح الهمزة اى المرة من الاكل ويروى بالضمة اى اللقمة وهى ابلغ فى بيان اهتمام اداء الحمد لكن الاول اوفق مع قوله الشربة تبعًا لسنن ١٢ قارى له القدح بفتحتين ما يشرب منه وكذا ابن الاثير هو اناء بين انائين لا صغير ولا كبير وربما وصف بانه جمعه اقداح قال ابن القيم كان للنبى صلى الله عليه وسلم

http://mujahid.xtgem.com

قدح خشب غلیظ مضبّبٍ بحدید فقال یا ثابت ھذا قدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمٰن ثنا عمرو بن عاصم ثنا حماد بن سلمۃ ثنا حمید وثابت عن انس قال لقد سقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھذا القدح الشراب کلہ الماء والنبیذ والعسل واللبن

باب ما جاء فی صفۃ فاکھۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا اسمٰعیل بن موسی الفزاری ثنا ابراھیم بن سعد عن ابیہ عن عبداللہ بن جعفر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاکل القثاء بالرطب حدثنا عبدۃ بن عبداللہ الخزاعی البصری ثنا معاویۃ بن ھشام عن سفیان عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاکل البطیخ بالرطب حدثنا ابراھیم بن یعقوب ثنا وھب بن جریر ثنا ابی قال سمعت حمیدا یقول او قال حدثنی حمید قال وھب وکان

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالے سے پینے کی سب انواع پانی۔ نبیذ۔ شہد۔ دودھ سب چیزیں پلائی ہیں۔ **ف** نبیذ یہ کہلاتی ہے کہ کھجور کشمش وغیرہ پانی میں بھگو دی جائے اور جب اس کا اثر اچھی طرح آجائے تو وہ پانی نبیذ کہلاتا ہے۔ مقوی اور مفرح ہوتا ہے۔ حضور کے لئے شب کو کھجوریں وغیرہ بھگو دی جاتی تھیں اور صبح کو حضور نوش فرما لیتے۔ اور کبھی دوسرے دن تک بھی جب تک کہ اس میں سکر (نشہ) کا اندیشہ نہ ہوتا تھا کام میں لایا جاتا تھا۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھلوں کا ذکر

ف یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا پھل تناول فرمائے ہیں اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔ **ف** ککڑی چونکہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور کھجور گرم۔ اس طرح سے دونوں کی اصلاح ہو کر اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں اُن کے مزاج کی رعایت رکھنا مناسب ہے نیز ککڑی پھیکی ہوتی ہے اور کھجور میٹھی جس کی وجہ سے ککڑی میں بھی مٹھاس آجاتا ہے۔ (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تر کھجوروں کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔ **ف** ترمذی وغیرہ کی روایت میں اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس کی ٹھنڈک اُس کی گرمی کو اور اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک کو زائل کر دیگی۔

لہ مضببا بالنصب علی انہ صفۃ قدح والمضبب المشدود بالضبات جمع ضبۃ وھی حدیدۃ العریضۃ التی یضبب بہا قال المناوی الضبۃ ما یشعب بہ الاناء من حدید او غیرہ قال میرک وقد ثبت فی الصحیح ان قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی کان عند انس ھو قدح جید عریض طولہ اقصر من عرضہ وفی الصحیح ایضا انہ قد انصدع فسلسل بفضۃ بعض بفضۃ قال القاری ۱۲ ۲ے کلا ای انواعہ کلہا وابدل الاربعۃ المذکورۃ بدل بعض اہتماما بشانہا لکونہا افضل المشروبات او لکونہا اشہر انواعہ ۱۲ م ۳ے الفزاری بفتح الفاء والزای المخففۃ منسوب الی بنی فزارۃ قبیلۃ من غطفان ۱۲ ۴ے القثاء بکسر القاف ولضم وتشدید المثلثۃ ممدود اقالہ القاری وقال المناوی الکسر اشہر من نضم نوع من الخیار اخف منہ ۱۲ ۵ے البطیخ قال الحافظ اختلف فی المراد منہ فقیل ھو الاصفر المعبر عنہ فی الروایۃ الاتیۃ بالخربز وقیل ھو الاخضر وھو الاظہر ۱۲ ۶ے اوقال حدثنی الخ ظاہرہ اظہار الشک فی لفظ الشیخ بانہ قال بلفظ سمعت...

http://mujahid.xtgem.com

صدیقاً[۱] له عن[۳] انس بن مالك قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم یجمع بین الخربز[۲] والرطب حدثنا محمد بن یحیی ثنا محمد بن عبد العزیز الرملی ثنا عبد الله بن یزید بن الصلت عن محمد بن اسحاق عن یزید بن رومان (بالضم الراء وبالنون ۱۲) عن عروة عن[۴] عائشة رضی الله عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم اکل البطیخ بالرطب حدثنا قتیبة بن سعید عن مالك بن انس ح وثنا اسحق بن موسی ثنا معن ثنا مالك عن سهیل بن ابی صالح عن ابیه عن[۵] ابی هریرة قال کان الناس اذا رأوا اول الثمر جاؤا به الی[۳] النبی صلی الله علیه وسلم فاذا اخذه رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اللهم بارك لنا فی

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزہ اور کھجور اکٹھے کھاتے ہوئے دیکھا **ف** بعض علماء نے اس جگہ بھی بجائے خربوزہ کے تربوز کا ترجمہ کیا ہے۔ اور منشا پہلی روایت کی بنا پر اس کا ٹھنڈا ہونا ہی لیکن ظاہر یہ ہو کہ یہاں خربوزہ متعارف ہی مراد ہے۔ اور کھجور سے کھانے کی وجہ بظاہر اس کا پھیکا پن ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی مصلحت سب جگہ جاری کیجائے۔ ممکن ہو کہ کسی جگہ کوئی اور مصلحت ہو اسلئے بندۂ ناچیز کے نزدیک تربوز کو کھجور سے کھانے کا قصہ مستقل ہے اور اسکی مصلحت دونوں کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنا ہے کہ تربوز ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اور خربوزہ کو کھجور سے کھانے کا قصہ مستقل ہے اور اسکی مصلحت خربوزہ کا پھیکا ہونا ہے کہ بسا اوقات اسکے پھیکے ہونے کی وجہ سے شکر ڈالکر اسکو کھایا جاتا ہے اسلئے دونوں حدیثوں کو ایک پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تر کھجوروں کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ (۵) ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ جب کسی نئے پھل کو دیکھتے تو اسکو حضور کی خدمت میں لاکر پیش کرتے تو حضور یہ دعا پڑھتے۔ اللهم بارك لنا فی ثمارنا وبارك لنا فی مدینتنا وبارك لنا فی صاعنا وفی مدنا اللهم ان ابراهیم عبدك وخلیلك ونبیك وانی عبدك ونبیك وانه دعاك لمكة وانی ادعوك للمدینة بمثل ما دعاك به لمكة ومثله معه۔ اس کے بعد جس چھوٹے بچہ کو دیکھتے اسکو مرحمت فرمادیتے۔ (ترجمہ دعا) اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت فرما اور ہمارے شہر میں برکت فرما۔ اور ہماری اس چیز میں جو صاع اور مد سے ناپی جاتی ہوں (یہ دو پیمانہ ہیں مدینہ منورہ میں کھجوریں وغیرہ سب چیزیں ان سے ناپ کر فروخت کیجاتی تھیں) انمیں برکت فرما اے اللہ واقعی حضرت ابراہیم تیرے بندے اور تیرے دوست اور تیرے نبی تھے۔ اور بیشک میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں (چونکہ موقعہ تواضع کا تھا اسلئے اپنے حبیب ہونیکا ذکر اس جگہ نہیں فرمایا) انھوں نے (جن چیزوں کی) دعا (اپنے آباد کردہ) شہر مکہ مکرمہ کیلئے کی ہے (جس کا بیان آیت فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ میں ہے کہ لوگوں کے قلوب مکہ کیطرف مائل فرمادے اور پھلوں کی روزی ان لوگوں کو میسر فرما) وہی دعا اس سے دو چند مقدار میں میں مدینہ منورہ کے لئے کرتا ہوں۔

---

[۱] صدیقاً له وهو بالتخفیف بمعنی الحبیب لصادق فی المصافاة وفی نسخة بكسر الصاد وتشدید الدال بمعنی كثیر الصدق لكن لا یلائم اذ الفظ الا ان یقدر ان المعنی كان حمید مصدقاً لوهب قاله القاری قلت وفی مرجع الضمیر من نظر كما تقدم والصواب كان جریر مصدقاً لحمید ۱۲ [۲] قال القاری بكسر الهمزة وسكون الراء وكسر الموحدة فی آخرها زای هو البطیخ بالفارسیة على ما فی النهایة والظاهر انه معرب الخربزة وهی بفتح الخاء والباء فی آخرها هاء وهو الاصفر فیحمل على نوع منه لم یتم نضجه فان فیه برودة تعدها الرطب فاندفع قول من زعم انه الاخضر محتجاً بان الاصفر فیه حرارة على ان للاصفر بالنسبة للرطب برودة وقال المناوی المراد الاصفر والقول بانه الاخضر لان الاصفر فیه حرارة لیس بشیء سبب لان القصد التعدیل او بان الاصفر غیر النضیج غیر حار والحار ما تناهی نضجه وقال زین الحفاظ العراقی المراد ههنا الاصفر لا الاخضر كما یوهم لان الخربز اسم للاصفر بارض الحجاز اهـ وذكر شیخی الوالد عن شیخه مولانا الشیخ الكنكوهی فی الكوكب لدری ان المراد بالحرارة والبرودة حرارة الحس واللمس لا حرارة المزاج وقال ما اجاب بعضهم بانه كان نیاً غیر نضیج فیابی عنه انه لا یوكل عادة اهـ [۳] الیهم من رزق ربهم وینبغی ان یكون خلفاءه من العلماء والاولیاء كذلك قاله القاری وقال المناوی لیدان الباكورة یندب الاتیان بها لاكبر القوم علماً وعملاً اهـ ۱۲

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

ثمارنا وبارك لنا فی مدینتنا وبارك لنا فی صاعنا[1] وفی مدنا اللّٰھم ان ابراھیم عبدك وخلیلك[2] ونبیك وانی عبدك[3] ونبیك وانه دعاك لمكة وانی ادعوك للمدینة بمثل ما دعاك به لمكة ومثله[4] معه قال ثم یدعوا اصغر ولید[5] یراه فیعطیه ذلك الثمر حدثنا محمد بن حمید الرازی ثنا ابراھیم بن المختار عن محمد بن اسحاق عن ابی عبیدة[6] بن محمد بن عمار بن یاسر عن[6] الربیع[7] بنت معوذ بن عفراء قالت بعثنی معاذ بن عفراء بقناع من رطب وعلیه اجر[8] من قثاء زغب[9] وكان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یحب القثاء فاتیته به وعنده حلیة قد قدمت علیه من البحرین فملأ یده منها فاعطانیه (ھو عمھا ۱۲) حدثنا علی بن حجر انا شریك عن عبد اللّٰه بن محمد بن عقیل عن[7] الربیع بنت معوذ بن عفراء قالت اتیت النبی صلی اللّٰه (ای احدی یدیه ۱۲) علیه وسلم بقناع من رطب واجر زغب فاعطانی ملأ كفه حلیا او قالت ذھبا

---

(۶) ربیع رضی اللّٰہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے میرے چچا معاذ بن عفرا نے تازہ کھجوروں کا ایک طبق جن پر چھوٹی چھوٹی رُوئیں دار ککڑیاں بھی تھیں لیکر حضور کی خدمت میں بھیجا۔ حضور اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو ککڑی مرغوب تھی۔ میں جس وقت ککڑیاں لیکر حاضر خدمت ہوئی ہوں حضور والا کے پاس بحرین کے کچھ زیورات آئے ہوئے رکھے تھے حضور نے ان میں سے ایک ہاتھ بھر کر مجھے مرحمت فرمایا۔

ف ککڑی کھجور کے ساتھ علاوہ مذکورہ فوائد کے بدن کو فربہ بھی کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللّٰہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری رخصتی کے وقت میری والدہ کو خیال ہوا کہ اس کا بدن کچھ فربہ ہو جاوے تاکہ اُٹھان اچھا ہو جاوے تو مجھے ککڑی تازہ کھجور کے ساتھ کھلائی جس سے میرے بدن میں اچھی فربہی آگئی۔ ایک ضعیف حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللّٰہ عنہا سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم ککڑی نمک سے نوش فرمایا کرتے تھے۔ اس میں کوئی مانع نہیں کہ کبھی نمک سے تناول فرماتے ہوں کبھی کھجور کے ساتھ کہ رغبت کسی وقت میٹھے کی ہوتی ہے کسی وقت نمکین کی۔ (۷) ربیع ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک طبق کھجوروں اور چھوٹی چھوٹی رُوئیں دار ککڑیوں کا لیکر گئی۔ تو حضور نے مجھکو ایک ہاتھ بھر کر سونا یا زیور مرحمت فرمایا۔ **ف** یہ وہی پہلا قصہ ہے اس حدیث میں مختصر کر دیا۔ سونے اور زیور میں کسی راوی کو شک ہوا ہے۔

---

[1] المراد به الطعام الذی یكال بالصیعان والامداد فیكون دعاء لھم بالبركة فی اقواتھم فی عموم اوقاتھم قاله القاری وقال المناوی فی صاعنا ومدنا بحیث یكفی المكیل فیھا من لا یكفیھم اضعافه فی غیرھا ثم قال ویحتمل ان تكون البركة المذكورة فی الحدیث دینیة وھی ما یتعلق بھذه المقادیر من حقوق اللّٰه تعالی فی الزكوٰة والكفارات ۱۲ [2] توسل بعبودیته ونبوته وقدم الاولی لانه لا اشرف اعلی منھا ولم یقل خلیلك وان كان خلیلا كما ورد فی عدة الاخبار بل خص بمقام المحبة الارفع من مقام الخلة لانه فی مقام التواضع اذ ھو اللائق بمقام الدعاء ولو اذا بامع ابیه الخلیل كذا فی المناوی بتغیر ۱۲ [3] ومثله معه یعنی ادعوك ضعفی ما دعاك خلیلك ابراھیم علیه الصلوٰة والسلام ولا حجة فی الحدیث علی المسئلة الكلامیة فی تحریم المدینة كما تری ۱۲ [4] یراه وفی روایة اصغر من یحضره وفی اخری فیدعو اصغر ولید له فحمل بعضھم الروایتین المتعددتین علی ھذه الروایة ومنھم من حول كوله لرای للمؤمنین ولیس المراد من اھل بیته والظاھر عندی فی الجمع بینھما ان ذلك بحسب ما اتفق له من حضور صغیر او دعاء احد من اھل قرابته ووجه ترجیح الصغیر للباكورة شدة حرصھم وكثرة تطلعھم ۱۲۔ [5] ابی عبیدة بزیادة الهاء فی آخره فما فی بعض النسخ من حذفه تحریف ۱۲ [6] الربیع بضم الراء وفتح الموحدة وتشدید التحتانیة المكسورة بنت معوذ بتشدید الواو وفتحھا علی الاشهر وجزم الوقشی انه بالكسر ۱۲ [7] اجر بفتح الهمزة وسكون الجیم وراء منون مكسور جمع جرو بكسر الجیم وھو الصغیر من كل شیء حتی الحنظل والبطیخ والمراد ھنا القثاء كما ھو مبین فی البیانیة فی ھذه الروایة قاله القاری ۱۲ [8] زغب بضم الزای وسكون الغین المعجمة جمع ازغب من الزغب بالفتح وھو صغار الریش اول ما طلع شبه به ما علی القثاء من الزغب ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

باب ما جاء في صفة شراب رسول الله صلى الله عليه وسلم

حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفيان عن معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها قالت كان احب الشراب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الحلو البارد حدثنا احمد بن منيع ثنا اسمعيل بن ابراهيم انا علي بن زيد عن عمر هو ابن ابي حرملة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال دخلت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم انا وخالد بن الوليد على ميمونة فجاءتنا باناء من لبن فشرب رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا على يمينه وخالد على شماله فقال لي الشربة لك فان شئت آثرت بها خالدا فقلت ما كنت لاوثر على سورك احدا ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اطعمه الله طعاما فليقل اللهم بارك لنا فيه واطعمنا خيرا منه ومن سقاه الله لبنا فليقل اللهم بارك لنا فيه وزدنا منه

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کی چیزوں کے احوال

ف۔ اس باب میں مصنف نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی سب چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیز مرغوب تھی۔ ف بظاہر تو اس حدیث سے ٹھنڈا اور میٹھا پانی مراد ہے۔ چنانچہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں بالتصریح وارد ہے اور یہ بھی محتمل ہے کہ اس سے شہد کا شربت یا کھجوروں کا نبیذ مراد ہو جیسا کہ پیالے کے باب میں گذر چکا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کھانے کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا، جو حاضر ہوتا وہی تناول فرمالیتے لیکن میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا خاص اہتمام تھا۔ سقیا جو مدینہ طیبہ سے کئی میل پر ہے وہاں سے میٹھا پانی حضور کے لئے لایا جاتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے الفاظ میں یہ بھی نقل فرمایا کہ اے اللہ اپنی ایسی محبت مجھے عطا فرما جو میرے لئے اپنی جان و مال اور اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ ہو۔ (۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن الولید دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے (ام المؤمنین حضرت میمونہؓ ان دونوں حضرات کی خالہ تھیں) وہ ایک برتن میں دودھ لیکر آئیں۔ حضور نے اس میں سے تناول فرمایا میں دائیں جانب تھا اور خالد بن الولید بائیں جانب۔ مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ اب پینے کا حق تیرا ہے (کہ تو دائیں جانب ہے) اگر تو اپنی خوشی سے چاہے تو خالد کو ترجیح دیدے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے جھوٹے پر میں کسی کو بھی ترجیح نہیں دیسکتا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کو حق تعالیٰ شانہ کوئی چیز کھلائیں

له ابن ابی عمر بضم العین وفتح المیم ہو محمد بن یحیی بن ابی عمر العدنی ابو عبد اللہ الحافظ قد ینسب الی جده ۱۲ سله الشربة لک لانک صاحب الیمین ومن علی الیمین اقدم لما ورد ملک الیمین الی کم علی ملک الشمال ولذا ورد الایمن فالایمن رواه مالک واحمد واصحاب الستة عن انس قال العراقی وہل تقدیم الایمن فی الشرب خاصة او یعم کل مطعوم کفاکهة ونحوها نقل عن مالک التخصیص به وانکره بعضهم قال ابن عبد البر لا یصح عن مالک ... مالک التخصیص والنکره بعضهم قال ان کو وقال ایضا فیه بیان السنة البداءة فی الشرب نحوه بمن عن یمین الکبیر او صغیرا مفضولا بالنسبة لمن علی یساره وهذا اتفاق لکنه علی الاستحباب عند الجمهور وذهب ابن حزم الی وجوبه فقال لا یجوز مناولة غیر الایمن الا باذنه فان قیل یعارض هذا الحدیث ما رواه ابو یعلی باسناد صحیح کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سقی قال ابدؤا بالاکبر او قال بالاکابر قلنا ذلک محمول علی ما اذا لم یکن عن یمینه احد بل کانوا امامه او وراءه اه قلت وقال الحافظ فی الفتح لحدیث ابی یعلی اسناده قوی وجمع بینهما بوجوه ۱۲ سله آثرت بها خالدا لکونه اشرف منک مراعاة للاکبر وفی نسبة المشیئة الیه تطییب لخاطره وتنبیه علی ان الایثار اولی لکن فهم الحدیث مستدل الحنفیة فی جواز الایثار بالقرب قالت الشافعیة الایثار بالقرب مکروه لما فیه من الاعراض بالقربة وقید الشامی جوازه بما اذا عارض تلک القربة ما هو افضل منها کاحترام اهل العلم والاشیاخ کما فی هذا الحدیث ویتفرع علی هذا الخلاف مسائل منها لو سبق احد الی الصف الاول فدخل رجل اکبر منه سنا او اهل علم ینبغی له ان یتاخر ویقدمه تعظیما له اهـ ولا یشکل علی الحدیث بانه لم استاذن ابن عباس فیه ولم یستاذن الاعرابی کما جاء

فانه ورد لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه ۱۲ ق

http://mujahid.xtgem.com

ثم قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لیس شیء یجزی مکان الطعام والشراب غیر اللبن قال ابو عیسیٰ هکذا روی سفیان ابن عیینة هذا الحدیث عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی الله عنها ورواه عبد الله بن المبارک وعبد الرزاق وغیر واحد عن معمر عن الزهری عن النبی صلی الله علیہ وسلم مرسلا ولم یذکروا فیه عن عروة عن عائشة وهکذا روی یونس وغیر واحد عن الزهری عن النبی صلی الله علیہ وسلم مرسلا قال ابو عیسیٰ وانما اسنده ابن عیینة من بین الناس قال ابو عیسیٰ ومیمونة بنت الحارث زوج النبی صلی الله علیہ وسلم هی خالة خالد بن الولید وخالة ابن عباس رضی الله عنهم وخالة یزید بن الاصم واختلف الناس فی روایة هذا الحدیث عن علی بن زید بن جدعان فروی بعضهم عن علی بن زید عن عمر ابن ابی حرملة وروی شعبة عن علی بن زید فقال عن عمرو بن حرملة والصحیح عمر بن ابی حرملة۔

باب ما جاء فی صفة شرب رسول الله صلی الله علیہ وسلم

حدثنا احمد بن منیع ثنا هشیم انا عاصم الاحول ومغیرة عن الشعبی عن ابن عباس ان النبی صلی الله علیہ وسلم

تو یہ دعا پڑھنی چاہیے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ (اے اللہ تو اس میں برکت عطا فرما اور اس سے بہتر چیز عطا فرما) اور جب کسی کو حق تعالیٰ شانہٗ دودھ عطا فرمائیں تو یہ دعا پڑھنا چاہیے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ (اے اللہ اس میں برکت عطا فرما اور زیادتی نصیب فرما) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے ہر چیز کے بعد اُس سے بہتر کی دُعا اور دودھ کے بعد اسی میں زیادتی کی دعا اسلئے تعلیم فرمائی کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کھانے اور پانی دونوں کا کام دیتی ہو۔

ف حضور نے دودھ مرحمت فرمانے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حق اسلئے فرمایا کہ وہ دائیں جانب تشریف فرما تھے اور خالد بائیں جانب اور پیالہ کا دَور جیسا کہ متعدد روایات میں آیا داہنی جانب چلنا چاہیے۔ اور خالد کی ترجیح کو اسلئے ارشاد فرمایا کہ وہ عمر میں بڑے تھے نیز ابن عباسؓ کی تعلیم مقصود تھی کہ حق اگرچہ ان کا ہی مگر خود ان کو یہ چاہیے کہ بڑے کی ترجیح کی رعایت کریں لیکن حضرت ابن عباسؓ کیلئے حضور کے جھوٹے کی اہمیت اور اس کا شغف غالب ہوا جو حضور کے ساتھ غایت عشق کا ثمرہ تھا۔

باب۔ اُن احادیث کا ذکر جنمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کا طرز وارد ہوا ہے

ف اس باب میں مصنف نے دس حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] ثم قال ابن عباس قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس شیء الخ هذا بمنزلة التعلیل لما تقدم من دعائه علیه الصلوة والسلام فی اللبن بالمزید وفی غیر اللبن باستدعاء الخیر منه ١٢

[2] قال ابو عیسی غرض المصنف بیان الکلام علی الحدیثین المتقدمین وهذا ما یتعلق بالحدیث الاول وحاصله ان سفیان بن عیینة جعل هذا الحدیث موصولا متصلا والصواب انه مرسل فان عبد الله بن المبارک وعبد الرزاق وغیر واحد من تلامذة معمر جعلوه عن الزهری مرسلا وکذلک یونس وغیر واحد من تلامذة الزهری جعلوه ایضا مرسلا فالحق ارساله وقال المصنف فی جامعه بعد تخریج الحدیث هکذا رواه غیر واحد عن ابن عیینة والصحیح ما روی الزهری عن النبی صلی الله علیه وسلم مرسلا وهذا اصح من حدیث ابن عیینة انتهی ملتقطا ١٢ [3] قال ابو عیسی الخ هذا بیان للحدیث الثانی بین اولا وجه دخولها علیها بانها کانت محرما لهما وذکر کونها خالة یزید بن الاصم استطرادا تتمیم الفائدة ثم ذکر الکلام علی هذا الحدیث بقوله واختلف الناس الخ وحاصله ان تلامذة علی بن زید بن جدعان اختلفوا فی بیان اسم شیخه فروی بعضهم عمر بن ابی حرملة بدون الواو وروی بعضهم عمرو بن حرملة بذکر الواو وحذف لفظ ابی وهو غلط بوجهین والصواب عمر بن ابی حرملة بدون الواو وبذکر لفظ الکنی قال القاری بصحته فی الموضعین کما ذکره البیهقی الاول عمر بلا واو والثانی ابی علی الکنیة اه قال المصنف فی جامعه وقد روی بعضهم هذا الحدیث

http://mujahid.xtgem.com

شرب من زمزم وهو قائم حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا محمد بن جعفر عن حسين المعلم[1] عن عمرو بن شعيب عن ابيه (بن ذكوان ۱۲)

عن جده قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب قائما وقاعدا[2] حدثنا علي بن حجر ثنا ابن المبارك عن عاصم

الأحول عن الشعبي عن ابن عباس[3] قال سقيت النبي صلى الله عليه وسلم من زمزم فشرب وهو قائم حدثنا ابو كريب

محمد بن العلاء ومحمد بن طريف[4] الكوفي قالا انبانا ابن الفضيل[5] عن الاعمش عن عبد الملك بن ميسرة[6]

زمزم کا پانی کھڑے ہونے کی حالت میں نوش فرمایا۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت بھی آئی ہے چنانچہ دوسری حدیث کے ذیل میں اس کا مفصل ذکر آئیگا۔ اس بنا پر بعض علماء نے زمزم پینے کو بھی اُس ممانعت میں داخل فرماکر حضور کے اس نوش فرمانے کو ازدحام کے عذر۔ یا بیانِ جواز پر حمل فرمایا ہے لیکن علماء کا مشہور قول یہ ہے کہ زمزم اُس نہی میں داخل نہیں اس کا کھڑے ہو کر پینا افضل ہے (۲) عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ دادے سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت میں بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر کوئی شخص پانی نہ پیوے اگر بھول کر پی لیوے تو قے کر دے۔ علماء نے حضور کے اس فعل میں اور ممانعت میں چند وجوہ سے جمع کیا ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ ممانعت بعد میں وارد ہوئی اسلئے یہ ناسخ ہے بعض علماء اس کا عکس فرماتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینے کی روایتیں ناسخ ہیں ممانعت کیلئے لیکن مشہور قول یہ ہے کہ ممانعت حکم شرعی اور تحریمی نہیں بلکہ آداب کے طریقہ سے ہے نیز شفقت اور رحمت کے باب سے بھی ہے اسلئے کہ ابن قیم وغیرہ نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی چند مضرتیں بتلائی ہیں۔ الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہوئے نوش فرمانا بیان جواز کیلئے ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ممانعت کی وجہ سے کھڑے ہو کر پانی پینا حرام نہیں البتہ خلاف اولے اور مکروہ ہے۔ (۳) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا اور حضور نے کھڑے ہوئے نوش فرمایا۔ **ف** باب کی پہلی حدیث میں اسکا ذکر گذر چکا۔

---

[1] الظاهر في حجة الوداع وفي رواية الشيخين قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم بدلو من ماء زمزم فشرب وهو قائم وفي رواية ابن ماجة قال عاصم فذكرت ذلك لعكرمة فحلف انه ما كان حينئذ الا راكبا وعند ابي داؤد من وجه آخر عن عكرمة عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم طاف على بعيره ثم اناخه فصلى ركعتين فلعل شربه صلى الله عليه وسلم من زمزم كان قبل ان يعود الى بعيره ويخرج الى الصفا وهذا هو الذي تعين المصير اليه لان عمدة عكرمة في ذلك انما هو ما ثبت انه صلى الله عليه وسلم طاف على بعيره وسعى كذلك لكن لابد من فصل ركعتي الطواف بين ذلك وقد ثبت انه صلاهما على الارض فما المانع من كونه صلى الله عليه وسلم شرب من زمزم وهو قائم كذا حققه القسطلاني وهو جمع جيد لاغبار عليه وما وقع في حديث جابر في سياق حج النبي صلى الله عليه وسلم من انه استقى بعد طواف الزيارة بعد تمام المناسك لا ينفي هذا التاويل غاية ما فيه يلزم منه كون الشرب من زمزم وقع في الحج مرتين لا باس فيه قاله القاري ۱۲ [2] عن ابيه عن جده اختلف النقاد كثيرا في هذا السند فقيل لا يحتج به لان ضمير جده ان يرجع الى عمرو فالمراد به محمد وهو ليس بصحابي فالحديث مرسل وان ارجع الى شعيب فالمراد به عبد الله بن عمرو بن العاص وهو صحابي لكن لقاء شعيب عن جده خفي وقيل هو صحيفة ولذا قال ابوداؤد ولما سئل عنه عمرو بن شعيب عندك حجة قال لا ولا نصف حجة وقال علي بن المديني عن يحيى بن سعيد حديثه عندنا واه وقال الآخرون هذا اسناد يحتج به وضمير جده الى شعيب لا غير وسماعه من عبد الله بن عمرو صحيح ثابت صرح بسماعه عنه في اماكن ووقع في سنن ابي داؤد والنسائي عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبد الله والسند لا مطعن فيه قال البخاري رأيت احمد بن حنبل وعلي بن المديني واسحق وعامة اصحابنا يحتجون بحديث عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ما تركه احد من المسلمين انتهى قلت وحقق الاحتجاج به القاري والحلبي من الحنفية ۱۲ [3] قال المناوي ولا خلاف ان الاكثر من فعله المستقر المعروف من احواله صلى الله عليه وسلم الشرب قاعدا فتفعل غيره لبيان الجواز فليس تقديم القيام لكثرته كما وهم بل لانه احق بالاهتمام لما فيه من الرد على المنكر واخرج النسائي عن عائشة رضي الله عنها رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب قائما وقاعدا ويصلي حافيا ومنتعلا الحديث قال العراقي واسناده جيد قال القاري وما قيل من ان النبي صلى الله عليه وسلم منزه من فعل المكروه فكيف شرب قائما فمردود لانه اذا كان لبيان الجواز فواجب عليه فكيف يكون مكروها له ۱۲ [4] قال القاري وقد تقدم فالمراد تعدد الاسناد لقوة الاعتماد وفي سياق هذا الحديث اشارة الى تعدد شربه صلى الله عليه وسلم وايماء الى ان احدهما كان بيد ابن عباس ۱۲ [5] بفتح الطاء وكسر الراء للطلتين ۱۲ [6] ابن الفضيل وفي نسخة ابن الفضل قال القاري قلت والموئد يكتب الرجال هو الاول فانه محمد بن فضيل بن غزوان ۱۲ [7] ميسرة بفتح ميم وسكون ياء تحتية وفتح سين مهملة والنزال بفتح نون وتشديد زاي معجمة وسبرة بفتح سين مهملة وسكون موحدة فراء قاله ميرك ۱۲ ق

http://mujahid.xtgem.com

عن النزال بن سبرة قال اُتی علیٌّ بکوز من ماء وھو فی الرُّحبة فاخذ منه کفا فغسل یدیه ومضمض و استنشق ومسح وجهه وذراعیه ورأسه ثم شرب منه وھو قائم ثم قال ھذا وضوء من لم یحدث ھکذا رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فعل حدثنا قتیبة بن سعید ویوسف بن حماد قالا حدثنا عبد الوارث بن سعید عن ابی عصام عن انس بن مالک ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یتنفس فی الاناء ثلاثا اذا شرب ویقول ھو امرأ واروی حدثنا علی بن خشرم انا عیسی بن یونس عن رشدین بن کریب عن ابیه عن ابن عباس

(بفتح فسکون ۱۲) (بکسر فسکون فتح کسکین ۱۲)

(۴) نزال بن سبرۃ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جبکہ وہ مسجد کوفہ کے میدان میں (جو اُن کا دار القضا تھا) تشریف فرما تھے ایک کوزہ پانی لایا گیا۔ انھوں نے ایک چلو پانی لیکر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور پھر اپنے منہ پر اور ہاتھوں پر سر پر مسح کیا پھر کھڑے ہو کر پانی پیا اور فرمایا کہ یہ اس شخص کی وضو ہے جو پہلے سے باوضو ہو۔ ایسے ہی میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا۔ **ف** یہ حدیث مختصر ہے مفصل مشکوۃ شریف میں بروایت بخاری منقول ہے اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ منہ ہاتھ وغیرہ پر حقیقۃً مسح کیا ہو۔ اس صورت میں اس کو وضو کہنا مجاز ہے۔ لغوی معنی کے اعتبار سے اسکو وضو کہدیا چنانچہ پاؤں کا ذکر اسمیں ہے ہی نہیں یہ قرینہ اسی احتمال کا ہے۔ دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس حدیث میں ہلکے سے دھونے کو مجازاً مسح سے تعبیر کر دیا اور پاؤں کا ذکر اس قصہ میں بعض روایات میں آتا ہے اس توجیہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مسح کی جگہ بعض روایات میں منہ ہاتھ دھونے کا ذکر ہے اس صورت میں اس حدیث سے تجدید وضو مراد ہے اور یہی توجیہ بندہ ناچیز کے نزدیک اولیٰ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا جائز ہے۔ کتب فقہ میں اسکے اور آب زمزم کے کھڑے ہو کر پینے کے جواز کی تصریح ہے بلکہ علامہ شامی نے تو وضو کا پانی کھڑے ہو کر پینے کو بعض بزرگوں سے شفاءِ امراض کیلئے علاج مجرب نقل کیا ہے اور ملا علی قاری نے شرح شمائل میں اس کا استحباب نقل کیا ہے۔ (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پینا زیادہ خوشگوار ہے اور خوب سیراب کرنے والا ہے **ف** پانی ایک سانس میں پینے کی ممانعت بھی آئی ہے علماء نے ایک دفعہ ہی پینے کی بہت سی مضرتیں بھی لکھی ہیں بالخصوص ضعفِ اعصاب کا سبب بتایا ہے نیز معدہ اور جگر کے لئے بھی مضرت کا سبب ہے۔ (۶) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی نوش فرماتے دو دفعہ

ل ه اتی الخ ولفظ النسائی فی سننه قال رأیت علیا صلی الظهر ثم قعد لحوائج الناس فلما حضرت العصر اتی بتور من ماء الحدیث ۱۲ ع ه الرحبة بفتح الراء والحاء المهملتین المکان المتسع قال فی المغرب لما فی حدیث علی فانه دکان وسط مسجد الکوفة وکان علی یقعد فیه ویعظ اه قلت وقد تقدم من روایة النسائی ما یوافقه ۱۲ س ه قال القاری ای غسلها غسلا خفیفا فالمراد الوضوء الشرعی ویؤیده ما وقع فی بعض الروایات الصحیحة انه غسلها. ویحتمل انه لم یغسلها فالمراد الوضوء العرفی ویؤیده ترک ذکر الرجلین فی الاصل فیحمل خلاف الروایتین علی تعدد الواقعة فی الرحبة ۱۲ ع ه قال القاری شرب صلی الله علیه وسلم قائما یحتمل ان یکون لبیان الجواز وان یکون للاستحباب بخصوص هذا الماء وهو مختار مشائخنا ویؤیده عمل علی بعده صلی الله علیه وسلم لانه لو کان فعله صلی الله علیه وسلم لبیان الجواز لکان ترکه افضل اه ۱۲ ه ه ابی عصام بکسر اوله وفی نسخة ابی عاصم وهو ضعیف قال القاری قلت اختلف الرواة فی ذکر هذا الراوی فذکره الجمهور بلقب ابی عصام وقال بعضهم ابو عاصم وبسط الکلام علیه الحافظ فی تهذیبه فی ترجمة ابی عصام فقیل لم توجد ترجمته لیس بوجیه ۱۲ و ه فی الاناء فی الصحیحین من ابی قتادة انه علیه السلام نهی ان یتنفس فی الاناء والمعنی انه کان یشرب ثلث مرات وفی کل ذلک یبین الاناء عن فیه فیتنفس ثم یعود والمنهی عنه هو التنفس فی الاناء بدون الابانة ویدل علیه قوله ههنا وقال القرطبی اما زعم بعضهم اجراء الحدیث علی ظاهره وانه فعله لبیان الجواز ولکونه لا یستقذر منه شیء فغیر صحیح بدلیل بقیة الحدیث وهو قوله امرأ ۱۲ ک ه هو بالهمز انفعل من مرأة الطعام مثلثة الراء اذا وافق المعدة وقال المناوی مرأ الطعام او الشراب فی جسده اذا لم یثقل علی المعدة وانحدر عنها طیبا بلذة ونفع ومنه قوله تعالی

فکلوه هنیئا مریئا ... اروی من الری ای اکثر ریا ... ۱۲ ... خشرم بفتح خاء وسکون شین معجمتین ... ۱۲ ق

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا شرب تنفس مرتین حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفیان عن یزید بن یزید بن جابر
عن عبد الرحمن بن ابی عمرة عن جدته کبشة قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشرب من فی قربة
معلقة قائما فقمت الی فیها فقطعته حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مهدی ثنا عزرة بن ثابت الانصاری
عن ثمامة بن عبد اللہ قال کان انس بن مالک یتنفس فی الاناء ثلاثا وزعم انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان
یتنفس فی الاناء ثلثا حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن انا ابو عاصم عن ابن جریج عن عبد الکریم عن البراء

سانس لیتے تھے۔ **ف** اس حدیث میں یا تو پانی دو سانس میں پینا مراد ہے اور یہی بظاہر قریب ہے اسلئے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قولی حدیث میں ہے کہ پانی ایک دفعہ ہی نہ پیا کرو بلکہ دو یا تین سانس میں پیا کرو۔ اس صورت میں یہ حدیث بعض اوقات پر محمول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اقل درجہ کے بیان فرمانے کے لئے دو سانس میں بھی پیتے تھے۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث میں پانی کے درمیان میں دو مرتبہ سانس لینا مراد ہے اور جب پانی کے درمیان میں دو مرتبہ سانس لیا تو تمام پانی تین سانس میں ہو گیا۔ اس صورت میں اور روایات سے کچھ تعارض ہی نہیں رہا۔ (۷) کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے وہاں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا حضور نے کھڑے ہوئے اس مشکیزہ کے منہ سے پانی نوش فرمایا میں نے اٹھکر مشکیزہ کے منہ کو کتر لیا۔ **ف** امام نووی نے امام ترمذی سے اس کترنے کی دو وجہ نقل کی ہیں ایک تو تبرکا کہ اس حصہ کو جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک لگا تھا تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھنے کیلئے کتر لیا۔ دوسرے یہ کہ جس جگہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک لگا ہے دوسرا کوئی اسکو استعمال نہ کرے یعنی مقصود یہ کہ ادبا اس جگہ کو کتر لیا کہ کسی دوسرے کا منہ اس جگہ لگنا بے ادبی تھی۔ اس حدیث میں دو گفتگو ہیں ایک کھڑے ہو کر پانی پینے کی وہ پہلے گذر چکی۔ دوسری یہ کہ بخاری شریف وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مشک کے منہ سے پانی پینے کی ممانعت وارد ہوئی ہے اسلئے اس حدیث کو بیان جواز پر حمل کرینگے یا اس ممانعت کی روایت کو خلاف ادلی پر حمل کرینگے نیز حضور کے اس پینے کو اس نہی کی وجہ سے ضرورت پر بھی حمل کیا جا سکتا ہے۔ ایک حدیث میں ایک قصہ آیا ہے کہ ایک شخص مشکیزہ کو منہ لگا کر پانی پی رہے تھے کہ اس میں سے ایک سانپ نکل آیا اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پانی پینے کی ممانعت فرما دی۔ اس حدیث کی بنا پر ممانعت اس طرح پانی پینے کے واقعات بظاہر ابتدائی ہیں ایک خصوصی بات اور بھی ہے کہ اس طرح پانی پینے میں منجملہ دوسری وجوہ کے ایک وجہ ممانعت یہ بھی ہے کہ ہر شخص کا منہ ایسا نہیں ہوتا جس کے گھڑے یا مشک وغیرہ کے لگنے سے دوسروں کو گھن نہ آئے لیکن بعض منہ ایسے ضرور ہوتے ہیں

جن کا لعاب بیماروں کی شفا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ لذیذ اور ہر فرحت کی چیز سے زیادہ سرور پیدا کرنے والا ہوتا ہے ؎

عناب لب لعاب دہن شربت وصال
یہ نسخہ چاہیے ترے بیمار کیلئے

اس لئے حضور اقدس محبوب دو عالم کے مشکیزہ سے پینے کو دوسروں کے پینے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ (۸) ثمامہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی تین سانس میں پیتے تھے اور کہتے تھے

---

۱ قال المناوی هذا الحدیث وان کان ضعیفا لکن له شواهد عند المصنف فی جامعه وغیره واحادیث الثلثة اقوی واصح وقال الشارح لا ینافی ما سبق لانه فی بعض الاحیان لبیان الجواز او اراد بالتنفس اثناء الشرب اسقط الثالثة لانها بعد الشرب اه ۱۲ ۲ کبشة بنت ثابت بن المنذر الانصاریة اخت حسان قاله القاری والبیجوری وجزم المناوی بانها بنت کعب بن مالک الانصاری وحمل الباقی علی الاتفاق فی هذه الروایة کلثم بنت ثابت [illegible] بنت کعب بن مالک الانصاریة تزوجها عبد الرحمن بن ابی قتادة ۱۲ حضور [illegible] ۱۲

۳ قال المناوی وهذا الحدیث رواه الطبرانی ایضا بزیادة فقال کان یتنفس فی الاناء ثلثة انفاس یسمی عند کل نفس ویشکر عند آخرهن ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

ابن زید ابن[۱] ابنۃ انس بن مالک عن انس[۲] بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی ام سلیم وقربۃ معلقۃ فشرب من فم القربۃ وھو قائم فقامت ام سلیم الی راس القربۃ فقطعتہا[۳] حدثنا احمد بن نصر النیسابوری حدثنا اسحق بن محمد الفروی[۴] حدثتنا عبیدۃ[۵] بنت نائل عن عائشۃ بنت سعد بن ابی وقاص عن ابیہا[۱۰] ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یشرب قائما وقال ابو عیسی[۶] وقال بعضہم عبیدۃ بنت نابل بالموحدۃ ۱۲

باب ما جاء فی تعطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن رافع وغیر واحد قالوا انا ابو احمد الزبیری نا شیبان عن عبد اللہ بن المختار عن موسی
مصغرا ۱۲ ـ بن فراخ ۱۲

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے (۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا حضور نے کھڑے ہی ہوئے اس میں سے پانی نوش فرمایا ام سلیم کھڑی ہوئیں اور اس مشکیزہ کے منہ کو کتر کر رکھ لیا۔ **ف** حضرت کبشہ کی حدیث بھی اسی نوع کی ابھی گذر چکی ہے لٹکے ہوئے مشکیزہ سے بیٹھ کر پانی پینا ویسے بھی مشکل ہے اسلئے ضرورت کے درجہ میں بھی یہ واقعات داخل ہیں۔ ام سلیم رض کے قصہ میں بعض حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ انھوں نے مشکیزہ کترتے ہوئے یہ کہا کہ حضور کے بعد اب کوئی اسکو منہ لگا کر نہیں پی سکتا جس سے معلوم ہوا کہ انھوں نے ادباً کتر لیا۔

(۱۰) سعد بن ابی وقاص رض کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پانی نوش فرما لیتے تھے۔ **ف** یہ عادت شریفہ نہیں بلکہ گاہے گاہے کسی ضرورت سے ایسا کرتے تھے۔ چنانچہ پہلے مفصل گذر چکا ہے۔

باب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگانے کا ذکر

ف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن شریف سے خود خوشبو مہکتی تھی۔ گو حضور خوشبو کا استعمال نہ فرماویں چنانچہ حضرت انس رض کی روایت ہے کہ میں نے کوئی خوشبو عنبر نہ مشک نہ کوئی اور خوشبو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی۔ ایسے ہی اور بہت سی روایات اس مضمون پر دال ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ خوشبو کے بجائے استعمال کرنے کے بارہ میں متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں چنانچہ ام سلیم کی روایت مسلم شریف وغیرہ میں وارد ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ سونے کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ

---

[۱] ابن بالالف مجرور علی البدلیۃ من ابن زید او صفۃ ثان مضافا الی ابنۃ انس فبین بان اباہ زید وامہ بنت انس فلا بد من تحریر حرف الالف علی لفظ ابن ۱۲ [۲] فقطعتہا التانیث باعتبار المضاف الیہ او لکونہا قطعۃ وفی نسخۃ فقطعتہ وہی القیاس الحدیث اخرجہ ابن حبان فی کتاب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم وزاد فیہ وقالت لا یشرب منہا احد بعد شرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ [۳] بفتح فاء وسکون راء منسوب الی جدہ ابی فروۃ کذا قالہ القاری والبیجوری وفی المناوی نسبۃ لابی فروۃ جدہ بفتح القاف وسکون الراء اھ وہم من الناسخ فانہ بالفاء وہو اسحق بن محمد بن اسمعیل بن عبد اللہ بن ابی فروۃ الفروی المدنی الاموی کما فی تہذیب الحافظ ۱۲ [۴] قال المناوی بالتصغیر عند الجمہور اھ وبالتصغیر ضبطہا القاری ۱۲ [۵] ہکذا بالہمزۃ ہہنا فی النسخ الموجودۃ وکذا ضبطہ القاری وقال الحافظ فی تقریبہ وتہذیبہ عبیدۃ بنت نابل ولم یضبط بشیء ۱۲ [۶] قال ابو عیسی الخ الظاہر فی غرضہ انہ وقع الاختلاف فی نسب عبیدۃ فقیل بنت نائل بالہمزۃ قبل اللام وقیل نابل بالموحدۃ بدل الہمزۃ وجزم المناوی انہا بالباء الموحدۃ وبہ صحح الامیر ابو نصر بن ماکولا قلت واختلفوا فی ضبط عبیدۃ ایضا فالجمہور علی انہ عبیدۃ بالتصغیر وکذا ابن ماکولا وقال بعضہم عبیدۃ بفتح العین وکسر الموحدۃ کما قال القاری ہو فلان تصحیح ابن ماکولا وظاہر کلام المناوی ان المصنف اراد الاشارۃ الی ہذا الاختلاف ایضا لانہ جعل عبیدۃ فی السند المذکور مصغرا وہہنا کذا ضبطہ بفتح اولہ فقال قال بعضہم نحا الفعال من ان عبیدۃ مصغر ا عبیدۃ بفتح اولہ بنت نابل بباء موحدۃ بعد الالف وقال زین الحفاظ العراقی المشہور انہا عبیدۃ مصغرۃ ونابل اولہ نون وبعد الالف موحدۃ والحدیث اسنادہ حسن اھ ۱۲ [۷] تعطر ہو استعمال العطر وہو بالکسر الطیب ورجل معطر ای کثیر التعطر ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

ابن انس بن مالک عن ابیہ قال کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکۃ یتطیب منہا حدثنا محمد بن بشار

ثنا عبد الرحمٰن بن مہدی ثنا عزرۃ بن ثابت عن ثمامۃ بن عبد اللہ قال کان انس بن مالک لا یرد الطیب

وقال انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرد الطیب حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا ابن ابی فدیک

عن عبد اللہ بن مسلم بن جندب عن ابیہ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث لا ترد الوسائد

علیہ وسلم کے جسد اطہر سے پسینہ نکل رہا تھا انھوں نے اسکو ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کر دیا حضور کی آنکھ کھل گئی حضور نے دریافت فرمایا یہ کیا کر رہی ہو کہنے لگیں کہ اسکو ہم اپنی خوشبو میں ملائینگے یہ سب سے زیادہ معطر ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک پر دم فرما کر حضرت عتبہ کی کمر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا جس سے اسقدر خوشبو ہو گئی تھی کہ ان کے چار بیبیاں تھیں ہر ایک بجد خوشبو لگاتی کہ ان کی برابر خوشبو ہو جائے مگر ان کی خوشبو غالب رہتی۔ ؎ نکہت گل را چہ کنم اے نسیم ؛ بوئے کسے بیر ہنم آرزو است۔ ابو یعلی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جس کوچہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گذرتے تھے۔ بعد کے گذرنے والے اس کوچہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پا کر سمجھ لیتے تھے کہ حضور کا ابھی اس راہ سے گذر ہوا ہے۔ وغیرہ وغیرہ روایات کثیرہ اس مضمون پر دال ہیں لیکن باوجود اسکے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا استعمال اکثر فرماتے تھے۔ اس باب میں مصنف نے چھ حدیثیں ذکر کی ہیں۔ (۱) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سُکّہ تھا اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ **ف** سُکّہ کے معنی میں علماء کے دو قول ہیں بعض تو اس کا ترجمہ عطردان اور اس ڈبہ کا بتلاتے ہیں جس میں خوشبو رکھی جاتی تھی۔ تب تو یہ معنی کہ اس عطر دان میں سے نکال کر استعمال فرماتے تھے میرے استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ترجمہ ارشاد فرمایا تھا اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایک مرکب خوشبو ہے چنانچہ قاموس وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے اور صاحب قاموس نے اسکے بنانے کی ترکیب بھی مفصل لکھی ہے۔ (۲) ثمامہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو کو رد نہیں کرتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوشبو کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔ (۳) ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں نہیں لوٹانی چاہیئے۔ تکیہ اور تیل خوشبو، اور دودھ **ف** ان چیزوں کو اسلئے ذکر فرمایا کہ ہدیہ دینے والے پر بار نہیں ہوتا اور لوٹانے سے اس کو بعض اوقات رنج ہوتا ہے۔ انھیں چیزوں کے حکم میں وہ سب چیزیں داخل ہیں جو نہایت مختصر ہوں کہ جن سے ہدیہ دینے والے پر بار نہ ہو۔ تکیہ سے مراد بعض علماء نے ہدیہ کے طور پر تکیہ کا دینا بتایا ہے کہ اس میں بھی کچھ ایسا بار نہیں ہے اور بعض علماء نے ویسے ہی استعمال کے لئے کسی لیٹنے یا بیٹھنے والے کے پاس عارضی طور پر تکیہ رکھدینا اور اس پر سر رکھنا یا ٹیک لگا لینا مراد بتایا ہے۔

۱؎ سکۃ بضم سین مہملۃ وتشدید کاف ضرب من الطیب یتخذ من مسک وغیرہ وقیل عصارۃ الا نج قال القاری الظاہر ان المراد منہ ظرف فیہا طیب قال میرک ان کان المراد بہا نفس الطیب فالظاہر ان کلمۃ من للتبعیض لیشعر بانہ یستعمل دفعات بخلاف لو قال بہا فانہ یوہم ان یستعملہا بدفعۃ واحدۃ وان کان المراد بہا الوعاء فمن للابتداء وقال صاحب القاموس السک طیب یتخذ من الرامک مدقوقا منخولا معجونا بالماء ویعرک شدیدا ویمسح بدہن الخیری لئلا یلتصق بالاناء ویترک لیلۃ ثم یسحق المسک ویلقمہ ویعرک شدیدا ویقرص ویترک یومین ثم یثقب بمسلۃ وینظم فی خیط ویترک سنۃ وکلما عتق طابت رائحتہ ۱۲ ق ۲؎ لا یرد وقد ورد النہی عن ردہ مقرونا ببیان الحکمۃ فی حدیث رواہ ابوداؤد والنسائی وغیرہما عن ابی ہریرۃ مرفوعا من عرض علیہ طیب فلا یردہ فانہ خفیف المحمل طیب الرائحۃ والمراد بالمحمل الحمل ای لیس بثقیل ۱۲ ۳؎ بالفاء والدال المہملۃ اسمہ محمد بن اسمٰعیل بن مسلم بن ابی فدیک ۱۲ ق ۴؎ ثلث الخ اختلفت النسخ فی تفصیل ہذہ الثلثۃ ففی بعضہا الوسائد والطیب واللبن وفی بعضہا الوسائد والدہن والطیب فیحتمل انہ ذکر اولا الثلث وزاد الرابع تفضلا والاوجہ ان یقال ان لفظ الطیب علی تسلیم صحتہ وانہ من تعرف النساخ تفسیر لقولہ والدہن ثان الخ

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

والدهن والطيب اللّٰين حدثنا محمود بن غيلان ثنا ابو داؤد الحفري[1] عن سفيان عن الجريري عن ابي نضرة[2]

عن رجل[3] عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طيب الرجال ما ظهر ريحه وخفي لونه وطيب النساء

ما ظهر لونه وخفي ريحه حدثنا علي بن حجر ثنا اسمعيل بن ابراهيم عن الجريري عن ابي نضرة عن الطفاوي[4]

عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله بمعناه حدثنا محمد بن خليفة وعمرو بن علي قالا ثنا يزيد بن

زريع ثنا حجاج الصواف عن حنان[5] عن ابي عثمان النهدي[6] قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اعطى

احدكم الريحان[7] فلا يرده فانه خرج من الجنة قال ابو عيسى لا يعرف لحنان غير هذا الحديث وقال عبد الرحمن

ابن ابي حاتم في كتاب الجرح والتعديل حنان الاسدي[8] من بني اسد بن شريك وهو صاحب الرقيق عم والد مسدد

وروى عن ابي عثمان النهدي وروى عنه الحجاج بن ابي عثمان الصواف سمعت ابي يقول ذلك حدثنا

---

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ مردانہ خوشبو وہ ہے جسکی خوشبو پھیلتی ہوئی ہو اور رنگ غیر محسوس ہو (جیسے گلاب کیوڑہ وغیرہ) اور زنانہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب ہو اور خوشبو مغلوب (جیسے حنا زعفران وغیرہ) ف مطلب یہ ہے کہ مردوں کو مردانہ خوشبو استعمال کرنا چاہئے کہ رنگ اُن کی شان کے مناسب نہیں ہے اور عورتوں کو زنانہ خوشبو استعمال کرنا چاہئے کہ دور اجنبیوں تک اس کی خوشبو نہ پہونچے۔ (۵) ابو عثمان نہدی تابعی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو ریحان دیا جائے اسکو چاہئے کہ لوٹائے نہیں اس لئے کہ (اسکی اصل) جنت سے نکلی ہے۔ ف ریحان سے خاص یہی قسم مراد ہے یا ہر خوشبو ریحان کہلاتی ہے اہل لغت کے دونوں قول ہیں اور دونوں یہاں مراد ہو سکتے ہیں حق تعالیٰ جل شانہ نے جنت کی خوشبوؤں کی نقل دُنیا میں اسلئے پیدا فرمائی ہے کہ یہ جنت کی طرف ترغیب کا سبب بنے اور زیادتی شوق کا ذریعہ ہو کہ خوشبو کی طرف طبعاً رغبت پیدا ہوتی ہے اور طبیعت کو اس سے کشش ہوتی ہے لیکن دُنیا کی خوشبوؤں کو جنت کی خوشبوؤں سے کیا نسبت کہ ان کی مہک اتنی دور پہونچتی ہے کہ پانسو برس میں وہ راستہ طے ہو۔

---

[1] الحفري بحاء مهملة ثم فاء مفتوحتين منسوب الى حفر محلة بالكوفة كان ينزلها قاله القاري قلت كان ابو داؤد ونذار جلا زاهدا ورعا قال عثمان بن ابي شيبة كنا عنده في غرفة دعويلي فلما فرغ قلت له اقرب الكتاب قال لا الغرفة بالكراء ۱۲ [2] ابي نضرة بفتح النون وسكون الضاد المعجمة اسمه المنذر بن مالك ۱۲ [3] رجل ذاك هو الطفاوي الآتي في الرواية الآتية وفي نسخة هناك ايضا الطفاوي ولم يدر اسمه فهو مجهول في كل حال والحديث حسنه المؤلف في جامعه فلعله لانه تابعي والراوي عنه ثقة فجهالته تغتفر من هذا الوجه قاله القاري ۱۲ [4] الطفاوي بضم الطاء المهملة منسوب بطفاوة حي من قيس غيلان وهو المعبر بالرجل في الرواية المتقدمة لم يدر اسمه ايضا فهو مجهول قال الحافظ في تهذيبه لم يسم ۱۲ [5] حنان بفتح الحاء المهملة وتخفيف النون الاولى وفي نسخة بالفتح اوله فموحدة مخففة اي حبان وفي اخرى حباب بموحدتين وكتب الرجال تؤيد الاول قال الحافظ في تهذيبه حنان الاسدي روى عن ابي عثمان عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلا في الريحان وعنه حجاج بن ابي عثمان قال الترمذي لا يعرف له غير هذا الحديث انتهى ۱۲ [6] النهدي بفتح نون وسكون هاء منسوب الى بني نهد قبيلة من اليمن واسمه عبد الرحمن بن مل بتثليث ميم ولام مشددة مشهور بكنيته مخضرم من كبار الثانية اسلم في عهد النبي صلى الله عليه وسلم ولم يلقه فالحديث مرسل كما صرح السيوطي في الجامع الصغير وقال رواه ابو داؤد في مراسيله والترمذي عن ابي عثمان مرسلا قاله القاري ۱۲ [7] هو كل نبت طيب الريح من انواع المشموم على ما في النهاية قال ميرك واهل المغرب يخصونه بالاس والظاهر انه هو المراد في الحديث الصحيح ومثل المنافق الذي يقرأ القرآن كمثل الريحانة ريحها طيب وطعمها مر واهل العراق والشام يخصونه بالحبق والحبق قيل الفوذنج وقيل ورق الخلاف وقيل الشاهسبرم قاله القاري وقال المناوي الريحان نبت طيب الريح او كل نبت طيب الريح كذا في القاموس واختار ابن الاثير الثاني ۱۲ [8] الاسدي بفتحتين وقد يسكن ثانيه ويقال في هذه النسبة الاسدي بالسين والازدي بالزاء والكل صحيح فانه من بني اسد بن شريك من اولاد الازد بن الغوث

http://mujahid.xtgem.com

عمر بن اسمٰعیل بن مجالد بن سعید الهمدانی ثنا ابی عن بیان عن قیس بن ابی حازم عن جریر بن عبد الله

قال عرضت بین یدی عمر بن الخطاب فالقی جریر رداءه ومشی فی ازار فقال له خذ رداءك فقال عمر

للقوم ما رأیت رجلا احسن صورة من جریر الا ما بلغنا من صورة یوسف علیه السلام

باب کیف کان کلام رسول الله صلی الله علیه وسلم

حدثنا حمید بن مسعدة البصری ثنا حمید بن الاسود عن اسامة بن زید عن الزهری عن عروة عن عائشة

---

(۶) جریر بن عبد اللہ بجلی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (معائنہ کے لئے) پیش کئے گئے۔ انھوں نے چادر اتار کر صرف لنگی میں چلکر اپنا امتحان کرایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چادر لیلو (معائنہ ہوچکا) پھر قوم کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ میں نے جریر سے زیادہ خوبصورت کبھی کسی کو نہیں دیکھا سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کے جیسا کہ ہم تک پہنچا۔ **ف** یعنی حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے حسن کے قصے جو ہم تک پہنچے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جریر سے زیادہ حسین ہونگے ورنہ ان کے علاوہ اُن سے زیادہ حسین کوئی معلوم نہیں ہوتا حضرت عمرؓ نے جہاد کے موقعہ پر لشکر کا تفصیلی معائنہ فرمایا ہر ایک کا امتحان لیا جن میں یہ بھی پیش ہوئے اس حدیث میں چند اشکالات ہیں جو اختصاراً ترک کئے جاتے ہیں ان کے منجملہ ایک اشکال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے حسن کا استثناء کیا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کا استثناء نہ کیا مگر ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ جب حضور کا جمال وکمال حضرت یوسفؑ سے بڑھا ہوا تھا تو اُن کے استثناء کرنے سے حضور کے جمال کا استثناء خود ہی ہوگیا اس کے علاوہ حضور کا پورا جمال عام طور سے مستور تھا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث کو باب سے بھی کچھ مناسبت نہیں اس کے جوابات میں ایک توجیہ یہ بھی کی جاتی ہے کہ خوبصورتی کو خوشبو لازم ہوتی ہے جو شخص جس درجہ کا حسین ہوتا ہے ویسی ہی مناسب خوشبو اس کے بدن ولباس سے مہکا کرتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اجمل المخلوقات اور بدر البدور ہونا مسلم ہے اسلئے اسکو طبعی خوشبو لازم ہے۔

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کیسی ہوتی تھی

ف اس باب میں تین حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح سے لگاتار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ صاف صاف ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا پاس بیٹھنے والے اچھی طرح سے

له بیان بفتح الموحدة وتخفیف التحتیة الظاهر هو بیان بن بشر الاحمسی البجلی ابو بشر الکوفی المعلم وهو غیر بیان بن بشر الطائی المجهول ۲ ـه فالقی جریر کان القیاس فالقیت ردائی ومشیت فهذا التفات من التکلم الی الغیبة ویحتمل ان یکون من کلام قیس کمل به کلام جریر او نقل بالمعنی العرض هذا هو کعرض الجیش علی الامیر لیعرفهم ویتأملهم حتی یرد من لا یرضیه وکان جریر لا یثبت علی الخیل حتی ضرب رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل وساله نحو اربعین یوما صدره فعاد له التثبت واشکل بانه لما تحقق تثبیته علی الخیل بدعائه علیه السلام لم یکن لامتحانه وجه ورد بان العرض انما کان بالمشی لا بالرکوب ۲ ـه فقال عمر ای بعد ما خاطب جریرا ومعنی ما رأیت الخ ای فی ما عدا ه صلی الله علیه وسلم فانه کالمستثنی عقلا قال المناوی لما کان قد استقر فی الاذهان ان صورة المصطفی صلی الله علیه وسلم اجمل من کل مخلوق حتی من صورة یوسف علیه السلام الفهم یبال عمر رضی بافهام عبارته ان صورة جریر احسن من صورته ثم انه لا یشکل ایضا بما ورد فی دحیة انه کان اذا دخل بلدا خرج لرؤیته حتی العذراء من خدرها لان دحیة کان اجمل وجهاد جریرا کان اجمل بدنا بدلیل ان عمر لم ینقل ذلک الا عند تجرده اه ثم لا مناسبة للحدیث بالباب الا ان یقال انه من تصرفات النساخ او یقال ان حسن الصورة یلزمه غالبا طیب الریح او یقال ان فی الترجمة حذفا تقدیره وحسن صورة الاصحاب بعرضهم علی ابن الخطاب قیل الاخیر اقرب قلت بل هو الابعد لما فیه من طول الحذف والاوجه عندی هو الثانی قال مری القیس ـه اذا قامتا تضوع المسک منهما ٭ نسیم الصبا جاءت بریا القرنفل وقال المتنبی ـه فلیس لمملوم وهی مسک ختکها الخ وقال عنترة ـه وکان فارة تاجر بقسیمة ؟

http://mujahid.xtgem.com

رضی اللہ عنہا قالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسرُد سردکم ھذا ولکنہ کان یتکلم بکلام بین فصل

یحفظہ من جلس الیہ حدثنا محمد بن یحیی ثنا ابو قتیبۃ سلم بن قتیبۃ عن عبد اللہ بن المثنی عن ثمامۃ

عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعید الکلمۃ ثلثا لتعقل عنہ حدثنا سفین بن

وکیع انبانا جُمیع بن عمرو بن عبد الرحمن العجلی ثنی رجل من بنی تمیم من ولد ابی ھالۃ زوج خدیجۃ

یکنی ابا عبد اللہ عن ابن لابی ھالۃ عن الحسن بن علی قال سالت خالی ھند بن ابی ھالۃ وکان وصافا

قلت صف لی منطق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الاحزان

دائم الفکرۃ لیست لہ راحۃ طویل السکت لا یتکلم فی غیر حاجۃ یفتتح الکلام ویختمہ باشداقہ ویتکلم

فی نسخۃ بسم اللہ تعالی وکبریائہ ۱۲

ذہن نشین کر لیتے تھے۔ ف یعنی حضور کی گفتگو مجمل یا جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی کہ کچھ سمجھ میں آئے کچھ نہ آئے بلکہ ایسی اطمینان کی واضح گفتگو ہوتی تھی کہ مخاطبین اچھی طرح سمجھ جاتے تھے۔ (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (بعض مرتبہ) کلام کو (حسب ضرورت) تین تین مرتبہ دہراتے تاکہ آپ کے سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔ ف یعنی یہ کہ اگر مضمون مشکل ہوتا تو غور وتدبر کے لئے یا مجمع زیادہ ہوتا تو تینوں جانب متوجہ ہو کر تین مرتبہ مضمون بیان فرماتے تاکہ حاضرین اچھی طرح محفوظ کر لیں۔ تین مرتبہ غایت اکثر یہ ہو ورنہ دو مرتبہ کافی ہو جاتا تو دو مرتبہ فرماتے۔ (۳) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو حضور کے اوصاف اکثر بیان فرماتے تھے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان فرمایئے انھوں نے فرمایا کہ حضور (آخرت کے) متواتر غموم میں مشغول رہتے تھے (ذات وصفات باری یا اُمت کی بہبود کے) ہر وقت سوچ میں رہتے تھے ان امور کی وجہ سے کسی وقت آپ کو بے فکری اور راحت نہیں ہوتی تھی (یا یہ کہ امور دنیویہ کے ساتھ آپ کو راحت نہ ملتی تھی بلکہ دینی امور سے آپ کو راحت اور چین ملتا تھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے) اکثر اوقات خاموش رہتے تھے بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپ کی تمام گفتگو ابتدا سے انتہا تک مُنہ بھر کر ہوتی تھی (یہ نہیں کہ نوک زبان سے کٹتے ہوئے حروف کے ساتھ آدھی بات زبان سے کہی اور آدھی متکلم کے ذہن میں رہی جیسا کہ موجودہ زمانہ کے متکبرین کا دستور ہے) جامع الفاظ کے ساتھ (جن کے الفاظ تھوڑے ہوں اور معانی بہت ہوں) کلام فرماتے تھے (چنانچہ ملا علی قاری نے ایسی چالیس حدیثیں اپنی شرح میں جمع کی ہیں جو نہایت مختصر ہیں عربی حاشیہ پر نقل کر دیں جو یاد کرنا چاہے اسکو دیکھ کر یاد کر لے) آپ کی کلام ایک دوسرے

لہ یسرد بضم الراء من السرد وھو الاتیان بالکلام علی الولاء منصوب علی انہ مفعول مطلق او بنزع الخافض لما فی بعض النسخ کسردکم والمعنی لم یصل بعضہ ببعض کی لا یتبین بعض حروفہ فیلتبس ۱۲ سلہ تعلیل للاعادۃ تنبیہا علی ان الاعادۃ کانت فی مقام الحاجۃ ۱۲ م سلہ جمیع بن عمرو تقدم اول الحدیث بہذا السند فی مبدا الکتاب وتقدم ہناک ان الصواب فیہ عمیر بالتصغیر کما اختارہ الحافظ فی التقریب وکذا اوردہ المزی وغیرہ ۱۲ سلہ بالجر علی انہ بدل من ابی ہالۃ وکان زوجہا قبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ھہ ای اخا امی من الام ۱۲ ق لہ بیان لسألت وصف امر من الوصف والسؤال عن کیفیۃ النطق وہیئۃ السکوت المقابل لہ کما یدل علیہ الجواب ۱۲ ک باشداقہ جمع شدق وھو طرف الفم والمراد بالجمع ما فوق الواحد وذلک لان البیان انما یحصل برحب الشدقین بخلاف ضدہ فانہ لا یفہم منہ المقصود وفی بعض النسخ بدلہ باسم اللہ وعلی ہذا اعتماد القاری والمناوی والبیجوری فی شروحہم ولیس المراد البسملۃ خاصۃ بل المراد مطلق ذکر اللہ عز وجل ویحتمل ان یکون احدہما محرفا من الآخر والحدیث اخرجہ القاضی عیاض فی الشفا بطولہ وفیہ ویختمہ باشداقہ وعلیہ بنی القاری ثم شرحہ ولم یذکر باسم اللہ ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

بجوامع الکلم[۱] کلامہ فصل لا فضول ولا تقصیر لیس بالجافی ولا المھین[۲] یعظم النعمۃ وان دقت لا یذم منھا شیئا غیر[۳] انہ لم یکن یذم ذواقا[۴] ولا یمدحہ ولا تغضبہ الدنیا ولا ما کان لھا فاذا تعدی[۵] الحق لم یقم لغضبہ شیء حتی ینتصر لہ لا یغضب لنفسہ ولا ینتصر لھا اذا اشار اشار بکفہ کلھا واذا تعجب

الانتصار ۲ او ینتقم ۱۲ ملخ

قلبھا واذا تحدث اتصل بھا وضرب براحتہ الیمنی بطن ابھامہ الیسری واذا غضب اعرض[۶] واشاح واذا فرح غض طرفہ جل[۷] ضحکہ التبسم یفتر[۸] عن مثل حب الغمام[۱۲]

اعرض عنہ ۱۲

ممتاز ہوتی تھی نہ اس میں فضولیات ہوتی تھیں نہ کوتاہیاں کہ مطلب پوری طرح واضح نہ ہو۔ آپ نہ سخت مزاج تھے نہ کسی کی تذلیل فرماتے تھے اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو اس کو بہت بڑا سمجھتے تھے، اس کی مذمت نہ فرماتے تھے۔ البتہ کھانے کی اشیاء کی نہ مذمت فرماتے نہ زیادہ تعریف (مذمت نہ فرمانا تو ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی نعمت ہے زیادہ تعریف نہ فرمانا اسلئے تھا کہ اس سے حرص کا شبہ ہوتا ہے البتہ اظہار رغبت یا کسی کی دلداری کی وجہ سے کبھی کبھی خاص خاص چیزوں کی تعریف بھی فرمائی ہے) دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا (چونکہ آپ کو ان کی پرواہ بھی نہ ہوتی تھی اسلئے کبھی دنیوی نقصان پر آپ کو غصہ نہ آتا تھا) البتہ اگر کسی دینی امر اور حق بات سے کوئی شخص تجاوز کرتا تو اسوقت آپ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لا سکتا تھا۔ اور کوئی اسکو روک بھی نہ سکتا تھا یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے لیں۔ اپنی ذات کیلئے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے نہ اسکا انتقام لیتے تھے۔ جب کسی وجہ سے کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے (اس کی وجہ بعض علماء نے یہ بتلائی ہے کہ انگلیوں سے اشارہ تواضع کے خلاف ہے اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے، اور بعض علماء نے یہ تحریر فرمائی کہ حضورؐ کی عادت شریفہ انگلی سے توحید کی طرف اشارہ فرمانے کی تھی۔ اسلئے غیر اللہ کی طرف انگلی سے اشارہ نہ فرماتے تھے) جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ پلٹ لیتے تھے اور جب بات کرتے تو کبھی گفتگو کے ساتھ ہاتھوں کو بھی حرکت فرماتے) اور کبھی داہنی ہتھیلی کو

---

[۱] ای بکلمات قلیلۃ الحروف جامعۃ لمعان کثیرۃ وقیل المراد القواعد الکلیۃ المحتویۃ علی الفروع الکثیرۃ وقیل المراد بہ القرآن فما اٰتی وما ینطق عن الھوی قالہ المناوی وقال القاری وقد جمع جمع من الائمۃ من کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم المفرد الموجز البدیع احادیث کثیرۃ فاستخرت اللہ فی جمع اربعین من ہذا الباب ومنھا ہذہ (۱) الا یمن الا یمن الایمان یمان الخبر تعلۃ ازعا کمار عاکم اشفعوا تؤجروا اعلنوا النکاح اکرموا الخبز الزحم مینک ثھادوا ای بوا الحرب خدعۃ الحمی شھادۃ الدین النصیحۃ سددوا وقاربوا شرارکم عزابکم الصبر رضا الصوم جنۃ النظرۃ شرک القاریۃ مودۃ العدۃ دین یعین حق النعم برکۃ المعدۃ مورد فتلۃ تغزوۃ تیۃ توکل الکبر الکبر خیرا الینا سنا المؤمن کفر الحتکر ملعون المستشار موتمن المتشبع راکب نعصر ولا نعاقب انا رجبار ابتجی لا یورث الندم توبۃ الوتر بلیل لا تتمنوا الموت لا تغضب لا تضرروا ولا ضرار ولا وصیۃ لوارث ید اللہ علی الجماعۃ اھ وذکر القاری مسانیدہا وتخریجہا ۱۲ [۲] المہین بضم المیم من الاہانۃ ای لا یہین ولا یحتقر احدا فالمیم زائدۃ ویروی بالفتح من المھانۃ وھو الحقارۃ فالمیم اصلیۃ ای لم یکن حقیرا ذلیلا کان کبیرا عظیما یغشاہ من انوار الوقار والمہابۃ ما ترتعد منہ فرائص الکفار ۱۲ والاول انسب ۱۲ [۳] غیر انہ رفع وہم نشأ من قولہ یعظم النعمۃ ۱۲ [۴] ذواقا فعال بمعنی مفعول ای مذوقا ماکولا او مشروبا ۱۲ [۵] تعدی بصیغۃ المجہول من التعدی ای اذا تجاوز احد عن الحق ۱۲ [۶] ای عما یقتضیہ الغضب وعدل عنہ الی الحلم والکرم وعفا عنہ ظاہرا وباطنا واشاح بشین معجمۃ وحاء مہملۃ جد فی الاعراض وبالغ فیہ کذا قالہ القاری والمناوی وقال القاضی فی الشفا اشاح مال وانقبض ۱۲ [۷] بضم الجیم وتشدید اللام ای معظمہ واکثرہ وجل کل شیء معظمہ وجوز شارح ہہنا کسر الجیم ایضا کما فی حدیث اللہم اغفر لی ذنبی کلہ دقہ وجلہ والتبسم بشاشۃ فی الوجہ من غیر تاثر تام فی ہیئۃ الفم وانما قال جل لانہ ربما ضحک حتی بدت نواجذہ ۱۲ [۸] بسکون الفاء وتشدید الراء من افتر فلان ضحک ضحکا حسنا حتی بدت اسنانہ من غیر قہقہۃ فقولہ عن حب الغمام متعلق بہ والغمام السحاب حب البرد بفتحتین الذی یشبہ اللؤلؤ شبہ ما یظہر من اسنانہ صلی اللہ علیہ وسلم حین التبسم بذلک فی البیاض والصفاء واللمعان والبریق ومن قال کالدلیل حبۃ قطرۃ الماء شبہ ما یطفو علی الثنایا من الریق نقعدہم لان الثنایا لیس علیہ عادۃ الا بالبلل ولو اجتمع فلا حسن فیہ وقیل حب الغمام اللؤلؤ لانہ یحصل من ماء المطر النازل من الغمام قال القاری ہو انسب بباب التشبیہ لما فیہ من زیادۃ تشبیہ الفم بالصدف والریق بماء الرحمۃ وردہ المناوی

http://mujahid.xtgem.com

باب ماجاء فی ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا احمد بن منیع ثنا عباد بن العوام انا الحجاج وھو ابن ارطاۃ عن سماک بن حرب عن جابر[1] ابن سمرۃ قال کان فی ساقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حموشۃ[2] وکان لا یضحک[3] الا تبسما فکنت اذا نظرت الیہ قلت اکحل العینین ولیس باکحل حدثنا قتیبۃ بن سعید نا ابن لھیعۃ عن عبید اللہ ابن المغیرۃ عن عبد اللہ بن الحارث بن جزء[4] قال ما رأیت احدا اکثر تبسما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا احمد بن الخالد الخلال[5] ثنا یحیی بن اسحاق السیلحینی[6] حدثنا لیث بن سعد عن یزید ابن ابی حبیب عن عبد اللہ بن الحارث قال ما کان ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تبسما

بقیہ حاشیہ گذشتہ

بائیں انگوٹھی کے اندرونی حصہ پر مارتے۔ اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو اُس سے مُنہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے یا درگذر فرماتے اور جب خوش ہوتے تو حیا کی وجہ سے آنکھیں گویا بند فرما لیتے۔ آپکی اکثر ہنسی تبسم ہوتی تھی اُس وقت آپکے دندان مبارک اولے کی طرح چمکدار سفید ظاہر ہوتے تھے (صلی اللہ علیہ وآلہ بحسب جمالہ وکمالہ) ف۔ یہ حدیث اسی حدیث کا بقیہ ہے جو سب سے پہلے باب میں ساتویں نمبر پر گذری ہے اس کا ہر ہر ٹکڑا نہایت غور سے پڑھنے اور اپنے اندر پیدا کرنیکی کوشش کے قابل ہے کہ ہر ادا تواضع اور اخلاق کا کمال لئے ہوئے ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کا ذکر

ف۔ اس باب میں نو حدیثیں ذکر کیگئی ہیں (١) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں اور آپ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا تو دل میں سوچتا کہ آپ سرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ اُس وقت سرمہ لگائے ہوئے نہیں ہوتے تھے ف بلکہ طبعاً آپ کی آنکھیں سُرمگیں تھیں (٢) عبداللہ بن حارث کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنیوالا نہیں دیکھا ف۔ اس حدیث میں اشکال ہے کہ اس سے پہلے باب کی اخیر حدیث میں گذر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائم الفکر اور پے در پے غموم میں مبتلا رہتے تھے یہ بظاہر اسکے منافی ہے اسلئے اس حدیث کی دو توجیہیں کی گئیں۔ ایک تو یہ کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا تبسم آپکے ہنسنے سے زیادہ ہوتا تھا ایسا کوئی اور شخص نہیں دیکھا جس کا تبسم اُسکے ہنسنے سے زیادہ ہو۔ چنانچہ آئندہ حدیث جو انہی صحابیؓ سے روایت کی جارہی ہے اُس میں یہی مطلب متعین ہے۔ دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجود طبعی غموم کے صحابہ کی دلداری اور انبساط کے خیال سے خنداں پیشانی اور تبسم فرماتے ہوئے پیش آتے تھے۔ اور یہ کمال درجہ اخلاق و تواضع ہے۔ اسی باب کے ۶ و ۷ پر حضرت جریر فرماتے ہیں کہ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے تبسم فرماتے یعنی خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے ملتے تھے۔ اب پہلی حدیث سے کوئی تعارض نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کسی رنج و فکر میں مبتلا ہوتا ہے لیکن دوسروں کی دلداری یا خاطر مدارت سے اُس کو خندہ پیشانی سے ملنے کی نوبت آتی ہے جو لوگ دل میں عشق کی چوٹ کھائے ہوئے ہیں انکو اسکا تجربہ بہت ہوتا ہے (٣) عبداللہ

---

[1] بصیغۃ التثنیۃ فی اکثر النسخ الموجودۃ وفی بعضہا بالافراد وبہ ضبط القاری اذ قال بالافراد للتعمیم وفی نسخۃ صحیحۃ بصیغۃ التثنیۃ کما فی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی اھ ١٢
[2] حموشۃ قال القاری بضم الحاء المہملۃ والمیم ای دقۃ ودقتہما مما یتمدح بہ وقد اکثر اہل القیافۃ من ذکرہا مستحسن ذلک وضبط المناوی وابن حجر والعصام بالضم اولہ المعجم وقال المناوی ای دقۃ داصل الحمش الاثر ورد انہا اشارۃ الی ان ذلک موافق للاصول ومعارض للغۃ علی ماشہد بہ القاموس والنہایۃ وغیرہ فی المعنی فان الحمش بالمعجمۃ ہو بمعنی الدقۃ بالمہملۃ ا ھ قلت وبالمعجمۃ فی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی ١٢
[3] قال المناوی جعل من الضحک مجازا اذ ہو مبدؤہ فہو بمنزلۃ السنۃ من النوم قال القاری ومنہ قولہ تعالیٰ فتبسم ضاحکا ای شارعا فی الضحک ١٢ الحدیث محمول علی غالب احوالہ صلی اللہ علیہ وسلم لما سبق من ان جل ضحکہ التبسم ولما سیاتی من انہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک حتی بدت نواجذہ وقیل ہکان یضحک لامر الآخرۃ ویتبسم لامر الدنیا فلم یزد علی التبسم وہو تفصیل حسن اھ ١٢
[4] جزء بفتح الجیم وسکون الزای بعدہا ہمزۃ ١٢
[5] الخلال بفتح خاء معجمۃ وتشدید لام کمیل اسکون ١٢

http://mujahid.xtgem.com

قال ابو عیسیٰ[۱] ھذا حدیث غریب من حدیث لیث بن سعد حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث انبانا وکیع ثنا الاعمش عن المعرور[۲] بن سوید عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعلم اول رجل[۳] یدخل الجنۃ وآخر رجل یخرج من النار یؤتی[۴] بالرجل یوم القیمۃ فیقال[۵] اعرضوا علیہ صغار ذنوبہ وتخبأ[۶] عنہ کبارھا فیقال لہ عملت یوم کذا کذا وکذا وھو مقر لا ینکر وھو مشفق من کبارھا فیقال اعطوہ[۷] مکان کل سیئۃ عملھا حسنۃ فیقول ان لی ذنوبا ما اراھا ھھنا قال ابو ذر فلقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک حتی بدت نواجذہ حدثنا احمد بن منیع ثنا معاویۃ بن عمرو ثنا زائدۃ عن بیان عن

ابن حارث ہی کی یہ بھی روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تبسم سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ **ف** یعنی اکثر اوقات تبسم اور مسکرانا ہی ہوتا تھا ہنسنے کی نوبت بہت کم آتی تھی (۴) ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں جو سب سے اول جنت میں داخل ہوگا۔ اور اُس سے بھی واقف ہوں جو سب سے آخر جہنم سے نکالا جائے گا قیامت کے دن ایک آدمی دربارِ الٰہی میں حاضر کیا جائے گا اُس کے لئے یہ حکم ہوگا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کئے جاویں اور بڑے بڑے گناہ مخفی رکھے جائیں جب اُس پر چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے کہ تو نے فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے ہیں تو وہ اقرار کرے گا اس لئے کہ انکار کی گنجائش نہیں ہوگی اور اپنے دل میں نہایت خوف زدہ ہوگا کہ ابھی تو صغائر ہی کا نمبر ہے کبائر پر دیکھیں کیا گذرے کہ اُس دوران میں یہ حکم ہوگا کہ اس شخص کو ہر ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی دی جائے تو وہ شخص یہ حکم سنتے ہی خود بولے گا کہ میرے تو ابھی بہت سے گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا مقولہ نقل فرما کر ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہوگئے۔ ہنسی اس بات پر تھی کہ جن گناہوں کے اظہار سے ڈر رہا تھا اُن کے اظہار کا خود طالب بن گیا۔ **ف** یہ شخص جس کا مفصل حال بیان فرمایا وہی شخص ہے جس کو اول مجملاً جنت میں آخری داخل ہونے والا ارشاد فرمایا تھا یا کوئی اور شخص ہے شراح کی تحقیق یہ ہے کہ یہ کوئی اور شخص ہے اور جنت میں آخری داخل ہونے والا شخص وہ ہے جس کا قصہ اسی باب کے ختم پر آرہا ہے

[۱] قال ابو عیسیٰ الخ قال المعتنون بحل الشمائل غرابتہ ناشئۃ من تفرد اللیث وھو مجمع علی امامتہ وجلالتہ فھی غرابۃ فی السند لاتنافی صحۃ الحدیث ۱۲ [۲] بفتح میم وسکون عین مھملۃ وضم راء ابو امیۃ الکوفی عاش مائۃ وعشرین سنۃ ۱۲ [۳] اول رجل قال القاری وفی بعض النسخ المصححۃ المکتوب علیہ صوابا آخر رجل اھ ففی روایۃ الترمذی ھھنا وھم والصواب آخر رجل فانہ ہکذا رواہ مسلم وغیرہ من حدیث ابی ذر قالہ القاری ایضا قلت والحدیث اخرجہ الخطیب فی المشکوۃ بروایۃ مسلم ولفظہ انی لاعلم آخر اھل الجنۃ دخولا الجنۃ وآخر اھل النار خروجا منہا الحدیث وعلی ھذا فالرجلان متحدان یعنی مصداقھما واحد واما علی النسخۃ التی بایدینا فھما مختلفان ومصداق اول رجل یدخل الجنۃ علی الاطلاق ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویحتمل ان یراد اول رجل یدخل الجنۃ من عصاۃ المؤمنین فھو رجل آخر مذنب یخرج من النار ولم یسم والمقصود بذکر العلم بھؤلاء الرجال زیادۃ الوثوق فیما اخبر بہ وعلی ھذا فقولہ یؤتی بالرجل الخ استیناف لاتعلق لہ بما سبق کما جزم بہ المناوی وذکرہ القاری احتمالا واما علی روایۃ مسلم وغیرہ فیحتمل ان یکون استینافا ایضا ویحتمل ان یکون بیانا لھذا الرجل الذی ھو آخرھم خروجا من النار ودخولا الجنۃ ۱۲ [۴] یؤتی بالرجل قال القاری بیان للرجل الاول فیختص بالمذنبین اذ ھو اول داخل علی الاطلاق ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویحتمل ان یکون بیانا للرجل الثانی لکن الاصح ان آخر رجل یخرج من النار ھو الذی ذکر فی حدیث ابن مسعود الآتی وھذا استیناف وبیان لحال رجل ثالث غیر المذکورین اھ قال البیجوری فی تائیدہ وفی بعض الروایات ہو او الاستیناف فحینئذ لاوھم فی روایۃ الترمذی بھذہ ایضا وبالاستیناف جزم المناوی اذ قال لیس قولہ یؤتی بالرجل تفصیلا لاول رجل یدخل الجنۃ کما وھم بل ھو استیناف لاتعلق لہ بما قبلہ اذ ھو اول داخل ھو المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ذنب لہ ۱۲ [۵] فیقال ای یقول اللہ عزوجل للملئکۃ سواء عرضوا بھمزۃ وصل وکسر راء امر من العرض ۱۲ ق [۶] بصیغۃ الواحد المؤنث فی المتون والمذکر فی الشروح وعلی کل فھو بناء المجہول من الخبء الھمز قال المناوی عطف علی اعرضوا اذ ھو خبر بمعنی الامر مبالغۃ فیہ کما قرء لا تضار الخ ودفع بہ ماقیل انہ عطف علی خبر علی الشاہ ولذا اختار م

فضلہ علامہ استحقاق ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

قیس بن ابی حازمٍ عن جریرٍ بن عبد اللہ قال ما حجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسلمت ولا رآنی الا ضحک حدثنا احمد بن منیع ثنا معاویۃ بن عمرو ثنا زائدۃ عن اسمٰعیل بن ابی خالد عن قیس عن جریر قال ما حجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منذ اسلمت ولا رآنی الا تبسم حدثنا ھناد بن السری ثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابراھیم عن عبیدۃ السلمانی عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعرف اٰخر اھل النار خروجا رجل یخرج منھا زحفا فیقال لہ انطلق فادخل الجنۃ قال فیذھب لیدخل الجنۃ

(۵ و ۶)۔ جریر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد سے کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا اور جب مجھے دیکھتے تھے تو ہنستے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ تبسم فرماتے تھے **ف** یہ دوسری روایت اسی لئے ذکر کی گئی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ پہلی حدیث میں ہنسی سے تبسم فرمانا ہی مراد ہے۔ اور یہ تبسم اظہارِ مسرت کیلئے ہوتا تھا کہ خندہ پیشانی سے ملنا دوسرے کیلئے انبساط کا سبب ہوتا ہے میں نے اپنے اکابر کو دیکھا ہے کہ بسا اوقات آنیوالوں کے ساتھ ایسی بشاشت اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے جس سے ان کو محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے آنے کی بڑی خوشی ہوئی (۷) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اُس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے اخیر آگ سے نکلے گا وہ ایک ایسا آدمی ہوگا کہ زمین پر گھسٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا کہ جہنم کے عذاب کی سختی کی وجہ سے سیدھے چلنے پر بھی قادر نہ ہوگا)۔ اُس کو حکم ہوگا کہ جا جنت میں داخل ہو جا وہ وہاں جاکر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے سب جگہیں پُر ہو چکی ہیں لوٹ کر بارگاہِ الٰہی میں اس کی اطلاع کرے گا۔ وہاں سے ارشاد ہوگا کیا دنیوی منازل کی حالت بھی یاد ہے (کہ جب جگہ پُر ہو جاوے تو آنیوالوں کی گنجائش نہ ہو اور پہلے جانیوالے جتنی جگہ پر چاہیں قبضہ کر لیں اور بعد میں آنے والوں کیلئے جگہ نہ رہے۔ اس عبارت کا ترجمہ اکابر علماء نے یہی تحریر فرمایا مگر بندۂ ناچیز کے نزدیک اگر اس کا مطلب یہ کہا جاوے تو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کیا دنیا کی وسعت اور فراخی بھی یاد ہے کہ تمام دنیا کتنی بڑی تھی اور یہ اسلئے یاد دلایا کہ آئندہ تمام دنیا سے دس گنا زائد اس کو

۵۱ منذ اسلمت وکان اسلامہ فی السنۃ التی توفی فیہا علیہ الصلوٰۃ والسلام قبل وفاتہ باربعین یوماً ہذا ہو المشہور وتعقبہ الحافظ فی الفتح وقال الصحیح انہ اسلم فی سنۃ عشر وفد تسع ووہم من قال انہ اسلم قبل وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم باربعین یوماً وجریر ہذا ہو الذی قال فیہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ یوسف ہذہ الامۃ ۱۲ ۵۲ بہذا اختلاف بین السندین فزائدۃ یروی عن بیان فی السند المتقدم وعن اسمٰعیل فی ہذا السند وقد اخرج البخاری فی الجہاد بروایۃ ابن ادریس عن اسمٰعیل وفی المناقب بروایۃ خالد عن بیان فلعل زائدۃ سمع منہما معا ۱۲ ۵۳ عبیدۃ۔ بفتح مہملۃ وکسر موحدۃ السلمانی بفتح السین وسکون اللام وبفتح منسوب الی بنی سلمان قبیلۃ من مراد ۱۲ ۵۴ رجل قیل اسمہ جہنیۃ او ہناد الجہنی قالہ الشراح ۱۲ ۵۵ مفعول مطلق بغیر لفظہ او حال ای زاحفا والزحف المشی علی الاست مع اشراف الصدر وفی روایۃ حبوا بفتح الحاء وسکون الموحدۃ وہو المشی علی الیدین والرجلین او الرکبتین او المقعد ولا تنافی بین الروایتین لان احدہما قد یراد بہ الاخر او انہ یزحف تارۃ ویحبو اخری وقیل یمشی کذا لضعف بعذاب النار او لتواریہ من لمکنۃ العذاب ۱۲ ق م

http://mujahid.xtgem.com

فیجد الناس قد اخذوا المنازل فیرجع فیقول یا رب قد اخذ الناس المنازل فیقال له اتذکر الزمان

الذی کنت فیہ فیقول نعم قال فیقال لہ تمن قال فیتمنی فیقال لہ فان لک الذی تمنیت وعشرۃ اضعاف

الدنیا قال فیقول اتسخر بی وانت الملک قال فلقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک حتی

بدت نواجذہ حدثنا قتیبۃ بن سعید انبانا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن علی بن ربیعۃ قال شہدت علیا رضی اللہ

عنہ اتی بدابۃ لیرکبہا فلما وضع رجلہ فی الرکاب قال بسم اللہ فلما استوی علی ظہرہا قال الحمد للہ ثم

عطا فرمانیکا اعلان ہونے والا ہے تو ساری دنیا کا ایک مرتبہ تصور کرنے کے بعد اس عطیہ کی کثرت کا اندازہ ہو) وہ عرض کریگا کہ رب العزت خوب یاد ہے اس پر ارشاد ہوگا کہ اچھا کچھ تمنائیں کر جس نوع سے دل چاہے وہ اپنی تمنائیں بیان کریگا وہاں سے ارشاد ہوگا کہ اچھا تم کو تمہاری تمنائیں اور خواہشات بھی دیں اور تمام دنیا سے دس گنا زائد عطا کیا وہ عرض کریگا کہ یا اللہ آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہوکر مجھ سے تمسخر فرماتے ہیں کہ وہاں ذراسی بھی جگہ نہیں ہے اور آپ تمام دنیا سے دس گنا زائد مجھے عطا فرما رہے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب اس شخص کا یہ قول نقل فرما رہے تھے تو آپ پر ہنسی آگئی حتی کہ آپ کے دندان مبارک بھی ظاہر ہوگئے۔ **ف**۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا یا تو اللہ جل شانہ کے اس اکرام وانعام پر خوشی اور مسرت کی وجہ سے ہے کہ جب ایسے شخص کو جو جہنم سے سب سے اخیر میں نکالا گیا جس سے اس کا سب سے زیادہ گنہگار ہونا بدیہی ہے اس قدر زیادہ عطا وانعام ہوا تو سارے مسلمانوں پر بالخصوص متقی اور پرہیزگاروں پر کیا کچھ الطاف کی بارش ہوگی۔ اور امتیوں پر جس قدر انعام ہوا اتنا ہی حضور کیلئے مسرت کا سبب ہے، اور ممکن ہے کہ یہ ہنسی اس شخص کی حالت پر ہو کہ کس قدر عذاب اور مصائب برداشت کرکے تو نکلا ہے اور پھر یہ جرأتیں کہ تمنائیں اور اللہ جل شانہ سے یہ کہے کہ آپ تمسخر کر رہے ہیں (۸) ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس (انکے زمانہ خلافت میں) ایک مرتبہ (گھوڑا وغیرہ) کوئی سواری لائی گئی آپ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے بسم اللہ کہا اور جب سوار ہوچکے تو الحمد للہ کہا پھر یہ دعا پڑھی سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرما دیا ورنہ ہم کو اس کے مطیع بنانے کی طاقت نہ تھی اور واقعی ہم سب لوگ اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں (علماء فرماتے ہیں کہ سواری چونکہ اسباب ہلاکت سے ہے اسلئے سواری کے تسخیر پر حق تعالی جل شانہ کی شکریہ کی ساتھ اپنی موت کے ذکر کو بھی متصل فرما دیا کہ ہم آخر کار مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے الحمد للہ تین مرتبہ کہا پھر اللہ اکبر تین مرتبہ کہا پھر سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور میں نے تیری نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنے میں

سلہ قولہ بی بالموحدۃ وفی نسخۃ بالنون بدل الموحدۃ وہما روایتان لکن الاصول المعتمدۃ والنسخ المصححۃ علی الاولی قالہ القاری قال المناوی یقول ذلک دہشا لما نالہ من السرور ببلوغ مالم یخطر ببالہ ولم یکن ضابطا لما قالہ ولا عالما بما یترتب علیہ بل جری علی عادتہ فی مخاطبۃ المخلوق فہو کمن قال صلی اللہ علیہ وسلم فی حقہ ازم یضبط نفسہ من الفرح فی الدعاء فیقول انت عبدی وانا ربک ۱۲ سلہ بکسر اللام ولیست السخریۃ من دأب الملوک والا احقر من ان یسخر بی ملک الملوک وہذا نہایۃ الخضوع وتبعید نفسہ من ان یکون محل ہذا الانعام ۱۲ سلہ تعجبا من دہش الرجل او من عظیم رتبۃ التواضع او من غلبۃ رحمتہ علی عذابہ قالہ المناوی ۱۲ سلہ بالبناء للمجہول ای حضرۃ رضی حال کونہ جی بدابۃ ای بعض خدمہ ۱۲ سلہ اصلہا کل ما یدب علی الارض کما فی قولہ تعالی وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا ثم خصہا العرف العام

http://mujahid.xtgem.com

قال سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون ثم قال الحمد لله ثلثا والله اکبر ثلثا سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت ثم ضحک فقلت له من ای شیء ضحکت یا امیر المؤمنین قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم صنع کما صنعت ثم ضحک فقلت من ای شیء ضحکت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان ربک لیعجب من عبده اذا قال رب اغفرلی ذنوبی یعلم انه لا یغفر الذنوب احد غیری **حدثنا** محمد بن بشار انبانا محمد بن عبد الله الانصاری ثنا ابن عون عن محمد بن محمد بن الاسود عن عامر بن سعد قال قال سعد لقد رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم ضحک یوم الخندق حتی بدت نواجذه قال قلت کیف کان ضحکه قال کان رجل معه ترس وکان سعد رامیا وکان یقول کذا وکذا

اور اوامر کی اطاعت نہ کرنے میں اپنی نفس پر ظلم کیا ہے پس یا اللہ آپ میری مغفرت فرمائیں کیونکہ مغفرت تو آپ کے سوا اور کوئی کر ہی نہیں سکتا اس دعا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسے۔ ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح دعائیں پڑھی تھیں اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبسم فرمایا تھا میں نے بھی حضور سے تبسم کی وجہ پوچھی تھی جیسا کہ تم نے مجھ سے پوچھی تو حضور اطہر واقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ جل شانہ بندہ کے اس کہنے پر کہ میرے گناہ تیرے سوا کوئی معاف نہیں کر سکتا خوش ہو کر فرماتے ہیں کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی شخص گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ اَللّٰهُمَّ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ لَكَ الْكِبْرِیَاءُ وَالْعَظَمَةُ (۹) عامر بن سعد کہتے ہیں کہ میرے والد سعد نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے دن ہنسے حتی کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ عامر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کس بات پر ہنسے تھے انھوں نے کہا کہ ایک کافر ڈھال لئے ہوئے تھا اور سعد گو بڑے تیر انداز تھے لیکن وہ اپنی ڈھال کو ادھر ادھر کر لیتا تھا جس کی وجہ سے اپنی پیشانی کا بچاؤ کر رہا تھا (گویا مقابلہ میں سعد کا تیر لگنے نہ دیتا تھا حالانکہ یہ مشہور تیر انداز تھے) سعد نے ایک مرتبہ تیر نکالا (اور اسکو کمان میں کھینچکر انتظار کرتے رہے)

٥١ یعلم حال من ضمیر قال ای قال ذلک حال کونه یعلم و هذا اصل نسخة غیره بالغائب والاصل نسخة غیری بالیاء المتکلم فیجعل مقولا لقول محذوف ای قائلا ذلک فیجعل حالة من فاعل یعجب ای یعجب الرب عز وجل قائلا یعلم انه لا یغفر الذنوب غیری ۱۲ ٥٢ الخندق۔ قال المناوی معرب لان الخاء والدال والقاف لا تجتمع فی کلمة عربیة وقال القاری کجعفر حفیر حول اسوار المدینة معرب کنده علی ما فی القاموس ۱۲ ٥٣ الظاهر انه من کلام سعد ففیه التفات من التکلم الی الغیبة او روایة بالمعنی وهذا اذا کان الضمیر فی قال الثانی الی سعد وان کان الضمیر فیه الی عامر فهذا ایضا من کلامه فایة ما فیه انه عبر اباه باسمه ولم یقل وکان ابی وهذا معروف فی الاسانید ۱۲ ٥٤ قال وانما من کلام سعد حتی کل تقدیر ای وکان الرجل المذکور یفعل کذا وکذا والعرب تجعل القول عبارة عن جمیع الافعال فتقول قال بیده ای اخذ وقال برجله ای مشی وقال بالماء علی یده ای قلبه وقال بثوبه ای رفعه وقال بالترس ای اشار ویقیل الکنی من هذا المعنی وقال فی قوله یقول کذا وکذا ای ما لا یناسب لجناب رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا صحابه قاله القاری قلت واختار هذا المعنی المناوی ایضا اذ قال یقول کذا وکذا ای ما لا یلیق بجناب المصطفٰی وصحبه کنی به استقباحا لذکره ویا الترس متعلق بقوله حتی جملة حالیة من فاعل یقول ذکره العصام وغیره وتفسیر التابع یقول بیفعل لیس علی ما ینبغی اه قلت والظاهر عندی ما قال القاری ۱۲ ٥٥ کذا وکذا اشاره بالترس یمینا وشمالا هذا علی رای القاری واما علی رای المناوی وغیره المراد به الکلمات التی کان یتعلق بها ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

بالترس لہ یغطی جبہتہ فنزع لہ سعد بسہم فلما رفع راسہ رماہ فلم یخطئ ہذہ
منہ یعنی جبہتہ وانقلب وشال برجلہ فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت
ای من الرجل او العدو ۱۲ — اے ارتفع رجلہ والباء للتعدیۃ ۱۲
نواجذہ قال قلت من ای شیء ضحک قال من فعلہ بالرجل

باب ما جاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بالضم والکسر مزاح کردن ۱۲

حدثنا محمود بن غیلان انبانا ابو اسامۃ عن شریک عن عاصم الاحول

جس وقت اس نے ڈھال سے سر اٹھایا فوراً ایسا لگا کہ پیشانی سے چوکا نہیں اور فوراً گر گیا ٹانگ بھی اوپر کو اٹھ گئی پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ پر ہنسے۔ میں نے پوچھا کہ اس میں کونسی بات پر انھوں نے فرمایا کہ سعد کے اس فعل پر۔ **ف** چونکہ اس قصہ میں اسکا شبہ ہو گیا تھا کہ اسکے پاؤں اٹھنے اور ستر کھلجانے پر تبسم فرمایا ہو اس لئے مکرر دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی انھوں نے فرما دیا کہ یہ نہیں بلکہ میرے حسن نشانہ اور اسکے باوجود اتنی احتیاط کی تیر لگ جانے پر۔ کہ وہ تو ہوشیاری کر ہی رہا تھا کہ ڈھال کو فوراً ادھر ادھر کر لیتا تھا مگر سعد نے بھی تدبیر سے ایسا جڑا کہ فوراً ہی گرا اور مہلت بھی نہ ملی۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح اور دل لگی کے بیان میں

ف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح ثابت ہے اور ممانعت بھی وارد ہوئی چنانچہ ترمذی شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اسکی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ امام نووی نے دونوں میں اس طرح تطبیق فرمائی ہے کہ کثرت مزاح جو باعث قساوت قلب کا بنجاوے یا اللہ جل شانہ کی ذکر و فکر سے روکدے یا ایذاء مسلم کا سبب بنجاوے یا وقار وہیبۃ گرادے یہ سب ممانعت میں داخل ہے اور جو ان سب سے خالی ہو محض دوسرے کی دلداری اور اسکی انبساط کا سبب ہو وہ مستحب ہے چنانچہ عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش طبعی کرنیوالا کسی کو نہیں دیکھا اسکی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی بجائے گرانی کے مایۂ فخر و ناز تھی سگ گر طمع خواہد ز من سلطان دیں + خاک بر فرق قناعت بعد ازیں + نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مزاح کی ایک خاص ضرورت بھی تھی وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی رعب اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مہینہ کے سفر کی دوری تک آپ کا رعب پہنچتا تھا اس لئے اگر حضور تبسم اور مزاح کا اہتمام نہ فرماتے تو حاضرین کو رعب کی وجہ سے پاس رہنا مشکل ہو جاتا اور انتفاع کے اسباب مسدود ہو جاتے نیز قیامت تک آنے والے مشائخ و اکابر جو حضور کے اتباع میں جان توڑ کوشش کرتے ہیں نہ قصداً تبسم و مزاح سے گریز کرنے اور انکی جملہ خدام کیلئے

لہ متعلق بقولہ یقول علی رای القاری وعلی ہذا قولہ یغطی جبہتہ استینان بیان بالاشارۃ ومتعلق بیغطی علی رای المناوی کما تقدم ۱۲ **سلہ** قال میرک ای ضحک من قتلہ عدوہ لا من الانکشاف کذا قیل وفیہ تامل قال القاری من الواضح الجلی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یضحک من کشف عورتہ فانہ لیس من مکارم اخلاق بل انما ضحک فرحا بما فعلہ سعد بعدوہ صلی اللہ علیہ وسلم اھ قال المناوی ای ضحک من رمیۃ سعد وحزامۃ اصابتہ فرحا بذلک وسرورا لا من وقعہ رجلہ حتی بدت عورتہ وفیہ انہ یسن السخریۃ والھزء بالکفار ولو حربیا بکشف سورتہ الا ان قیاس مذہب الشافعی الجواز زیادۃ فی النکال واغاظۃ لاہل الضلال اھ **سلہ** المزاح بضم المیم علی انہ اسم وبکسرہا علی انہ مصدر مازحہ ومعناہ الانبساط مع الغیر من غیر ایذاء وبہ فارق الھزء والسخریۃ ویشکل علی احادیث الباب ما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تمار اخاک ولا تمازحہ اخرجہ المصنف فی الجامع من حدیث ابن عباس وقال ہذا غریب لا نعرفہ الا من ہذا الوجہ وقال الشیخ الجزری اسنادہ جید فقد رواہ زیاد بن ایوب عن عبد الرحمن بن محمد عن لیث بن ابی سلیم عن عبد الملک بن ابی بشیر عن عکرمۃ عن ابن عباس وہذا اسناد جید ... حفظ ... ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

عن (۱) انس بن مالك قال ان النبي صلى الله عليه وسلم قال له يا ذا الاذنين قال محمود قال ابو اسامة يعني يمازحه حدثنا هناد بن السري ثنا وكيع عن شعبة عن ابي التياح عن انس بن مالك قال ان كان النبي صلى الله عليه وسلم ليخالطنا حتى يقول لاخ لي صغير يا ابا عمير ما فعل النغير قال ابو عيسى وفقه هذا الحديث ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يمازح وفيه انه كنى غلاما صغيرا فقال له يا ابا عمير وفيه انه لا باس ان يعطى الصبي الطير ليلعب به وانما قال له النبي صلى الله عليه وسلم

خالطه مازحه ۱۲ — يقرأ بالالف ولا يكتب ۱۲ قيل صغير العصافير احمر الراس ۱۲ ابن حجر — العصفير ۱۲ الطائر

بھی مشائخ کا یہ طرز مشکلات کا سبب بنتا ہے حق تعالیٰ شانہ بے نہایت درود وسلام اُس پاک ہستی پر نازل فرمائے جو اُمت کی ہر سہولت کا دروازہ کھول گئی۔ سفیان بن عیینہ سے جو بڑے محدث ہیں کسی نے کہا کہ مذاق بھی ایک آفت ہے انھوں نے کہا بلکہ سنت ہے مگر اُس شخص کے حق میں جو اسکے موقع جانتا ہو اور اچھا مذاق کر سکتا ہو۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو ایک مرتبہ مزاحاً یا ذاالاذنین فرمایا (او دو کانوں والے)۔ **ف**۔ کان تو سب ہی کے دو ہوتے ہیں انکو جو دو کانوں والا فرمایا تو کوئی مقامی خصوصیت ہو گی مثلاً ان کے کان بڑے ہونگے یا تیز ہونگے کہ بات دور سے سن لیتے ہونگے یہی اقرب ہے۔ (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ساتھ میل جول فرماتے تھے چنانچہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا حضور اُس سے فرماتے یا ابا عمیر ما فعل النغیر ارے ابو عمیر وہ نغیر کہاں جاتی رہی۔ **ف**۔ نغیر ایک جانور ہے جسکا ترجمہ علماء لال سے کرتے ہیں۔ صاحب حیوۃ الحیوان نے بلبل لکھا ہے امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس بچہ کو کنیت سے تعبیر فرمایا۔ اُس نے ایک جانور پال رکھا تھا وہ مرگیا تھا جسکی وجہ سے یہ رنجیدہ بیٹھا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو چھیڑنے کیلئے پوچھا کہ وہ نغیر کیا ہوا۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ وہ مرگیا۔ یہ حدیث ایک مسئلہ مختلف فیہا میں حنفیہ کی تائید بھی ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ حرم مدینہ کا شکار شافعیہ کے نزدیک حرم مکہ کی شکار کے حکم میں ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ حرم مکہ میں شکار جائز نہیں بخلاف حرم مدینہ کے کہ وہاں جائز ہے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر انکار نہ فرمانا منجملہ دلائل کے ایک دلیل ہے اور تفصیل کتب فقہ وحدیث میں موجود ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ ابو عمیر انکی پہلے ہی سے کنیت تھی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ابتداءً کنیت سے تعبیر فرمایا۔ بعض علماء نے اس حدیث میں سو سے زائد مسائل اور فوائد بتائے ہیں۔ اُس ذات کی زبان جسکی ایک مذاقی فقرہ میں سو سو مسائل حل ہوتے ہوں اور ان علماء کی قبروں کو حق تعالیٰ شانہ سراپا نور بنائے جنہوں نے اپنے رسول کے کلام کی اس قدر خدمت کی کہ ایک ایک حدیث سے کتنے کتنے مسائل استنباط کر کے انکو محفوظ رکھا اور پھیلایا اس حدیث میں ایک اشکال یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس میں جانور کا پنجرہ وغیرہ میں بند کرنا اور بچہ کا اُس سے کھیلنا وارد ہے

---

(۱) قال القاري وجه المزاح انه سماه بغير اسمه مما قد يوهم انه ليس له من الحواس الا الاذنان او هو مختص بهما لا غير مع احتمال كون الاذنين طويلتين او قصيرتين او معيوبتين والله اعلم (۲) قال محمود نقل المصنف عن شيخه ان قوله عليه السلام هذا كان مزاحا على المزاح فهذا بمنزلة تفسير الحديث عن شيخه (۳) ابي التياح بفتح المثناة الفوقانية وتشديد الياء وبالحاء المهملة اسمه يزيد بن حميد ۱۲ (۴) حتى قال النووي غاية لقوله ليخالطنا اي انتهى مخالطته باهلنا كلهم حتى الصبي ۱۲ قاري (۵) هذا اذا كان ابتداء التكنية على لسانه صلى الله عليه وسلم وفي الصحيحين عن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم احسن الناس خلقا وكان لي اخ يقال له ابو عمير وكان له نغير يلعب به الحديث وظاهره انه كان يكنى به من اول الامر الا ان في خطابه صلى الله عليه وسلم اياه بالكنية تقريرا له وحجة للجواز وانه لا يدخل في الكذب لان القصد من التكنية التكريم والتفاؤل لا حقيقة من اثبات الابوة والبنوة ۱۲ ق (۶) لا باس الخ قال القاري محله اذا علم انه لا يعذبه يعني فلا يشكل عليه بنهي تعذيب الحيوان وقد صح النهي عنه۔ قال المناوي ان كانت قرينة

http://mujahid.xtgem.com

يا ابا عمير ما فعل النغير لانه كان له نغير فيلعب به فمات فحزن الغلام عليه فمازحه النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا ابا عمير ما فعل النغير حدثنا عباس بن محمد الدوری قال انا علی بن[٥١] الحسن بن شقيق انا عبد الله بن المبارك عن اسامة بن زيد عن سعيد المقبری عن ابی هريرة قال قالوا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم انك تداعبنا قال انی لا اقول الا حقا تداعبنا[٥٢] يعنی تمازحنا حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا خالد بن عبد الله عن حميد عن انس بن مالك ان رجلا استحمل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انی حاملك على ولد ناقة فقال يا رسول الله ما اصنع بولد الناقة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهل تلد الابل الا النوق حدثنا اسحاق بن منصور ثنا عبد الرزاق ثنا معمر عن ثابت عن انس بن مالك ان رجلا من اهل البادية كان اسمه زاهرا وكان يهدی الى النبی صلى الله عليه وسلم هدية من البادية فيجهزه النبی صلى الله عليه وسلم اذا اراد ان يخرج فقال النبی صلى الله عليه ان زاهرا باديتنا ونحن حاضروه

یہ جانور کو عذاب دینا اور ستانا ہے اور جانور کو عذاب دینے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ محض بند کرنا یا اُس سے دل بہلانا اور کھیلنا عذاب دینا نہیں ہے۔ ستانا اور عذاب دینا دوسری چیز ہے اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ جانور کا رکھنا اُسی کو جائز ہے جو اُسکو ستائے نہیں اُسکی خبر گیری رکھے اور جو بچہ ناسمجھ ہو یا سخت دل ہو کہ جانور کو تکلیف پہنچاتا ہو اُس کیلئے جائز نہیں ہے۔ (۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے مذاق بھی فرمالیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ہاں۔ مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔ **ف**۔ صحابہ کے سوال کا منشا، یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق سے منع بھی فرما رکھا ہے اور ویسے بھی بڑائی کے شان کے خلاف ہے کہ یہ وقار کو گراتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری خوش طبعی اس میں داخل نہیں ہے چنانچہ شروع باب میں اسکی کچھ تفصیل گذر چکی ہے (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوئی سواری کا جانور مجھے عطا فرمادیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اونٹنی کا بچہ تم کو دینگے سائل نے عرض کیا کہ حضور میں بچہ کو کیا کرونگا (مجھے تو سواری کیلئے چاہئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔ **ف**۔ سائل کا گمان یہ ہوا کہ وہ چھوٹا ناقابل سواری ہوگا اس حدیث میں علاوہ مزاح کے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آدمی کو گفتگو میں دوسرے کی بات کمال غور وفکر سے سننی اور سمجھنی چاہیئے (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جنگل کے رہنے والے جنکا نام زاہر بن حرام تھا وہ جب حاضر خدمت ہوتے جنگل کے ہدایا سبزی ترکاری وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور وہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانیکا ارادہ کرتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہری سامان خورد نوش کا انکو عطا فرماتے تھے ایکمرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اُسکے شہر ہیں

---

٥١ علی بن الحسن کذا صوبہ السناوی والقاری قال وفی نسخۃ ضعیفۃ الحسین بالتصغیر قال میرک وہو غلط قلت ولیس فی الرواۃ احد اسمہ علی بن الحسین بن شقیق ۱۲
٥٢ تداعبنا۔ مدرج من کلام المصنف او احد مشایخہ ذکرہ لیفسرہ وہو بالدال والعین المہملتین والباء الموحدۃ قال الزمخشری الدعابۃ کالذکاہۃ والمزاحۃ مصدر وفی المصباح دعب یدعب کمزح یمزح وزنا ومعنی ۱۲م ٥٣ ای سالہ ان یحملہ علی دابۃ والمراد ان یعطیہ حمولۃ یرکبہا ۱۲ق ٥٤ توہم ان المراد بولدہا ہو الصغیر من اولادہا کما ہو المتبادر الی الفہم ۱۲ق ٥٥ ای صغرت او کبرت والمعنی ما تلدہا جمیعا ۱۲ق ٥٦ النوق۔ بضم النون جمع الناقۃ وہی انثی الابل وحاصلہ ان جمیع الابل ولد الناقۃ صغیرا کان او کبیرا ۱۲ ٥٧ ہو ابن حرام الاشجعی شہد بدرا ۱۲م ٥٨ ای حاصلۃ منہا مما یوجد فیہا من الازہار والاثمار والنبات ۱۲
٥٩ بادیتنا۔ ای نستفید منہ ما یستفید الرجل من بادیتہ من انواع النبات فصار کانہ بادیۃ وقیل من اطلاق اسم المحل علی الحال او علی حذف المضاف ای ساکن بادیتنا کما حقق فی الاصل القریۃ وقیل تاء للمبالغۃ ویؤیدہ ما فی بعض النسخ بادینا والبادی ہو المقیم بالبادیۃ ۱۲ق +

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحبہ وکان رجلاً دمیماً فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوماً وھو یبیع متاعہ واحتضنہ من خلفہ وھو لا یبصرہ فقال من ھذا ارسلنی فالتفت فعرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل لا یالوا ما الصق ظہرہ بصدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین عرفہ فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من یشتری ھذا العبد فقال الرجل یا رسول اللہ اذاً واللہ تجدنی کاسداً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن عند اللہ لست بکاسد او قال انت عند اللہ غال حدثنا عبد بن حمید حدثنا مصعب بن المقدام ثنا المبارک بن فضالۃ عن الحسن قال اتت

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خصوصی تعلق تھا زاہر کچھ بدشکل بھی تھے ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ اپنا کوئی سامان فروخت کر رہے تھے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پیچھے سے انکی کولی ایسی طرح بھری کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکیں انہوں نے کہا ارے کون ہے مجھے چھوڑ دے لیکن جب کن انکھیوں وغیرہ سے دیکھکر حضور کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کو کر کے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ملنے لگے (کہ جتنی دیر بھی تلبس رہے ہزار نعمتوں اور لذتوں سے بڑھکر ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے۔ زاہر نے عرض کیا کہ حضور اگر آپ مجھے فروخت فرمادینگے تو کھوٹا اور کم قیمت پاوینگے حضور نے فرمایا کہ نہیں اللہ کے نزدیک تو تم کھوٹے نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو۔ **ف** حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے سے تشریف لاکر کولی بھر لینا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینا تو مزاح تھا ہی یہ ارشاد بھی مزاح ہی تھا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے اسلئے کہ حضرت زاہر غلام نہ تھے آزاد تھے مگر حضور کا یہ ارشاد بطور فرض اور تشبیہ کے تھا بعض شراح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صورت میں مزاح ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے بڑی حکمتیں اور اسرار اس میں ہیں اسلئے کہ جب حضور نے انکو اپنے سامان کی فروختگی میں نہایت مشغول پایا تو حضور کو اسمیں انہماک اور انکی توجہ الی اللہ کی کمی کا بظاہر خوف ہوا اس لئے اول کولی بھری کہ حضور کیساتھ تلبس رجوع الی اللہ کا ذریعہ ظاہر ہے اور پھر تنبیہ کے طور پر ارشاد فرمایا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے اسلئے کہ جو شخص غیر اللہ میں اسقدر مشغول ہو وہ گویا اپنی خواہشات کا بندہ ہے لیکن حضور کے ساتھ اس تلبس سے انابۃ الی اللہ یعنی اللہ کی طرف توجہ تام حاصل ہو چکی تھی اسلئے حضور نے پھر انکو مژدہ سنایا کہ اللہ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو (۶) حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا فرما دیجئے کہ حق تعالیٰ جل شانہ مجھے جنت میں داخل فرما دے حضور نے ارشاد

---

۱ بالدال المہملۃ ای قبیح الوجہ کریہ المنظر ۱۲ ۲ احتضنہ عطف علی اتاہ وفی المشکوۃ بالفاء کما فی بعض النسخ ہہنا ایضاً وھو الانسب ای ادخلہ فی حضنہ۔ قال القاری والحضن ما دون الابط الی الکشح والمعنی ادخل یدیہ تحت ابطی زاہر فاعتنقہ ولا یبصرہ جملۃ حالیۃ ۱۲ ۳ ما الصق۔ لفظ ما مصدریۃ ای لا یقصر فی لزق ظہرہ بصدرہ صلعم تبرکاً وتلذذاً ۱۲ ۴ قیل معناہ من یشتری مثل ھذا العبد فی الذمامۃ او من یستبدلہ منی بان یاتی بمثلہ او من یقابل ھذا العبد الذی ھو عبد اللہ بالاکرام والتعظیم والاول مشکل قالہ المناوی قال القاری فالوجہ ان الاشتراء علی حقیقتہ وان العبد فیہ توریۃ ولا یلزم من ھذا القول لاسیما والمقام مقام المزاح ارادۃ تحقق بیعہ لیشکل علی الفقیہ بان بیع الحر غیر جائز اھ ۱۲ ۵ ای اذا عرضتنی علی البیع اذاً تجدنی متاعاً رخیصاً او غیر مرغوب فیہ وفی بعض النسخ تجدونی بلفظ الجمع لتعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم او لتعمیم ولاصحابہ قال المناوی والاول اوفق بقواعد العربیۃ الافراد ۱۲ ۶ بصیغۃ المفعول من الاصحاب بالصاد المہملۃ وفی نسخۃ بدلہ منصور قال میرک وھو خطاء۔ والمقدام بکسر المیم وسکون القاف وفضالۃ بفتح الفاء والحسن البصری التابعی المعروف فالحدیث مرسل ۱۲ +

http://mujahid.xtgem.com

عجوز النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ادع اللہ ان یدخلنی الجنۃ فقال یا ام فلان ان الجنۃ لا تدخلہا عجوز قال فولت تبکی فقال اخبروھا انھا لا تدخلہا وھی عجوز ان اللہ تعالی یقول انا انشأناھن انشاء فجعلناھن ابکارا

باب ما جاء فی صفۃ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الشعر

حدثنا علی بن حجر ثنا شریک عن المقدام بن شریح

فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہو سکتی۔ وہ عورت روتی ہوئی لوٹنے لگی۔ حضور نے فرمایا اُس سے کہہ دو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ حق تعالیٰ جل شانہ سب اہل جنت عورتوں کو نوعمر کنواریاں بنا دیں گے اور حق تعالیٰ جل شانہ کے اس قول انا انشاناھن انشاءً فجعلناھن ابکارا۔ الآیۃ میں اس کا بیان ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے انکو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں (بیان القرآن) یعنی ہمیشہ کنواریاں ہی رہتی ہیں صحبت کے بعد پھر کنواریاں بنجاتی ہیں۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات در باب اشعار

ف۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جن اشعار کو پڑھنا یا سُننا روایات میں آیا ہے اُن کا ذکر۔ شعر اُس کلام کو کہتے ہیں جو قصداً مقفی وموزوں بنایا گیا ہو یعنی ارادہ سے شعر کی طرز پر بنایا گیا ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعر نہ ہونا قطعی ہے کلام اللہ شریف میں صاف طور سے مذکور ہے بلکہ کفار کے ان مقولوں کو جو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جادوگر یا شاعر یا مجنون ہونا بیان کرتے تھے نہایت تعجب سے ذکر کیا گیا اور آپکی شاعری کے متعلق صاف ارشاد فرمادیا وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ۔ ہم نے انکو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعری کا علم نہیں دیا اور یہ علم شاعری انکی شان کے مناسب بھی نہیں ہے پھر جو حضور کے کلام میں کہیں کہیں کلام موزوں پایا جاتا ہے وہ بلا قصد پر محمول ہے اور کلام میں بلا قصد موزونیت اگر آجائے تو وہ شعر نہیں کہلاتا۔ بندۂ ناچیز کے نزدیک درحقیقت یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعر نہ ہونا عجز کی وجہ سے نہیں ہے اسلئے کہ جس شخص کے کلام میں بلا ارادہ موزونیت آجاتی ہو وہ اگر قصداً موزوں بناوے تو کس قدر بے تکلف اور بہتر بن

---

۵۱ عجوز۔ ای امرأۃ کبیرۃ السن ولا تقل عجوزۃ اذ ہی لغۃ ردیۃ علی ما فی القاموس قیل اسمہا صفیۃ بنت عبد المطلب ام الزبیر بن العوام وعمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالہ الشارح ۱۲ ۵۲ فلان قال ابو داؤد کنی الاسم الذی جری علی لسانہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقام لفظ فلان مقامہ قالہ القاری قلت ولعلہ قال یا ام الزبیر لان صفیۃ ہذہ امہ کما تقدم ۱۲ ۵۳ اختلفوا فی تفسیر الآیۃ کما بسط فی محلہ وما یناسب المقام ما فی جمع الوسائل اذ قال وفی الحدیث ہن اللواتی قبضن فی دار الدنیا عجائز خلقہن اللہ بعد الکبر فجعلہن عذاری متعشقات الی آخر ما بسطہ ۱۲ ۵۴ قیل اصلہ الشعر بفتحتین وسمی الشاعر شاعرا لفطنتہ ودقۃ معرفتہ فالشعر فی الاصل علم للعلم الدقیق وصار فی المتعارف اسما للموزون المقفی من الکلام والشاعر المختص بصناعتہ کما قالہ الراغب وقیل الشعر ہو کلام موزون مقفی قصداً فخرج بہذا القید ما صدر منہ صلی اللہ علیہ وسلم من الکلام الموزون اما ما وقع فی الکتاب المکنون فلا شک انہ مقرون بالارادۃ والمشیۃ م

مع التی ہی معنی القصد لانہ لا یتحقق الکون شیء دون المشیۃ ولعل الجواب انہ لیس مقصودا بالذات وانما وقع تبعا کما حقق فی بحث الجزء والشرح قالہ القاری ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

عن ابیہ عن[۱] عائشۃ قالت[۲] قیل لہا ھل کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتمثل[۳] بشیءٍ من الشعر قالت کان یتمثل بشعر ابن رواحۃ (الانصاری اسمہ عبد اللہ ۱۲) ویتمثل[۴] ویقول ویأتیک[۵] بالاخبار من لم تزود حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمٰن بن مھدی قال ثنا سفیٰن عن عبد الملک بن عمیر ثنا ابو سلمۃ عن[۷] ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اصدق کلمۃ قالہا الشاعر کلمۃ لبید[۸] الا کل شیءٍ ما خلا اللہ باطل[۹]

بنا سکتا ہے لیکن حق تعالیٰ جل شانہ نے آپکی شان کو اس سے بہت ارفع بنایا تھا اس لئے کبھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اشعار کی تعریف اور مذمت کے بارہ میں روایات مختلف آئی ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر اچھی چیز ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ممنوع اور بُرا ہے لیکن قول فیصل بھی ایک حدیث میں خود ہی وارد ہوگیا ہے کہ نفس شعر میں کچھ بھلائی یا بُرائی نہیں ہے، مضمون صحیح اور مفید ہے تو شعر اچھی چیز ہے اور مضمون جھوٹ یا غیر مفید ہے تو جو حکم اُس مضمون کا ہے وہی حکم شعر کا بھی ہے یعنی جس درجہ میں وہ مضمون ناجائز ہے یا حرام یا مکروہ ہے یا خلاف اولیٰ ہے اُسی درجہ میں شعر بھی ہے لیکن بہتر ہونیکی صورت میں بھی اس میں انہماک اور کثرت سے مشغولی ممنوع ہے۔ اس باب میں مصنف نے نو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شعر بھی پڑھتے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ ہاں مثال کے طور پر کبھی عبد اللہ بن رواحہ کا کوئی شعر بھی پڑھ لیتے تھے (اور کبھی کبھی کسی اور شاعر کا بھی) چنانچہ کبھی طرفہ کا یہ مصرعہ بھی پڑھا کرتے تھے۔ ویاتیک بالاخبار من لم تزود۔ یعنی تیرے پاس خبریں کبھی وہ شخص بھی لے آتا ہے جسکو تو نے کسی قسم کا معاوضہ نہیں دیا یعنی واقعات کی تحقیق کیلئے کسی جگہ کے حالات معلوم کرنے کیلئے تنخواہ دینا پڑتی ہے سفر خرچ دیکر آدمی کو حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجنا پڑتا ہے مگر کبھی گھر بیٹھے بٹھائے کوئی آکر خود ہی سارے حالات سنا جاتا ہے کسی قسم کا خرچ بھی اُس کیلئے کرنا نہیں پڑتا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مثال ارشاد فرمائی کہ بلا کسی اجرت اور معاوضہ کے گھر بیٹھے جنت دوزخ آخرت قیامت پچھلے انبیاء کے حالات اور آئندہ آنیوالے واقعات سناتا ہوں پھر بھی یہ کافر قدر نہیں کرتے اس حدیث میں دو شاعروں کا ذکر ہے حضرت عبد اللہ بن رواحہ تو مشہور صحابی ہیں حضور کی ہجرت سے پہلے ہی مسلمان ہوگئے تھے اور حضور کے سامنے ہی غزوۂ موتہ میں شہید ہوگئے تھے طرفہ عرب کا مشہور شاعر ہے ادب کی مشہور کتاب سبعہ معلقہ میں دوسرا معلقہ اسی کا ہے اس نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا (۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] قالت ای عائشۃ وفی عدۃ النسخ قال فالضمیر لشریح [۲] یتمثل۔ ای یستشہد لیقال تمثل ای انشد شعرا وتمثل لشیٔ ضربہ مثلا ۱۲ [۳] یشکل علیہ ان الظاہر المتبادر من الحدیث ان ہذا البیت من کلام ابن رواحۃ وفیہ یدا الاشکال مانی نسخۃ اخری بلفظ ویتمثل بقولہ وقد اتفقوا علی ان ہذا البیت من کلام طرفۃ والجواب ان قولہ ویتمثل کلام مستانف والضمیر المجرور فی قولہ بقولہ راجع الی القائل او الشاعر فہو معاد الی غیر المذکور لشہرۃ قائلہ بینہم فیکون معنی الحدیث قالت کان احیانا یتمثل بشعر ابن رواحۃ واحیانا یتمثل بقول الشاعر ہذا ۱۲ [۴] وہو من قصیدۃ طرفۃ بن عبد المعلقۃ علی الکعبۃ من جملۃ المعلقات السبع وصدر البیت ستبدی لک الایام ما کنت جاہلا۔ قال القاری الظاہر انہ علیہ الصلوۃ والسلام تمثل بالمصراع الاخیر واراد باتیان الاخبار من غیر التزوید نفسہ الشریفۃ کما یشیر الیہ قولہ عز اسمہ قل ما اسالکم علیہ من اجر الایۃ ۱۲ [۵] لبید بن ابی ربیعۃ العامری وفد علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحسن اسلامہ نزل الکوفۃ ومات سنۃ احدی و اربعین وہو ابن مائۃ واربعون سنۃ وقیل مائۃ وسبع وخمسون سنۃ وقیل غیر ذلک مشہور من فصحاء العرب وشعرائہم ولما اسلم لم یقل شعرا وقال یکفینی القرآن ۱۲ [۶] باطل۔ المراد بہ الفانی وانما کان کلامہ اصدق لانہ وافق اصدق الکلام وہو قولہ تعالیٰ کل شیٔ ہالک الا وجہہ۔ وتمام البیت وکل نعیم لا محالۃ زائل۔

http://mujahid.xtgem.com

وکاد امیة بن ابی الصلت ان یسلم[۱] حدثنا محمد بن المثنی قال انبانا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن الاسود بن قیس عن جندب[۲] بن سفیان البجلی قال اصاب حجر[۳] اصبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدمیت[۴] فقال ھل انت الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ ما[۵] لقیت حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفین[۶]

نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا وہ لبید بن ربیعة کا یہ کلمہ ہے الا کل شئی ما خلا اللہ باطل۔ آگاہ ہو جاؤ اللہ جل شانہ کے سوا دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ اور امیة بن ابی الصلت قریب تھا کہ اسلام لے آئے **ف**۔ لبید ایک مشہور شاعر تھے لیکن مسلمان ہونیکے بعد سے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا یہ کہتے تھے کہ مجھے حق تعالیٰ جل شانہ نے اشعار کا نعم البدل عطا فرمادیا یہ مکرم صحابہ میں ہیں ایک سو چالیس یا اس سے کچھ زیادہ عمر ہوئی اس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے وکل نعیم لا محالة زائل۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر نعمت کسی نہ کسی وقت میں زائل ہونیوالی ہے۔ امیة بن ابی الصلت بھی ایک مشہور شاعر تھا جو اپنے اشعار میں حقائق باندھتا تھا قیامت کا قائل تھا لیکن توفیق ایزدی شامل حال نہ ہوئی اسلئے مسلمان نہیں ہو سکا۔ آٹھویں حدیث کے ذیل میں اسکی کسی قدر تفصیل بھی آرہی ہے

(۳) ۔ جندب بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ ایک پتھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی میں لگ گیا تھا جسکی وجہ سے وہ خون آلودہ ہوگئی تھی تو حضور نے یہ شعر پڑھا جسکا حاصل ترجمہ یہ ہے۔ تو ایک انگلی ہے جسکو اسکے سوا کوئی مضرت نہیں پہنچی کہ خون آلودہ ہوگئی۔ اور یہ بھی رائیگاں نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی راہ میں یہ تکلیف پہنچی جسکا ثواب ہوگا **ف**۔ اس حدیث میں بھی وہ اشکال کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کیسے فرمایا اسکا مختصر جواب گذر بھی چکا ہے اس خاص جگہ پر یہ بھی ایک جواب دیا جاتا ہے کہ یہ رجز کہلاتا ہے شعر نہیں ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ایک آدھ شعر کہنے سے آدمی شاعر نہیں ہوتا لہٰذا یہ آیت وما علمناہ الشعر کے خلاف نہیں بعض نے کہا ہے کہ دمیت اور لقیت کی تے ساکنہ ہے مکسورہ نہیں اس صورت میں موزونیت سے بھی نکل گیا۔ بندہ ناچیز کے نزدیک اگر اسکی توجیہ یہ کی جائے کہ یہ شعر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ منقول تھا کسی دوسرے شاعر کے کلام سے تو اس صورت میں کسی اور توجیہ کی ضرورت نہیں رہیگی چنانچہ واقدی نے اس شعر کو ولید بن ولید کا بتایا ہے اور ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب محاسبة النفس میں ابن رواحہ کی طرف نسبت کیا ہے۔ دو شاعروں سے کسی ایک شعر کا ورود ممنوع نہیں اسلئے ممکن ہے کہ دونوں نے یہ شعر کہا ہو۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ قصہ کب کا ہے جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ جنگ احد کا ہے۔ اور بعض لوگ اسکو ہجرة سے قبل بتاتے ہیں۔

---

۱ امیة بالتصغیر ابن ابی الصلت بفتح فسکون ای ابن ربیعة الثقفی کان ینطق بالحقائق وقد کان متعبد انی الجاہلیة ویتدین ویؤمن بالبعث لکنہ ادرک الاسلام ولم یسلم قالہ القاری رثی من قتل ببدر من الکفار ثم مات ایام حصار الطائف کافرا سنة ثمان وقیل تسع ۱۲ ۲ سفیان۔ ہو جد جندب لضم جیم ودال ویفتح ابن عبد اللہ فہو منسوب الی جدہ والبجلی بفتحتین نسبة الی بجیلة ۱۲ ۳ اصاب۔ اختلفوا فی انہ کان فی بعض غزواتہ کما ہو المشہور اوکان قبل الہجرة وقیل کان عم یمشی الی الصلوة وقیل کان فی الغار لمافی روایة مسلم کان صلی اللہ علیہ وسلم فی غار فدمیت اصبعہ قال الباجی لعلہ غازیا فتصحف لما فی الروایة الاخری فی بعض المشاہد وتعقب بان القول بالتصحیف لایصح لفظا ولا معنی ومثل ہذا الطعن لایجوز فی حدیث مسلم قال القاری فالتحقیق انہ کان فی غار من جبل احد ولا مانع من الحمل علی تعدد الواقعة ۱۲ ۴ بفتح الدال وکسر المیم یقال دمیت اصبعہ وادمیتہا ودمیتہا ۱۲ ق ۵ ما موصولة مبتدا وفی سبیل اللہ خبرہ یعنی فلا تبالی بل افرحی وتعزیة کسر لیلی قدح المجنون شہیرة وامثالہا فی سیر المحب والمحبوب کثیرة ۱۲ ق ۶ عن سفیان اعاد الحدیث بسند آخر لیدل علی ان جندب بن سفیان المذکور فی السند السابق ہو ابن عبد اللہ ہذا ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

ابن عیینۃ عن الاسود بن قیس عن جندب بن عبد اللہ البجلی نحوہ **حدثنا** محمد بن بشار حدثنا یحیی بن سعید ثنا سفیان الثوری ثنا ابواسحاق **عن** البراء بن عازب قال قال لہ رجل افررتم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا عمارۃ فقال لا واللہ ماولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن ولی سرعان الناس تلقتھم ھوازن بالنبل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بغلتہ وابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب اخذ بلجامھا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا النبی لا کذب + انا ابن عبد المطلب

(۴) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا تم سب لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جنگ حنین میں بھاگ گئے تھے انھوں نے فرمایا کہ نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت نہیں پھیری بلکہ فوج میں سے بعض جلد بازوں نے (جن میں اکثر قبیلہ بنی سلیم اور مکہ کے نومسلم نوجوان تھے) قبیلہ ہوازن کے سامنے کے تیروں کی وجہ سے منھ پھیر لیا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (جنکی ساتھ اکابر صحابہ کا ہونا ظاہر ہے اپنی) خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن الحارث اُسکے لگام کو پکڑے ہوئے تھے۔ حضور اُسوقت یہ فرما رہے تھے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ میں بلا شک وشبہ نبی ہوں اور عبد المطلب کی اولاد (پوتہ) ہوں **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپکو بجائے باپ کے اپنے دادے عبد المطلب کی طرف اسلئے نسبت کیا کہ اُنھوں نے حضور کے غلبہ کی اطلاع کفار قریش کو دی تھی اور یہ وقت گویا اسکی تصدیق کا تھا۔ بعض نے یہ وجہ بتائی ہے کہ چونکہ آپکے والد کا انتقال زمانہ حمل ہی میں ہوگیا تھا اسلئے آپ ابن عبد المطلب ہی کیساتھ مشہور تھے۔ نیز یہ بھی کہا گیا کہ چونکہ عبد المطلب مشہور سردار تھے اس لئے شہرت کی وجہ سے اُس طرف نسبت فرمائی۔ حافظ ابن حجر نے ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ کفار میں یہ بات مشہور تھی کہ عبد المطلب کی اولاد میں ایک شخص پیدا ہوگا جس سے لوگونکو ہدایت ہوگی وہ خاتم النبیین ہوگا اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نسبت کی ساتھ ان لوگوں کو یہ مشہور چیز یاد دلائی۔

غزوۂ حنین ۸ھ میں ہوا ہے۔ قبائل عرب ایک زمانہ سے اپنے اسلام لانے میں فتح مکہ کے منتظر تھے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قبضہ کر لیا تب تو سمجھو کہ آپ غالب ہیں اور بے چون وچرا اطاعت کرو۔ اور اگر مکہ مکرمہ فتح نہ ہو تو سمجھ لو کہ یہ لوگ غالب نہیں ہو سکتے بالآخر جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو قبیلۂ ہوازن وغیرہ نے بھی جو مواضع حنین وغیرہ کے رہنے والے تھے اپنی قسمت آزمائی کا فیصلہ چاہا اور چند قبائل نے ملکر یکجائی لڑائی کے خیال سے حنین پر جو مکہ مکرمہ سے طائف وعرفات کی جانب میں تقریباً دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے وہاں مجتمع ہوئے ہر چند کہ بعض تجربہ کار بوڑھوں نے انکو اس ارادہ سے روکا مگر بعض جوشیلے نوجوانوں نے نہ مانا اور یہ کہا کہ مسلمانوں کو ابتک تجربہ کار لڑنے والوں سے سابقہ نہیں پڑا تھا اسلئے غالب ہوتے جارہے ہیں مبادا ہم پر بھی حملہ کریں اس لئے خود ہی ابتدا کرنا چاہئے بیس ہزار سے زیادہ مجمع لڑائی کیلئے جمع کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اسکا علم ہوا تو دس بارہ ہزار کا

ف۱ جاء فی روایۃ انہ من قیس لکن لا یعرف اسمہ ۱۲ ق **ف۲** متعلق بمحذوف ای معرضین عنہ وتارکین لہ او منکشفین عنہ بوضوح ان فرارھم کان عن الکفار لا عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ **ف۳** اباعمارۃ بضم العین المھملۃ وتخفیف المیم کنیۃ البراء ۱۲ **ف۴** رسول اللہ سئل عن فرارھم فاجاب بعدم فرارہ علیہ السلام اما لانہ یلزم من ثبات الرسول عدم فرار اکابر الصحابۃ واما لان فرارھم لوھم تولیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لبعد شباتہ منفرداً ولم ینقل انہ عم انھزم فی موطن قط ومن ثم اجمعوا علی انہ لا یجوز الانھزام علیہ فقد من زعم انہ انھزم وقصد التنقیص کفر وان لم یقصد ادب تادیباً عظیماً عن الشافعی وقتل عند مالک قالہ المناوی قلت والاوجہ عندی فی الجواب ان مدار فرار الخمیس علی القلب والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی القلب وعلی ھذا یطابق الجواب السوال ویصح الاستدراک ایضاً والمعنی ان القلب یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن معہ لم یتولوا بل تولی سرعان الناس الذین کانوا فی المقدمۃ ۱۲ **ف۵** سرعان بفتح السین والراء وسکن اوائلھم واطال الکلام فی ضبط المناوی ۱۲ **ف۶** قال الحافظ ابن حجر اجیب عن مقالتہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ باجوبۃ منھا انہ نظم غیرہ وانہ کان فیہ انت النبی لا کذب

http://mujahid.xtgem.com

مجمع جس میں مہاجرین و انصار اور فتح مکہ کے نومسلم شریک تھے نیز ایک جماعت کفار مکہ کی بھی شریک تھی جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ ان میں سے بعض لوگ غنیمت کے لالچ سے شریک ہوئے تھے اور بعض لوگ محض لڑائی کا نظارہ دیکھنے گئے تھے حضور اس لشکر کی ساتھ ۶ر شوال ۸ھ کو حنین کی جانب روانہ ہوئے مسلمانوں کو حنین تک پہنچنے کیلئے ایک نہایت تنگ گھاٹی سے گذرنا پڑتا تھا۔ دشمنوں نے اپنے لشکر کو اُن پہاڑوں میں چھپا رکھا تھا جیسے ہی مسلمان وہاں کو گذرے انھوں نے دفعۃً تیروں کا نشانہ بنایا مسلمان اس بے خبری کے حملہ سے سخت گھبرائے اور پریشان ہوکر اِدھر اُدھر متفرق ہوگئے بخاری کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کو ابتدائی حملہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی اور وہ پیچھے بھاگے یہ لوگ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے کہ دفعۃً ان لوگوں نے جو پہاڑیوں کے درمیان چھپے ہوئے تھے چاروں طرف سے حملہ کردیا۔ یہ مجمع نہایت پریشانی کی حالت میں اِدھر اُدھر منتشر ہوگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ بجز چند اکابر صحابہ حضرت ابوبکر رض حضرت عمر رض حضرت علی رض حضرت عباس رض وغیرہ وغیرہ چند حضرات کے کوئی بھی نہیں رہا تھا اس پریشانی کی حالت میں بعض ضعیف الاسلام لوگوں کا عقیدہ بھی متزلزل ہوا۔ اور بعض نے آوازے اور فقرے کسنا شروع کیے۔ بعض لوگ بھاگ کر مکہ واپس آگئے اور مسلمانوں کے مغلوب ہوجانیکا مژدہ ان لوگوں کو سُنایا جو مسلمان نہ ہوئے تھے یا ظاہری طور پر اسلام قبول کرلیا تھا۔ حضور کا ہاشمی خون اسوقت جوش پر تھا آپنے اس خوفناک منظر میں اپنی سواری سے اتر کر پیادہ انا النبی لا کذب کہتے ہوئے دشمنوں کی فوج کا رُخ کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مہاجرین انصار اور اصحاب شجرہ کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک آواز دی کہ کہاں جارہے ہو ادھر آؤ آواز کا سننا تھا کہ پریشان حال منتشر جماعت لبیک کہتی ہوئی ایسی جوش محبت میں لوٹی جیسے اونٹنی اپنے بچہ کی طرف لوٹتی ہے۔ مسلمانوں کا لوٹنا تھا کہ طرفین میں ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے کچھ مٹی کنکریاں وغیرہ اٹھا کر شاہت الوجوہ کہتے ہوئے مقابل پر پھینکی۔ تھوڑی دیر لڑائی کا یہ منظر رہا اُسکے بعد لڑائی کا رُخ ایسا پھرا کہ جس میدان میں مسلمان پریشان نظر آرہے تھے۔ انکے بدحواس بھاگتے ہوئے نظر آنے لگے۔ اور اپنا مال و متاع اہل و عیال مسلمانوں کیلئے مال غنیمت بنا کر ایسے بھاگے کہ ادھر کا رُخ بھی نہ کیا قصہ حسب ضرورت مختصر طور سے لکھا گیا جو صاحب مفصل دیکھنا چاہیں کسی اُردو اسلامی تاریخ میں دیکھ لیں۔

یہاں پر ایک امر پر تنبیہ اشد ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق صرف ایک دو روایت دیکھنے سے کسی قسم کا اشکال پیدا کرلینا یہ علم کی کوتاہی ہے کسی ایک دو حدیث میں اکثر واقعہ کی پوری تفصیل نہ آسکتی ہے نہ مقصود ہوتی ہے ہر واقعہ کے متعلق اگر کوئی رائے قائم کرنا ہو تو جب تک اُس واقعہ کے پورے حالات سامنے نہ ہوں رائے زنی بے محل ہے اسی جنگ حنین کے متعلق کسی مختصر تاریخ کو دیکھ کر یا ایک دو حدیثوں کا ترجمہ دیکھ کر یہ خیال کرنا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ساری جماعت یا یہ پورا لشکر دس ہزار کا بھاگ گیا تھا اور بجز دو چار نفر کے حضور کے ساتھ کوئی بھی نہیں رہا تھا واقعہ کے خلاف ہونیکے علاوہ عقل سے بھی دور ہے۔ کفار کی جماعت جو بیس ہزار سے زیادہ تھی اُسکو کیا مشکل تھا کہ دو چار نفر کا محاصرہ کرلیتے جبکہ سب بھاگ چکے تھے چہ جائیکہ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور تنہا تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جو لڑائیوں کے حالات سے واقف ہوتے ہیں لشکروں کی ترتیب اور حملہ کے حالات پر بصیرت رکھتے ہیں وہ کسی ایسی روایت سے متعجب یا متاثر ہوں۔ لشکر کی عام ترتیب کے موافق پانچوں حصوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کی بھی ترتیب فرمائی تھی

http://mujahid.xtgem.com

مقدمۃ الجیش (لشکر کا اگلا حصہ) میمنہ میسرہ (دایاں بایاں حصہ) قلب یعنی درمیانی حصہ جس میں امیر لشکر کی حیثیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے اور پانچواں حصہ لشکر کا پچھلا حصہ اس کے علاوہ ہر ہر جماعت کا مستقل حصہ تھا جسکا ایک امیر مستقل جھنڈہ لئے ہوئے تھا اُس کی جماعت اُس کے ساتھ تھی۔ مہاجرین کا جھنڈہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تھا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سعد بن ابی وقاص اسید بن حضیر خباب بن منذر وغیرہ وغیرہ حضرات ایک ایک جماعت کا امیر بنے ہوئے اپنی اپنی مقررہ جگہ پر مامور تھے مقدمۃ الجیش میں قبیلہ بنی سلیم کی جماعت تھی جس کا جھنڈہ حضرت خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھا یہ جماعت لشکر کا اگلا حصہ تھا اسی جماعت کے ساتھ یہ قصہ پیش آیا کہ جب یہ گھاٹیوں کے درمیان سے نکلے تو دشمنوں نے اول پسپائی اختیار کی جسکی وجہ سے ان کو آگے بڑھنے اور اپنے کو غالب سمجھکر مال غنیمت کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ملا اور چھپے ہوئے دشمنوں نے چاروں طرف تیر برسانا شروع کر دیا ایسی صورت میں اس جماعت کی پسپائی بھی فطری چیز تھی اور ان کی پسپائی سے تمام لشکر میں تشویش انتشار ادھر اُدھر دوڑ ناضروری تھا لیکن اس کا مطلب یہ لینا کہ سارا ہی لشکر بھاگ گیا تھا پورے حالات پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے ہے چنانچہ عبدالرحمٰن ایک شخص کا بیان نقل کرتے ہیں جو اس وقت کافر تھا۔ کہ ہم نے جب مسلمانوں پر حنین میں حملہ کیا اور ان کو پیچھے ہٹانا شروع کیا تو وہ ہمارے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور پیچھے ہٹتے رہے ہم لوگ ان کا تعاقب کرتے رہے اور آگے بڑھتے رہے بڑھتے بڑھتے ہم ایک ایسے شخص تک پہنچے جو سفید خچر پر سوار تھے اور نہایت حسین چہرہ والے۔ لوگ ان کے گرد جمع تھے۔ انھوں نے ہم کو دیکھکر شاہت الوجوہ ارجعوا کہا یہ کہنا تھا کہ ہم مغلوب ہونا شروع ہوگئے اور وہ جماعت ہم پر چڑھ گئی۔ اسی بنا پر حضرت براء نے شمائل کی روایت میں جو اوپر گذری یہ کہا کہ حضور نے مُنہ نہیں پھیرا بلکہ کچھ تیز رو لوگ جو تیروں کی برداشت نہ کر سکے بھاگ گئے تھے اس کے ساتھ ہی یہ قصہ بھی پیش آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس راستے سے بڑھ رہے تھے اُس کو ترک فرماکر دائیں جانب کو بڑھنا شروع کیا۔ غور کی بات ہے کہ اس انتشار کی حالت میں لشکر کے اکثر حصہ کو کیسے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ حضور نے اس وقت کس جانب کو بڑھنے کا ارادہ کیا ایسی حالت میں حضور کے قریب ایک وقت میں سو آدمیوں کا رہ جانا جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے .... اور ایک موقعہ پر اسّی کا رہ جانا جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے حتّٰی کہ جب حضور نے خچر کو تیزی سے بڑھایا تو سامنے سے لوگ ہٹتے رہے اور صرف بارہ آدمی رہ گئے اور اس کے بعد صرف وہ چار شخص رہ گئے جو خچر کی باگ اور رکاب تھامے ہوئے تھے یا رکاب وغیرہ پکڑے ہوئے تھے حتی کہ جب خچر بھی حضور کی منشاء کے موافق نہ بڑھ سکا تو حضور اُس پر سے اتر کر تن تنہا کنکریوں کی ایک مٹھی لیکر انکی طرف بڑھ گئے یہی وقت ہے جس کو بخاری شریف کی روایت میں اس سے تعبیر کیا کہ حضور تنہا تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا اس کی ساتھ ایک اجمالی مضمون اپنے ذہن میں یہ ہونے سے کہ اس جنگ میں لوگ بھاگ گئے تھے یہ تجویز کر لینا کہ سارے ہی صحابہ حضور کے علاوہ بھاگ گئے تھے۔ پورے واقعات پر نظر نہ ہونے کا ثمرہ ہے۔ چونکہ پورے لشکر میں انتشار تھا اور یقیناً بہت سے لوگ بھاگ بھی رہے تھے بلکہ بعض لوگ اس ہزیمت سے خوش بھی ہو رہے تھے۔ جیسا کہ مفصل واقعات میں مذکور ہے ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی جیسا کہ انتشار کے وقت کا لازمی نتیجہ ہے اس لئے حضور نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے جو نہایت بلند آواز تھے لوگوں کو آوازیں لوائیں اور مہاجرین انصار اصحاب شجرہ وغیرہ جماعتوں کو علیحدہ علیحدہ آواز دلائی جس کے سُننے پر وہ سب پھر حضور کے گرد جمع ہوگئے

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا اسحاق بن منصور ثنا عبد الرزاق ثنا جعفر بن سلیمان انبانا ثابت عن انس[ف۵] ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ فی عمرۃ القضاء[له] وابن[ع] رواحۃ یمشی بین یدیہ وھو یقول[سه] خلوا بنی الکفار عن سبیلہ + الیوم نضربکم علی تنزیلہ[كه] + ضربا یزیل الھام عن مقیلہ + ویذھل الخلیل عن خلیلہ + فقال لہ عمر یا ابن رواحۃ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حرم اللہ تعالیٰ تقول شعرا فقال النبی

عبد اللہ ۱۲ — بالاتفاق رضی اللہ عنہ

اور دوسرے حملہ میں میدان مسلمانوں کے ہاتھ تھا۔ بہر حال اس مضمون میں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُس وقت کتنے آدمی تھے مختلف روایتیں ہیں اور ہر روایت اپنے اپنے موقع پر چسپاں ہے حتیٰ کہ صحیح بخاری کی روایت کہ حضور تن تنہا تھے کوئی ساتھ نہ تھا بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ جب حضور نے خچر سے اتر کر آگے بڑھکر ان پر کنکریاں یا مٹی پھینکی سب ہی اُس وقت پیچھے رہ گئے تھے اور حضور تنہا بڑھے چلے جارہے تھے لیکن کسی روایت میں بھی یہ نہیں ہے کہ جتنے کسی وقت حضور کے قریب تھے انکے علاوہ باقی سب ہی بھاگ گئے تھے (۵) انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو عبد اللہ بن رواحہ اپنی گردن میں تلوار ڈالے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے خلوا بنی الکفار الخ اے کافر زادو ہٹو آپ کا راستہ چھوڑ و آج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ آنے سے روکدینے پر جیسا کہ تم گذشتہ سال کر چکے ہو ہم تم لوگوں کی ایسی خبر لیں گے کہ کھوپڑیوں کو تن سے جدا کر دیں گے اور دوست کو دوست سے بھلا دینگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن رواحہ کو روکا کہ اللہ کے حرم میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھتے جارہے ہو حضور نے ارشاد فرمایا کہ عمر روکو مت یہ اشعار اُن پر اثر کرنے میں تیر برسانے سے زیادہ سخت ہیں۔

ف سنہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تھا لیکن کفار مکہ نے حضور کو موضع حدیبیہ میں روکدیا تھا اُس وقت جو شرائط فریقین میں ٹھیرے تھے اُن میں یہ بھی تھا کہ سال آئندہ آکر اپنا عمرہ پورا کر لیں اس معاہدہ کی بنا پر ذیقعدہ سنہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا یہ عمرہ حنفیہ کے نزدیک پہلے عمرہ کی قضا ہے اور اس عمرہ کا نام عمرۃ القضا ہونا بھی حنفیہ ہی کی تائید کرتا ہے۔ بعض ائمہ شافعیہ وغیرہ کا اس میں خلاف ہے اس کی بحث شروح حدیث میں مفصل مذکور ہے اسی سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور با عزت و شوکت عمرہ سے فراغت فرما کر حسب قرار داد تین دن مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ منورہ کو واپسی ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور کے ادب اور حرم کے

له القضاء۔ ای قضاء عمرۃ الحدیبیۃ وھو صریح لما قالہ علماؤنا من ان المحصر یجب علیہ القضاء سواء کان حجۃ فرضا او نفلا او کان احرامہ لعمرۃ قالہ القاری قلت یعنی ان تسمیتہ بعمرۃ القضاء مؤید لنا وما اولہ الشافعیۃ من ان المراد بہ القضیۃ بمعنی المقاضاۃ لا یساعدہ اللفظ ۱۲ ع ابن رواحۃ ای عبد اللہ بن رواحۃ وکان من احد شعرائہ علیہ السلام والحدیث اخرجہ المصنف فی جامعہ ثم قال وروی فی غیر ھذا الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ فی عمرۃ القضاء وکعب بن مالک بین یدیہ وھذا اصح عند بعض اہل الحدیث لان ابن رواحۃ قتل یوم موتۃ وانما کانت عمرۃ القضاء بعد ذلک اھ وتعقبہ الحافظ فی الفتح کما ذکر فی ہامش الکوکب الدری اذ قال ما حکی قول الترمذی ہذا ذھول شدید وغلط مردود وما ادری کیف وقع الترمذی فی ذلک مع وفور معرفتہ الی آخر ما ذکرہ وحاصلہ ان عمرۃ القضاء قبل سریۃ موتۃ التی استشہد فیہا ابن رواحۃ ۱۲ سه اختلفت الروایات فی الفاظ ہذہ الابیات وترتیب مصاریعہا کما بسط الی فظنی الفتح ۱۲ كه تنزیلہ۔ قال القاری ای بناء علی کونہ صلی اللہ علیہ وسلم رسولا منزلا علیہ الوحی او بناء علی تنزیلکم ایاہ واعطاء العہد والامان وعلی کل فالضمیر فی کلا المصراعین للرسول صلی اللہ علیہ وسلم وھو الظاھر والبعد ابن حجر حیث حمل الضمیر الی القرآن اھ قلت وہذا ہو المعروف عند شراح الحدیث وقال المناوی فرکہ علی تنزیلہ ای علی تنزیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مکۃ ولا نرجع کما رجعنا فی عام الحدیبیۃ او علی تنزیل القرآن وان لم یتقدم لہ ذکر اھ ۱۲ +

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

صلی اللہ علیہ وسلم خلِّ عنہ یا عمر فلھی اسرع فیھم من نضح النبل حدثنا علی بن حجر انبانا شریک عن سماک ابن حرب عن جابر بن سمرۃ قال جالست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من مائۃ مرۃ وکان اصحابہ یتناشدون الشعر ویتذاکرون اشیاء من امر الجاھلیۃ وھو ساکت وربما تبسم معھم حدثنا علی بن حجر انبانا شریک عن عبد الملک بن عمیر عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشعر کلمۃ تکلمت بھا العرب کلمۃ لبید الا کل شیء ما خلا اللہ باطل حدثنا احمد بن منیع ثنا مروان بن معویۃ عن عبد اللہ بن عبد الرحمن الطائفی

احترام کی رعایت سے ابن رواحۃ کو منع فرمایا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامی اور وقتی مصلحت سے کہ اشعار بھی لسانی جہاد ہے اس کو باقی رکھا ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت کعبؓ نے حضور سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک میں شعر کی مذمت نازل فرمائی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ مومن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی اور یہ زبانی جہاد بھی ایسا ہی ہے گویا کہ تم تیر برسا رہے ہو۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اشعار بھی جہاد کے حکم میں ہیں مگر شرائط اور قیود کی رعایت جیسا کہ اُس جہاد میں ضروری ہے اس میں بھی ہے (۶) جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سو مجلسوں سے زیادہ بیٹھا ہوں جن میں صحابہ اشعار پڑھتے تھے اور جاہلیت کے زمانہ کے قصے قصائص نقل فرماتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (اُن کو روکتے نہیں تھے) خاموشی سے سنتے تھے، بلکہ کبھی کبھی اُن کے ساتھ ہنسنے میں شرکت فرماتے تھے **ف** یعنی ان تذکروں میں کوئی ہنسی کی بات ہوتی تو حضور بھی تبسم فرماتے جس سے معلوم ہوا کہ وہ سکوت اور خاموشی ناراضی یا گرانی سے نہ تھی بلکہ توجہ باطنی کی وجہ سے ہوتی تھی اس لئے کوئی بات ایسی ہوتی تو حضور بھی تبسم فرماتے حضرت زید بن ثابت کاتب وحی فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پڑوس میں رہتا تھا جب وحی نازل ہوتی تو مجھے طلب فرما کر اُس کو لکھوا دیا کرتے تھے ہم لوگ جب دنیا کے تذکرہ کرتے تو حضور بھی دنیا کا تذکرہ فرماتے تھے اور جب ہم آخرت کے متعلق تذکرہ کرتے تو حضور بھی آخرت کا تذکرہ فرماتے جب ہم کھانے کا کوئی تذکرہ کرتے تو حضور اُسی نوع کا تذکرہ فرماتے مطلب یہ ہے کہ جس نوع کا تذکرہ صحابۂ کرام کرتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کمال شفقت و رأفت کی وجہ سے اُسی نوع کے تذکرے ان کی دلداری کے لئے فرماتے یہ نہ تھا کہ حضور کی مجلس میں صرف دین ہی دین کا تذکرہ ہو اور کوئی تذکرہ حضور کی مجلس میں نہ آئے کہ ان مختلف انواع کے تذکروں سے حضور کے ساتھ محبت اور موانست بڑھتی تھی اور جب ایک ہی نوع کا ذکر ہر وقت رہے تو بسا اوقات توحش کا سبب بنتا ہے بالخصوص اجنبی کے لئے کہ اجانب عموماً دنیاوی اغراض لیکر آتے ہیں اور یہی تذکرے ان کے تعلقات اور موانست کا سبب بنتے ہیں۔

(۷) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ شاعران عرب کے کلام میں بہترین کلمہ لبید کا یہ

۱؎ بکسر السین وتخفیف المیم ۱۲ ۲؎ ای یطلب بعضھم بعضا ان ینشد الشعر المحمود والانشاد ھو ان یقرأ شعر الغیر وفی بعض النسخ ینا شدون من باب المفاعلۃ قالہ القاری وقال المناوی التناشد والمناشدۃ قراءۃ البعض علی بعض شعرا ۱۲ ۳؎ ای علی عادتہ الشریفۃ کما تقدم فی باب کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدیث ابن ابی ہالۃ من انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان طویل السکت لا یتکلم فی غیر حاجۃ او المعنی ساکت عنہم لا یمنعہم من الانشاد والشعر ۱۲ ۴؎ ای احسنہا واوفقہا واجودہا ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

عن عمرو بن الشريد عن ابيه قال كنت ردف رسول الله صلى الله عليه وسلم فانشدته مائة قافية من قول امية بن ابى الصلت كلما انشدته بيتا قال لى النبى صلى الله عليه وسلم هيه حتى انشدته مائة يعنى بيتا فقال النبى صلى الله عليه وسلم ان كاد ليسلم حدثنا اسمٰعيل بن موسى الفزارى و على بن حجر والمعنى واحد قالا انبانا عبد الرحمٰن بن ابى الزناد عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع لحسان بن ثابت منبرا فى المسجد يقوم عليه قائما يفاخر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم او قال ينافح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ويقول رسول الله

مقولہ ہے الا كل شئ ما خلا الله باطل **ف**۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اسی باب کے نمبر ۲ پر گذر چکی ہے (۸) حضرت شرید کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور کی ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اُس وقت میں نے حضور کو امیہ کے سو شعر سُنائے۔ ہر شعر پر حضور ارشاد فرماتے تھے کہ اور سُناؤ۔ اخیر میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ اُس کا اسلام لے آنا بہت ہی قریب تھا **ف**۔ اس کی وجہ پہلے گذر چکی ہے کہ اُس کے اشعار میں توحید اعتراف قیامت وغیرہ امور حقہ ولفظ کے زیادہ ہوتے تھے یہی وجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سُننے کی تھی اور یہی وجہ اس کے قریب عن الاسلام ہونیکی تھی بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ حضور کا یہ ارشاد اس شعر پر تھا ۔ لك الحمد والنعماء والفضل ربنا ✦ فلا شئ اعلى منك حمداً ولا مجداً۔ اے ہمارے رب آپ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور آپ ہی کیلئے ملک کی تمام نعمتیں ہیں۔ اور آپ ہی کیلئے سب فضیلتیں ہیں۔ نہ آپ سے زیادہ کوئی تعریف کے قابل ہے۔ نہ آپ سے زیادہ کوئی بڑائی والا ہے۔ (۹) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھا کرتے تھے۔ تاکہ اُس پر کھڑے ہو کر حضور کی طرف سے مفاخرہ کریں یعنی حضور کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھیں یا حضور کی طرف سے مدافعت کریں یعنی کفار کے الزامات کا جواب دیں۔ یہ شک راوی ہے۔ اور حضور یہ بھی فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ روح القدس سے حسان کی امداد فرماتے ہیں جب تک وہ دین کی امداد کرتے ہیں **ف**۔ جہاد ہر وقت اور ہر زمانہ میں مختلف انواع سے ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جہاد سیفی تھا کہ تلواروں سے باہم فیصلہ ہو جاوے دوسرا جہاد لسانی تھا کہ وقتیہ اشعار وقصائد پڑھے جاویں اور ان اشعار میں مقابلے ہوتے تھے اپنے فخر کی داستان

---

۵۱ عمرو بالواو على الصواب وفى نسخة بدون الواو ولا يصح اذ ليس فى الرواة احد اسمه عمر بن الشريد وهو عمرو بن الشريد بن سويد الثقفى قال عصام لم اجد ترجمته وتعقيبه المناوى ۵۲ هكذا فى المتون الموجودة عندى وزاد فى بعض الشروح بعد قوله كنت ردف النبى صلى الله عليه وسلم فقال هل معك من شعر امية بن ابى الصلت شئ فقلت نعم فقال هيه فانشدته بيتا فقال هيه ثم انشدته بيتا فقال هيه حتى انشدته مائة بيت فانشدته مائة قافية الحديث والظاهر ان هذه ليست بنسخة بل وقع التخليط فى المتن والشرح واختلط رواية بالاخرى ۱۲ ۵۳ قافية المراد بها البيت اطلق الجزء واراد الكل مجازا ۱۲ ۵۴ هيه بكسر الهاء واسكان الياء وكسر الهاء الثانية قالوا والهاء الاولى مبدلة من الهمزة واصلها ايه للاستزادة من الحديث المعهود وتستعمل للاستزادة من غير معهود واسم فعل بمعنى حدث وهى بسكون الهاء كلمة زجر بمعنى حسبك كما فى بعض الحواشى من ضبطها ههنا بالسكون مشكل كذا قاله المناوى ۱۲ ۵۵ لحسان ضبط منصرف وغير منصرف بناء على انه فعال او فعلان والثانى هو الاظهر قال القارى ذكر ايضا هو حسان ابن ثابت بن المنذر بن عمرو بن حرام الانصارى عاش مائة وعشرين سنة نصفها فى الاسلام وكذا عاش ابوه وجده وجد ابيه المذكورون اه ۱۲ وفى الحديث دليل على جواز الانشاد فى المسجد للضرورة ۱۲ ۵۶ اى آلة المنبر وهو الارتفاع وكل شئ رفع فقد نبر ۱۲ ق م ۵۷ اى يذكر مفاخر رسول الله صلى الله عليه وسلم ۱۲ ۵۸ اى يخاصم ويدافع من نفحت الدابة ضربت برجلها ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما ینافح او یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا اسمٰعیل بن موسیٰ وعلی بن حجر قالا ثنا ابن ابی الزناد عن ابیہ عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ

باب ماجاء فی کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السمر

حدثنا الحسن بن صباح البزار ثنا ابو النضر ثنا ابو عقیل الثقفی عبد اللہ ابن عقیل عن مجالد عن الشعبی عن مسروق عن عائشۃ قالت حدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ نساءہ حدیثا فقالت امرءۃ منھن

ذکر کئے جاتے تھے جیسا کہ آجکل مناظروں کا طرز ہے۔ ایک مرتبہ بنو تمیم کا وفد آیا انکے ساتھ ان کا شاعر اقرع بھی تھا انھوں نے آکر حضور کو مناظرہ کی دعوت اشعار اور فخریہ مضامین بیان کرنے کی دی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میری بعثت نہ تو اشعار کے لئے ہے نہ فخر کیلئے تاہم یہ مناظرہ بھی کرلو اول ان کا مقرر کھڑا ہوا تو حضور نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ مقابلہ پر تقریر کریں اس کے بعد ان کا شاعر کھڑا ہوا جس کے جواب کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو حکم فرمایا دونوں مناظروں میں مسلمانوں کو غلبہ رہا اور سب سے اول ان کا شاعر مسلمان ہوا۔ غرض اشعار کا مقابلہ اس وقت کا عام دستور تھا اور یہ اشعار کثرت سے نقل کئے جاتے تھے۔ اور یہ اشعار اُن پر مؤثر بھی ہوتے تھے چنانچہ اسی باب کی پانچویں حدیث میں یہ مضمون گذر چکا ہے مسلم شریف میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور کا یہ ارشاد وارد ہے کہ ہجو قریش کیلئے تیر برسانے سے زیادہ نافع ہے مشکوٰۃ شریف میں استیعاب سے نقل کیا ہے کہ حضرت کعب نے حضور سے اشعار کے بارہ میں استمزاج کیا تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مؤمن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔ اسی قصہ کی ایک روایت میں ہے کہ واللہ یہ اشعار اُن پر ایسے جا کر لگتے ہیں جیسے تیر۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام رات کو قصہ گوئی میں

ف - یعنی حضور نے جو قصے کہانی نقل فرمائے ہیں اُنکا نمونہ دو حدیثیں مصنف نے اس میں ذکر فرمائی ہیں (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا ایک عورت نے کہا یہ قصہ حیرت اور تعجب میں بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے (عرب میں خرافہ کے قصے ضرب المثل تھے) حضور نے دریافت فرمایا کہ جانتی بھی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا تھا۔ خرافہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے ایک عرصہ تک اُنھوں نے اُس کو اپنے

لہ روح القدس ای جبرئیل وقد جاء فی حدیث مصرحا وسمی بہ لانہ یاتی الانبیاء بما فیہ الحیوۃ الابدیۃ واضافۃ الی القدس وھو الطہارۃ لانہ خلق منہا والمراد بتایید ہ امدادہ بابلغ جواب اوانہ یحفظہ عن الاعداء ۱۲ ؎۲ شک من الراوی علی طریق الشک السابق الاانہ نشرلا علی طریق الالف ۱۲ م ؎۳ مثلہ ای مثل الحدیث المتقدم والفرق بین الاسنادین ان فی الاول روایۃ عبد الرحمٰن عن ہشام عن عروۃ وہذا روایۃ عبد الرحمٰن عن ابیہ عن عروۃ بدل ہشام عن عروۃ والسند ان متصلان وذکرہما للتقویۃ قالہ القاری ۱۲ ؎۴ بفتح السین المہملۃ وسکون المیم حدیث اللیل من المسامرۃ وھی المحادثۃ وفی النہایۃ الروایۃ بفتح المیم ورواہ بعضہم بسکون المیم واصل السمر ضوء لون القمر سمی بہ لانہم کانوا یتحدثون فیہ قالہ القاری وقال البیجوری ھو بفتح المیم ای حدیث اللیل وجوز بعضہم تسکینہ علی انہ مصدر بمعنی المسامرۃ وھی المحادثۃ اھ وقال المناوی السمر بفتح المیم حدیث اللیل سمی اللیل بہ حدیثہ فی ظل القمر فی اللقاء ولکن مقصود الباب نص علی التکلم وسلم جوز السمر وسمعہ ونعلہ ۱۲ ؎۵ البزار۔ بتشدید الزای آخرہ راء مہملۃ قال المناوی البزار کلمۃ بمعجمتین الاکلۃ ـ ہذا وخلف بن ہشام وابوبکر بن عمر

http://mujahid.xtgem.com

كان الحديث حديث خرافة فقال اتدرون ما خرافة ان خرافة كان رجلا من عذرة اسرته الجن فی الجاهلية فمكث فيهم دهرا ثم ردوه الى الانس فكان يحدث الناس بما رأی فیهم من الاعاجيب فقال الناس حديث خرافة

حديث ام زرع حدثنا علی بن حجر قال انا عیسی بن یونس عن هشام بن عروة عن اخیه عبد الله بن عروة عن عروة

پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ گئے۔ وہاں کے زمانۂ قیام کے عجائبات وہ لوگوں سے نقل کرتا تھا تو وہ متحیر ہوتے تھے اسکے بعد سے لوگ ہر حیرت انگیز قصے کو حدیث خرافہ کہنے لگے **ف**۔ ممکن ہے کہ اس شخص کا نام کچھ اور ہو اُسکے قصوں کو لوگ جھوٹ اور مَن گھڑت سمجھتے تھے اس لئے وہ شخص خرافہ سے مشہور ہوگیا۔ زمانۂ جاہلیت میں جنات کا نہایت غلبہ اور زور تھا وہ نہایت کثرت سے لوگوں کو ستاتے تھے لے جاتے تھے ان سے باتیں کرتے تھے عورتوں سے صحبت کرتے تھے جن کے واقعات مشہور ہیں۔ اسلام کے بعد ان کا زور گھٹ گیا حتی کہ بعض لوگ تو اس کے قائل ہوگئے کہ جنات کا وجود پہلے تھا اب ہے ہی نہیں لیکن یہ صحیح نہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ ان کا وہ زور نہیں رہا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم میں تشریف آوری کے وقت کے واقعات اور جنات کی حیرانی پریشانی اور گریہ و نوحہ کے واقعات اس کے شاہد ہیں بخاری شریف میں حضرت عمرؓ نے ایک کاہن کی محبوبہ جنیہ کے حسرت بھرے اشعار اور جنات کی ذلت و نکبت کا حال ذکر کیا ہے سیوطی نے خصائص کبریٰ میں بہت سے واقعات اس کے ذکر کئے ہیں۔ (۲) **حدیث ام زرع**۔ یہ باب مذکور کی دوسری حدیث ہے لیکن چونکہ اسکا قصہ طویل ہے اور نیز مشہور ہے چنانچہ اس پر مستقل تصانیف بھی کی گئی ہیں اسلئے امام ترمذی نے بھی اسکو ذرا ممتاز کر دیا۔ اس حدیث کے نام بھی مختلف ہیں مگر مشہور نام یہی ہے چونکہ قصہ طویل ہے اس لئے ہر ہر عورت کا قصہ علیحدہ علیحدہ مع اُسکے فائدے کے بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ کرکے بیٹھیں کہ اپنے اپنے خاوند کا پورا پورا حال سچا سچا بیان کردیں کچھ چھپائیں نہیں۔ **ف**۔ ان گیارہ عورتوں کے نام صحیح روایات سے ثابت نہیں اگرچہ بعض روایات میں بعض کا نام آتا ہے یہ عورتیں یمنی یا حجازی تھیں انکے ناموں میں بہت اختلاف ہے اس لئے نام حذف

لہ بضم الخاء المعجمة وتخفيف الراء المهملة ولا تدخله ال كما فی الصحاح لانه معرفة الا ان تريد به الخرافات الموضوعة من حديث الليل قال ابن حجر وتبعه المناوی لم ترد المرأة ما يراد من هذا اللفظ وهو الكناية عن ذلك الحديث بانه كذب مستلح لانها عالمة بانه لا يجری علی لسانه صلی الله عليه وسلم الا الحق وانما ارادت انه حديث يستلح فحسب وذلك لان حديث خرافة يشتمل علی وصفين الكذب والاستملاح فالتشبيه فی احدهما لا فی كليهما وقال القاری لا الظهر ان يقال ان حديث خرافة يطلق علی كل ما يكذبونه من الاحاديث وعلی كل ما يستملح ويتعجب منه ملا فی النهاية فاستعمل ههنا علی المعنی الثانی فلا اشكال اه ۱۲ **عہ** اتدرون بتذكير الضمير باعتبار كمال عقولهن ويحتمل ان يكون هناك بعض المحارم من الرجال وفی بعض النسخ اتدرين ولما كانت العرب يكذبون باحاديثه كلها حتی ضرب المثل باحاديثه فی الكذب خبرا لنبی صلی الله عليه وسلم علی حقيقة امره ۱۲ **سہ** عذرة بضم عين مهملة وسكون ذال معجمة قبيلة مشهورة من اليمن وهی قبل بعثته صلی الله عليه وسلم قاله القاری ۱۲ **کہ** بزای مفتوحة وراء ساكنة وعين مهملة واحدة من النساء المذكورات فی الحديث اضيف اليها الحديث لان معظم الكلام فيه يتعلق بها ولهذا الحديث القاب اشهرها هذا وافرده الائمة بالتاليف منهم القاضی عياض والرافعی فی مؤلف جامع وساقه بتمامه فی تاريخ قزوين وآخرهم مولانا فيض الحسن الاديب السهارنفوری شرحه فی مؤلف سماه التحفة الصديقية قال الحافظ ابن حجر روی هذا الحديث من اوجه بعضها موقوف وبعضها مرفوع ويقوی رفعه قوله فی آخره كنت لك كابی زرع لام زرع تتفق علی رفعه وذلك يقتضی انه عليه السلام سمع القصة واقرها فيكون كله مرفوعا من هذه الحيثية

قاله المناوی ۱۲

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت جلست احدی عشرۃ امرأۃ فتعاهدن وتعاقدن ان لا یکتمن من اخبار ازواجهن شیئاً فقالت الاولی (۱) زوجی لحم جمل غث علی راس جبل وعر لا سهل فیرتقی ولا سمین فینتقل قالت الثانیۃ (۲) زوجی لا ابث خبرہ انی اخاف ان لا اذرہ ان اذکرہ اذکر عجرہ وبجرہ قالت الثالثۃ (۳) زوجی العشنق

کر دیئے گئے ان کے خاوند دوسری جگہوں پر اپنی اپنی ضروریات میں گئے ہوئے تھے یہ خالی تھیں دل بہلانے کو باتیں شروع ہو گئیں اور یہ معاہدہ قرار پایا کہ ہر عورت اپنے خاوند کا صحیح صحیح حال بیان کرے۔ **ت** (۱) ایک عورت اُن میں سے بولی کہ میرا خاوند ناکارہ دُبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے گویا بالکل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں زندگی باقی ہی نہیں رہی اور گوشت بھی اونٹ کا جو زیادہ مرغوب بھی نہیں ہوتا) اور گوشت بھی سخت دشوار گذار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ سہل ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ وہ گوشت ایسا ہے کہ اسکی وجہ سے تو دقت اٹھا کر اُس کے اتارنے کی کوشش کی ہی جائے اور اُسکو اختیار کیا ہی جائے **ف** ۔ مطلب یہ کہ وہ ایک بیکار ہستی ہے جس سے کسی کو جانی یا مالی نفع نہیں ہے اور پھر اس کے باوجود متکبر اور بدخلق بھی اس درجہ کا ہے کہ اُس تک رسائی بھی مشکل ہے۔ نہ ملتے بن پڑے نہ چھوڑتے بن پڑے کسی مصرف کی دوا نہیں ہے بیکار محض ہے اور بدخلقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اُس تک رسائی بھی مشکل ہے۔ **ت** (۲) دوسری بولی کہ میں اپنے خاوند کی بات کہوں تو کیا کہوں اُس کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتی) مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اُس کے عیوب شروع کر دوں تو پھر خاتمہ کا ذکر نہیں اگر کہوں تو ظاہری اور باطنی عیوب سب ہی کہوں **ف** ۔ مقصود یہ ہے کہ میں اُسکے عیوب کو گنوا کر تو کہاں تک گنواؤں سراپا عیب ہے کسی میں دو چار عیب ہوں تو انکو گنوا بھی دے اور جس میں عیوب ہی عیوب ہوں کہاں تک گنوائے کس کس کو جتائے اتنی لانبی داستان ہے کہ سُننے والے اکتا جائیں۔ بعض شراح نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس نے معاہدہ کے خلاف اپنے خاوند کی بات کہنے سے انکار کر دیا مگر صحیح یہ ہے کہ اس نے مختصر الفاظ میں سب ہی کچھ کہہ دیا کہ وہ مجسمہ عیوب ہے، اُس کے عیوب شمار سے باہر ہیں۔ **ت** (۳) تیسری بولی کہ میرا خاوند لمڈھینگ ہے یعنی بہت زیادہ لانبے قد کا آدمی ہے اگر میں کبھی کسی بات میں بول پڑوں تو فوراً طلاق، اگر چپ رہوں تو اُدھر میں لٹکی رہوں **ف** ۔ اس کے زیادہ لانبے ہونے کو یا تو اس لئے ذکر کیا کہ مشہور قول کے موافق یہ بے وقوفی کی علامت ہوتی ہے اور اگلا کلام اُس کی بے وقوفی کا بیان ہے یا اس لئے ذکر کیا کہ بدصورت بھی ہے منارہ کی طرح لانبا جو بلا مناسب مٹاپے کے بدنما ہوتا ہے اور بدخلق بھی ہے کہ اگر کوئی بات بھی زبان سے نکالوں

۱ـه کن جی زیارات او میمیات قولان ومن قال کن من متشم فلیس بقول ثالث فان ختشم لبطن من الیمن ۱۲ **۲ـه** تشبیہ بلیغ کانہ لحم لا حیاۃ فیہ فلحم جمل ادون اللحوم والمقصود المبالغۃ فی قلۃ نفعہ والرغبۃ عنہ ونفارہا الطبع منہ ۱۲ **۳ـه** غث مہزول وشدید الردی بالجر صفۃ جمل وبالرفع صفۃ لحم والاخر فتح لسکون صفۃ لجبل بمعنی صعب فینتقی ای یختار ولا کل فی النسخۃ فینتقل ۱۲ **۴ـه** لا ابث۔ اشکل علیہ انہ نقض العہد ورد بانہن لم یکن مسلمات فالیفاء العہد لم یکن واجبا علیہن وہذا کلہ لیس بشیء بل ہذا ہو بیان حالہ اشارت الیہ باوثق وجہ واکملہ یعنی انی لشدۃ حالہ لا استطیع ان ابث خبرہ فہو بیان سوء خلقہ ۱۲ **۵ـه** اذرہ۔ الضمیر المنصوب للخبر ای خبرہ طویل ان نقلتہ لم اتمہ وقیل للزوج وقیل ہو بعید وان مکسورۃ والجملۃ مستانفۃ والعجر جمع عجرۃ وہی نفخۃ فی عروق العنق حتی تراہا ناتئۃ من الجسد والبجر جمع بجرۃ ہو نتو السرۃ ثم استعملتا فی العیوب الظاہرۃ والباطنۃ ارادت ما تقاسی منہ من الاذیۃ وسوء العشرۃ قالہ القاری وما قیل ان المراد امرہ کلہ لا بمعنی عیوبہ فیحتمل المدح ینفیہا ظاہر السیاق قالہ المناوی ۱۲ **۶ـه** العشنق بمہملۃ معجمۃ مفتوحتین فنون مشددۃ مفتوحۃ فقاف الطویل المستکرہ وقیل معناہ سیئ الخلق فان ارادت سوء الخلق فاجدہ

http://mujahid.xtgem.com

ان انطق اُطلّق وان اسکت اُعلّق قالت الرابعۃ (۴) زوجی کلیل تہامۃ لاحر ولا قر ولا مخافۃ ولا سامۃ قالت الخامسۃ (۵) زوجی ان دخل فہد و ان خرج اسد ولا یسأل عما عہد قالت السادسۃ (۶) زوجی ان اکل لف وان شرب

کوئی اپنی ضرورت ظاہر کروں فوراً طلاق دیدے اور چپ رہوں کوئی ضرورت اپنی اُس پر ظاہر نہ کروں تو خود سی کسی بات کی پرواہی نہیں ہے بس یوں ہی اُدھر میں لٹکی رہتی ہوں نہ شوہر والیوں میں شمار کہ شوہروں جیسی کوئی بات ہی نہیں اور نہ بے شوہر والیوں میں کہ کوئی دوسری جگہ تلاش کروں بعض روایات میں اس عورت کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ میں ہر وقت ایسی رہتی ہوں جیسے کوئی تیز تلوار کی دھار کے نیچے ہو کہ ہر وقت فکر سوار نہ معلوم کب کام تمام ہو جائے۔ ت (۴) چوتھی نے کہا کہ میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح معتدل مزاج ہے نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا نہ اُس سے کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال۔ ف یعنی معتدل مزاج ہے نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے نہ بیزار رہتا ہے۔ نہ اُس کے پاس رہنے سے خوف ہوتا ہے نہ طبیعت اُکتاتی ہے۔ اس عورت کا نام مہد بنت ابی ہرومہ بتلایا جاتا ہے تہامہ مکہ مکرمہ اور اُس کے گرد و نواح کو کہتے ہیں وہاں کی رات ہمیشہ معتدل رہتی ہے خواہ دن میں کتنی ہی گرمی ہو۔ ت (۵) پانچویں نے کہا کہ میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اُس کی تحقیقات نہیں کرتا۔ ف۔ اس عورت کا نام کبشہ بتلایا جاتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اُس نے اپنے خاوند کی مذمت کی یا تعریف کی۔ اس کے کلام سے دونوں نکل سکتی ہیں۔ لیکن ظاہر تعریف ہی معلوم ہوتی ہے بالجملہ اگر اس کو مذمت قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آکر چیتے کی طرح سو رہتا ہے نہ بات کا کہنا نہ کام سے غرض باہر جاتا ہے تو اچھا خاصہ شریفانہ برتاؤ کرتا ہے گھر میں کچھ مصیبت آجائے اُس سے کچھ مطلب نہیں نہ پوچھنا نہ خبر لینا۔ اور اگر تعریف ہے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آکر نہایت بے خبر ہو جاتا ہے کسی بات میں کرید نہیں نکالتا، خفا نہیں ہوتا۔ ایسا بے خبر رہتا ہے جیسے سونے والا ہوتا ہے ہم جو چاہے کھادیں پکادیں وہ کسی چیز میں دخل نہیں دیتا نہ ہم پر ہر بات کی تحقیق کرتا ہے کہ فلاں کام کیوں کیا، فلاں بات کیوں ہوئی باہر جاتا ہے تو شیر کی طرح سے ڈانٹ ڈپٹ خوب دھڑ لے سے کرتا ہے۔ گھر میں جو کھانے پینے وغیرہ کی اشیاء ہیں اُن کا مطالبہ اور تحقیقات نہیں کرتا کہ کہاں خرچ کی اور کیوں خرچ کی۔ جو چیز گھر میں آگئی گھر والے جس طرح چاہے اُس کو خرچ کریں۔ ت (۶) چھٹی بولی کہ میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا جس سے میری پراگندگی معلوم ہو سکے ف اس کے کلام میں بھی تعریف اور مذمت دونوں کہی جاتی ہیں لیکن جیسا کہ پانچویں کے کلام میں تعریف زیادہ ظاہر ہے اس کے کلام میں مذمت زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ اگرچہ ہے جیسا کہ بعض شراح

ف انطق۔ ای اتکلم بعیوبہ او لستلوح بہ قالہ القاری قلت او التکلم بحضرہ مطلقا ۱۲ ف قال المناوی ای یصیرنی معلقۃ امرأۃ لا بعل لہا یرعی حالہا ولا ایما تتزوج ان تتزوج قال تعالیٰ فتذروہا کالمعلقۃ قال القاری فہذا فی روایۃ علی حد السنان المذلق بفتح المعجمۃ وتشدید اللام ای المحدد والمعنی انہا منہ علی حذر کثیر وحمل کبیر ۱۲ ف تہامۃ بکسر التاء ردی مکۃ وما حولہا من الاغوار وقیل کل ما نزل عن نجد من بلاد الحجاز واما المدینۃ المنورۃ فلا تہامیۃ ولا نجدیۃ ۱۲ ف ولا مخافۃ الظاہر ان لا لنفی الجنس فہو مفتوح والخبر محذوف والجمل الاربع فی محل النصب علی الحالیۃ من لیل تہامۃ واللیل توصف بالمخافۃ کما قول الہذلی حملت بہ فی لیلۃ مزودۃ کبسب فیہا من الغارات وتوصف بالملال لطول الاستدلو وشدۃ الحر او البرد وقیل بان یکون الجمل فی محل الرفع علی الخبریۃ من الزوج فیراد باخر الطیش و بالقرار السلد ۱۲ ف فہد بکسر الہاء علی انہ فعل ماض وقیل اذا اسم خبر مبتدأ محذوف ای ہو فہد وکذا قولہ اسد والکلمۃ تحتمل الذم ای کالفہد فی وثوبہ لیضرب تمردہ وتغافلہ عن امور اہلہ فان الفہد موصوف بکثرۃ النوم حتی یقال ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

اشتف وان اضطجع التف ولا یولج الکف لیعلم البث قالت السابعة (۷) زوجی عیایاء او غیایاء طباقاء کل داء لہ داء شجک او فلک او جمع کلا لک قالت الثامنة (۸) زوجی المس مس ارنب والریح ریح زرنب قالت التاسعة (۹) زوجی رفیع العماد عظیم الرماد طویل النجاد قریب البیت من الناد

نے کہی تو مطلب یہ ہے کہ جب کھاتا ہے تو سب کچھ کھاتا ہے کہیں میوہ جات ہیں کہیں پھل ہیں مختلف انواع کے کھانے ہیں۔ اور جب پینے کا نمبر آتا ہے تو کبھی دودھ ہے کبھی شراب ہے شربت ہے غرض سب کچھ پیتا ہے ہر قسم کی چیزیں اُس کے دسترخوان پر ہوتی ہیں خرچ کرنے والا ہے کنجوس بخیل نہیں ہے کہ دال ہے تو گوشت نہیں ہے پانی ہے تو دودھ نہیں جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہے دوسروں کی چھیڑ میں ہاتھ نہیں ڈالتا یعنی عیوب کی تفتیش نہیں کرتا کوتاہیوں کو تلاش کرتا نہیں پھرتا اور اگر مذمت ہے جیسا کہ اکثر کی رائے ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھانے کا نمبر آئے تو جو کچھ سامنے ہے سب نمٹا دے گھر والوں کو بچے نہ بچے بھینس کی طرح ساری کونڈ ختم کر دے پینے کا نمبر آئے تو سارا کنواں چڑھا جائے غیر دل اور اجنبیاں کی طرح الگ اپنی چادر میں لپٹ کر سو جائے مجھ سے لپٹنا تو درکنار کبھی بدن کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا کہ میرے دکھ درد کی کوئی خبر لے یا میرے بدن کی گرمی سردی کا کچھ پتہ لے۔ **ت** (۷) ساتویں کہنے لگی کہ میرا خاوند صحبت سے عاجز نامرد اور احمق بے وقوف کہ بات بھی نہیں کر سکتا دنیا میں جو کوئی بیماری کسی میں ہو گی وہ اس میں موجود ہے اخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گذرے۔ **ت** (۸) آٹھویں نے کہا کہ میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے **ف**۔ اس عورت کا نام ناشرہ بنت اوس بتلایا جاتا ہے اس کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ نرم مزاج ہے سخت اور بد خو نہیں اُس میں لذت جسمانی و روحانی دونوں موجود ہیں کہ نازک بدن ہے پسینے کو دل چاہے یا نرم مزاج ہے کہ غصہ کا نام ہی نہیں اسکے ساتھ خوشبو میں مہکتا رہتا ہے بعض روایات میں اسکی بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جسکا ترجمہ ہے کہ میں اُس پر غالب رہتی ہوں اور وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے یعنی میرا غالب رہنا اُس کے عاجز ناکارہ ہونیکی وجہ سے نہیں ہے اسلئے کہ وہ سب پر غالب رہتا ہے بلکہ میری محبت یا اُس کی شرافت کی وجہ سے میں غالب رہتی ہوں۔ **ت** (۹)۔ نویں نے کہا کہ میرا خاوند رفیع الشان بڑا مہمان نواز اونچے مکان والا بڑی راکھ والا ہے دراز قد والا ہے اُسکا مکان مجلس اور دار المشورہ کے قریب ہے۔ **ف**۔ اس عورت نے اپنے اس کلام میں بہت سی تعریفیں کی ہیں۔ اول تو یہ کہ اُسکا گھر اونچا ہے اس سے اگر حقیقت میں

ل۵ اشتف ای شرب اشتفافہ بضم الشین وہی بقیۃ الماء فی قعرہ ای یستقصی الماء ولا یدع فی الاناء شیئا ذا ارادۃ المدح بانہ یاکل کل صنوف الطعام ویشرب جمیع اہلہ کل الشرب ولا یدخر الشیٔ لغد بعید ۱۲ ۵ قال فی القاموس البث الحال او اشد الحزن اھ فالمعنی انہ لا یدخل یدہ فی ثیاب المرأۃ لیعلم حرارتہا دحالہا ۱۲ ۵ عیایا بفتح العین المہملۃ العنین العاجز عن الضراب وغیایا بفتح الغین المعجمۃ وہی من الضلالۃ والخیبۃ شک من الراوی وقیل التخییر وطباقاء بفتح اولہ ممدود الاحمق تنطبق علیہ الامور او منہم ینطبق علیہ الکلام او یطبق بصدرہ علی المرأۃ وہو مکروہ عند النساء ولذا قالت امرأۃ امریٔ القیس تذمہ ثقیل الصدر خفیف العجز سریع الاراقۃ بطیٔ الافاقۃ وذلک لان الرجل اذا طبق بہا لا یصیب الی ما ترید المرأۃ اصابتہ ۱۲ ۵ کل داء فی الناس لہ داء ای جمیع الادواء فیہ موجودۃ ۱۲ ۵ شجک بتشدید الجیم المفتوحۃ وکسر الکاف ای جرحک فی الراس والخطاب لنفسہا او المراد خطاب العام فلک ای ضربک وکسرک والفل کسر عظم باقی الاعضاء دون الراس او جمع کلا من الشج والفل ۱۲ ۵ المس ای مسہ فاللام عوض عن ضمیر المضاف الیہ والارنب معروفۃ بین المس ونعومۃ الجلد والوبر والزرنب بفتح الزای او الذال لغتان فالمہملۃ فالنون نبت طیب الرائحۃ وقیل زعفران وقیل نوع من الطیب زاد فی بعض الروایات کما حکاہ الحافظ وانا اغلبہ والناس یغلب ۱۲ ۵ ای شریف الذکر ظاہر الصیت اذ العماد فی الاصل عمد تقوم علیہا البیوت کنت بذلک عن علو حسبہ وشرف نسبہ او ہو علی الحقیقۃ فان بیوت الاشراف اعلی من بیوت الاحاد ۱۲ ۵ ام ۵ النجاد بکسر النون حمائل السیف وطولہ یدل علی امتداد القامۃ لان طولہا ملزم لطول نجادہ ویمکن ان یکون کنایۃ عن سعۃ حکمہ

http://mujahid.xtgem.com

قالت العاشرة (۱۰) زوجی مالك وما مالك مالك خير من ذلك له ابل كثيرات المبارك قليلات المسارح اذا سمعن صوت المزهر ايقن انهن هوالك قالت الحادية عشرة (۱۱) زوجی ابو زرع وما ابو زرع اناس من حلی اذنی وملأ من شحم عضدی وبجحنی فبجحت الی نفسی وجدنی فی اهل غنيمة بشق فجعلنی فی اهل صهيل واطيط ودائس ومنق

استفهام للتعظيم والتعجب ۱۲ — غرضها انه يحمل اوبل وه يرسل الى المرعى ۱۲ — اصوات الخيل ۱۲ — مصغر للتقليل ۱۲ — ای فرحنی ۱۲

بڑی عمارت مراد ہے تب تو اُسکی ریاست اور مالدار ہونیکی طرف اشارہ ہے اسلئے کہ اونچا محل مالدار ہی طیار کرائیگا اور اگر اونچی محل سے مکان کا اونچائی پر ہونا مراد ہے جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ سخی اور کریم لوگ اپنا مکان بلندی پر بناتے تھے تاکہ پردیسی مسافر دور سے دیکھکر چلا آوے تو اس صورت میں اُسکے شریف کریم سخی ہونیکی تعریف ہے۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اونچے مکان سے مراد شرافت اور حسب نسب کے اعتبار سے اُنچائی مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ اونچے خاندان کا ہے۔ دوسری تعریف اُسکی مہمان نوازی کی ہے گھر میں راکھ کا بہت ہونا لازم ہے کثرت سے کھانا پکنے کو جو مہمان نوازی کیلئے لازم ہے۔ تیسری تعریف اُسکے دراز قدی کی ہے دراز قد ہونا بشرطیکہ اعتدال سے زیادہ نہ ہو مردوں میں ممدوح شمار ہوتا ہے۔ مجلس سے گھر کے قریب ہونیکا مطلب یہ ہے کہ ذی رائے اور سمجھدار ہے ہر شخص اس سے مشورہ پوچھنے آتا ہے اسلئے گویا اُسکا گھر ہر وقت دار المشورہ رہتا ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی شخص مشورہ کرنے کیلئے آتا ہی رہتا ہے۔ بندہ کے نزدیک اسکا مطلب یہ بھی محتمل ہے کہ دار المشورہ سے اپنا گھر قریب رکھتا ہے تاکہ مجتمع ہونیوالوں کیلئے تواضع وغیرہ میں یہ کہنا نہ پڑے کہ میرا گھر تو دور ہے اسلئے گھر قریب رکھتا ہے تاکہ تواضع سامان میں دیر نہ لگے اور اسکی وجہ سے عذر کرنیکی نوبت نہ آوے۔

ف (۱۰) دسویں نے کہا کہ میرا خاوند مالک ہے مالک کا کیا حال بیان کروں وہ ان سب سے جو اب تک کسی نے تعریف کی ہے یا اُن سب تعریفوں سے جو میں بیان کرونگی بہت ہی زیادہ قابل تعریف ہے اُسکے اونٹ بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھلائے جاتے ہیں چراگاہ میں چرنے کیلئے کم جاتے ہیں۔ وہ اونٹ جب باجہ کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت آگیا۔

ف۔ اس عورت کا نام کبشہ بنت مالک بتلایا جاتا ہے اس نے اپنے خاوند کی سخاوت کی تعریف کی ہے جسکی توضیح یہ ہے کہ اونٹ اگر چراگاہ میں چرنے جائیں تو ضیافت اور مہمانی کے وقت اُنکے واپس آنیکا انتظار کرنا پڑتا ہے اور اُسکے یہاں ہر وقت مہمان داری رہتی ہے اسلئے اُسکے اونٹ چرنے نہیں جاتے گھر ہی کھڑے کرکے کھلائے جاتے ہیں تاکہ مہمانوں کے آنے پر فوراً ذبح کر دیئے جاویں باجے کی آواز کی بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ اُسکی عادت ہے کہ جب کوئی مہمان وغیرہ آتا ہے تو اُسکی مسرت میں باجے سے اُسکا استقبال کرتا ہے تو اُس باجہ کی آواز سنتے ہی اونٹ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ذبح کا وقت آگیا کوئی مہمان آیا ہے لیکن عرب کے دستور کے موافق یہ مطلب زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مہمان آتا ہے تو وہ شراب کباب گانے بجانے سے اُسکی فوری تواضع کرتا ہے اس آواز سے اونٹ سمجھتے ہیں کہ اب عنقریب کھانے کا وقت آیا چاہتا ہے اُسکی طیاری کیلئے ہمارے ذبح کا وقت آگیا ہے۔ ف (۱۱) گیارہویں عورت ام زرع نے

ف۱ من ذلك۔ ای من التاسعة او من كل من ذكر او مما اذكره بعد والمسرح وكذا المبرك مصدر ميمی او ظرف زمان او مكان والمزهر بكسر الميم العود الذی يضرب انحاس لكل بضم الميم ۱۲ ف۲ اناس ای امال والنوس التحرك والحلی بضم الحاء وكسر اللام وتشديد الياء جمع حلية ما يتزين به اذنی مثنی اذن مضاف ليا المتكلم وكذا عضدی وخصهما بالذكر لانهما اذا سمنا سمن سائر البدن او لمجاورتهما للاذن او لظهورهما عند مزاولة الاشياء ۱۲ ف۳ بجحنی بفتح الباء وتشديد الجيم ای فرحنی بجحت بفتح الموحدة وكسر الجيم المخففة على الافصح وقد تفتح غنيمة بالضم مصغر للتقليل يعنی ان اهله كانوا فی غنم قليلة بشق بفتح المعجمة وكسرها اسم موضع او ناحية من الجبل او بمعنی المشقة وهو الانسب صهيل بفتح فكسر صوت الخيل والطيط بفتح فكسر صوت الابل ودائس اسم فاعل من الدوس هو الذی يدوس كدس الحب وبعيد ره من البقر وغيره ومنق بضم الميم وفتح النون على الاشهر اسم فاعل من التنقية الذی ينقی الحب ويصلحه وينظفه من التبن وغيره بعد الدوس ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

فعنده اقول فلا اقبح وارقد فاتصبح واشرب فاتقمح ام ابی زرع فما ام ابی زرع عکومها رداح وبیتها فساح ابن ابی زرع فما ابن ابی زرع مضجعہ کمسل شطبۃ وتشبعہ ذراع الجفرۃ بنت ابی زرع فما بنت ابی زرع طوع ابیها وطوع امها وملء کسائها وغیظ جارتها جاریۃ ابی زرع فما جاریۃ ابی زرع لا تبث حدیثنا تبثیثا ولا تنقث میرتنا تنقیثا ولا تملأ بیتنا تعشیشا قالت خرج

بزرگند ۱۲　　پراگندہ کردن ۱۲　　طعام ۱۲

کہا میرا خاوند ابو زرعہ تھا۔ ابو زرعہ کی کیا تعریف کروں زیوروں سے میرے کان جھکا دیئے (اور کھلا کھلا کر) چربی سے میرے بازو پُر کر دیئے مجھے ایسا خوش وخرم رکھا کہ میں خود پسندی اور عجب میں اپنے آپکو بھلی لگنے لگی مجھے اُس نے ایک ایسے غریب گھرانہ میں پایا تھا جو بڑی تنگی کیساتھ چند بکریوں پر گذر کرتے تھے اور وہاں سے ایسے خوش حال خاندان میں لے آیا تھا جنکے یہاں گھوڑے اونٹ کھیتی کے بیل اور کسان (ہر قسم کی ثروت موجود تھی) (اس سب کے باوجود اُسکی خوش خلقی کہ) میری کسی بات پر بھی مجھے بُرا نہیں کہتا تھا۔ میں دن چڑھے تک سوتی رہتی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا کھانے پینے میں ایسی ہی وسعت کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی تھی (اور ختم نہ ہوتا تھا) ابو زرع کی ماں (میری خوشدامن) بھلا اُسکی کیا تعریف کروں اُسکے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے تھے اُسکا مکان نہایت وسیع تھا (یعنی مالدار بھی تھی اور عورتوں کی عادت کے موافق بخیل بھی نہیں تھی اسلئے کہ مکان کی وسعت سے مہمانوں کی کثرت مراد لی جاتی ہے) ابو زرع کا بیٹا بھلا اُسکا کیا کہنا وہ بھی نورٌ علیٰ نور ایسا پتلا دُبلا چھریرے بدن کا کہ اُس کے سونیکا حصہ (یعنی پسلی وغیرہ) سُتی ہوئی ٹہنی یا سُتی ہوئی تلوار کی طرح سے باریک بکری کے بچہ کا ایک دست اُس کے پیٹ بھرنے کیلئے کافی یعنی بہادر کہ سونیکے لئے لمبے چوڑے انتظامات کی ضرورت نہ تھی سپاہیانہ زندگی ذراسی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ لیا اسی طرح کھانے میں بھی مختصر مگر بہادری کے مناسب گوشت کو دو چار ٹکڑے اُسکی غذا تھی۔ ابو زرع کی بیٹی بھلا اُسکی کیا بات۔ ماں کی تابعدار باپ کی فرماں بردار موٹی تازی سوکن کی جلن تھی (یعنی سوکن کو اُس کے کمالات سے جلن پیدا ہوتی عرب میں مرد کے لئے چھریرا ہونا اور عورت کیلئے موٹی تازی ہونا ممدوح شمار کیا جاتا ہے) ابو زرع کی باندی کا بھی کمال کیا بتاؤں ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہ کہتی تھی کھانے تک کی چیز بھی بے اجازت خرچ نہیں کرتی تھی۔ گھر میں کوڑا کباڑ نہیں ہونے دیتی تھی مکان کو صاف شفاف رکھتی تھی ہماری یہ حالت تھی لطف سے دن گذر رہے تھے۔ کہ ایک دن صبح کے وقت جبکہ دودھ کے برتن بلوئے جا رہے تھے ابو زرع گھر سے نکلا راستہ میں ایک عورت پڑی ہوئی ملی جسکی کمر کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے (چیتے کیساتھ تشبیہ کھیل کود میں ہے اور اناروں سے یا تو حقیقۃً انار مراد ہیں کہ اُنکو لڑھکا کر کھیل رہے تھے یا دو اناروں سے

ف۱ عکومها بضم العین وتفتح جمع عکم بالکسر ہو العدل اذا کان فیہ متاع والرداح بفتح اولہ وروی بالکسر ای عظام کبیر وفساح بفا مفتوحۃ وروی بالضم ای واسع کنایۃ عن الثروۃ وکثرۃ الخدم والحشم او کنایۃ عن کثرۃ الاضیاف وصفت بہا لانہا خلاف ما خلقت علیہ النساء من اللوم والبخل ۱۲ ف۲ کمسل بفتح المیم والسین وتشدید اللام مصدر میمی بمعنی المسلول وسحیل اسم مکان من سلول وشطبۃ بفتح الشین المعجمۃ وسکون الطاء المہملۃ جریدۃ النخل الخضراء وقیل ہی السیف والمعنی ان محل اضطجاعہ وہو الجنب کشطبۃ مسلولۃ من الجرید فی الدقۃ فہو خفیف اللحم دقیق الخصر والجفرۃ بفتح الجیم وسکون الفاء ولد الشاۃ ای ہو قلیل الاکل ۱۲ ف۳ ای مطیعۃ لہ غایۃ الاتی ولذلک بالغت فیہا وجعلتہا نفس الطوع والطاعات اشارۃ الی ان طوع کل منہما مستقل ۱۲ ف۴ وملء کسائہا کنایۃ عن ضخامتہا وسمنہا وکثرۃ شحمہا ولحمہا وہو مطلوب فی النساء او ہو کنایۃ عن المبالغۃ فی خبائہا بحیث لا یسعہا غیر ثوبہا ۱۲ ف۵ غیظ جارتہا ای مغیظ ضرتہا وسمیت جارۃ علی عادۃ بین الضرتین غالبا فتغیظ ضرتہا لحسنہا وسیرۃ ودمیرۃ ۱۲ ف۶ لا تبث بضم الموحدۃ وتشدید المثلثۃ وروی بالنون بدل الموحدۃ ومعناہما واحد ای لا تظہر ۱۲ ف۷ فلا تنقث بضم القاف وکسر القاف او فتح التاء وضم القاف فالنون فی کلیہما ساکنۃ او ضم التاء وفتح النون وکسر القاف المشددۃ معناہ علی کل لا تنقل فی عدۃ روایات والمیرۃ بکسر المیم الطعام ۱۲ ف۸ تعشیشا بعین مہملۃ من عش الطائر ای لا تترک بیتنا مملوأۃ من القمامۃ والکناسۃ حتی یصیر کانہ عش الطائر وروی بالغین المعجمۃ من الغش ضد النصح ای لا تملؤہ.

http://mujahid.xtgem.com

ابوزرع والاوطاب تمخض فلقی امرأۃ معہا ولدان لہا کالفہدین یلعبان من تحت خصرہا برمانتین فطلقنی
ونکحہا فنکحت بعدہ رجلا سریا رکب شریا واخذ خطیا واراح علی نعما ثریا واعطانی من کل رائحۃ زوجا
وقال کلی ام زرع ومیری اہلک فلو جمعت کل شیء اعطانیہ ما بلغ اصغر آنیۃ ابی زرع قالت عائشۃ فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت لک کابی زرع لام زرع +

باب ما جاء فی صفۃ نوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس عورت کے دونوں پستان مراد ہیں) پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دیدی اور اس سے نکاح کرلیا (طلاق اسلئے دی کہ سوکن ہونیکی وجہ سے اُس کو رنج نہ ہو اور اُس کی وجہ سے مجھے طلاق دیدینے سے اُس کے دل میں ابوزرع کی وقعت ہو جائے) ایک روایت میں ہے اُس سے نکاح کرلیا نکاح کی بعد وہ مجھے طلاق دینے پر اصرار کرتی رہی آخر مجھے طلاق دیدی اُسکے بعد میں نے ایک اور سردار شریف آدمی سے نکاح کرلیا جو شہسوار ہے اور سپہ گر ہے۔ اُس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور اونٹ گائے بکری وغیرہ وغیرہ ہر چیز میں سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا اور یہ بھی کہا کہ ام زرع خود بھی کھا اور اپنے میکہ میں جو چاہے بھیجدے لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اُسکی ساری عطاؤں کو جمع کروں تب بھی ابوزرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہو سکتی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سنا کر مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کیواسطے **ف**۔ اسکے بعد اور احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مگر میں تم کو طلاق نہیں دونگا۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے اس پر فرمایا کہ حضرت ابوزرع کی کیا حقیقت میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ میرے لئے اُس سے بہت زیادہ بڑھکر ہیں حق تعالی جل شانہ ہر مسلم زوجین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اس مضمون میں بھی نصیب فرمادیں کہ یہ عفت کا باعث ہوتا ہے۔ آمین بعض علماء نے اس قصہ میں یہ اشکال کیا ہے کہ جن عورتوں نے اپنی خاوندوں کی برائی بیان کی ہے وہ غیبت ہے جو حضور کی مجلس میں ہوئی اور اگر خود حضور نے اس قصہ کو ارشاد فرمایا تو اشکال اور بھی قوی ہو جاتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے کسی غیر معروف شخص کا حال بیان کرنا جسکو لوگ جانتے ہوں غیبت نہیں ہے۔

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا ذکر

له والاوطاب جمع قلۃ لوطب بفتحتین وقیل کفلس وہو اسقیۃ اللبن ۱۲ ٥٢ تمخض بصیغۃ المجہول ای تحرک لاستخراج الزبد من اللبن ۱۲ ٥٣ معہا ولدان ای مصاحبان لہا ولا یلزم من ذلک ان یکونا ولدیہا فلذ لک اتت بقولہا معہا ۱۲ ٥٤ کالفہدین ای مشبہان بہما فی الوثوب واللعب وسرعۃ الحرکۃ والفہد سبع مشہور یضرب بہ المثل فی الوثوب ۱۲ ٥٥ تحت خصرہا بفتح الخاء المعجمۃ وسکون الصاد المہملۃ ای وسطہا ۱۲ ٥٦ برمانتین ای ذات کفل عظیم اذا استلقت یصیر تحتہا فجوۃ یجری فیہا الرمان یلعب لذا برمی الرمان فی تلک الفجوۃ او ذات ثدیین صغیرین کالرمانتین فیلعبان بہما ۱۲ ٥٧ وفی روایۃ فخطبہا ابوزرع فتزوجہا فلم تزل حتی طلق ام زرع کذا فی الفتح ۱۲ ٥٨ سریا بسین مہملۃ ای من سراۃ الناس ۱۲ ٥٩ شریا بالمعجمۃ ای فرسا یستشری ویلج فی سیرہ بلا فتور ولا انکسار وقال ابن السکیت فرسا فائقا جیدا ۱۲ ٥١٠ خطیا بفتح الخاء المعجمۃ وکسر وتشدید الطاء المہملۃ المکسورۃ بعدہا تحتیۃ مشددۃ رمح منسوب الی الخط قریۃ بساحل البحر عند عمان والبحرین ۱۲ ٥١١ واراح ای اتی بعد الزوال ۱۲ ٥١٢ نعما بفتحتین ای انعاما من الابل والبقر وفی روایۃ نعما بکسر النون علی انہ جمع نعمۃ قال الحنفی والاول اشہر ۱۲ ٥١٣ ثریا بفتح المثلثۃ وکسر الراء وتشدید التحتانیۃ ای کثیرۃ من الثروۃ وہو کثرۃ المال ۱۲ ٥١٤ رائحۃ ای کل ما یروح فی المساء الی المراح من الابل والبقر والغنم بالاشیاء ولما کان النوم بعد السمر غالبا ناسب ان یذکرہ بعدہ ۱۲ +

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا محمد بن المثنی انبانا عبدالرحمن بن مھدی انبانا اسرائیل عن ابی اسحاق عن عبداللہ بن یزید عن البراء بن عازب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اخذ مضجعہ[1] وضع کفہ الیمنی تحت خدہ الایمن وقال رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک حدثنا محمد بن المثنی انبانا عبدالرحمن انبانا اسرائیل عن ابی اسحاق عن ابی عبیدۃ عن عبداللہ مثلہ وقال یجمع عبادک حدثنا محمود بن غیلان ثنا عبدالرزاق انا سفین عن عبدالملک بن عمیر عن ربعی[2] بن حراش عن حذیفۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اوی الی فراشہ قال اللھم[3] باسمک اموت واحیی واذا استیقظ قال الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور[4]

ف - یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح سوتے تھے۔ سوتے وقت کیا کیا پڑھتے تھے۔ اس باب میں چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آرام فرماتے اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے اور یہ دعا پڑھتے رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک اے اللہ مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائیو۔

ف - حصن حصین میں ہے کہ تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے۔ دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا یہ عام معمول تھا جسکو متعدد حضرات نے سنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونیکے باوجود اس قسم کی دعاؤں کو پڑھنا یا اظہار عبدیت کیلئے ہوتا تھا کہ بندگی کا مقتضی مولیٰ سے مانگنا ہی ہے یا امت کی تعلیم کیلئے۔ اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں کروٹ پر سونا معلوم ہوتا ہے اور یہی حضور کا دائمی معمول تھا اسی وجہ سے دائیں کروٹ پر سونا مستحب بھی ہے اور اس میں ایک خاص مصلحت بھی ہے وہ یہ کہ آدمی کا دل چونکہ سینہ کی بائیں طرف ہوتا ہے اسلئے دائیں کروٹ پر سونے سے وہ اوپر رہتا ہے اور استغراق کی اور گہری نیند نہیں آتی بلکہ آدمی چوکنا سوتا ہے اور اگر بائیں کروٹ پر سوتا ہے تو دل نیچے کی جانب ہوتا ہے اور اس صورت میں گہری نیند آتی ہے اس وجہ سے بعض اطباء نے بائیں جانب سونے کو اچھا بتایا ہے کہ گہری نیند آنے سے ہضم بہتر ہوتا ہے اور یہ صحیح ہے لیکن اس میں ایک مضرت بھی ہے جس طرف ان کا ذہن نہیں گیا۔ وہ یہ کہ جب دل نیچے کی جانب ہوگا تو تمام بدن کا زور اس پر پڑے گا اور بدن کا مواد اس پر اثر کریگا دل اعضائے رئیسہ میں اہم عضو ہے اس پر مواد کا تھوڑا سا اثر ہونا بھی بہت سے امراض کا سبب ہے اسلئے بائیں کروٹ پر سونے میں اگر ایک طبی مصلحت ہے تو ایک طبی مضرت بھی ہے اور مضرت سے بچنا زیادہ اہم ہے اس لئے طبی حیثیت سے بھی دائیں کروٹ پر سونا بہتر ہے اس کے علاوہ دائیں کروٹ پر لیٹنا موت کے بعد قبر میں لیٹنے کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور موت کو یاد کرنے کا حکم بھی ہے اور دینی دنیوی بہت سے فوائد موت کو یاد رکھنے سے حاصل ہوتے ہیں آدمی کو چاہئے کہ اس لذتوں کے ختم کر دینے والی چیز کو کثرت سے یاد کیا کرے اور حق تو یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کو کیسے بھولے جو بہرحال آنیوالی ہے نہ معلوم کب آجائے۔ (۲) حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے اللھم باسمک اموت واحیا۔

---

[1] بفتح المیم والجیم وبکسر محل الاضطجاع والمراد باخذ المضجع النوم فیہ فالمعنی اذا اراد النوم واستقر فی المضجع لینام ۱۲ [2] ربعی۔ بکسر الراء وسکون المھملۃ تابعی ابن حراش بکسر الحاء المھملۃ ۱۲ [3] ای یا اللہ فالمیم عوض من یا ولذا لا یجتمعان الا شذوذا کما قال ابن المالک وشذ یا اللھم فی قریض ای شعر ۱۲ [4] ای التفرق فی امر المعاش کالافتراق حال المعاد وقیل النشر ہو الحیوۃ بعد الممات ۱۲ ق +

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا قتیبة بن سعید ثنا المفضل[1] بن فضالة عن عقیل اراہ[2] عن الزهری عن عروة عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اوی الی فراشه کل لیلة جمع کفیه فنفث[3] فیهما وقرء قل هو الله احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم مسح بهما ما استطاع من جسده یبدء بهما راسه ووجهه وما اقبل من جسده یصنع ذلک ثلث مرات حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مهدی ثنا سفین عن سلمة بن کهیل عن کریب

پڑھتے تھے یا اللہ تیرے ہی نام سے مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں گا (یعنی سو کر اٹھوں گا) **ف**۔ نوم موت کے مشابہ ہوتی ہے اسلئے سونیکو مرنے سے اور جاگنے کو زندگی سے تعبیر کر دیتے ہیں اور اسلئے بھی سوتے وقت داہنی کروٹ پر لیٹنا چاہئے کہ سونا مرنیکا نمونہ ہے اور جب جاگتے تو یہ دعا پڑھتے تھے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ تمام تعریف اس اللہ جل وعلا کیلئے ہے جس نے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی پاک ذات کی طرف قیامت میں لوٹنا ہے۔ دنیا زندگی کی پریشانیوں میں وہی مرجع ہے **ف**۔ چونکہ نیند موت کے مشابہ تھی اسلئے جاگنے کو دوبارہ زندہ ہونے سے تعبیر کیا۔ علماء نے لکھا ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد یہ بھی سوچنے کی چیز ہے کہ اسی طرح مرنیکے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا ہے درحقیقت حق تعالیٰ شانہ نے اس دنیا کو آخرت کی مثال بنایا ہے اور عبرت اور غور کیواسطے ہر قسم کی چیزیں یہاں پیدا فرمائی۔ دنیا کی ساری زندگی ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ ایک آدمی نہایت خوش حال ہے متمول ہے ہر قسم کی راحت کے سامان اسکے پاس موجود ہیں کسی قسم کی اسکو کوئی بھی تکلیف نہیں ہے وہ خواب میں اگر اپنے کو قید میں کوڑے کھاتا ہوا دیکھے ہر قسم کی مصیبتوں میں گرفتار دیکھے وہ نہیں سمجھ رہا کہ یہ خواب ہے وہ اس سے پریشان بھی ہے رو بھی رہا ہے لیکن دفعۃً آنکھ کھل جاتی ہے وہ سب راحت و آرام مل جاتے ہیں۔ اس خواب کی تکلیف کا ذرا بھی احساس اسکو نہیں رہتا۔ اسی طرح ایک دیندار کا حال سمجھ لو وہ اس دنیا میں کتنی بھی تکالیف اٹھائے وہ خواب ہے اگر آنکھ کھلنے کے بعد اسکو ساری راحتیں میسر ہیں تو اس خواب کا کیا اثر اس پر ہو سکتا ہے اسکے بالمقابل حسرت سے غور کرو اس تہی دست پر جو اس خواب میں ہر قسم کے آرام پا رہا ہے مگر آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیلخانہ میں ہے کوڑے اس پر پڑ رہے ہیں تو اس خواب کی راحت و آرام کو لیکر وہ کیا چاٹ لیگا۔ ایک بامشقت سزا کا قیدی خواب میں اپنے کو ہفت اقلیم کا بادشاہ بنا ہوا دیکھے لیکن آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل کی اندھیری کوٹھڑی میں ہے ہتکڑی لگی ہوئی ہے تو اس خواب کی بادشاہت سے اسکو کیا ملا اس گر کو صحابہ نے سمجھا تھا اسلئے وہ دنیا میں ہر مشقت کو لطف و لذت سے برداشت کرتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ خواب ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے ہم لوگوں کو بھی یہ دولت نصیب فرما دے تو اسکے کرم سے بعید نہیں (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب جب

---

[1] المفضل بفتح الضاد المعجمة المشددة ابن فضالة بفتح الفاء ۱۲ [2] اراہ بضم الهمزة قال البیجوری قائلہ المفضل والضمیر المنصوب لعقیل یعنی قال المفضل اظن عقیلا رواہ عن الزهری اھ قلت والحدیث اخرجه المصنف فی جامعه بهذا السند والمتن بعینه ولیس فیه لفظ اراہ بل قال عقیل عن ابن شهاب الخ فلعله وقع السهو لاحد من الرواة ۱۲ [3] فنفث الذی یظهر تقدیم النفث علی القراءة والوضع منه ما فی بعض طرق الحدیث من لفظ ثم نفث فقرأ واستبعد ذلک بعض العلماء بانه لا فائدة فیه وحمله علی وهم الرواة واجاب بعضهم بان الحکمة فیه مخالفة السحرة وقیل معناه ثم اراد النفث فقرأ ونفث وبعضهم حمله علی التقدیم والتاخیر بانه قرأ ثم نفث وقال بعضهم ان النفث وقع قبل القراءة وبعدها ایضا ... روایة هذا الکتاب بلفظ الواو فاخف اشکالا لان الواو لمطلق الجمع وکذا روایة البخاری بالواو وقال شارح من علمائنا هو الوجه فی تقدیم النفث علی القراءة ... بالعود وقال الطراز لا تفید الفاء للترتیب لقوله تعالی اهلکناها فجاءها باسنا بیاتا الآیة۔ واجیب بان المعنی اردنا اهلاکها او للترتیب الذکری کما فی القاموس فی الفاء تاتی بمعنی الواو وقال القاری ومال الحافظ فی الفتح الی تقدیم القراءة علی النفث ۱۲ +

http://mujahid.xtgem.com

عن ابن عباس[ک] ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نام حتی نفخ وکان اذا نام نفخ فاتاہ بلال فاذنہ بالصلوٰۃ فقام وصلی ولم یتوضأ وفی الحدیث قصۃ[لہ] حدثنا اسحاق بن منصور ثنا عفان ثنا حماد بن سلمۃ عن ثابت عن انس[۵] بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان

بستر پر لیٹتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو دعا مانگنے کی طرح ملا کر اُن پر دم فرماتے اور سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھکر تمام بدن پر سر سے پاؤں تک جہاں جہاں ہاتھ جاتا ہاتھ پھیر لیا کرتے تھے تین مرتبہ ایسی ہی کرتے سر سے ابتدا فرماتے اور پھر منھ اور بدن کا اگلا حصہ پھر بقیہ بدن پر **ف** - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سونیکے وقت مختلف دعائیں پڑھنا بھی ثابت ہے اور کلام اللہ کی مختلف سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ ایک حدیث میں حضور کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک کی کوئی سورت سوتے ہوئے پڑھے اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ محافظ اُسکے لئے مقرر ہو جاتا ہے جو جاگنے کے وقت تک اُسکی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سورتوں کا پڑھنا حدیث بالا میں وارد ہے انکے علاوہ مسبحات یعنی ان سورتوں کا پڑھنا جو سبح یسبح سبحان سبح سے شروع ہوئی ہیں وارد ہے۔ نیز الم سجدہ او تبارک الذی کا ہمیشہ پڑھنا وارد ہے نیز آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی اخیر دو آیتوں کا پڑھنا بھی وارد ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں مجھے حضور نے ارشاد فرمایا کہ سوتے ہوئے ہمیشہ قل یا ایہا الکافرون پڑھکر سویا کرو۔ انکے علاوہ بہت سی دعائیں پڑھنا بھی حضور سے ثابت ہے (فتح الباری)۔ (۴) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سوئے اور خراٹے لینے لگے حضور کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر طیاری نماز کی اطلاع دی حضور تشریف لیگئے اور نماز پڑھائی وضو نہیں کی۔ اس حدیث میں ایک قصہ بھی ہے **ف** - انبیا علیہم الصلوۃ والتسلیم کی یہ خصوصیت ہے کہ انکی نیند ناقض وضو نہیں ہوتی۔ اسلئے حضور نے وضو نہیں فرمایا۔ اور اسکی وجہ حضور نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ سونیکی حالت میں انبیاء کی آنکھ سوتی ہے لیکن دل نہیں سوتا وہ جاگتا رہتا ہے اسی وجہ سے انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے کہ شیطان کے اثر سے وہ محفوظ ہوتے ہیں۔ وہ قصہ جسکی طرف امام ترمذی نے اشارہ کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اپنی خالہ کے گھر سونیکے متعلق ہے جو آئندہ باب کی پانچویں حدیث میں مفصل مذکور ہے۔ اس باب سے اُسکو کچھ تعلق نہیں تھا اسلئے مصنف نے اُسکو اختصاراً چھوڑ دیا۔

(۵) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وآوانا فکم ممن لا کافی لہ ولا مؤوی۔ تمام تعریفیں اللہ جل جلالہ عم نوالہ کیلئے ہیں جس نے شکم سیر فرمایا اور سیراب کیا اور ہماری مہمات کیلئے خود کفایت فرمائی اور سونے کے لئے ٹھکانا مرحمت فرمایا بہت سے لوگ ایسے ہیں جنکا نہ کوئی کفایت کرنیوالا ہے نہ کوئی ٹھکانا دینے والا ہے۔ **ف** - چونکہ عادت اللہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ جل جلالہ عم نوالہ پر اپنے کاموں کو چھوڑ دیتا ہے حق تعالیٰ شانہ بھی اُسکے کاموں کو غیب سے پورا فرماتے ہیں ومن یتوکل علی اللہ فهو حسبہ جسکا کسی نے ترجمہ کیا ہے۔ خدا خود میر سامان است ارباب توکل را۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ مضمون علی وجہ الاتم ہونا ہی چاہیے تھا۔ اسلئے وہاں کفایت بھی علی وجہ الاتم ہوتی تھی۔ اسکے بعد جو شخص جتنا زیادہ بھروسہ اللہ جل شانہ پر کرتا ہے اتنا ہی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اُسکی اعانت

لہ قال البیجوری لان من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نومہ لا ینقض وضوءہ لبقاء یقظۃ قلبہ کما فی حدیث نحن معاشر الانبیاء تنام اعیننا ولا تنام قلوبنا فہذہ خصوصیۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ لا علی باقی الانبیاء ۱۲ ۵ے قال البیجوری تبعا لغیرہ ستاتی قریبا فی الحدیث الخامس من باب عبادتہ صلی اللہ علیہ وسلم من

[illegible]

http://mujahid.xtgem.com

اذا اوی الی فراشہ قال الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا واوانا فکم ممن لاکافی لہ ولا مؤوی حدثنا الحسین بن محمد الجریری[۲] ثنا سلیمان بن حرب ثنا حماد بن سلمۃ عن حمید عن بکر بن عبد اللہ المزنی عن عبد اللہ ابن رباح عن ابی قتادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا عرس[۳] بلیل اضطجع علی شقہ الایمن واذا عرس قبیل الصبح نصب ذراعہ ووضع راسہ علی کفہ

(اسمہ الحارث بن ربعی الانصاری الخزرجی ۱۲)

ہوتی ہے متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے یہ مضمون وارد ہے ایک حدیث میں وارد ہے جس شخص کو فاقہ پہنچے اور وہ لوگوں سے اس کے ازالہ کی درخواست کرے تو اسکی حاجت پوری نہیں کی جاتی اور اگر اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں اسکو پیش کرے تو بہت جلد کسی نہ کسی طرح سے اسکی ضرورت پوری کر دی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے آدمی کے بچے اگر تو میری عبادت کیلئے فارغ ہو جائے تو میں تیری ضرورتوں کو پورا کردوں اور تیرے دل کو غنا سے بھر دوں ورنہ تیرے دل کو تفکرات سے بھر دونگا اور ضرورتیں پوری نہ ہونے دونگا جو لوگ دینی کاموں میں مشغول ہونیکے لئے ضروریات سے فراغت کا انتظار دیکھا کرتے ہیں وہ اس سے سبق حاصل کریں کہ ضروریات سے فراغت کا راستہ ہی اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اسکے کاموں میں مشغول ہونا ہے۔ حدیث بالا میں جو دعا نقل کی گئی ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اپنی حالت میں شکر کرنا ضروری ہے کہ زیادتی انعام کا ذریعہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر کرتے ہو گے تو میں اپنے احسانات میں اضافہ کرونگا اور اس طرف متوجہ فرمایا کہ اپنے سے کمتر کی حالت کی طرف بھی غور کرنا چاہئے تاکہ شکر دل سے نکلے کتنے آدمی دنیا میں ایسے ہیں جنکو کھانا میسر نہیں فاقہ کرتے ہیں کتنے لوگ ایسے ہیں جنکو ٹھکانا نصیب نہیں ہے ٹھکانے گذر کرتے ہیں۔ اسی طرح سے کوئی حامی مددگار نہیں ہے جو مصائب میں کوئی اعانت کرسکے اللہ تعالیٰ کے کتنے احسانات ہیں جس نے یہ سب کچھ عطا فرما رکھا ہے۔ (۶) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دسفر میں رات کو چلنے کے بعد) اگر اخیر شب میں کچھ سویرے کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو دائیں کروٹ پر لیٹکر آرام فرماتے اور اگر صبح کے قریب ٹھیرنا ہوتا تو اپنا دایاں بازو کھڑا کرتے اور ہاتھ پر سر رکھکر کچھ آرام فرما لیتے۔ **ف**۔ مقصود یہ ہے کہ اگر وقت وسیع ہوتا تو لیٹ کر سو جاتے تھے اور عادت شریفہ دائیں کروٹ پر لیٹنے کی تھی ہی۔ لیکن اگر وقت قلیل ہوتا تو پھر ہاتھ پر ٹیک لگا کر تھوڑی دیر آرام فرما لیتے ایسے وقت میں بالکل لیٹ کر آرام نہ فرماتے تھے کہ نیند گہری آجائے اور نماز فوت ہو جائے بلکہ کہنی پر ٹیک لگا کر سر مبارک کو ہاتھ پر رکھکر تھوڑا سا آرام کر لیتے تھے۔ +

---

[۱] قیل ذکرہا لان الحیوۃ لاتتم بدونہا کالنوم فالثلثۃ من وادٍ واحد فکان ذکرہ مستدعیا لذکرہا وایضا النوم فرع الشبع والری ۱۲ ق

[۲] الجریری قیل بمہملۃ مفتوحۃ مکبرا وقیل بجیم مضمومۃ مصغرا صوبہ ابن حجر فی شرح الشمائل ورجح القاری الاول وقال فی نسخۃ ضعیفۃ بالجیم المضمومۃ انتہی۔ وسکت اہل الرجال عن ضبطہ ۱۲ [۳] عرس۔ التعریس نزول القوم فی السفر من اخر اللیل للاستراحۃ وقولہ بلیل المراد بہ زمن ممتد بدلیل قولہ فی الشق الثانی قبیل الصبح ۱۲ +

http://mujahid.xtgem.com

باب ما جاء فی عبادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا قتیبۃ بن سعید وبشر بن معاذ قالا انا ابو عوانۃ (الوضاح ۱۲) عن زیاد بن علاقۃ

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ذکر

ف۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حرکت و سکون عبادت ہی ہر کلام و خاموشی ذکر و فکر ہے لیکن مثال کے طور پر شمائل کا جز ہونیکی وجہ سے مصنف نے چند عبادات کا ذکر کیا ہے جس سے اندازہ ہوجائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود مغفرت اور مراتب عالیہ کے حصول کا پروانہ ملنے کے باوجود اس مرتبہ پر فائز ہوجانیکے باوجود جہاں تک نہ کوئی ولی پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبی پہنچا کس قدر نفلی عبادات کا اہتمام فرماتے تھے اور ہم لوگ جو امتی کہلاتے ہیں حضور کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کتنا اہتمام کرتے ہیں حالانکہ ہم گنہگار ہیں سیہ کار ہیں گناہوں کے مقابلہ اور تول کیلئے بھی ہم عبادات کے حضور سے زیادہ محتاج ہیں پھر ہماری عبادتیں بھی ایسی ہیں جنکا اوراعاوضہ درکنار انکا کوئی بھی معاوضہ ملجائے تو بسا غنیمت ہے اللہ جل شانہ کے یہاں ہر عبادت کا وزن اور اسکی قیمت اخلاص پر مبنی ہے جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کا عبادت میں وزن ہوگا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کیلئے اس نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے کسی کیلئے نواں اسی طرح آٹھواں ساتواں چھٹا پانچواں چوتھائی تہائی آدھا حصہ لکھا جاتا ہے (ابوداؤد) اور دسواں بھی مثال کے طور پر ارشاد ہے ورنہ اس سے بھی کم ہوتا ہے دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے اول نماز کا حساب ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے ارشاد فرمائیگا کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو پوری ہے یا ناقص ہے اگر وہ پوری ہوتی ہے تو جائزہ میں پوری لکھدی جائیگی اور اگر ناقص ہوگی تو ارشاد ہوگا کہ دیکھو اس کیلئے کچھ نوافل بھی ہیں یا نہیں اگر نوافل ہوتی ہیں تو اُن سے فرائض کی تکمیل کردی جاتی ہے اُسکے بعد پھر اسی طرح دوسری عبادات زکوٰۃ وغیرہ کا محاسبہ ہوتا ہے (ابوداؤد) ہم لوگوں کے فرائض جیسے ادا ہوتے ہیں وہ ہمیں بھی معلوم ہیں ایسی صورت میں کیا ضروری نہیں کہ نفلی عبادات نماز کے قبیلہ سے ہوں یا صدقات کے یا اور دوسری عبادات کو نہایت کثرت و اہتمام اور اخلاص سے کی جائیں عدالت میں پیشی کا وقت نہایت سخت ہے اور ہمارے اعمال کے دو نگراں ہر وقت

۵۱ قال المناوی العبادۃ اقصی غایۃ الخضوع وتعارف فی الشرع فیما جعل علامۃ لنہایۃ الخضوع من صلوۃ وصوم وجہاد وقراءۃ قال القاری والمراد بہا ہہنا الزیادۃ علی الواجبات واختلف ہل کان صلی اللہ علیہ وسلم قبل النبوۃ متعبدا بشرع من قبلہ فقال الجمہور لا والا لنقل وقال امام الحرمین بالوقف وقال آخرون نعم ثم اختلفوا فعین بعضہم عن التعیین وجسر علیہ بعضہم علی ہذا فقیل آدم وقیل نوح وقیل ابراہیم وقیل موسیٰ وقیل عیسیٰ وقیل جمیع الشرائع وقال السراج البلقینی فی شرح البخاری لم یجئ فی الاحادیث التی وقفنا علیہا کیفیۃ تعبدہ ولکن روی ابن اسحق وغیرہ انہ علیہ السلام کان یخرج الی حراء فی کل عام شہرا یتنسک فیہ قال القاری الظاہر انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان متعبدا بالعبادات الباطنیۃ من الاذکار القلبیۃ والتفکر فی الصفات الالٰہیۃ والمصنوعات الآفاقیۃ علی ما یکون حال کمل الاولیاء ولذا قیل بدایۃ الانبیاء نہایۃ الاولیاء وما قال بعضہم بدایۃ الولی نہایۃ النبی فانما ہو باعتبار التکالیف الشرعیۃ من الاوامر الفرضیۃ والزواجر النہیۃ فما لم یتصف السالک بما انتہی الیہ امر دینہ لم یدخل فی باب الولایۃ اھ ۱۲ ۵۲ علاقۃ۔ بکسر العین وتخفیف اللام والقاف ووہم من فتح العین کذا فی الشرح ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتفخت قدماہ فقیل لہ[۵۱] اتتکلف[۵۲] ھذا وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا[۵۳] اکون عبدا شکورا

حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث[۵۴] انا الفضل بن موسی عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ

ہماری ساتھ ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ آدمی کے بدن کا ہر ہر جز اُس عمل نیک یا بد کی گواہی دینے والا ہے جو اس سے صادر ہوئے ہیں اسی لئے حضور کا ارشاد ہے کہ انگلیوں پر کلمہ طیبہ اور تسبیحات کو گنا کرو کہ قیامت کے دن ان انگلیوں سے بھی محاسبہ ہوگا کہ اپنے اپنے اعمال بتائیں اور انکو گویائی عطا کی جائیگی اور حضور پر میرے ماں باپ قربان کہ آپ کا نمونہ ہر چیز میں ہمارے سامنے ہے۔ اس باب میں چو بیس حدیثیں ہیں

(۱) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر لمبی نفلیں پڑھتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک ورم کر گئے تھے صحابہ نے عرض کیا کہ آپ اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں حالانکہ حق تعالی جل شانہ نے آپ کے اول و آخر سب گناہ بخشدیئے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا (کہ جب حق جل شانہ نے مجھ پر اتنا انعام فرمایا ہے) تو کیا میں اُسکا شکر ادا نہ کروں **ف**۔ سائل کی غرض بظاہر یہ تھی کہ کثرت عبادت معاصی کے کفارہ کیلئے ہوتی ہے جب آپ معصوم ہیں آپ سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتا پھر آپ کو اس درجہ مشقت برداشت کرنیکی کیا ضرورت ہے حضور نے اُس کا جواب فرمادیا کہ عبادت کی یہی ایک غرض نہیں ہوتی بلکہ مختلف وجوہ سے ہوتی ہے اور جب اللہ جل شانہ نے میرے سارے گناہ معاف فرمادیئے تو اسکا مقتضا تو یہی ہے کہ میں اُس کے احسان کے شکر میں کثرت سے عبادت کروں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ عبادت کبھی جنت وغیرہ کی رغبت کی وجہ سے ہوتی ہے یہ تاجروں کی عبادت ہے کہ عبادت سے خریداری مقصود ہے۔ یہاں قیمت ادا کی جاتی ہے وہاں مال ملجائیگا۔ اور کبھی عبادت خوف کی وجہ سے ہوتی ہے یہ غلاموں کی عبادت ہے کہ ڈنڈے کے خوف سے کام کرتے ہیں جیسا نوکروں کا عام دستور ہوتا ہے۔ ایک وہ عبادت ہے جو بلا رغبت و بلا خوف محض اللہ کے انعامات کے شکر میں ہو۔ یہ احرار کی عبادت ہے حدیث بالا میں گذرا ہے کہ حق تعالی جل شانہ نے آپ کے سب گناہ معاف فرمادیئے اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ گناہ تو آپ سے صادر ہوئے لیکن حق تعالی شانہ نے معاف فرمادیئے حالانکہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام معصوم ہوتے ہیں اُن سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتا اسکے بہت سے جواب علماء نے مرحمت فرمائے ہیں جو اپنے موقعوں پر درج ہیں بالخصوص سورہ انا فتحنا کی تفسیروں میں مختلف جواب نقل کئے گئے ہیں بندہ کے نزدیک سہل یہ ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین (نیک لوگوں کی خوبیاں مقربین کیلئے گناہ بنجاتے ہیں)۔ ہر شخص کے گناہ اُسکی درجہ کے مناسب ہوتے ہیں۔ آپ کے درجہ اور رتبہ کے مناسب جو کوتاہیاں شمار کی گئیں وہ ایسے امور ہیں جو ہمارے لئے عین طاعت ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھ لیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کافر سرداروں کے اسلام لانے کی توقع اور امید میں اُن سے گفتگو فرما رہے تھے جو عین دین تھا اسوقت ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم نے آکر کچھ بات کی جسکی طرف حضور کو ان لوگوں کی اہمیت کی وجہ سے ان کا درمیان میں دخل دینا گراں ہوا۔ اس پر سورہ عبس میں حضور پر تنبیہ ہوئی اسی طرح جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے

---

[۵۱] فقیل قالوا اتقال عمر ۱۲ [۵۲] التکلیف اسم لما یشق علی الانسان مشقۃ او تضع الاول محمود والثانی مذموم ومن البین ان المراد ھھنا الاول دون الثانی والمعنی اتلزم نفسک ھذہ الکلفۃ والمشقۃ التی لا تطاق ۱۲ ق م [۵۳] عطف علی مقدر ای اترک تہجدی لما غفر لی فلا اکون عبدا شکورا ولا یخفی ان ذکر العبد فی ھذا المقام ادعی الی الشکر علی الدوام لانہ اذا لاحظ کونہ عبدا انعم علیہ مولاہ وجب علیہ القیام لشکرہ ۱۲ [۵۴] بضم فتح الراء المہملتین تثنیۃ ساکنۃ تثنیہ ۱۲

عن ابی هریرة قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی حتی ترم قدماه قال فقیل له تفعل هذا وقد جاءك ان الله تعالی قد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا حدثنا عیسی بن عثمان بن عیسی بن

الفاء للعطف علی المقدر تقدیره ا اترک فلا اکون الخ

عبد الرحمن الرملی ثنی عمی یحیی بن عیسی الرملی عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة قال کان رسول الله

نسبة الی رملة بلدة من بلاد الشام ۱۲

صلی الله علیه وسلم یقوم یصلی حتی تنتفخ قدماه فیقال له یا رسول الله اتفعل هذا وقد غفر الله لك

میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت شفقت اور رحمت کی وجہ سے اس توقع پر کہ یہ لوگ مسلمان ہو جائیں یا انکی نسل سے مسلمان پیدا ہوں فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دیا تو قرآن پاک میں اس پر تنبیہ ہوئی غرض اس نوع کے واقعات ہیں جو حضور کی علو شان کے لحاظ سے وہ تقصیر شمار کی گئی۔ (۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا کسی نے عرض کیا کہ آپ پر اگلے پچھلے سب گناہوں کی معافی کی بشارت نازل ہو چکی ہے پھر آپ اس درجہ کیوں مشقت برداشت فرماتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ **ف** حضرت عائشہ رض سے بھی اس شکریہ کے بارہ میں ایک مفصل روایت نقل کی گئی ہے حضرت عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عائشہ رض سے عرض کیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب ترین بات سُنا ئیں انھوں نے ارشاد فرمایا کہ حضور کی کونسی بات ایسی تھی کہ جو عجیب ترین نہ تھی اُس کے بعد فرمانے لگیں۔ ایک رات کا قصہ ہے کہ سونے کیلئے مکان پر تشریف لائے اور میرے پاس میرے لحاف میں لیٹ گئے لیٹتے ہی تھوڑی سی دیر میں فرمایا کہ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر کھڑے ہو گئے وضو کیا اور نماز کی نیت باندھی اور رونا شروع کر دیا یہانتک کہ سینہ مبارک تک آنسو بہہ کر آنے لگے اُسکے بعد رکوع کیا اُس میں بھی روتے رہے پھر سجدہ کیا اُس میں بھی روتے رہے پھر سجدہ سے اُٹھے اور روتے رہے غرض صبح تک یہی کیفیت رہی حتی کہ بلال صبح کی نماز کیلئے بلانے کو آگئے۔ میں نے عرض کیا حضور آپ اس قدر کیوں روئے اللہ جل شانہ نے تو آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے آپ نے فرمایا کہ تو میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں اسکے بعد ارشاد فرمایا میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اُس کے بعد ان فی خلق السموات سورہ آل عمران کے آخر رکوع کی آیت تلاوت فرمائی۔ (۳) نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز اتنی طویل پڑھتے کہ آپ کے قدم مبارک ورم کر آتے آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ اتنی طویل نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آپ کے سب گناہ اولین و آخرین معاف ہو چکے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں **ف**۔ امام ترمذی نے اہتمام کی وجہ سے تین طریقوں سے اس مضمون کو ذکر کیا ان روایات پر ایک اشکال وارد

لے ترم بنصب الفعل باضمار ان بعد حتی وہو بفتح المثناة وکسر الراء وتخفیف المیم علی وزن تعد وفی نسخة حتی تورم بنا علی الاصل من ورم مضارع حذف احدی تائیه ۱۲

۲ے بصیغة التانیث ویروی بالتذکیر من الانتفاخ قال القاری ذکر المصنف الحدیث باسانید اشارة للتاکید والتقویة قلت ویشکل علیه الروایات الواردة فی النهی من التشدید فی العبادة کما بسط الروایات المختلفة فی ذلک صاحب اقامة الحجة ثم قال وخلاصة المرام ان ما صدر من النبی صلی الله علیه وسلم والصحابة من کثرة العبادة لیس ببدعة ولا بمنهی عنه فی الشرع بل هو امر حسن مرغوب فیه لکن بشرط لم یترتب علیه مفسدة شرعیة فان رجع الیه وتشتت بالتفصیل وقال الحافظ فی الفتح حدیث الباب فیه اخذ الانسان علی نفسه بالشدة فی العبادة وان اضر ذلک ببدنه لکنه اذا لم یفض الی الملال وعلیه یحمل قوله صلی الله علیه وسلم خذوا من الاعمال ما تطیقون فان الله لا یمل حتی تملوا اه ۱۲

ما تقدم من ذنبك وما تاخر قال افلا اکون عبداً شکوراً حدثنا محمد بن بشار انا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن ابی اسحاق عن الاسود بن یزید قال سألت عائشة عن صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم باللیل فقالت کان ینام اول اللیل ثم یقوم فاذا کان من السحر اوتر ثم اتی فراشه فاذا کانت له حاجة الم باهله فاذا سمع الاذان وثب فان کان جنباً افاض علیه من الماء والا توضأ وخرج الی الصلوٰة حدثنا قتیبة بن سعید عن مالك بن انس ح وثنا اسحاق بن موسی الانصاری ثنا معن عن مالك عن مخرمة بن سلیمان عن کریب

ہوتا ہے وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف طریقوں سے طاقت سے زیادہ مجاہدات اور عبادات کی ممانعت وارد ہوئی ہے لیکن حق یہ ہے کہ آدمی صرف عبادت کیلئے پیدا کیا گیا ہے حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمادیا کہ میں نے جن و انس کو صرف اسلئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ جب یہی اصل مقصد پیدائش کا ہے تو اس میں جتنا بھی اضافہ اور اہتمام اور زیادتی ہوگی وہ ممدوح اور پسندیدہ ہوگی۔ اس کے بعد زیادتی کی ممانعت جہاں جہاں وارد ہوئی ہے وہ عوارض کی وجہ سے ہے جہاں کوئی عارض اور مانع پیش آجائیگا وہاں غیر مستحسن ہو جائیگی۔ منجملہ ان عوارض کے اکتا جانا اور گھبرا کر بالکل ترک کر دینا ہے مثل مشہور ہے نہ بھاگ کر چلنا نہ اکھڑ کر گرنا۔ احادیث منع میں اس طرف اشارہ ہے چنانچہ حضور کا ارشاد ہے کہ اعمال اسی قدر کرو جتنے کا تحمل ہو سکے۔ اللہ جل شانہ ثواب عطا کرنے میں دریغ نہیں فرماتے جبتک کہ تم عمل سے نہ اکتا جاؤ اسی لئے علماء مجاہدات کی زیادتی سے روکتے ہیں کہ مبادا اکتا کر بالکل ہی ترک ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بہت بلند تھی۔ وہاں اکتا جانے کا کیا احتمال پیدا ہو سکتا ہے جبکہ حضور کا ارشاد ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور کیوں نہ ہوتی جبکہ نماز اللہ کی ساتھ راز و نیاز ہے تو حضور جیسے مخلص بندے کیلئے آقا کی ساتھ سرگوشی میں جتنی بھی لذت ہو قرینہ قیاس ہے۔ اکتا وے وہ جو اس لذت سے محروم ہو۔ اسی طرح دوسرا مانع جو احادیث میں وارد ہوا ہے حقوق لازمہ کی ادا میں کوتاہی ہے کہ مجاہدات کی کثرت سے ضعف پیدا ہو کر حقوق میں کوتاہی ہوگی۔ حضور کے یہاں یہ سوال بھی پیدا نہیں ہوتا اسلئے کہ جو قدسی ذات ان مجاہد اور تقلیل طعام وغیرہ پر بھی ایک دفعہ میں نو بیبیوں سے صحبت کر سکتا ہو وہاں ضعف کا کیا سوال۔ اسی طرح دیگر عوارض کا حال ہے جو حضور کے یہاں منتفی تھے اس لئے ان جیسی روایات پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ (۴) اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز یعنی تہجد اور وتر کے متعلق استفسار کیا کہ حضور کا کیا معمول تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز کے بعد شب کے نصف اول میں استراحت فرماتے تھے اسکے بعد تہجد پڑھتے رہتے تھے یہانتک کہ اخیر شب ہو جاتی تب وتر پڑھتے اسکے بعد اپنے بستر پر تشریف لے آتے۔ اگر رغبت ہوتی تو اہل کے پاس تشریف لے جاتے یعنی صحبت کرتے پھر صبح کی اذان کے بعد فوراً اٹھکر اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر نماز کیلئے تشریف لے جاتے ف۔ اطبا کے نزدیک بھی صحبت کیلئے بہترین وقت اخیر شب ہے کہ وہ اعتدال کا وقت ہے

۵۱ ای یصلی فان قیام اللیل متعارف فی الصلوٰة فیه تفسیر یعلی السدس لسابع والخامس ۱۲ م ۵۲ فاذا کانت قال میرک فی اکثر الروایات بلفظ ثم وقیل فی کلمة ثم فائدة وهی انه لم یقض حاجته بعد احیاء اللیل بالتهجد فاداء العبادة قبل قضاء الشهوة مدیر به صلی الله علیه وسلم وقیل یحتمل ان ثم لتراخی الاخبار ای کان عادته

http://mujahid.xtgem.com

عن ابن عباس[۵۱] انه اخبره انه بات عند میمونة وهی خالته قال فاضطجعت
(اشارة الی انه محرم ۱۲)
فی عرض[۵۲] الوسادة واضطجع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی طولها فنام
رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی اذا انتصف اللیل او قبله[۵۳] بقلیل فاستیقظ
رسول الله صلی الله علیه وسلم فجعل یمسح النوم عن وجهه ثم قرء العشر الآیات
(الآیات خواتیم)
الخواتیم[۵۴] من سورة آل عمران ثم قام الی شن معلق فتوضأ منه فاحسن الوضوء ثم
(من قوله ان فی خلق السموات ۱۲) (مشک کہنہ ۱۲)
قام یصلی قال عبد الله بن عباس فقمت الی جنبه فوضع رسول الله صلی الله علیه
(اے بعد الوضوء کما ہو مصرح فی روایة الصحیحین ۱۲)
وسلم یده الیمنی علی راسی ثم اخذ باذنی الیمنی

نیز سوکر اٹھنے کے بعد طرفین کی طبیعت بھی نشاط پر ہوتی ہے۔ اول شب میں پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے ایسی حالت میں صحبت مضر ہوتی ہے اور بھوک کی حالت میں زیادہ مضر ہے اخیر شب کا وقت اس لحاظ سے بھی اعتدال کا ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب طبی مصالح ہیں شرعاً جواز ہر وقت حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اول شب اور دن کے مختلف اوقات میں صحبت کرنا ثابت ہے۔ البتہ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ عین نماز کے وقت اگر صحبت کی جائے اور اُس سے حمل ٹھیر جائے تو وہ اولاد والدین کی نافرمان ہوتی ہے۔ (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات (لڑکپن میں) اپنی خالہ حضرت میمونہ (ام المؤمنین رضی اللہ عنہا) کے یہاں سویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکی اہل تکیہ کے طولانی حصہ پر سر رکھے ہوئے تھے اور میں تکیہ کی چوڑان پر سر رکھے ہوئے تھا (قاضی عیاض وغیرہ حضرات نے بجائے تکیہ کے بسترے کا ترجمہ فرمایا ہے لیکن جبکہ لفظ کا اصل ترجمہ تکیہ ہی کا ہے اور تکیہ مراد لینے میں کوئی بُعد بھی نہیں تو پھر بستر مراد لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ مثلاً تکیہ کی لمبائی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سر رکھکر قبلہ کی طرف منھ کرکے لیٹ گئے ہوں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ تکیہ کے چوڑان پر سر رکھکر یعنی قبلہ کی طرف سر کرکے لیٹ گئے ہوں) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم (اپنی اہل سے تھوڑی باتیں فرمانے کے بعد) سوگئے اور تقریباً نصف رات ہونے پر اپنے چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کے آثار کو دور فرمانے لگے پھر سورۂ آل عمران کے اخیر رکوع ان فی خلق السموات والارض کو تلاوت فرمایا (علماء کہتے ہیں کہ جاگنے کے بعد تھوڑا سا قرآن شریف پڑھ لینا چاہیے کہ اُس سے نشاط پیدا ہوتا ہے اور ان آیات کا پڑھنا مستحب ہے) اُسکے بعد مشکیزہ کی طرف جو پانی سے بھرا ہوا لٹک رہا تھا تشریف لیگئے اور اُس سے (برتن میں پانی لیکر) وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی وضو کرکے حضور کی (بائیں جانب) برابر کھڑا ہوگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس لئے کہ مقتدی کو دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے) میرے سر پر ہاتھ رکھکر میرا کان مروڑا (تنبیہ کیلئے ایسا کیا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے

---

۵۱ عرض بفتح العین علی الاصح الاشہر وفی روایة بالضم وهو بمعنی مفتوح العین ای جانبها قاله القاری ۱۲ ۵۲ الوسادة بکسر الواو المخدة المعروفة الموضوعة تحت الرؤس ونقل القاضی عیاض وغیره ان المراد هنا الفراش لقوله اضطجع صلی الله علیه وسلم فی طولها الخ فکانه نام تحت رجلیه تادبا وتبرکا قلت کان هذا احسن لو ساعده اللفظ فالاوجه عندی ان المراد بالمخدة هو معناه الحقیقی ولا محذور فیه کما لا یخفی ۱۲ ۵۳ او قبله الظاهر انه تردید من ابن عباس بناء علی تردده فی نهایة النوم نصف اللیل او اقل منه او اکثر ویحتمل الشک من الراوی قاله القاری ۱۲ ۵۴ الخواتیم وفی نسخة الخواتم جمع خاتم بمعنی الخاتمة منصوب علی ان الآیات

http://mujahid.xtgem.com

فصلّٰہا فصلّے رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین قال معن ست مرات ثم اوتر ثم اضطجع ثم جاءه المؤذن فقام فصلے رکعتین خفیفتین ثم خرج فصلے الصبح حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا وکیع عن شعبۃ عن ابی جمرۃ عن ابن عباس قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یصلے من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا ابو عوانۃ عن قتادۃ عن زرارۃ بن اوفی عن سعد بن ہشام عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا لم یصل باللیل منعہ من ذلک النوم او غلبتہ عیناہ صلی من النہار ثنتی عشرۃ رکعۃ حدثنا محمد بن العلاء انا ابو اسامۃ عن ہشام یعنی ابن حسان عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کہ میں اونگھنے لگا تو حضور نے میرا کان پکڑا ایک روایت میں ہے کہ کان پکڑ کر دائیں جانب کو کھینچا تاکہ سنت کے موافق امام کے دائیں جانب کھڑے ہو جاویں) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دو دو رکعت پڑھتے رہے معن جو اس روایت کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ چھے مرتبہ حضور نے دو دو رکعت پڑھی گویا بارہ رکعت ہوگئی (ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تہجد کی بارہ رکعتیں ہیں) پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے صبح نماز کیلئے جب بلال بلانے آئے تو دو رکعت سنت مختصر قرأت سے پڑھ کر صبح کی نماز کیلئے تشریف لیگئے۔ **ف**۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تہجد کی مختلف رکعات نقل کی گئی ہیں جو مختلف اوقات کے اعتبار سے ہیں کہ وقت میں گنجائش زیادہ ہوئی تو زیادہ پڑھ لیں ورنہ کم پڑھیں۔ کوئی خاص تحدید تہجد کی رکعات میں ایسی نہیں ہے جس سے کم و بیش جائز نہ ہوں بسا اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود وسیع وقت ہونیکے بھی رکعات کم پڑھتے تھے البتہ ان میں قرآن پاک کی تلاوت زیادہ مقدار میں فرماتے تھے جیساکہ اسی باب کی مختلف احادیث میں یہ مضامین آرہے ہیں۔ (۶) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تہجد (مع وتر کبھی) تیرہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ **ف**۔ یعنی دس رکعت تہجد اور تین رکعت وتر۔ بعض علماء نے ان میں صبح کی دو سنتیں شمار کی ہیں اس صورت میں آٹھ رکعت تہجد کی ہوئیں۔ (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی عارض کی وجہ سے رات کو تہجد نہیں پڑھ سکتے تھے تو دن میں (چاشت کے وقت) بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے **ف**۔ اگر حضور پر تہجد فرض تھا تو قضا ظاہر ہے اور اگر فرض نہیں تھا تب بیان افضلیت کے لئے قضا فرماتے تھے۔ مسلم شریف میں حضرت عمرؓ کی روایت سے حضور کا یہ ارشاد بھی وارد ہے جو شخص اپنا ورد اور معمول رات کو پورا نہ کر سکے اسکو چاہیئے کہ صبح کے بعد سے دوپہر تک کسی وقت پورا کرلے یہ ایسا ہی ہے گویا رات ہی کو پورا کرلیا اسی سے مشائخ سلوک کا یہ معمول ماخوذ ہے کہ ذکر وغیرہ اگر رات کو پورا نہ ہو سکے تو صبح کے وقت اسکو پورا کرلے۔ وقت گذر جانیکی وجہ سے بالکل ترک نہ کرے کہ پھر نفس اسکا عادی ہو جاتا ہے۔ (۸) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد

سلہ قال القاری ولعلہ انما لینبہہ علی مخالفۃ السنۃ او لیزداد تیقظہ لحفظ تلک ... فقال او لیزیل ما عندہ من النعاس لروایۃ فجعلت اذا اغفیت یاخذ بشحمۃ اذنی زاد المناوی او استعطافا للصبی المتحرج ای العطف فی مقام العبادۃ او زجرا له او تنبیها او تحریضا له علی قیام اللیل و تعلم الدین اھ ۱۲ سلہ ابی جمرۃ بجیم و راء مہملۃ اسمہ نصر بن عمران الضبعی ۱۲ سلہ زرارۃ بضم الزای اول الحروف ثم مہملات ۱۲ سلہ قال القاری فیہ دلیل علی جواز قضاء النافلۃ بل علی استحبابہ و ملی ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

قال اذا قام احدکم من اللیل فلیفتتح صلوته برکعتین خفیفتین حدثنا قتیبة بن سعید عن مالک بن انس ح وحدثنا اسحاق بن موسی حدثنا معن حدثنا مالک عن عبد اللہ بن ابی بکر عن ابیه ان عبد اللہ ابن قیس بن مخرمة اخبرہ عن زید بن خالد الجهنی انه قال لارمقن صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فتوسدت عتبته او فسطاطه فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رکعتین خفیفتین ثم صلی رکعتین طویلتین طویلتین طویلتین ثم صلی رکعتین وهما دون اللتین قبلهما ثم صلی رکعتین وهما دون اللتین قبلهما ثم صلی رکعتین وهما دون اللتین قبلهما ثم صلی رکعتین وهما دون اللتین قبلهما ثم اوتر فذلک ثلث عشرة رکعة حدثنا اسحاق بن موسی حدثنا معن حدثنا مالک عن سعید بن ابی سعید المقبری

فرمایا کہ جب رات کو تہجد کیلئے اٹھو تو شروع میں اول دو مختصر رکعتیں پڑھلو۔ **ف** تاکہ شروع ہی سے طویل رکعتیں شروع کرنے سے تکان نہ ہوجائے بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ دو رکعتیں تحیۃ الوضوء ہوتی تھیں اور تحیۃ الوضوء کا مختصر پڑھنا اولیٰ ہے اسلئے انکو مختصر پڑھنے کا ارشاد ہے اور حضور بھی مختصر پڑھتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں ایک لطیف بات لکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی سوتا ہے تو شیطان اُسکے بالوں میں تین گرہیں جادوگر کی طرح سے لگاتا ہے جن میں یہ افسون ہوتا ہے کہ ابھی تو رات بہت ہے اور سوتا رہوں جب آدمی اٹھکر اللہ کا پاک نام لیتا ہے (یعنی کوئی دعا وغیرہ پڑھتا ہے) تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھلتی ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو تیسری کھلتی ہے۔ چونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری گرہ نماز پڑھنے پر کھلتی ہے اسلئے دو رکعت مختصر طور پر پڑھنے کا حکم ہے تاکہ وہ تیسری گرہ بھی کھل جائے اور پھر ساری نماز شیطان کے اثر سے محفوظ ہونیکے بعد پڑھی جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے تسلط سے گو محفوظ تھے مگر حضور کا معمول اُمت کی تعلیم کے لحاظ سے ایسے امور کی رعایت فرمانیکا تھا جنکی اُمت کو احتیاج ہو اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بسا اوقات ان مختصر رکعتوں کو پڑھتے تھے جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے۔ (۹) حضرت زید بن خالد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن یہ ارادہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو آج غور سے دیکھونگا۔ میں آپ کے مکان یا خیمہ کی چوکھٹ پر سر رکھکر لیٹ گیا (تاکہ غور سے دیکھتا رہوں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دو مختصر رکعتیں پڑھیں اُسکے بعد طویل طویل طویل رکعتیں پڑھیں (تین دفعہ طویل کا لفظ اسکے زیادتی طول بیان کرنے کیلئے فرمایا) پھر اُن سے مختصر دو رکعتیں پڑھیں پھر اُن سے بھی مختصر دو رکعتیں پڑھیں پھر اُن سے بھی مختصر دو رکعتیں پھر اُن سے بھی مختصر دو رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھے یہ سب تیرہ رکعتیں ہوئیں۔ **ف**۔ جو لوگ وتر کی ایک رکعت ہونیکے قائل ہیں اُنکے نزدیک چھ مرتبہ دو دو رکعتیں نوافل اور ایک رکعت وتر کل تیرہ ہوئیں اور جنکے نزدیک وتر تین رکعت ہیں اُنکے نزدیک کل پندرہ رکعتیں ہوئیں تیرہ رکعتیں فرمانا اس بناء پر کہ تحیۃ الوضو شروع کی دو رکعت اسمیں شمار نہیں کی گئیں بعض روایتوں میں پھر کر مختصر دو رکعت پڑھیں یہ لفظ بجائے چار مرتبہ کے تین مرتبہ ہے اس صورت میں تحیۃ الوضوء کی دو خفیف رکعتیں جو شروع میں وارد ہوئی ہیں

۵۱ قال الحنفی مناسبۃ الحدیث بالترجمۃ بان امرہ صلی اللہ علیہ وسلم ... فعلہ ۱۲ بجوری ۵۲ ھو عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ... من زیادۃ ... فی آخر لفظا ابی بکر ... ۵۳ الجہنی ... ۵۴ لننظر ... او عتبتہ فسطاطہ صلی اللہ علیہ وسلم ... الطاہرات قالہ القاری

http://mujahid.xtgem.com

عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انه اخبره انه سأل عائشة كيف كان صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان فقالت ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة يصلي اربعا لا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي اربعا لا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم يصلي ثلاثا قالت عائشة قلت يا رسول الله اتنام قبل ان توتر قال يا عائشة ان عيني تنامان ولا ينام قلبي **حدثنا** اسحاق بن موسى ثنا معن ثنا مالك عن

اُنکے باوجود دس رکعت نوافل ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں لامحالہ وتر کو تین ہی رکعت ماننا پڑیگا ایک رکعت ماننے کی صورت میں تیرہ رکعت کا عدد پورا نہ ہوگا۔ اس حدیث میں ایک لفظ گذرا ہے کہ آپ کے مکان یا خیمہ کی چوکھٹ پر یہ کسی راوی کو شک ہے کہ اُستاذ نے مکان کی چوکھٹ کہا تھا یا خیمہ کی اور یہ حضرات محدثین رحمہم اللہ کی غایت احتیاط ہوتی ہے کہ جس لفظ میں اُنکو ذرا بھی تردد ہوا کرتا ہے اُسکو ظاہر فرمادیا کرتے ہیں لیکن ظاہر یہ ہے کہ خیمہ کی چوکھٹ مراد ہے اور یہ قصہ کسی سفر کا ہے اسلئے کہ مدینہ طیبہ کے قیام میں حضور کا معمول زنانہ مکان میں آرام فرمانے کا تھا وہاں کوئی سی بیوی پاس ہوتی تھیں اسلئے حضرت خالد کو دیکھنے کا موقعہ نہ مل سکتا تھا سفر میں یہ صورت کہ خیمہ میں حضور تنہا آرام فرما رہے ہوں بیبیوں میں سے کوئی ساتھ نہ ہوں قرین قیاس ہے، اسلئے یہی اقرب ہے، اکثر علماء نے اس قصہ کو سفر ہی کا تجویز فرمایا ہے (۱۰) ابو سلمہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں تہجد کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے انھوں نے فرمایا کہ حضور رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (گویا آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر چنانچہ خود اُسکی تفصیل فرماتی ہیں) کہ اول چار رکعت پڑھتے تھے یہ نہ پوچھ کہ وہ کتنی طویل ہوتی تھیں اور کس عمدگی کی ساتھ بہترین حالت یعنی خشوع و خضوع سے پڑھی جاتی تھیں۔ اسی طرح پھر چار رکعت اور پڑھتے تھے انکی بھی لمبائی اور عمدگی کا حال کچھ نہ پوچھ۔ پھر تین رکعات پڑھتے تھے یعنی وتر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے (یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے کہ اُنکے قلوب جاگتے رہتے ہیں)۔ **ف**۔ اس حدیث میں چند ضروری مباحث ہیں جن میں سے وہ ذکر کئے جاتے ہیں۔ اول تو یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس حدیث میں رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی گیارہ رکعت سے زیادہ کی نفی فرماتی ہیں۔ حالانکہ حضرت ابن عباس زید بن خالد وغیرہ وغیرہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے تیرہ ثابت ہیں بلکہ بعض

ف قال القاري اي في لياليه وقت التهجد فلا ينافيه ما صلاه بعد صلوة العشاء من صلوة التراويح اه وكتب الشيخ في البذل يشكل عليه ما ورد من روايتها انه صلى الله عليه وسلم كان يصلي من الليل ثلث عشرة ركعة وايضا يشكل عليه بصلوة التراويح فانه صلى الله عليه وسلم صلاها بثلث ليال ثم تركها بعذر فرضيتها والجواب عن الاول ان السائل لما سأل عن صلوة الليل وزاد لفظ في رمضان فظن ان عنده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لعله كان يزيد في رمضان على تهجده في غير رمضان فردته بقولها ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره اي في غالب الاحوال والاوقات فغرضها بهذا الرد على ما ظن انه صلى الله عليه وسلم كان يزيد في رمضان على غيره فلا ينافيه ما كان يزيده في بعض الاوقات واما عن الثاني فان هذا الحديث لا تعلق له بصلوة التراويح لا نفيا ولا اثباتا لانها صلوة اخرى والاستدلال بهذا الحديث على ان التراويح ثمان ركعات لغو يكذا الكتاب مولانا محمد يحيى المرحوم من تقرير شيخه رحمه الله مختصرا ١٢ ـه اتنام . المشهور عند الشراح في معنى الحديث انها تعني ان الوتر ربما يفوت بان لا يستيقظ في الوقت ثم اشكلوا عليه بقصة ليلة التعريس فلما لوا عنها باجوبة عديدة والاوجه عندي ان الحديث من باب نقض الوضوء بالنوم دون باب الوقت والمعنى انك تنام قبل الوتر ثم توتر بعد الاستيقاظ ولا تجدد الوضوء احيانا فاجابها عليه السلام بان قلبه يقظان فيدرك الحدث فلا ايراد ولا جواب فتأمل ١٢

http://mujahid.xtgem.com

روایات میں تیرہ سے زیادہ بھی وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد میں خود حضرت عائشہؓ نے عبداللہ بن ابی قیس کے سوال پر حضور کی شب کی نماز کی رکعات یہ گنوائی ہیں کہ چار اور تین چھ اور تین آٹھ اور تین دس اور تین جو تیرہ ہوتی ہیں حتیٰ کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی تیرہ رکعتیں نقل کی گئی ہیں چنانچہ ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا کہ حضور سات رکعت سے کم اور تیرہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے اور موطا امام مالک کی روایت ہے۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع الندا و للصبح برکعتین خفیفتین یعنی حضور رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے اسکے بعد صبح کی اذان پر دو رکعت صبح کی سنتیں پڑھتے تھے۔ بعض علماء نے تو اس اختلاف کو دیکھکر یہ کہدیا کہ حضرت عائشہؓ کی روایتیں تہجد کی رکعات کے بارے میں مضطرب ہیں یعنی ضعیف ہیں لیکن مضطرب کہنے کی ضرورت نہیں ہے اس میں کیا اشکال ہے کہ گیارہ رکعات اکثر اوقات اور عام معمول کے اعتبار سے ہوں اور کبھی کبھی ان سے کم وبیش بھی حضور نے پڑھی ہوں جیسا کہ دوسری روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ بعض لوگ اس حدیث سے یہ بھی مسئلہ نکالتے ہیں کہ تراویح بھی آٹھ رکعت ہے حالانکہ اس روایت سے تہجد کا صرف آٹھ رکعت ہونا بھی معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے گذر چکا چہ جائیکہ تراویح۔ اس حدیث کو تراویح سے کوئی تعلق ہی نہیں صلوٰۃ اللیل کے لفظی معنی رات کی نماز کے ہیں لیکن اس سے مراد قرینہ سے تہجد کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس سے اگر رات کی ہر نماز مراد لیجاوے تو تراویح کیساتھ مغرب اور عشاء کے فرض اور اُنکی سنتیں سب ہی خارج ہوجاوینگی جنکو کوئی بھی نہیں نکال سکتا۔ غرض اس حدیث میں صرف تہجد کا ذکر ہے وہی پوچھنا مقصود ہے اسی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب مرحمت فرمایا اور بظاہر پوچھنے کی یہ ضرورت پیش آئی تھی کہ حضور کی عادت شریفہ رمضان المبارک میں زیادتی عبادت کی تھی جیسا کہ متعدد روایات میں آیا ہے۔ اسلئے ابوسلمہ کو خیال ہوا کہ شاید تہجد کے عدد رکعات میں بھی کچھ اضافہ فرماتے ہوں اسلئے پوچھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُسکی نفی فرمادی ورنہ خود حضرت عائشہؓ کا بھی یہ مقصود نہیں کہ تراویح تو درکنار تہجد کی رکعات بھی گیارہ سے زیادہ بھی نہیں ہوتی تھیں اسلئے کہ تیرہ رکعات تک خود حضرت عائشہؓ سے ثابت ہو چکا ہے۔ تراویح کے بارے میں حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مفصل رسالہ الرای النجیح اُردو میں شائع شدہ ہے جسکا دل چاہے اُسے دیکھ لے مختصر امر یہ ہے کہ احادیث میں تہجد کو صلوٰۃ اللیل (رات کی نماز) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تراویح کو قیام رمضان (رمضان کی نماز) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں نمازیں علیٰحدہ علیحدہ ہیں۔ متعدد علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ قیام رمضان سے تراویح مراد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام رمضان کا بہت اہتمام تھا متعدد احادیث میں قولاً اور فعلاً اسکی اہمیت وارد ہے حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایمان اور ثواب کی امید کیساتھ قیام رمضان کرے اُس نے جتنے بھی گناہ کئے ہیں تمام معاف ہوجاتے ہیں (علماء کے نزدیک صغائر مراد ہیں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کا ایجابی حکم تو نہ فرماتے تھے۔ البتہ ترغیب دیا کرتے تھے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی بڑی لمبی جماعت کیساتھ اس نماز کو پڑھتے تھے اور ہمیشہ نہ پڑھنے کا یہ عذر فرماتے تھے کہ مجھے اسکے فرض ہوجانیکا اندیشہ ہے اور حضور کے ہمیشہ پڑھنے سے فرض ہو جانا کسی وجوہ سے محتمل تھا۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین متفرق طور پر کچھ تنہا اور کچھ جماعت میں پڑھتے تھے جو تقریباً نصف رات تک پڑھتے تھے اور کبھی اس سے بھی زیادہ۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان متفرق جماعتوں اور علیحدہ پڑھنے والوں کو ایک امام کے

http://mujahid.xtgem.com

ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی من اللیل احدی عشرۃ رکعۃ یوتر منہا بواحدۃ فاذا فرغ منہا اضطجع علی شقہ الایمن حدثنا ابن ابی عمر انا معن عن مالک عن ابن شہاب نحوہ وثنا قتیبۃ عن مالک عن ابن شہاب نحوہ حدثنا ھناد ثنا ابو الاحوص عن الاعمش عن ابراھیم عن الاسود

پیچھے پڑھنے کا حکم فرمادیا کہ انتشار نہ ہو سائب کہتی ہیں کہ امام لوگ ہر رکعت میں سو سو آیتوں والی سورتیں پڑھتے تھے ہم لوگ کھڑے کھڑے تکان کی وجہ سے کسی چیز پر سہارا لگاتے تھے اور سحر کے قریب فارغ ہوتے تھے بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ تراویح کی مسنون ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے اور اہل قبلہ میں سے روافض کے سوا کوئی فرقہ بھی اسکا انکار نہیں کرتا۔ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل سب حضرات کے فقہ کی کتابوں میں اسکی تصریح ہے کہ تراویح کی بیس رکعات سنۃ مؤکدہ ہیں۔ البتہ امام مالک رح کے نزدیک مشہور قول کے موافق چھتیس رکعتیں ہیں فقہ حنبلی کی مشہور کتاب مغنی میں لکھا ہے کہ امام احمد کے نزدیک راجح قول بیس رکعات کا ہے اور یہی مذہب ہے سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ امام شافعی کا البتہ امام مالک کے نزدیک چھتیس رکعات ہیں امام مالک سے نقل کیا گیا کہ میرے پاس بادشاہ کا قاصد آیا کہ تراویح کی رکعات میں تخفیف کی اجازت دیدی جائے میں نے انکار کردیا امام مالک کے شاگرد کہتے ہیں کہ مدینہ میں انتالیس رکعات پڑھی جاتی تھیں یعنی چھتیس تراویح اور تین وتر۔ اوجز میں یہ بحث مفصل ہے میرے اساتذہ کا ارشاد ہے کہ مدینہ میں چھتیس رکعات جو پڑھی جاتی تھیں ان میں بیس تراویح ہوتی تھیں لیکن ہر ترویحہ میں اتنی دیر ٹھیرنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعت پڑھے اسلئے وہ حضرات ہر ترویحہ میں چار رکعت نفل پڑھ لیتے تھے اس لئے یہ سولہ رکعات چار درمیان ترویحوں کی بڑھ گئیں۔ بہرحال یہ مالکیہ کا مذہب ہے بقیہ تینوں اماموں کے نزدیک راجح قول بیس رکعات ہی کا ہے۔ (۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے جس میں ایک رکعت وتر ہوتی تھی۔ جب آپ اس سے فارغ ہوتے تو اپنی دائیں کروٹ پر آرام فرماتے۔ **ف**۔ یہ حدیث خود اس پہلی حدیث کے خلاف ہے جس میں آٹھ رکعت کا بیان تھا اسی وجہ سے بعض علماء نے حضرت عائشہ رض کی روایات میں کلام کیا ہے جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا۔ البتہ توجیہ کے درجہ میں اس اختلاف روایات کو اختلاف اوقات پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ گاہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے اور گاہے کم وبیش۔ دوسرا مسئلہ وتر کی ایک رکعت کا ہے۔ وتر کے بارے میں چند اختلافات ہیں سب سے اول اسکے حکم میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک وہ واجب ہے بعض دیگر ائمہ کے نزدیک مستحب ہے حدیث چونکہ اس سے ساکت ہے اسلئے اس بحث کو چھوڑ دیا گیا۔ دوسرا اختلاف اسکی رکعات میں ہے حنفیہ کے نزدیک تین رکعتیں ہیں جو ایک سلام سے ہیں۔ دوسرے بعض اماموں کے نزدیک ایک رکعت ہے ان میں بھی اختلاف ہے بعض صرف ایک رکعت فرماتے ہیں اور بعض ائمہ ایک رکعت کی ساتھ اس سے پہلے دو رکعت علیحدہ سلام کیساتھ واجب بتلاتے ہیں احادیث میں مختلف روایات اس بارے میں وارد ہوئی ہیں جنکی ترجیح میں ائمہ میں اختلاف ہوا اسی وجہ سے اس مسئلہ میں اختلاف ہوا۔ حنفیہ اپنے مسلک پر چند احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) عبداللہ بن ابی قیس کی وہ روایت جو ابوداؤد وغیرہ نے ذکر کی ہے گذشتہ حدیث کی بحث اول میں گذر چکی ہے کہ حضرت عائشہ رض نے حضور کی

لہ اختلفت النسخ فی ذکر لفظ نحوہ ولفظ التحویل ففی بعضہا احدہما وفی بعضہا ذکرہما معا ولا وجہ لذکرہما معا الوجہ الاقتصار علی احدہما والمقصود بیان الطرق لعدیدۃ للروایۃ المتقدمۃ قال القاری اجماع النسخ علی قولہ وثنا قتیبۃ بالواو العاطفۃ یدل علی ثبوت التحویل سواء ضم معہ لفظا نحوہ کما ہنا کذا وحذف ثم کان حق التحویل ان

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا محمود بن غیلان ثنا یحیی بن ادم ثنا سفین الثوری عن الاعمش نحوہ حدثنا محمد بن المثنی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی حمزۃ رجل من الانصار عن رجل من بنی عبس عن حذیفۃ بن الیمان انہ صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل قال فلما دخل فی الصلوۃ قال اللہ اکبر ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ قال ثم قرأ البقرۃ ثم رکع فکان رکوعہ نحوا من قیامہ وکان یقول سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم ثم رفع راسہ فکان قیامہ نحوا من رکوعہ وکان یقول لربی

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل تسع رکعات

الملک والاستار للمبالغۃ ۱۲　　ای کما لہا کما ہو ظاہر العبارۃ ۱۲

شب کی نماز چار اور تین چھ اور تین آٹھ اور تین دس اور تین رکعتیں ذکر فرمائی اس تکلف کی ساتھ ذکر کرنا اور تین رکعت کو ہر جگہ بلا کم و زیادہ علیحدہ ذکر کرنا اس پر صاف دلیل ہے کہ یہ کوئی ایسی نماز ہے جس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی تھی یہ تین ہی رکعتیں رہتی تھی ورنہ حضرت عائشہؓ سات نو گیارہ فرماتیں چار اور تین چھے اور تین وغیرہ کیوں فرماتیں۔ (۲) ملا علی قاری نے حنفیہ کی دلیل یہ لکھی ہے کہ صحابہ کا اس پر اجماع ہے کہ تین رکعات وتر جائز و مستحسن ہیں اور اس سے کم میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایک رکعت بھی جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز ہی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ قول اولیٰ ہے مختلف فیہ سے حسن بصریؒ جو مشہور محدثین اور اکابر صوفیہ میں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں حضرت عمر بن عبد العزیز عمر ثانی رحنے علمائے مدینہ سے تحقیق کے بعد یہ حکم نافذ کر دیا تھا کہ وتر تین رکعات پڑھی جائیں۔ حضرت حسنؓ سے کسی نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ وتر کی تین رکعات میں دو پر سلام پھیرتے ہیں اور تیسری رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ انکے باپ حضرت عمرؓ تینوں رکعات ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے اور وہ ابن عمرؓ سے زیادہ عالم تھے (۳) احادیث میں ایک رکعت پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے کسی نے کہا کہ حضرت سعد وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ ایک رکعت نماز ہی نہیں ہوتی۔ اسکے علاوہ اور بہت سے طریقوں سے حنفیہ استدلال فرماتے ہیں علماء نے اس بارے میں مستقل رسائل تحریر فرمائے ہیں۔ اس رسالہ میں فقہی مسائل سے بحث نہیں کی گئی بقدر ضرورت مختصر اشارے کر دیئے گئے۔

(۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو رکعات پڑھتے تھے **ف** حنفیہ کے نزدیک چھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر چنانچہ عبد اللہ بن ابی قیس کی روایت میں خود حضرت عائشہؓ نے چھ اور تین فرمایا۔ (۱۳) حذیفہ رضی اللہ عنہ

لہ قال القرطبی استشکل حدیثہا علی کثیر حتی نسب الی الاضطراب واجیب بانہ انما یتم لو اتحد الراوی عنہا والوقت والصلوۃ والصواب حملہ علی اوقات متعددۃ واحوال مختلفۃ فتارۃ یصلی سبعا وتارۃ تسعا وتارۃ احدی عشر وہو الاغلب ۱۲ ق م ۵۲ ابو حمزۃ قال القاری قال المؤلف فی جامعہ ابو حمزۃ عندنا طلحۃ بن زید وقال النسائی ہو عندنا طلحۃ بن یزید قال میرک ہو قول الاکثر قلت وبہ جزم اہل الرجال وسیاتی شئ منہ فی آخر الحدیث ۱۲ ۵۳ بنی عبس بمہملتین بینہما موحدۃ قبیلۃ نسائیۃ کفلس سمہ منہ ابن زفر العبسی الکوفی حکاہ القاری عن المنذری ۱۲ ۵۴ قال الحیوری ای جماعۃ فان کانت الصلوۃ صلوۃ التراویح فالامر ظاہر لان الجماعۃ مشروعۃ فیہا وان کانت غیرہا ففعلہا جماعۃ جائز ویؤیدہ ظاہر السیاق من ان الاربع رکعات کانت بسلام واحد ولو کونہا صلوۃ التراویح یتعین انہا کانت بسلامین لان التراویح یجب فیہ السلام من کل رکعتین ولا یصح فیہا اربع رکعات بسلام واحد اہ ۱۲ ۵۵ من للتبعیض او بمعنی فی ولفظ النسائی انہ معہ فی لیلۃ من رمضان ۱۲ ق ۵۶ قال القاری الاظہر انہ بعد تکبیرۃ التحریمۃ وقال المناوی ای اراد الدخول فیہا ۱۲ ۵۷ ای بعد الفاتحۃ لانہ ما توہم انہ افتتحہا بدون الفاتحۃ ولم یذکرہا الراوی اعتمادا علی فہم السامع وکان معروفا من عادتہ فقد قال لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب ۱۲ ق م ۵۸ قال القاری المراد ان رکوعہ کان متجاوزا عن المعہود کالقیام واغرب من کان من اہل البیان حیث قال ہذا بیان لقولہ نحوا ای مثلا اہ رد الی المناوی والظرف متعلق بنحو المتضمن معنی القرب ای قریبا ۱۲ ۵۹ یقول آخر کرر الالفاظ لافادۃ التکثیر اشارۃ الی جمع کل من تثنیتین منفس ولعد ذکرہ جمع من الشراح ۱۲ ۱۰ فیہ حجۃ للجمہور منہم الائمۃ الثلثۃ ان من طال الاعتدال والجلسۃ تصح صلاتہ خلافا للشافعیۃ قال المناوی لا دلیل فیہ لما ذہب الیہ الشافعیۃ فعند منہم النووی ان الاعتدال والقعود بین السجدتین رکنان طویلان بل المذہب انہما رکنان قصیران فتبطل ان زاد فیہما علی قدر الذکر

http://mujahid.xtgem.com

الحمد ثم سجد فكان سجوده نحوا من قيامه وكان يقول سبحان ربى الاعلى سبحان ربى الاعلى ثم رفع راسه فكان ما بين السجدتين نحوا من السجود وكان يقول رب اغفر لى رب اغفر لى حتى قرأ البقرة وآل عمران والنساء والمائدة او الانعام شعبة الذى شك فى المائدة والانعام قال ابو عيسى وابو حمزة اسمه طلحة بن زيد وابو حمزة الضبعى اسمه نصر بن عمران حدثنا ابو بكر محمد بن نافع البصرى ثنا عبد الصمد بن عبد الوارث عن اسمٰعيل بن مسلم العبدى عن ابى المتوكل

کہتے ہیں کہ انھوں نے ایک رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ نماز پڑھی (بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ قصہ رمضان المبارک کی رات کا تھا اسلئے محتمل ہے کہ یہ تہجد کی نماز ہو یا تراویح ہوں) حضور نے نماز شروع فرماکر یہ دعا پڑھی اللہ اکبر ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ (اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی ذات والاصفات سب سے برتر ہے وہ ایسی ذات ہے جو بڑی بادشاہت والی ہے بڑے غلبہ والی ہے بڑائی اور بزرگی وعظمت والی ذات ہے) پھر حضور نے (سورۂ فاتحہ پڑھکر) سورۂ بقرہ تلاوت فرمائی۔ پھر رکوع کیا یہ رکوع قیام ہی جیسا تھا (اسکے دو مطلب علماء فرماتے ہیں اور دونوں محتمل ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ رکوع تقریباً اتنا ہی طویل تھا کہ جتنا قیام۔ یعنی اگر قیام مثلاً ایک گھنٹہ کا تھا تو تقریباً ایک ہی گھنٹہ کا رکوع بھی تھا۔ اس قول کے موافق اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر رکوع سجدہ نماز میں عام معمول سے زیادہ لمبا ہو جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جیسے قیام معمول سے زائد تھا ایسے ہی یہ رکوع بھی معمولی رکوع سے طویل تھا۔ اس صورت میں قیام کے ایک گھنٹہ ہونیکی صورت میں رکوع اگر پندرہ منٹ کا بھی ہو گیا تو اس حدیث کا مصداق بن گیا۔ اس قول کے موافق نماز اپنے عام معمول کے موافق رہی یعنی جو رکن لمبا ہوتا ہے جیسا کھڑا ہونا وہ لمبا رہا اور جو مختصر ہوتا تھا جیسے رکوع یا سجدہ وہ مختصر رہا البتہ ہر رکن عام نمازوں کے اعتبار سے بڑھا ہوا تھا۔ حضور اپنے اس رکوع میں سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم فرماتے رہے۔ پھر رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہوئے اور یہ کھڑا ہونا بھی رکوع ہی جیسا تھا۔ اُس وقت لربی الحمد لربی الحمد فرماتے رہے پھر سجدہ ادا کیا اور وہ سجدہ بھی کھڑے ہونیکے برابر ہی تھا۔ اُس میں سبحان ربی الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ فرماتے رہے۔ پھر سجدہ سے اٹھکر بیٹھے یہ بھی سجدہ کی طرح سے طویل تھا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب اغفرلی رب اغفرلی فرماتے رہے۔ غرض حضور نے اپنی اس نماز میں سورۂ بقرہ سورۂ آل عمران سورۂ نساء سورۂ مائدہ یا سورۂ انعام۔ راوی کو ان اخیر کی دو سورتوں میں شک ہو گیا کہ کونسی تھی لیکن اول کی تین محقق ہیں غرض تینوں سورتیں وہ اور ان دونوں میں سے ایک سورت یہ چاروں سورتیں تلاوت فرمائی۔ **ف**۔ اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ چاروں سورتیں چار رکعت میں تلاوت فرمائی۔ ابو داؤد کی روایت اس میں اور بھی واضح ہے جس میں تصریح ہے کہ حضور نے چار رکعتیں پڑھی جن میں یہ سورتیں تلاوت فرمائی لیکن مسلم وغیرہ کی روایت میں اسکی تصریح ہے کہ حضور نے سورۂ بقرہ سورۂ نساء سورۂ آل عمران تینوں سورتیں ایک ہی رکعت میں تلاوت فرمائی۔ اسلئے مسلم اور ابو داؤد کی روایت کی وافق بظاہر دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں

ف ظاہرہ انہ قرأ السور الاربع فی الرکعات الاربع وبہ صرحت روایۃ ابی داؤد ولکن روایۃ الشیخین ظاہرۃ فی انہ قرأ الکل فی رکعۃ فلعل الواقعۃ تعددت قالہ المناوی وتعقبہ القاری بان الروایۃ لمسلم وحدہ لا للبخاری وانہ قرأ السور الثلث ای البقرۃ وآل عمران والنساء فی رکعۃ ثم قال فاما ان یحمل علی تعدد الواقعۃ ویکون صلوٰۃ حذیفۃ معہ صلی اللہ علیہ وسلم وقعت فی لیلتین فی احدیہما قرأ السور الثلث فی رکعۃ وفی الاخری قرأ السور الاربع فی اربع رکعات او یقال ان فی روایۃ ابی داؤد والترمذی وہما والصواب روایۃ مسلم والنسائی فان فیہما التفصیل والتبیین ۱۲ ف قال ابو عیسیٰ لغرض المعرفۃ ان ابا حمزۃ الراوی فی اول السند مختلف فی اسمہ وبینا کان یشکل اللبس بابی حمزۃ الضبعی رجل آخر من الرواۃ فبین اولاً اسمہ ذکر بعدہ اسم ابی حمزۃ الضبعی انہ رجل آخر اسمہ نصر بن عمران ابطالۃ ہذا الذی فی سند الترمذی م

http://mujahid.xtgem.com

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بآیۃ من القرآن لیلۃ حدثنا محمود بن غیلان ثنا سلیمان بن

حرب ثنا شعبۃ عن الاعمش عن ابی وائل عن عبد اللہ قال صلیت لیلۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یزل قائماً حتی

ہممت بامر سوء قیل لہ وما ہممت بہ قال ہممت ان اقعد وادع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا سفین بن وکیع

ثنا جریر عن الاعمش نحوہ حدثنا اسحاق بن موسی الانصاری ثنا معن ثنا مالک عن ابی النضر عن ابی سلمۃ عن عائشۃ ان النبی

(حاشیہ: یعنی صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ — شقیق بن سلمۃ الکوفی ۱۲)

اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ہی قصہ ہو اور کوئی سی روایت میں کچھ سہو واقع ہو گیا ہو۔ لیکن غلطی پر حمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لمبی لمبی نماز پڑھنا روزانہ کا معمول تھا اس لئے ایک مرتبہ چار سورتیں چار رکعتیں اور ایک مرتبہ تین سورتیں ایک رکعت میں پڑھی ہوں تو کیا مانع ہے۔ (۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تہجد میں صرف ایک آیت کو تکرار فرماتے رہے۔ **ف**۔ وہ آیت سورۂ مائدہ کے اخیر رکوع کی آیۃ ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم ہے یعنی اے اللہ اگر تو ان سب کو عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں یعنی ہر طرح سے تیری ملک ہیں، تیری چیز ہیں، تو جو چاہے تصرف فرما دے۔ اور اگر تو انکی مغفرت فرمادے اور سب کو معاف کردے تو تیری شان سے کچھ بھی بعید نہیں تو بڑی قدرت والا ہے، بڑی حکمت والا ہے۔ **ف**۔ جس شخص کو زبردست قدرت حاصل ہو وہ جس مجرم کو چاہے معافی دیدے اور جو بڑی حکمت والا ہو اسکے ہر فعل میں حکمت اور مصالح ہو سکتے ہیں۔ حضور کا کھڑے ہونے میں اور رکوع سجدہ میں بھی اس آیت کو پڑھتے رہنا اور بار بار دہراتے رہنا اللہ جل شانہ کی دو صفت عدل و مغفرت کی مستحضر ہو جانیکی وجہ سے تھا کہ قیامت کا سارا منظر الٰہی دو صفتوں کا مظہر ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک شب تمام رات یہ آیت پڑھتے رہے وامتازوا الیوم ایھا المجرمون۔ اس آیت شریفہ میں بھی قیامت کے منظر کا بیان ہے کہ اُس دن یہ حکم ہوگا کہ آج مجرم لوگ غیر مجرموں سے علیحدہ اور ممتاز ہو جائیں کس قدر سخت اور کپکپا دینے والا حکم ہے کہ آج اللہ والوں کے ساتھ ملے جلے ہیں انکی برکات سے نفع اٹھا رہے ہیں لیکن اُسوقت مجرم لوگوں کو ان سے علیحدہ کر دیا جائیگا۔ اللہ ہی اپنے فضل سے وہاں بھی ان مقدس نفوس کے زیر سایہ رکھے ورنہ بڑی ہی مشکلات ہیں۔ (۱۵) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز پڑھی حضور نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ میں نے ایک بُرے کام کا ارادہ کر لیا کسی نے پوچھا کہ کس کام کا ارادہ کر لیا تھا کہنے لگے کہ میں بیٹھ جاؤں اور حضور کو تنہا چھوڑ دوں۔ **ف**۔ اسکے دو مطلب محتمل ہیں کہ بیٹھکر نماز پڑھنے لگوں اور حضور تنہا کھڑے رہیں یہ اس بنا پر بُرا ارادہ تھا کہ بے ادبی کو متناول تھا اور ہو سکتا ہے کہ بیٹھ جاؤں کا یہ مطلب ہے کہ نماز ہی پڑھنی چھوڑ دوں اس کا بُرا ہونا بالکل ظاہر ہے کہ حضور کی ساتھ ساتھ نماز کی بھی بے ادبی اور اس سے لاپروائی بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضور کے ساتھ نماز پڑھتے پڑھتے نیت توڑ کے بیٹھ جائیں مگر کھڑے کھڑے جب تھک گئے تو اس قسم کے خیال آنے لگے۔ (۱۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور

ﻟﮧ بآیۃ الخ ہی ان تعذبھم فانھم عبادک الآیۃ وکان علیہ السلام بہا یرکع ویسجد کما رواہ ابو عبید وغیرہ واشکل علیہ ما فی روایۃ مسلم وغیرہ من النہی عن القراءۃ فی الرکوع والسجود واجیب بانہ یحتمل ان یکون لبیان الجواز اشارۃ الی ان النہی للتنزیہ او قبل النہی او یوجہ بان المعنی یرکع ویسجد بمقتضی ہذہ الآیۃ مثلاً بلفظ سبحان ربی العزیز الحکیم ۱۲ ﻟﮧ بالفتح نقیض المعرۃ مصدر وبالضم اسم وشاع الاضافۃ الی المفتوح قالہ المناوی وقال القاری بامر سوء بالاضافۃ وروی بقطعہا علی الصفۃ قال میرک الروایۃ بالاضافۃ کما یفہم من کلام الحافظ ابن حجر وجوز الکرمانی ان یکون بالصفۃ اھ ۱۲ ﻟﮧ قال القاری ای اجلس قاعداً واترکہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قائماً او معنی اقعد لا اصلی معہ صلی اللہ علیہ وسلم منفرداً لانہ یقطع صلوتہ کما ظنہ القسطلانی وغیرہ لان ذلک لا یلیق بجلالۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قلت وظاہر السیاق مع القسطلانی وغیرہ ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی جالسا فیقرء وھو جالس فاذا بقی
قیل کان ذلک فی کبر سنہ وقد صرحت بہ عائشۃ
من قراءتہ قدر ما یکون ثلثین او اربعین ایۃ قام فقرأ
وھو قائم ثم رکع وسجد ثم صنع فی الرکعۃ الثانیۃ مثل ذلک
حدثنا احمد بن منیع ثنا ھشیم انا خالد الحذاء عن عبد اللہ
ابن شقیق قال سألت عائشۃ عن صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (زمانہ ضعف میں) نوافل میں قرآن شریف (چونکہ زیادہ پڑھتے تھے اسلئے) بیٹھکر تلاوت فرماتے تھے اور جب رکوع کرنے میں تقریباً تیس چالیس آیت رہ جاتی تھیں تو کھڑے ہوکر تلاوت فرماتے اور رکوع میں تشریف لیجاتے اور کھڑے ہونیکی حالت میں رکوع فرماتے پھر سجدہ کرتے اور اسی طرح دوسری رکعت ادا فرماتے۔ **ف**۔ بعض علماء نے اس شخص کیلئے جو بیٹھکر نماز پڑھے کھڑے ہوکر رکوع سجدہ کرنا ناجائز بتایا ہے۔ مگر جمہور علماء جن میں چاروں امام بھی شامل ہیں کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اسی طرح اس کے خلاف جو شخص کھڑے ہوکر نماز پڑھے اسکو بیٹھکر رکوع سجدہ کرنا بھی جائز ہے مگر یہ سب نفلوں میں ہے۔ فرضوں میں جو شخص کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکتا ہے اسکو بیٹھکر پڑھنا جائز ہی نہیں ہے۔ (۱۷) عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور کی نوافل کے متعلق دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ حضور رات کے طویل حصہ میں نوافل کھڑے ہوکر پڑھتے تھے اور طویل حصہ میں نوافل بیٹھکر پڑھتے تھے حضور کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کھڑے ہوکر قرآن پڑھتے تو رکوع وسجود بھی کھڑے ہونیکی حالت میں ادا فرماتے اور جب قرآن بیٹھکر پڑھتے تو رکوع وسجود بھی بیٹھنے ہی کی حالت میں ادا فرماتے۔

ف۔ رات کے طویل حصہ میں نوافل کے علماء نے دو مطلب تحریر فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ ایک ہی رات میں بہت سا حصہ کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے اور بہت سا حصہ بیٹھکر۔ اور دوسرا مطلب یہ کہ یہ مختلف راتوں کا حال ہے کہ بعض راتوں میں طویل نماز کھڑے ہوکر پڑھتے تھے اور بعض راتوں میں طویل نماز بیٹھکر پڑھتے تھے۔ دوسرا مطلب راجح ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ حضور کا معمول رات کی نماز یعنی تہجد کی رکعات لمبی لمبی پڑھنے کا تو ہمیشہ ہی رہتا تھا اگر طبع مبارک پر ضعف اضمحلال ہوتا تو بیٹھکر پڑھتے تھے ورنہ کھڑے ہوکر پڑھتے تھے۔ اس حدیث کا اخیر مضمون بظاہر اس سے پہلی حدیث کے مخالف ہے اسلئے علماء نے ان دونوں کو دو حالتوں پر محمول فرمایا کہ نوافل کا مدار نشاط اور سہر پر ہے جسوقت جس طرح نشاط زیادہ حاصل ہوتا اسی طرح پڑھتے۔ اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے افعال میں تعلیم بھی مقصود ہوتی تھی یعنی بہت سے افعال حضور اسلئے بھی کرتے تھے کہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ اس طرح بھی یہ کام کرنا

سلہ بقی فیہ ایماء الی ان الذی کان یقرأہ قبل ان یقوم اکثر لان البقیۃ تطلق فی الغالب علی الاقل ۱۲ قاری سلہ یحتمل ان یکون شکا من الراوی عن عائشۃ اومن دونہ ویحتمل ان یکون من کلامھا اشارۃ الی ان ما ذکرتہ مبنی علی التخمین تحرزا من الکذب او اشارۃ الی التنویع بان یکون تارۃ اذا بقی ثلثون وتارۃ اذا بقی اربعون اھ زاد المناوی او بحسب طول الایات وقصرھا والظاھر انھا اشارۃ الی ان المذکور مبنی علی التخمین قلت وھو المرجح عندی ۱۲ سلہ فی الحدیث مسئلتان خلافیتان الاولی ما قال زین العراقی الحدیث یقتضی ان من افتتح الصلوۃ قاعدا ثم انتقل الی القیام لا یقرأ حال نھوضہ بخلاف عکسہ فیقرأ حال الھوی دبہ صرح الشافعیۃ فی فرض المعذور واما فی النفل فمخیر فی القراءۃ حال النھوض والھوی لکن الافضل القراءۃ ھاویا لا ناھضا اھ والثانیۃ ما قال میرک ان فی الحدیث ردا علی من اشترط علی من افتتح النافلۃ قاعدا ان یرکع قاعدا او قائما ان یرکع قائما وھو محکی عن اشھب وبعض الحنفیۃ قلت والائمۃ الاربعۃ علی جواز القیام لمن افتتح قاعدا وعکسہ

۱۲ لتفصیل الاختلاف فی المطولات ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

تطوعہ فقالت کان یصلی لیلاً طویلاً قائماً ولیلاً طویلاً قاعداً فاذا قرأ وھو قائم رکع وسجد وھو قائم واذا قرأ وھو جالس رکع وسجد وھو جالس حدثنا اسحاق بن موسیٰ الانصاری ثنا معن ثنا مالک عن ابن شہاب عن السائب بن یزید عن المطلب بن ابی وداعۃ السہمی عن حفصۃ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی سبحتہ قاعداً ویقرأ بالسورۃ ویرتلھا حتی تکون اطول من اطول منھا حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی حدثنا الحجاج بن محمد عن ابن جریج قال اخبرنی عثمان بن ابی سلیمان ان ابا سلمۃ بن عبد الرحمٰن اخبرہ ان عائشۃ رضی اللہ عنہا اخبرتہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یمت حتی کان اکثر صلوتہ وھو جالس حدثنا احمد بن منیع ثنا اسمٰعیل بن ابراھیم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر

جائز ہے اسکو بیان جواز کہتے ہیں اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھکر نماز پڑھنے کا ثواب پورا ملتا ہے دوسروں کو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے پر جتنا ثواب ملتا ہے بیٹھکر پڑھنے پر اس سے آدھا ملتا ہے اسلئے کہ حضور کا بیٹھکر نماز پڑھنا بھی نبوت کے مقصد کو پورا کرنا ہے یعنی اعمال کو کرکے دکھا دینا یہی نبی کے آنے کی غرض ہوتی ہے۔ (۱۸) حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوافل بیٹھکر پڑھتے اور اس میں کوئی سورۃ پڑھتے تو اس قدر ترتیل سے پڑھتے کہ وہ سورت اپنے سے لانبی سورت سے بھی بڑھ جاتی تھی۔ ف۔ یعنی چھوٹی سورۃ میں ترتیل اور قرأت سے پڑھنے کی وجہ سے بڑی سورتوں کے برابر دیر لگ جاتی تھی مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کو نہایت اطمینان سے ٹھیر ٹھیر کر پڑھتے تھے جلدی جلدی نہ پڑھتے تھے جس سے چھوٹی سورت بھی اتنی دیر میں ختم ہوتی جتنی دیر میں دوسرے آدمی لمبی سورت پڑھ لیں اور پھر جب حضور لمبی لمبی سورتیں بھی پڑھتے تھے تو کتنی دیر لگتی ہوگی۔ اسی وجہ سے کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔

(۱۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے قریب زمانہ میں اکثر نوافل بیٹھکر پڑھا کرتے تھے۔ ف۔ چونکہ زمانہ ضعف کا تھا اور نیز حضور تلاوت زیادہ فرماتے تھے جیسا کہ پہلی روایات میں گذر چکا ہے اسلئے اکثر حصہ نوافل کا بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ گو بیٹھکر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہونے سے آدھا ہوتا ہے۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ حضور کے لئے بیٹھکر نماز پڑھنے کا ثواب وتنا ہی ہے جتنا کھڑے ہوکر ہوتا تھا جسکی وجہ پہلے گذر چکی ہے چنانچہ ابوداؤد وغیرہ کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔ کہ میں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اس بارے میں تم جیسا نہیں ہوں میرے لئے بیٹھکر نماز پڑھنے میں بھی اتنا ہی ثواب ہے۔ (۲۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

[1] بدل مما قبلہ باعادۃ الجار وھذا فی البدل کثیر تنبیہاً علی انہ ھو المقصود والمبدل منہ کوطیۃ وفی لفظ التطوع اشعار الی ان صلوۃ اللیل لم تکن فرضاً علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ م ق [2] قال فی المفاتیح یعنی یصلی صلوۃ کثیرۃ من القیام والقعود او یصلی رکعات مطولۃ فی بعض اللیالی من القیام وفی بعضھا من القعود وکذا فی البذل وبسط القاری فی اعراب لیلاً طویلاً فارجع الیہ ۱۲ [3] لا ینافی حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا المتقدم فان لہ صلی اللہ علیہ وسلم احوال مختلفۃ فی تہجدہ فکان یفعل مرۃ کذا ومرۃ کذا ۱۲ م [4] وداعۃ بفتح الواو وتخفیف الدال المہملۃ بعدھا الف ثم عین مہملۃ ۱۲ [5] نسبۃ لقبیلۃ من قریش صحابی اسلم یوم الفتح ۱۲ م [6] فی سبحتہ بضم السین وسکون الموحدۃ ای نافلتہ سمیت سبحۃ لاشتمالھا علی التسبیح وانما خصت النافلۃ بذلک لان التسبیح الذی فی الفریضۃ ایضاً نافلۃ والتخصیص باعتبار الغالب وقد تطلق علی الصلوۃ مطلقاً یقال فلان یسبح ای یصلی فرضاً او نفلاً ۱۲ ق ب [7] الزعفرانی بفتح الزای المعجمۃ وسکون العین المہملۃ وفتح الفاء والراء وبعد الالف نون نسبۃ الی الزعفرانیۃ قریۃ قرب بغداد وقیل محلۃ قدیمۃ بکرخ بغداد کذا فی ہامش تہذیب التہذیب ۱۲ [8] تامۃ ای وجد اکثر صلوتہ والحال انہ جالس وقیل ناقصۃ والخبر محذوف مثل کان مرئی

http://mujahid.xtgem.com

قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين قبل الظهر وركعتين بعدها وركعتين بعد المغرب في بيته وركعتين بعد العشاء في بيته

اے فی المسجد ولیفید ہذا تقیید المغرب بقولہ فی بیتہ ۱۲

حدثنا احمد بن منيع ثنا اسمعيل بن ابراهيم ثنا ايوب عن نافع عن ابن عمرؓ قال ابن عمر وحدثتني حفصة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي ركعتين حين يطلع الفجر وينادي المنادي قال

کی ساتھ دو رکعتیں ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو عشاء کے بعد وہ بھی گھر میں پڑھی۔ **ف** اس حدیث میں سنتوں کا ذکر ہے سنت مؤکدہ حنفیہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہیں جیسا کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں گذرا۔ البتہ ظہر کی سنتیں حنفیہ کے نزدیک چار رکعت ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث میں یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص رات دن میں بارہ رکعات پر مداومت کرے حق تعالیٰ شانہ اُس کیلئے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں۔ ان بارہ رکعات کی تفصیل حضرت عائشہ اور حضرت ام حبیبہ کی روایات سے کئی حدیثوں میں یہی آئی ہے جو حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں گذری۔ البتہ ظہر سے قبل ان روایتوں میں چار رکعت وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعت ایک سلام کیساتھ ہوں ان کیلئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں یعنی بہت جلد قبول ہوتی ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت کبھی ترک نہیں فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے مسند احمد ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کیلئے تشریف لیجاتے وقت چار رکعت گھر سے پڑھکر تشریف لیجاتے تھے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں مکان پر پڑھکر تشریف لاتے تھے اور وہ چار رکعت ہوتی تھیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ وغیرہ کی روایات سے ہے۔ ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہؓ سے ایک مفصل روایت نقل کی گئی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ حضور ظہر سے پہلے چار رکعت میرے گھر پڑھتے تھے پھر مسجد میں تشریف لے جاتے اور فرض پڑھاتے اسکے بعد گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے۔ اور مغرب کی نماز کے بعد میرے گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے۔ اور عشاء کی نماز کے بعد بھی تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور صبح صادق کے بعد دو رکعت پڑھتے اور نماز کیلئے تشریف لیجاتے۔ اس مفصل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنتیں اکثر گھر پر پڑھتے تھے۔ اور مسجد میں تشریف لاکر غالب یہ ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھا کرتے تھے جسکو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے دو ہی رکعت سنت پڑھی ہوں جن کو حضرت ابن عمرؓ نے نقل فرمایا۔ نیز حضرت ابن عمرؓ کا اس حدیث میں یہ ارشاد کہ میں نے حضور کیساتھ یہ نمازیں پڑھیں اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور کیساتھ جماعت کی بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضور بھی پڑھتے تھے اور میں بھی پڑھتا تھا سنتوں کا جماعت کیساتھ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ (۲۱) ابن عمر رضی اللہ عنہ

لـه ای مشارکتہ فی الصلوۃ یعنی ان کلا منہا فعل تلک الصلوۃ ولیس المراد انہ صلی معہ جماعۃ لانہ یبعد ذلک ہہنا وان کانت الجماعۃ جائزۃ فی الرواتب لکنہا غیر مشروعۃ فیہا قالہ البیجوری وقال ابو زرعۃ فذلک یحتمل ثلثۃ اوجہ احدہا المراد المعیۃ فی صلوۃ الخ ثم ہو بعید لانہ لم ینقل الراتبۃ جماعۃ الثانی المعیۃ فی الزمان او المکان او فیہما وان کانا منفردین والثالث المعیۃ فی اصل الفعل ای کل منہا فعل ذلک وان اختلف زمن الفعل ومحلہ وہذا ارجح ۱۲ م سـلـه فی بیتہ متصل بالسنۃ قبلہ ولسنۃ المغرب فقط وہو الظاہر لقولہ الآتی فی العشاء ایضا فی بیتہ فانہ لو کان ہذا راجعا الی الثلثۃ لا یحتاج الی ذکرہ ہہنا بل یکتفی بذکرہ بعد العشاء فقط واصرح منہ دلالۃ ما فی روایۃ للبخاری فاما المغرب والعشاء ففی بیتہ م

سـه قبل الوداد ای قبل اذان الصبح لعلہ بلال فی ت ... حفصۃ وحدثتنی حفصۃ قال القاری ... واعرب ابن ابی لیلیٰ فقال الاجری ... سنۃ المغرب فی المسجد قال القاری ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

ایوب اراہ قال خفیفتین حدثنا قتیبة بن سعید ثنا مروان بن معویة الفزاری عن جعفر بن برقان عن میمون بن مهران

عن ابن عمر قال حفظت من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ثمانی رکعات رکعتین قبل الظهر ورکعتین بعدها ورکعتین بعد

المغرب ورکعتین بعد العشاء قال ابن عمر وحدثتنی حفصة برکعتی الغداة ولم اکن اراهما من النبی صلی اللّٰه علیه وسلم حدثنا

ابو سلمة یحیی بن خلف ثنا بشر بن المفضل عن خالد الحذاء عن عبد اللّٰه بن شقیق قال سالت عائشة عن صلوۃ النبی

کہتے ہیں کہ مجھ سے (میری بہن ام المؤمنین) حضرت حفصہؓ کہتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے بعد جسوقت مؤذن اذان کہتا ہے اُسوقت دو مختصر رکعتیں پڑھا کرتے ہیں۔ **ف**۔ صبح کی سنتوں کے متعلق اکثر روایات میں یہی آیا ہے کہ حضور انکو مختصر پڑھا کرتے تھے حتی کہ بعض علماء نے ان احادیث کی وجہ سے یہ کہدیا کہ ان میں صرف الحمد شریف پڑھی جائے اور کوئی سورت پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں سورت کا پڑھنا ثابت ہے۔ البتہ مختصر سورت پڑھنا اولیٰ ہے مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور ان سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے اگرچہ بعض احادیث میں انکے علاوہ کا پڑھنا بھی وارد ہے ایک حدیث میں حضور کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ یہ دونوں سورتیں کیسی اچھی ہیں کہ صبح کی سنتوں میں پڑھی جاتی ہیں۔

(۲۲) ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعتیں یاد کی ہیں۔ دو ظہر سے قبل دو ظہر کے بعد دو مغرب کے بعد دو عشاء کے بعد مجھے میری بہن حفصہؓ نے صبح کی دو رکعتوں کی بھی خبر دی ہے جنکو میں نے نہیں دیکھا تھا۔ **ف**۔ یہ دو رکعتیں چونکہ ہمیشہ گھر میں ہی پڑھی جاتی تھیں اور صبح کا وقت زیادہ تر حاضر باشی کا ہوتا نہیں اسلئے ابن عمرؓ کا یہ کہنا کچھ مستبعد نہیں بعض علماء کہتے ہیں کہ نہ دیکھنے کا یہ مطلب ہے کہ اُسوقت تک نہیں دیکھا تھا جسوقت حضرت حفصہؓ نے خبر دی تھی اُسکے بعد دیکھنے کی نوبت آئی اسلئے کہ بعض روایات سے حضرت ابن عمرؓ کا اپنا مشاہدہ بھی ان سُنتوں کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ تمام سنتوں میں صبح کی سنتیں سب سے زیادہ مؤکد ہیں حضور سے بھی انکی تاکید اور اہتمام کثرت سے نقل کیا گیا ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے انکو واجب بتایا ہے اسی وجہ سے انکا بہت زیادہ اہتمام چاہئے۔ (۲۳) عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نوافل کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے دو رکعت ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو صبح کی نماز سے قبل بتلائیں **ف**۔ اس میں بجز ظہر کے قبل دو سنتوں کے علاوہ باقی میں حنفیہ کا اتفاق ہے۔ ظہر کی سنتیں حنفیہ کے نزدیک چار رکعت ہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں وضاحت سے گذر چکا ہے۔ بخاری شریف میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت اور صبح سے قبل دو رکعت نہیں چھوڑتے تھے یعنی ہمیشہ پڑھتے تھے اسلئے اس کو کبھی کسی ضرورت پر حمل کریں گے

لہ اراه الضمیر المنصوب لنافع لان ایوب راه عنه ۱۲ ےہ وقد صح ذلک من طرق فی الصحیحین وغیرهما فیسن تخفیفهما والحدیث المرفوع فی تطویلهما من مرسل سعید بن جبیر یحمل علی بیان الجواز علی ان فیه راویا لم یسم فلا حجة فیه لمن قال یندب تطویلهما ولو لمن فاته شیء من قرائته صلوة اللیل کذا قال القاری قال المناوی واغرب مالک من تخفیفهما انه لا یقرأ فیهما غیر الفاتحة وحکاه ابن عبد البر عن الاکثر وبالغ السلف فقال لا یقرأ فیهما شیئا اصلا ۱۲ ےہ الفزاری بفتح الفاء وتخفیف الزای وبعد الالف راء نسبة الی فزارة وهی قبیلة ۱۲ ےہ بفتح الهمزة ای لم ابصرها قال القاری قد روی المصنف ای فی الجامع والنسائی عن ابن عمر رمقت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم شهرا کان یقرأ بهما ای بسورتی الاخلاص فی رکعتی الفجر ومن ثم استدل به بعضهم علی الجهر بالقراءة فیهما واجیب بانه لا حجة فیه لاحتمال انه عرف ذلک بقرائته بعض السورة وقد صح عن عائشة انه کان یسر فیهما بالقراءة وبوافقه قیاس الاخفار فی سائر السنن النهاریة واللیلیة قال ابن عمر وهذا کله صریح فی انه رای النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یصلیهما فینافی روایة الشمائل انه لم یره یصلیهما ویمکن الجواب

http://mujahid.xtgem.com

صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان یصلی قبل الظہر رکعتین وبعدہا رکعتین وبعد المغرب رکعتین ثنتین وبعد العشاء رکعتین وقبل الفجر ثنتین حدثنا محمد بن المثنی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن ابی اسحاق قال سمعت عاصم بن ضمرۃ یقول سألنا علیا عن صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من النہار فقال انکم لا تطیقون ذلک قال قلنا من اطاق منا ذلک صلی فقال کان اذا کانت الشمس من ہہنا کہیئتہا من ہہنا عند العصر صلی رکعتین واذا کانت الشمس من ہہنا کہیئتہا من ہہنا عند الظہر صلی اربعا ویصلی قبل الظہر اربعا وبعدہا رکعتین وقبل العصر اربعا یفصل بین کل رکعتین بالتسلیم علی الملئکۃ المقربین والنبیین

اشارۃ الی جانب المشرق ۱۲ — اشارۃ الی جانب المغرب ۱۲ — ہذا ہو صلوۃ الضحی ۱۲ — اشارۃ الی جانب المشرق ۱۲ — ہذا الصلوۃ قبل الزوال ۱۲ — قیل یعنی بہ التشہد لان فیہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ۱۲

(۴۲) عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن نوافل کے متعلق استفسار کیا جنکو آپ دن میں پڑھتے تھے (رات کی نوافل یعنی تہجد وغیرہ انکو پہلے سے معلوم ہونگی تہجد کی روایات بالخصوص کثرت سے منقول ہیں اور مشہور ہیں) حضرت علیؓ نے کہا کہ تم اسکی طاقت کہاں رکھ سکتے ہو (یعنی جس اہتمام وانتظام اور خشوع خضوع سے حضور پڑھتے تھے وہ کہاں ہوسکتا ہے اس سے مقصود تنبیہ تھی کہ محض سوال اور تحقیق سے کیا فائدہ جب تک عمل کی سعی نہ ہو)۔ ہم نے عرض کیا کہ جو طاقت رکھ سکتا ہوگا وہ پڑھے گا (اور جو طاقت نہیں رکھیگا وہ معلوم کرلیگا تاکہ دوسروں کو بتلا سکے اور خود عمل کرنیکی کوشش کرے) اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صبح کے وقت جب آفتاب آسمان پر اتنا اوپر چڑھ جاتا جتنا اوپر عصر کی نماز کے وقت ہوتا ہے اُس وقت حضور دو رکعت (صلوٰۃ الاشراق) پڑھتے تھے۔ اور جب مشرق کی طرف اس قدر اوپر ہوجاتا جس قدر ظہر کی نماز کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے تو اُس وقت چار رکعت (چاشت کی نماز جسکا مفصل بیان دوسرے باب میں آرہا ہے) پڑھتے تھے ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت (یہ چھ رکعتیں سنّت مؤکدہ ہیں) اور عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے۔ چار رکعت کے درمیان میں بیٹھکر ملائکہ مقربین اور انبیاء و مؤمنین پر سلام بھیجتے تھے۔ ف۔ اس سے التحیات بھی مراد ہوسکتی ہے کہ اس میں السلام علیك ایہا النبی الخ ہوتا ہے۔ اس صورت میں حدیث میں جہاں جہاں چار رکعت بیان کیا گیا ہے سب کو شامل ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے دو رکعت پر سلام پھیرنا مراد ہو تو مقصود یہ ہے کہ ان چار رکعتوں میں جو عصر سے قبل پڑھی جاتی تھیں دو سلام پھیر دیتے تھے۔ عصر کی نوافل دو رکعت اور چار رکعت دونوں طرح سے ثابت ہیں خود حضرت علیؓ سے بھی دونوں روایتیں ہیں۔

۵۱ ہکذا فی ہذہ الروایۃ رکعتان قبل الظہر لکن المعروف عن عائشۃ المروی منہا بطرق اربع قبل الظہر ویؤیدہ ایضا ما روی عنہا مرفوعا من ثابر علی ثنتی عشرۃ رکعۃ الحدیث وفسر فیہ باربع قبل الظہر فیمکن ان یؤول حدیث الباب علی بعض الاوقات وقد اخرج البخاری فی صحیحہ بروایۃ ابن المنتشر عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یدع اربعا قبل الظہر ورکعتین قبل الغداۃ قال الطبری الاربع کانت فی کثیر من احوالہ والرکعتان فی قلیلہا قال میرک وبہذا یجمع بین ما اختلف عن عائشۃ فی ذلک ۱۲ ۵۲ قال المناوی فیفضل الراتب رکعتا الفجر للخلاف فی وجوبہا قال العراقی ولم ار لاصحابنا تعرضا لآکد ما بعدہما وقال المالکیۃ والحنابلۃ آکد ما بعدہا الرکعتان بعد المغرب ویشہد لہ ان الحسن قال بوجوبہا ایضا ثم بعدہا قیل بعدیۃ العشاء لانہا من صلوۃ اللیل وہی افضل وقیل سنۃ الظہر لاتفاق الروایات علیہا اھ واختلفت الحنفیۃ فی ذلک کما بسط فی مراقی الفلاح والطحطاوی ۱۲ ۵۳ بفتح الضاد المعجمۃ وسکون المیم ۱۲ ۵۴ ای بحسب الکیفیۃ والکمیۃ او باعتبار الدوام والمواظبۃ وفیہ اشارۃ الی ترغیب السائلین علی المداومۃ فی المتابعۃ ۱۲ ق ۵۵ یعنی ومن لم یطق منا ذلک علم ۱۲ ق ۵۶ قال القاری والمناوی ہذہ صلوۃ الضحی والاربع الآتیۃ عند الزوال تسمی صلوۃ الاوابین لما روی مسلم من حدیث زید بن ارقم مرفوعا صلوۃ الاوابین حین ترمض الفصال قلت والاوجہ عندی ان ہذہ صلوۃ الضحی والآتیۃ صلوۃ الاشراق والاتیۃ صلوۃ الضحی وبہا قاصد عند الفقہاء والمحدثین فانہم ذکروا ان وقت الضحی من ارتفاع الشمس الی قریب من الزوال وصلوتان عند مشائخ السلوک یسمون الاولی صلوۃ الاشراق ووقتہا من ارتفاع الشمس الی ربع النہار والثانیۃ صلوۃ الضحی ووقتہا من ربع النہار الی قریب من نصف النہار وہو الاوجہ عندی کما حققتہ فی اوجز المسالک علی موطا مالک ۱۲ ۵۷ ہذہ قرینۃ قویۃ علی ان المراد بالتسلیم التشہد لا تسلیم التحلل کما جزم بہ الشراح الشافعیۃ قال القاری ای یفصل بالتشہد المشتمل علی قول السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین فانہ یشمل کل عبد صالح فی السماء والارض علی ما ورد فی الصحیح ویؤیدہ حدیث ابن مسعود فی المتفق علیہ کنا اذا صلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی جبرئیل ... السلام علی فلان ... بکر والشمنی وغیرہم

http://mujahid.xtgem.com

ومن تبعهم من المؤمنينؓ والمسلمين

باب صلوٰة الضحىٰ

چاشت گاه ۱۲

حدثنا محمود بن غيلان ثنا ابو داؤد الطيالسي نا شعبة عن يزيد الرشك قال سمعت معاذة قالت قلت لعائشة اكان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الضحى قالت نعم اربع ركعات ويزيد ما شاء الله عز وجل

حدثنا محمد بن المثنى حدثني حكيم بن معوية الزيادي حدثنا زياد بن

باب چاشت کی نماز کا ذکر

ف ۔ فقہاء اور محدثین کے نزدیک صبح کے بعد وقت مکروہ نکلجانیکے بعد سے زوال تک سب صلوٰۃ الضحیٰ کہلاتی ہے لیکن صوفیہ رضی اللہ عنہم کے یہاں یہ دو نمازیں ہیں ایک اشراق کی نماز کہلاتی ہے دوسری چاشت کی نماز کہلاتی ہے چوتھائی دن تک اشراق کا وقت رہتا ہے اور چوتھائی کے بعد سے نصف النہار تک چاشت کا وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ روایت جو گذشتہ باب کے اخیر میں ذکر کی گئی ہے اور ایسی ہی اور دیگر روایات صوفیہ کا ماخذ ہیں۔ صلوٰۃ الضحیٰ میں علماء کا بہت اختلاف ہے شراح حدیث نے اس میں علماء کے آٹھ مذہب لکھے ہیں حنفیہ کے نزدیک یہ نماز مستحب ہے، علماء نے لکھا ہے کہ اس نماز کے بارے میں بہت کثرت سے روایات وارد ہوئی ہیں۔ انیس۱۹ حضرات صحابہ کرام سے اس نماز کی حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور اوجز میں پچیس۲۵ حضرات صحابہ کرام کی روایات ذکر کی گئی ہیں انکی علاوہ اور بھی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ۳۶۰ جوڑ ہیں ہر جوڑ پر روزانہ ایک صدقہ لازم ہوتا ہے یعنی اسکے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے اسکو صحیح سالم اپنی وضع پر رکھا انگلی ہی کا ایک جوڑ دیکھیے اگر جدا ہو جائے انگلی بے کار ہو جائے نرم ہو نیکے سخت بنجائے نہ انگلی حرکت کر سکے نہ کسی چیز کو پکڑ سکے وغیرہ وغیرہ۔ پھر حضور نے صدقے گنوائے ہیں کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا بھی ایک قسم کا صدقہ ہے الحمد للہ کہنا بھی وغیرہ وغیرہ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ چاشت کی دو۲ رکعت ان تین سو ساٹھ جوڑوں کی سب کی طرف سے صدقہ ہے۔ مصنفؒ نے اسمیں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) معاذہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ ہاں چار رکعت (کم سے کم) پڑھتے تھے اور اس سے زائد جتنا دل چاہتا پڑھ لیتے۔ **ف** ۔ صلوٰۃ الضحیٰ نوافل میں ہے اسلئے کم سے کم دو۲ رکعت اور زیادہ جتنا دل چاہے پڑھے کوئی انتہا نہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ رکعات تک پڑھنا ثابت ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور سے پڑھنا آٹھ ہی رکعت کا ثابت ہے البتہ

---

۵۱ لعل الجمع بين الوصفين مع ان موصوفهما واحد للاشارة الى التغاير بين الباطني والظاهري والجمع بين النسبة العلمية والمباشرة العملية ۱۲ ق **۵۲** اختلف في ضبطه ومعناه لغة كما بسط في الاوجز واختلفت مذاهب السلف في ندبه وعدمه كما بسط في البذل فارجع اليهما. قال المناوي شهد تسعة عشر من اكابر الصحب انهم راوا المصطفى صلى الله عليه وسلم يصليها حتى قال ابن جرير احاديثها بلغت حد التواتر قلت وبسطها في الاوجز اكثر من عشرين من الصحابة فبلغت اكثر من خمس وعشرين فارجع اليه لو شئت تفصيل اسمائهم ۱۲ **۵۳** الرشك بكسر الراء وسكون المعجمة كبير اللحية لقب يزيد بن ابي يزيد الضبعي كذا في القاموس وقال ابو الفرج الجوزي هو بالفارسية الكبير اللحية ولقب به لكبر لحيته قال ابن الجوزي دخل عقرب في لحيته فاقام بها ثلثا ولم يدر بها هذا هو المشهور وقيل الرشك القسام كما ياتي في الصيام من المصنف ۱۲ **۵۴** اختلفت

http://mujahid.xtgem.com

عبید اللہ بن الربیع الزیادی عن حمید الطویل عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الضحی ست رکعات حدثنا محمد بن المثنی ثنا محمد بن جعفر نا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد الرحمن ابن ابی لیلی قال ما اخبرنی احد انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الضحی الا ام ہانی فانہا حدثت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل بیتہا یوم فتح مکۃ فاغتسل فسبح ثمانی رکعات ما رأیتہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوۃ قط اخف منہا غیر انہ کان یتم الرکوع والسجود حدثنا ابن ابی عمر ثنا وکیع ثنا کہمس بن الحسن

ترغیب بارہ رکعات تک وارد ہوئی ہے۔ (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الضحی یعنی چاشت کی چھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ **ف**۔ اختلاف اوقات کے لحاظ سے حضور کی صلوۃ الضحی کی رکعات بھی مختلف ہیں۔ لہذا ان احادیث کو کچھ ایک دوسرے سے تعارض نہیں ہے۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ کم از کم دو رکعت اور بہتر یہ ہے کہ آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھے۔ حضور سے زیادہ تر آٹھ رکعت نقل کی گئی ہیں۔ (۳) عبد الرحمن ایک تابعی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا اور کسی نے حضور کی صلوۃ الضحی کی خبر نہیں پہنچائی۔ البتہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس روز جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور غسل فرما کر آٹھ رکعات نماز پڑھی۔ میں نے ان آٹھ رکعات سے زیادہ مختصر حضور کی کبھی کوئی نماز نہیں دیکھی لیکن باوجود مختصر ہونے کے رکوع سجود پورے پورے فرماتے تھے یہ نہیں کہ مختصر ہونے کی وجہ سے رکوع اور سجدے ناقص ہوں۔ **ف**۔ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کے اس کہنے سے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی یہ نہیں لازم آتا کہ یہ نماز ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا کسی اور صحابی کو معلوم نہیں تھی۔ خود اسی باب میں چند صحابہ کی روایات موجود ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ تو کہتے ہیں کہ صلوۃ الضحی کی روایات اس کثرت سے موجود ہیں کہ تواتر تک پہنچ گئیں اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ انیس صحابہ سے یہ نماز منقول ہے البتہ عبد الرحمن نے جن حضرات سے تحقیق کیا انکو علم نہ ہو گا اسمیں کوئی اشکال نہیں۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ نماز جو اس حدیث میں ذکر کی گئی چاشت کی نماز نہ تھی بلکہ مکہ مکرمہ فتح ہونے کے شکرانہ کی نماز تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی مسرت کی بات ہوتی تو شکرانہ کی نماز پڑھتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان آٹھ رکعات میں سے کچھ حصہ چاشت کی نماز ہو اور کچھ حصہ شکرانہ

۱؎ عبید اللہ مصغرا وفی نسخۃ مکبرا قالہ القاری قلت والمؤید کتب الرجال ہو المصغر ۱۲ ۲؎ قال المناوی وہذا الحدیث علی وجابر وعائشۃ قال القسطلانی لا یخلو اسناد کل منہما من مقال اھ ۱۲ ۳؎ ای من الصحابۃ وفی ابن ابی شیبۃ من وجہ آخر عن ابن ابی لیلی قال ادرکت الناس وہم متوافرون فلم یخبرنی احد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الضحی الا ام ہانی ولمسلم عن عبد اللہ بن الحارث قال سالت وحرصت علی ان اجد احدا من الناس یخبرنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبح سبحۃ الضحی فلم یخبرنی احد غیر ام ہانی فذکر الحدیث ومن ابن ماجۃ فی روایۃ وقت سوال عبد اللہ بن الحارث عن ذلک ولفظہ سالت فی زمن عثمان والناس متوافرون عن احد یخبرنی فلم اجد غیر ام ہانی ۱۲ ق ط ۴؎ بظاہرہ یخالف روایۃ الشیخین عنہا قالت ذہبت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح فوجدتہ یغتسل وفاطمۃ ابنتہ یسترہ بثوب الحدیث اللہم الا ان یقال فوجدتہ یغتسل فی بیتی او یقال کان لہا بیتان احدہما کان صلی اللہ علیہ وسلم نزل فیہ والآخر سکنہا فالاضافۃ باعتبار الملک او یحمل علی تعدد الواقعۃ او کان فی بیتہا فی ناحیۃ عنہا وعندہ فاطمۃ رض فذہبت الیہ قال میرک وظاہر حدیث الباب ان الاغتسال وقع فی بیتہا ولمسلم من طریق ابی مرۃ عنہا انہا ذہبت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو باعلی مکۃ فوجدتہ یغتسل ویجمع بینہما بان ذلک تکرر منہ ویؤیدہ ما رواہ ابن خزیمۃ من طریق مجاہد عنہا وفیہ ان اباذر سترہ لما اغتسل ویمکن ان یکون نزل فی بیتہا فی اعلی مکۃ وکانت ہی فی بیت آخر واما الستر فیحتمل ان یکون احدہما سترہ فی ابتداء الغسل والآخر فی اثنائہ علی ما اشار الیہ العسقلانی لکنہ لا یخلو عن البعد اھ ۱۲ ق ۵؎ کذا فی الطبرانی من حدیث ابن ابی اوفی انہ صلی الضحی رکعتین فسالتہ امرأتہ فقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم الفتح رکعتین وہو محمول علی انہ رأی من صلوۃ رکعتین … ام ہانی رأت بقیۃ الثمان وہذا یقوی انہ صلاہا مفصولۃ کذا افادہ الحافظ العسقلانی وروی ابوداؤد عنہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم الفتح سبحۃ الضحی ثمانی رکعات یسلم من کل

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا احمد بن منیع حدثنا یزید بن هارون حدثنا کهمس بن الحسن عن عبد الله بن شقیق قال قلت لعائشة اکان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی الضحی قالت لا الا ان یجیء من مغیبه حدثنا زیاد بن ایوب البغدادی ثنا محمد بن ربیعة عن فضیل بن مرزوق عن عطیة عن ابی سعید الخدری قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی الضحی حتی نقول لا یدعها ویدعها حتی نقول لا یصلیها حدثنا احمد بن منیع حدثنا هشیم انا عبیدة عن ابراهیم عن سهم بن منجاب عن قرثع الضبی او عن قزعة عن قرثع عن ابی ایوب الانصاری

کی نماز ہو۔ بہم) عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلوٰۃ الضحیٰ پڑھتے تھے انھوں نے یہ فرمایا کہ معمولاً تو نہیں پڑھتے تھے ہاں سفر سے جب لوٹتے تو ضرور پڑھتے **ف**۔ حضور کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر مدینہ منورہ صبح کے وقت میں داخل ہوتے اور اول مسجد میں تشریف لیجا کر نوافل ادا فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب معاذہ کو اُس جواب کے بالکل خلاف ہے جو شروع باب میں گذر چکا ہے۔ اسلئے علماء نے اسکی مختلف طرح سے توجیہ فرمائی۔ امام بیہقی نے یہ توجیہ کی ہے کہ جس حدیث میں نفی وارد ہے اُس میں نفی دوام کی مراد ہے جو گاہے گاہے پڑھنے کے منافی نہیں۔ یعنی ہمیشہ نہیں پڑھتی تھیں اور جس حدیث میں اثبات ہے اُس میں اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے۔ بعض علماء نے اس طرح جمع فرمایا کہ سفر سے لوٹنے کے علاوہ اور ایام میں مسجد میں نہیں پڑھتے تھے بلکہ گھر پڑھتے تھے اس حدیث میں نفی خاصۃً مسجد میں پڑھنے کی مقصود ہے کہ مسجد میں جب ہی پڑھتے تھے جب سفر سے واپس تشریف لاتے جیسا کہ اوپر گذرا (۵) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الضحیٰ کبھی تو اس قدر اہتمام سے پڑھتے تھے کہ ہم لوگوں کا یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ کبھی نہیں چھوڑینگے اور حضور کبھی (فرض ہونیکے خوف سے یا کسی اور مصلحت سے) ایسا ترک فرماتے تھے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ بالکل چھوڑ دی اب کبھی نہیں پڑھیں گے۔ **ف** بہت سے امور کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امت کی سہولت کے خیال سے ترک فرما دیتے تھے جسکی بہت سی مثالیں ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض امور حضور کا کرنیکو دل چاہتا تھا مگر اس ڈر سے اہتمام نہیں فرماتے کہ مبادا اُمت پر فرض ہو جائیں (۶) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زوال کے وقت چار رکعت پڑھتے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ ان چار رکعتوں کا بڑا اہتمام فرماتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ آسمان کے دروازے زوال کے وقت سے ظہر کی نماز تک کھلے رہتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرا کوئی کار خیر اُس وقت آسمان پر پہنچ جاوے میں نے عرض کیا کہ انکی ہر رکعت میں قرأت کی جاوے حضور نے فرمایا کہ ہاں قرأت کی جائے۔ میں نے عرض کیا کہ ان میں دو رکعت پر سلام پھیرا جائے۔ حضور نے فرمایا کہ نہیں

ف۵۱ اختلفت الروایات عن عائشة فی صلوة صلی الله علیه وسلم الضحی ففی حدیث الباب تقییده بالمجیء عن مغیبه وتقدم فی اول الباب من حدیث معاذة عنها الاثبات مطلقا وهو فی الصحیحین وغیرهما بروایة عروة عنها ما رأیته صلی الله علیه وسلم یصلی سبحة الضحی قط الحدیث وهذا اللفظ مالك فی الموطا ففیه نفی رؤیتها مطلقا ... واختلف العلماء فی ذلك فذهب ابن عبد البر الی ترجیح ما اتفق علیه الشیخان وقال لا یستلزم من عدم رؤیتها عدم الوقوع فیقدم اثبات من روی عنه من الصحابة وذهب آخرون الی الجمع بین روایتها فقال البیهقی عندی المراد بقولها ما سبحها ای ما داوم علیها وانت خبیر بان تاکید نفی الرؤیة بقط یابی هذا التاویل وحکی المحب انه جمع بعضهم بین روایتی الشمائل ای حدیثی معاذة وابن شقیق بان حدیث ابن شقیق محمول علی المسجد وحدیث معاذة علی البیت ویعکر علیه حدیث عروة ویجاب عنه بان المنفی صفة مخصوصة واخذ الجمع المذکور من کلام ابن حبان وقیل فی الجمع ایضا بان المنفی محمول علی المعهود حینئذ من هیئة مخصوصة بعدد مخصوص فی وقت مخصوص وانه صلی الله علیه وسلم یصلیها بغیر عدد مخصوص کما قالت یصلی اربعا ویزید ما شاء الله ملخص من جمع الوسائل والاوجه عندی فی الجمع ان حدیث عروة محمول علی صلوة الاشراق ویطلق علیها ایضا صلوة الضحی فی الروایات فانه صلی الله علیه وسلم کان یصلیها فی المسجد فما رأتها عائشة رضی الله عنها وحدیث معاذة علی البیت وحدیث ابن شقیق علی المسجد کما فی الاوجز ۱۲

ف۵۲ عبیدة مصغرا ابن معتب کما جزم به القاری وذکره المناوی بلفظ ابی عبیدة والظاهر انه ذهم ابراهیم شیخه هو النخعی ۱۲ ف۵۳ سهم بفتح سین وسکون ها کفلس ابن منجاب بکسر میم فسکون نون فجیم فالف بعدها موحدة آخرا کردن ۱۲ ف۵۴ قرثع بفتح قاف وسکون راء ومثلثة مفتوحة فعین مهملة علی وزن جعفر ۱۲ ف۵۵ او عن قزعة بفتح قاف وزای وعین مهملة کذا رتبه وفرضه انه شك ... بدون الشك بزیادة الواسطة ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یدمن اربع رکعات عند زوال الشمس فقلت یا رسول اللہ انک تدمن ھذہ الاربع الرکعات عند زوال الشمس فقال ان ابواب السماء تفتح عند زوال الشمس فلا ترتج حتی تصلی الظھر فاحب ان یصعد لی فی تلک الساعۃ خیر قلت افی کلھن قراءۃ قال نعم قلت ھل فیھن تسلیم فاصل قال لا حدثنا احمد بن منیع ثنا ابو معاویۃ ثنا عبیدۃ عن ابراھیم عن سھم بن منجاب عن قزعۃ عن القرثع عن ابی ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ حدثنا محمد بن المثنی انا ابو داؤد ثنا محمد بن مسلم بن ابی الوضاح عن عبد الکریم الجزری عن مجاھد عن عبد اللہ بن السائب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی اربعا بعد ان تزول الشمس قبل الظھر وقال انھا ساعۃ تفتح فیھا ابواب السماء فاحب ان یصعد لی فیھا عمل صالح حدثنا ابو سلمۃ یحیی بن خلف ثنا عمر بن علی

چاروں رکعات ایک ہی سلام سے ہونی چاہئیں۔ ف۔ یہ نماز صوفیہ کے یہاں صلوۃ الزوال سے تعبیر کی جاتی ہے اور اُن کے نزدیک مستحب نمازوں میں زوال کی نماز کا بھی شمار ہے۔ لیکن اکثر محدثین کے نزدیک یہ ظہر کی سنتیں ہیں اس لئے کہ اُن کے نزدیک ظہر کی سنت کے علاوہ اور کوئی نوافل زوال کے بعد ایسی نہیں ہیں جن کو حضور ہمیشہ پڑھتے ہوں۔ بہرصورت دونوں قول کے موافق اسکو اور نیز آئندہ احادیث کو صلوۃ الضحیٰ سے کوئی ظاہری مناسبت نہیں اسلئے امام ترمذی کا ان احادیث کو چاشت کی نماز کے ذیل میں ذکر کرنا مشکل ہے لیکن مشائخ نے اسکی مختلف توجیہات فرمائی ہیں۔ اول یہ کہ چونکہ انکا وقت چاشت کی نماز کا منتہا تھا اسلئے تبعاً اُنکے ساتھ ذکر فرما دی مستقل باب کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ کاتب کی غلطی سے اس جگہ نقل ہوگئی۔ ورنہ اسکا اصل محل گذشتہ باب ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ بعض نسخوں میں اس جگہ ذکر نہیں بلکہ اُس پہلے ہی باب میں ذکر کی گئی ہیں۔ اور بھی مختلف توجیہات کی گئی۔ (٧) عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت میں آسمان کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میرا کوئی عمل صالح اُسوقت بارگاہِ عالی تک پہنچے۔ ف۔ اور نماز سے بڑھکر کوئی اور عمل صالح کیا ہو سکتا ہے کہ تمام عبادات سے افضل ترین عبادت ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز

---

٥١ عند زوال الخ قیل لی المناسبۃ بالترجمۃ ان لفظ عند کما یطلق علی عقب زوال الشمس یمکن حملہ علی ما قبلہ فتکون صلوۃ الضحیٰ وحکی البیجوری ان ھذہ الاحادیث وجدت فی باب العبادۃ کما فی بعض النسخ وھو الاحسن لعل ایرادھا فی ھذا الباب من تصرف النساخ ولم یکن فی النسخ المقروءۃ علی المصنف ترجمۃ بباب صلوۃ الضحیٰ ولا بباب التطوع ولا بباب الصوم ووقعت ھذہ الاحادیث کلھا فی باب العبادۃ فلا اشکال ١٢ ٥٢ یشکل علیہ ان الملئکۃ الحفظۃ لا یصعدون الا بعد صلوۃ العصر وبعد صلوۃ الصبح ویبعد ان العمل یصعد قبل صعودھم وقد یراد بالصعود القبول قالہ البیجوری وقال المناوی قد یراد بالصعود تعلق علم اللہ بہ ١٢ ٥٣ احمد بن الخ غرض المصنف بایراد ھذا السند ان احمد بن منیع روی ھذا الحدیث عن ھشیم بالشک فی ذکر قزعۃ وعدمہ وروی عن ابی معویۃ بالواسطۃ بدون الشک والجزم قاض علی الشک فکان واسطۃ قزعۃ ثابتۃ فی الروایۃ وکذا باثبات الواسطۃ اخرجہ ابن ماجۃ والامام احمد فی مسندہ الا ان ابا داؤد اخرجہ عن ابن منجاب عن قرثع عن ابی ایوب فتامل ١٢ ٥٤ ابو معاویۃ قیل ھو ھشیم المذکور فی السند المتقدم واشکل بانہ ان کان کذلک فلا فائدۃ لتکرار السند ووجہ بان الغرض ان ابن منیع روی تارۃ عن ھشیم بالتردد وتارۃ بدونہ قالہ المناوی قلت الا خبیر بان المشھور بھذہ الکنیۃ عدۃ رجال لکن الظاھر ھناک ھو کون ھشیما المذکور فانہ ایضا یکنی بابی معاویۃ ١٢ ٥٥ عبد الکریم ھو ابن مالک الجزری ١٢ ٥٦ ھذہ قرینۃ علی ان المراد فی الروایۃ السابقۃ بقولہ عند زوال الشمس ھو بعد الزوال فان الصلوۃ عند الزوال لا تجوز واختلفوا فی ھذہ الصلوۃ ھل ھی صلوۃ الزوال او سنۃ الظھر کذا قال القاری ١٢

http://mujahid.xtgem.com

المقدمی عن مسعر بن کدام عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرۃ عن علیؓ انہ کان یصلی قبل الظہر اربعا وذکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلیہا عند الزوال ویمدّ فیہا

باب صلوٰۃ التطوع فی البیت

حدثنا عباس العنبری ثنا عبد الرحمن بن مھدی عن معٰویۃ بن صالح عن العلاء بن الحارث عن حرام بن معٰویۃ عن عمہ عبد اللہ بن سعد قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوٰۃ فی بیتی والصلوٰۃ فی المسجد قال قد تری ما اقرب بیتی من المسجد فلان اصلی فی بیتی احب الیّ من ان اصلی فی المسجد الا ان تکون صلوٰۃ مکتوبۃ

میں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ نماز پڑھنے والا اللہ جل شانہ سے سرگوشی کرتا ہے۔ (۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان چار رکعت کو پڑھتے تھے اور ان میں طویل قرأۃ پڑھتے تھے۔ ف۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ان چار رکعات میں بہتر یہ ہے کہ سورہ بقرہ پڑھے ورنہ کوئی ایسی سورت جو سو آیت سے زیادہ ہو۔ تاکہ حضور کا اتباع طویل قرأت میں ہوجائے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل گھر میں پڑھنے کا ذکر

ف۔ نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہے اور بہت سی مصالح اس میں ملحوظ ہیں منجملہ انکے یہ بھی ہے کہ نماز کی برکات سے گھر میں برکت اور نورانیت بڑھے گھر کے لوگ نماز کو سیکھیں اور ان کو بھی شوق پیدا ہو حضور کا حکم بعض احادیث میں آیا ہے کہ نماز کا کچھ حصہ گھر میں ادا کیا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ یعنی جیسا قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی یا جیسا کہ مُردے نماز نہیں پڑھتے تمہارے گھر بھی قبرستان کے مشابہ بن جائیں ایسا نہ کرو۔ اس باب میں مصنف نے ایک ہی حدیث ذکر فرمائی ہے۔ (۱) عبد اللہ بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نوافل مسجد میں پڑھنی افضل ہیں یا گھر میں حضور نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے (جسکی وجہ سے مسجد کو آنے میں کسی قسم کی دقت یا رُکاوٹ نہیں ہوتی لیکن اسکے باوجود) فرائض کے علاوہ مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا مسجد سے زیادہ پسند ہے۔ ف۔ نوافل کا مبنیٰ چونکہ اخفاء پر ہے اسلئے اُن کا گھر میں پڑھنا افضل ہے تاکہ اخفاء کامل ہو۔ ریاکاری سے بُعد ہوجائے۔ البتہ فرائض وغیرہ جن کا اخفاء مناسب نہیں وہ مسجد ہی میں افضل ہیں جیسے طواف کعبہ کی رکعتیں اور صلوٰۃ التراویح وغیرہ۔ صلوٰۃ التراویح اگرچہ فرائض

ك المقدمی بضم المیم وفتح القاف وتشدید الدال المہملۃ المفتوحۃ ہو عمر بن علی بن عطاء بن مقدم المقدمی ۱۲ ك قال الغزالی فی الاحیاء ویطول بذہ الرکعات ویقرأ فیہا سورۃ البقرۃ او سورۃ من المئین او اربعا من المثانی اھ ۱۲ ك قال القاری المراد بالتطوع غیر الفرض فیشمل السنن المؤکدۃ والمستحبۃ وغیرہا من صلوٰۃ الضحیٰ وامثالہا اھ ۱۲ ك نسبۃ لبنی عنبر حی من تمیم ۱۲ ك حرام بمہملتین مفتوحتین ابن معویۃ وہو حرام بن حکیم بن خالد بن سعد بن الحکم ووہم من جعلہما اثنین کذا قالہ القاری ۱۲ ك عبد اللہ بن سعد الانصاری الحرامی ووہم من جعلہ عبد اللہ بن سعید بالیاء ۱۲ ك صیغۃ تعجب فیہ زیادۃ فی الجواب اذ بین لہ ان الیفضل یکون ادعی الی التاسی بہ ولیفہمہ انہ لا فرق فی کونہا افضل فی البیت بین قرب المسجد من بیتہ وبعدہ عنہ ۱۲ م

http://mujahid.xtgem.com

باب ما جاء فی صوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا حماد بن زید عن ایوب

میں نہیں لیکن رمضان المبارک کا خصوصی امتیاز ہے اور جماعت اس میں مسنون ہے اور اسی طرح ہر وہ نماز جو جماعت سے ادا کی جاتی ہو جیسے کسوف کی نماز کہ ان نمازوں کا اظہار مقصود ہے اسلئے ان کا مسجد میں پڑھنا اولیٰ ہے

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کا ذکر

ف۔ اس باب سے مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل روزوں کا بیان ہے آپ کی عادت شریفہ روزے بہت رکھنے کی تھی کبھی کبھی آپ مسلسل کئی کئی دن کے روزے رکھتے تھے۔ روزہ کی فضیلتیں احادیث کی کتابوں میں بہت سی وارد ہوئی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کے ہر حکم میں ہر ارشاد میں ہزاروں مصالح ہیں حکمتیں ہیں۔ آدمی کی عقل کی اتنی پرواز کہاں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ جیسے حکیم کی حکمتوں تک پہنچ سکے۔ ہر شخص کی جہاں تک پرواز ہے وہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے دینی اور دنیوی فوائد کا ادراک کر سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اُس سے بھی اونچی ہوتی ہے جس طرح اور احکام میں ہزاروں مصلحتیں ہیں روزے میں بھی ہیں منجملہ انکے چند مصالح ظاہر اور بدیہی ہیں جن میں سے ایک جذبۂ مواساۃ اور ہمدردی ہے جو شخص خود بھوکا رہتا ہے اُسکو بھوکے کی ہمدردی پیدا ہو سکتی ہے جو خود بھوک کی تکلیف اُٹھاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ غریب پر کیا گذرتی ہے بھوکے کو کسی مصیبت کا سامنا ہے ایسی حالت میں اُس کو بھوکے کی امداد کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور غریب کے ساتھ ہمدردی کو بھی طبیعت تقاضا کرتی ہے اس سے بڑھکر یہ ہے کہ روزہ سے قوت بہیمیہ اور شہوانیہ کا زور کم ہوتا ہے یہ قوت جب زور پکڑتی ہے تو بہت سے ایسے امور آدمی سے سرزد ہوتے ہیں جو دین و دنیا میں رُوسیاہی کا سبب بنتے ہیں۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎ این نہ عشق است آں کہ در مردم بود؛ این فسادِ خوردنِ گندم بود۔ یہ عشق یعنی جو آجکل لوگوں میں ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہے جو بھلے آدمیوں میں ہوتا ہے یہ پیٹ بھرنے کا فساد ہے کہ جب پیٹ بھرائی ملجاتی ہے تو ناپاک حرکتیں خوب سوجھتی ہیں۔ اور جب بھوک کا غلبہ ہو رہا ہو تو عشق وشق سب بھول جاتا ہے اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو نکاح نہ کر سکتا ہو اُسکو چاہیئے کہ روزے کثرت سے رکھا کرے کہ یہ شہوت کو توڑنے والا ہے اسکے علاوہ ایک بڑی مصلحت روحانیت کی قوت ہے۔ روزہ سے روحانیت کو بہت زیادہ ترقی ہوتی ہے اسی وجہ سے ہر ملت و مذہب میں کسی نہ کسی صورت سے روزے کا وجود ہے اور مذاہب حقہ میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے روزہ کی مشروعیت رہی ہے حضرات انبیاء کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معمول روزے میں مختلف رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا معمول ہمیشہ بارہ مہینے روزے رکھنے کا تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام کا معمول ایک دن روزہ اور ایک دن افطار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معمول ایک دن روزہ دو دن افطار رہتا۔ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مختلف معمولات رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اس میں بھی عجیب نرالا تھا کہ مصالح وقتیہ کے تحت میں خاص خاص ایام کے روزے معمول اور متعین فرما رکھے تھے اور انکے علاوہ وقتی مصالح کے تحت میں بسا اوقات لگاتار روزے رکھتے اور بسا اوقات افطار فرماتے جسکی وجہ ظاہر ہے کہ جب روزہ بمنزلہ ایک تریاق

۱؎ قال المیرک وفی بعض النسخ صیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکل منہما مصدر لصام فہما بمعنی واحد وہو لغۃ الامساک ولو عن الکلام ومنہ قولہ تعالیٰ انی نذرت للرحمن صوما الآیۃ وشرعا الامساک عن المفطرات جمیع النہار بنیۃ والمراد بہ ہہنا ما یشمل الفرض والنفل اھ ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

عن عبد اللہ بن شقیق قال سألت عائشة عن صیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان یصوم حتی نقول قد صام ویفطر حتی نقول قد افطر قالت وما صام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شھرا کاملا منذ قدم المدینة الا رمضان حدثنا علی بن حجر ثنا اسمٰعیل بن جعفر عن حمید عن انس بن مالک انه سئل عن صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان یصوم من الشھر حتی نری ان لا یرید ان یفطر منه ویفطر منه حتی نری ان لا یرید ان یصوم منه شیئا وکنت لا تشاء ان تراہ من اللیل مصلیا الا رأیته مصلیا ولا نائما الا رأیته نائما حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو داؤد ثنا شعبة عن ابی بشر قال

اور دوا کے ہے تو وقتی مصالح سے اس میں قلت وکثرت جیساکہ دوا کا اصول ہے لابد ہے۔ چنانچہ حضور کے چند معمولات نمونہ کے طور پر مصنف نے ذکر فرمائے ہیں۔ (١) عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے فرمایا کہ کبھی حضور اس قدر متواتر روزے رکھتے کہ ہمارا یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ میں افطار ہی نہیں فرماویں گے اور کبھی ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے کہ ہمارا خیال یہ ہوتا کہ اس ماہ میں روزہ ہی نہیں رکھیں گے لیکن مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد سے رمضان المبارک کے علاوہ کسی تمام ماہ کے روزے نہیں رکھے (ایسے ہی کسی ماہ کو کامل افطار میں گذار دیا ہو یہ بھی نہیں کیا۔ کما فی ابی داؤد) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معمول کے متعلق کسی قدر تفصیل حدیث ۱۱ کے ذیل میں آئیگی۔ (٢) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے حضور کے روزوں کے متعلق پوچھا انھوں نے فرمایا کہ عادت شریفہ اس میں مختلف تھی کسی ماہ میں تو اتنی کثرت سے روزے رکھتے تھے جس سے یہ خیال ہوجاتا کہ اس میں افطار فرمانے کا ارادہ ہی نہیں ہے اور کسی ماہ میں ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے جس سے ہم یہ سمجھتے کہ اس ماہ میں آپ کا روزہ کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ آپ کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ اگر تم حضور کو رات کو سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی ملجاتا اور اگر نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی میسر ہوجاتا۔ **ف** مقصود یہ ہے کہ حضور کی عادت شریفہ نہ تمام رات سونے کی تھی نہ تمام رات جاگنے کی بلکہ درمیانی رفتار میں حقوق نفس کی رعایت فرماتے ہوئے عبادات کا اہتمام بھی پورا پورا فرماتے تھے۔ اس لئے شب کو سوتے ہوئے دیکھنا بھی ممکن تھا کہ کچھ حصہ آرام بھی فرماتے تھے اور نماز کی حالت میں دیکھنا بھی کہ کچھ حصہ نماز میں گذرتا تھا۔ بعض علماء نے اس کا دوسرا مطلب بھی بتایا ہے وہ یہ کہ عادت شریفہ اس باب میں مختلف تھی کہ کبھی اول شب میں نوافل پڑھتے کبھی وسط رات میں کبھی اخیر میں۔ اسلئے اگر رات کے کسی حصۂ خاص میں کوئی سوتے ہوئے یا نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔ یعنی اگر کوئی یہ چاہے کہ میں اول رات میں حضور کو نماز پڑھتا ہوا دیکھوں تو کسی دن یہ بھی ملجاتا اور اس وقت سوتا ہوا دیکھنا چاہے تو یہ بھی ملجاتا۔ اسلئے کہ رات کا ہر حصہ کسی نہ کسی دن حضور نماز میں گذارتے تھے اور اس کی

لہ بالنصب علی الروایة الصحیحة وجوز بعضھم الرفع قال القسطلانی وھو ضعیف روایة ودرایة ١٢ سہ ای الشھر کله او دادم علی الصیام وعبر بالمستقبل بالماضی دلالة علی عدم الشک فی تحققه ١٢ م سہ قیدت به لان الاحکام انما کثرت من حین قدمھا ورمضان لم یفرض الا فیھا ١٢ سہ بضم ای المھملة وسکون الجیم ١٢ ق سہ بنون الجمع او بالتحتانیة علی بناء المجھول او بالخطاب تحتیة تجوه قاری وجعل المناوی بالثانی ایضا مبنا بالمعروف فقال ای نه ضمیر من غیر مرجع ١٢ سہ بالنصب بجهة ظاهره ودوی بالرفع علی ان ان مخففة من الثقیلة ١٢ ق سہ قال المناوی لا یشکل علی الحدیث قول عائشة کان اذا صلی صلوة داوم علیھا فقولھا کان عمله دیمة لان المراد بذلک بالاخذ راتبا

http://mujahid.xtgem.com

قال سمعت سعید بن جبیر عن ابن عباس[۳] قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم حتی نقول ما یرید ان یفطر منہ ویفطر حتی نقول ما یرید ان یصوم وما صام شہرا کاملا منذ قدم المدینۃ الا رمضان حدثنا محمد بن بشار ثنا عبدالرحمٰن بن مھدی عن سفیان عن منصور عن سالم بن ابی الجعد عن ابی سلمۃ عن ام سلمۃ[رض] قالت ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم شہرین متتابعین الا شعبان ورمضان قال ابو عیسٰی[رح] ھذا اسناد صحیح[ع] وھکذا قال عن ابی سلمۃ عن ام سلمۃ وروی ھذا الحدیث

دو مصلحتیں سمجھ میں آتی ہیں اول تو یہ کہ عبادت جو اصل مقصد اور آدمی کے وجود کی غرض ہے اور اللہ کی رضا کا سبب ہے رات کے ہر حصہ کو کبھی نہ کبھی اس کی برکات میسر ہو جائیں اور قیامت میں رات کا ہر حصہ اپنے اندر عبادت کا وجود رکھے۔ دوسرے یہ کہ عبادت جب ایک ہی وقت میں ہوتی رہے تو بمنزلہ عادت کے بن جاتی ہے پھر مشقت کا لطف نہیں رہتا اور جب رات کے مختلف حصوں میں عبادت کی جائیگی تو عادت نہ بنے گی۔ (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی حضور کی یہ عادت شریفہ مروی ہے کہ کسی ماہ میں اکثر حصہ روزہ رکھتے تھے جس سے ہمارا خیال ہوتا تھا کہ اس میں افطار کا ارادہ نہیں اور کسی ماہ میں ایسے ہی اکثر افطار فرماتے تھے لیکن کسی ماہ میں بجز رمضان المبارک کے تمام ماہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ **ف** بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول متعدد روایات میں گذر چکا ہے اس معمول کی دو وجہ ہیں اول تو یہ کہ باب کے شروع میں یہ گذر چکا ہے کہ روزہ حقیقۃ میں ایک تریاق ہے اور بسا اوقات روحانی ترقی اور دیگر دقتی مصالح کیلئے بطور دوا کے بھی رکھا جاتا ہے ایسی صورت میں دوا کے عام اصول کے موافق بسا اوقات اسکے مسلسل استعمال کی حاجت ہوتی ہے اور بسا اوقات خاص ضرورت نہیں ہوتی یا اگر معمولی ضرورت بھی ہوتی ہے تو دوسرے وقتی عوارض کی وجہ سے دوا کا ترک ضروری ہوتا ہے جو اطبا کے یہاں ایک معروف چیز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر روحانیت کا طبیب کون ہو سکتا ہے اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقتی ضروریات کے لحاظ سے بسا اوقات مسلسل روزے رکھتے تھے اور بسا اوقات مسلسل افطار فرماتے تھے امت کیلئے بھی جو حضرات خود روحانی طبیب ہیں وہ روحانی مصالح کے لحاظ سے روزے اور افطار کے اوقات متعین فرما سکتے ہیں اور جو شخص خود طبیب نہیں ہے وہ کسی روحانی طبیب کے زیر علاج عملدرآمد کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ خصوصی معمولات بھی تھے مثلاً پیر جمعرات کا روزہ رکھنا ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا ایام بیض عشرہ محرم عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ معمولات بسا اوقات اسفار وغیرہ عوارض کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے اسلئے عوارض دور ہو جانے کے بعد بطور قضا اور تلافی کے جتنے روزے معمول کے ترک ہو جاتے تھے انکو پورا فرما لیا کرتے تھے کہ یہ بھی حضور کی ایک خصوصی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی عبادت کو شروع فرماتے تو اس پر دوام اور نباہ فرمایا کرتے تھے اسلئے جتنے روزے معمول سے رہ جاتے تو انکو پھر اسطرح لگاتار روزے رکھنے کی نوبت آجاتی تھی۔ اللھم وفقنا اتباعہ۔ (۴) ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

لہ ہذا ینافی ما سبق انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یستکمل شہرا کلہ غیر رمضان وجمع بان المراد انہ صام اکثرہ والیہ کان یصوم شعبان کلہ کان یصومہ الا قلیلا قال النووی الثانی مفسر للاول یعنی کونہا کلہ غالبہ وقد نقل الترمذی عن ابن المبارک انہ جاء فی کلام العرب اذا صام اکثر الشہر ان یقال صام الشہر کلہ واستبعدہ الطیبی معللا بان الکل تاکید لارادۃ الشمول ودفع التجوز فتفسیرہ بالبعض منافٍ لہ قال فیحمل علی انہ کان یصومہ کلہ فی وقت ویصوم اکثرہ فی وقت آخر لئلا یتوہم انہ واجب کرمضان فعلی ہذا مراد عائشۃ وابن عباس من قولہا ما صام شہرا کاملا علی الدوام وقیل المراد بقولہا کلہ انہ یصوم من اولہ تارۃ وآخرہ اخری واثنائہ طورا فلا یخلی شیئا منہ من صیام و ذکر بعد علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم صام شعبان کلہ واطلعت علیہ ام سلمۃ ولم یطلع علیہ ابن عباس وعائشۃ ۱۲ ق لہ قال ابو عیسیٰ الخ غرض المصنف دفع ما یظہر فی ہذا الحدیث من الاختلاف علی ابی سلمۃ بان سالما رواہ عن ابی سلمۃ عن ام سلمۃ وغیر واحد رواہ عنہ عن عائشۃ فدفعہ المصنف بقولہ انہ یحتمل ان ابا سلمۃ روی عنہما جمیعا ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

غیر واحد[۱] عن ابی سلمۃ عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویحتمل ان یکون ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن قد روی ھذا الحدیث عن عائشۃ وام سلمۃ جمیعا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا ھناد ثنا عبدۃ عن محمد بن عمرو ثنا ابو سلمۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت لم ار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم[۲] فی شھر اکثر من صیامہ فی شعبان کان یصوم شعبان الا قلیلا بل کان[۳] یصومہ کلہ حدثنا

اے کان یصوم کلہ ۱۲

فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان شعبان کے سوا دو ماہ کامل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ **ف** - یہ حدیث بظاہر گذشتہ تمام احادیث کے خلاف ہے کیونکہ ابتک سب روایتیں اس پر متفق تھیں کہ حضور رمضان المبارک کے علاوہ کسی ماہ کے مسلسل روزے نہیں رکھتے تھے لیکن اس حدیث میں اُسکے ساتھ شعبان کو بھی ملا دیا۔ ان دونوں کی تطبیق علماء نے مختلف طریقہ سے فرمائی ہے۔ اول یہ کہ اس حدیث میں تمام شعبان کو مبالغہ کے طور پر کہا گیا ہے حضور کی عادت شریفہ اکثر حصہ شعبان کے روزے رکھنے کی تھی چنانچہ آئندہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود اسکی تصریح موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کسی وقت میں اتفاقاً حضور نے تمام ماہ شعبان کے روزے رکھے ہوں جسکی حضرت ام سلمہؓ کو اطلاع ہوئی اَوروں کو نہیں ہوئی۔ تیسرے یہ کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباس وغیرہ حضرات کی روایت میں عادت کی نفی ہے کہ حضور کی عادت شریفہ رمضان کے علاوہ اور کسی ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی نہیں تھی۔ اتفاقاً کسی ماہ کے پورے روزے رکھ لینا اُس کے منافی نہیں ہے۔ اسلئے اگر کسی سال کسی عارض کی وجہ سے حضور نے شعبان کے بھی پورے روزے رکھ لئے ہوں تو چونکہ وہ معمول نہ تھا اسلئے حضرت عائشہ وغیرہ نے انکا تذکرہ نہیں کیا اور چونکہ پورے مہینے کے رکھتے تھے اس لئے حضرت ام سلمہ نے انکو ذکر کر دیا اسلئے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ حضور ابتداء میں شعبان کے تمام مہینہ کے روزے رکھتے ہوں اور اخیر میں ضعف کی وجہ سے کم کر دیئے ہوں اسلئے جس نے آخری فعل ذکر کیا اسوجہ سے کہ وہ آخری فعل تھا اُس نے اکثر ذکر کر دیا اور جس نے یہ خیال کیا کہ یہ عارض کی وجہ سے تھا اصل معمول تمام مہینہ کا تھا اُس نے تمام مہینہ ذکر کر دیا۔ بعض نے اس کا عکس بتایا ہے جیسا کہ روایت کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اکثر مہینے کے روزے رکھتے تھے بعد میں تمام کے رکھنے لگے۔ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو (رمضان کے علاوہ) شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھتے نہیں دیکھا شعبان کے اکثر حصہ میں آپ روزے رکھتے تھے بلکہ (قریب قریب) تمام مہینہ کے روزے رکھتے تھے۔ **ف** - یہ ترقی کرکے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تمام ماہ شعبان کے روزوں کا ذکر صاف بتلا رہا ہے کہ اس سے مبالغہ مقصود ہے شعبان میں روزوں کی کثرت کی وجہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد

[۱] ای کثیر من الرواۃ قال میرک رواہ محمد بن ابراہیم التیمی عن ابی سلمۃ عن عائشۃ ووافقہ یحیی بن ابی کثیر وسالم ابو النضر عند البخاری وغیرہ ومحمد بن ابراہیم وزید بن ابی عتاب عند النسائی وخالفہم یحیی بن سعید وسالم بن ابی الجعد فرویاہ عن ابی سلمۃ عن ام سلمۃ ۱۲ ق [۲] حال من مفعول لم ار ان کانت الرؤیۃ بصریۃ والا بان کانت علمیۃ وہو الاظہر فہی مفعول ثان وقولہ اکثر صفۃ مفعول مطلق ای صیاما اکثر من صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شعبان ۱۲ ق [۳] بل کان الخ یعنی ان ما لا یصومہ من شعبان فی غایۃ من القلۃ بحیث یظن انہ صام کلہ فکلمۃ بل للترقی والاینافیہ حینئذ قولہا الا قلیلا ولا ما سبق من انہ ما صام شہراً کاملا منذ قدم المدینۃ ویشکل اکثارہ علیہ السلام صیام شعبان مع انہ ورد وعند مسلم وغیرہ افضل الصیام بعد رمضان صوم شہر اللہ المحرم واجیب باحتمال انہ کان یعرض لہ علیہ السلام اعذار تمنعہ من الصوم فی المحرم کالسفر وغیرہ او لان لشعبان تخصیص رفع الاعمال وہو لا یوجد فی المحرم او لانہ علیہ السلام ما علم فضلیۃ المحرم الا الی آخر عمرہ الشریف قالہ البیجوری قلت ویشکل ان المراد بشہر المحرم صوم یوم عاشوراء دون تمام الشہر وکان علیہ السلام یصومہ فلا ایراد ۱۲ +

http://mujahid.xtgem.com

قال سمعت سعید بن جبیر عن ابن عباس[۳] قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم حتی نقول ما یرید ان یفطر منہ ویفطر حتی نقول ما یرید ان یصوم وما صام شہراً کاملاً منذ قدم المدینۃ الا رمضان حدثنا محمد بن بشار ثنا عبدالرحمٰن بن مہدی عن سفیان عن منصور عن سالم بن ابی الجعد عن ابی سلمۃ عن امِ سلمۃ قالت ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم شہرین متتابعین الا شعبان ورمضان قال ابو عیسیٰ ھذا اسناد صحیح وھکذا قال عن ابی سلمۃ عن ام سلمۃ وروی ھذا الحدیث

دو مصلحتیں سمجھ میں آتی ہیں اول تو یہ کہ عبادت جو اصل مقصد اور آدمی کے وجود کی غرض ہے اور اللہ کی رضا کا سبب ہے، رات کے ہر حصہ کو کبھی نہ کبھی اُس کی برکات میسر ہو جائیں اور قیامت میں رات کا ہر حصہ اپنے اندر عبادت کا وجود رکھے۔ دوسرے یہ کہ عبادت جب ایک ہی وقت میں ہوتی رہے تو بمنزلہ عادت کے بن جاتی ہے پھر مشقت کا لطف نہیں رہتا اور جب رات کے مختلف حصوں میں عبادت کی جائیگی تو عادت نہ بنے گی۔ (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی حضور کی یہ عادت شریفہ مروی ہے کہ کسی ماہ میں اکثر حصہ روزہ رکھتے تھے جس سے ہمارا خیال ہوتا تھا کہ اس میں افطار کا ارادہ نہیں اور کسی ماہ میں ایسے ہی اکثر افطار فرماتے تھے لیکن کسی ماہ میں بجز رمضان المبارک کے تمام ماہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ ف۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول متعدد روایات میں گذر چکا ہے اس معمول کی دو وجہ ہیں اول تو یہ کہ باب کے شروع میں یہ گذر چکا ہے کہ روزہ حقیقۃً میں ایک تریاق ہے اور بسا اوقات روحانی ترقی اور دیگر وقتی مصالح کیلئے بطور دوا کے بھی رکھا جاتا ہے ایسی صورت میں دوا کے عام اصول کے موافق بسا اوقات اُسکے مسلسل استعمال کی حاجت ہوتی ہے اور بسا اوقات خاص ضرورت نہیں ہوتی یا اگر معمولی ضرورت بھی ہوتی ہے تو دوسرے وقتی عوارض کی وجہ سے دوا کا ترک ضروری ہوتا ہے جو اطبا کے یہاں ایک معروف چیز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر روحانیت کا طبیب کون ہو سکتا ہے اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقتی ضروریات کے لحاظ سے بسا اوقات مسلسل روزے رکھتے تھے اور بسا اوقات مسلسل افطار فرماتے تھے امت کیلئے بھی جو حضرات خود روحانی طبیب ہیں وہ روحانی مصالح کے لحاظ سے روزے اور افطار کے اوقات متعین فرما سکتے ہیں اور جو شخص خود طبیب نہیں ہے وہ کسی روحانی طبیب کے زیر علاج عملدرامد کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ خصوصی معمولات تھے مثلاً پیر جمعرات کا روزہ رکھنا ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا ایام بیض عشرہ محرم عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ معمولات بسا اوقات اسفار وغیرہ عوارض کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے اسلئے عوارض دور ہو جانیکے بعد بطور قضا اور تلافی کے جتنے روزے معمول میں ترک ہو جاتے تھے انکو پورا فرمالیا کرتے تھے کہ یہ بھی حضور کی ایک خصوصی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی عبادت کو شروع فرماتے تو اس پر دوام اور نباہ فرمایا کرتے تھے اسلئے جتنے روزے معمول سے رہ جاتے تو انکو پورا کرنے میں لگاتار روزے رکھنے کی نوبت آجاتی تھی۔ اللّٰھم وفقنا اتباعہ۔ (۴) ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۵ ھذا بیانی لما سبق انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یصم شہراً کاملاً غیر رمضان وجمع بان المراد انہ صام اکثرہ واتیہ سلم کان یصوم شعبان کلہ کان لا یصومہ الا قلیلا قال النووی الثانی مفسر للاول یعنی بعنی کلہا کلہ غالبہ وقد نقل الترمذی عن ابن المبارک انہ جاء فی کلام العرب اذا صام اکثر الشہر ان یقال صام الشہر کلہ واستبعدہ الطیبی قائلا بان الکل تاکید لارادۃ الشمول ودفع التجوز فتفسیرہ بالبعض منافٍ لہ قال فیحمل علی انہ کان یصومہ کلہ فی وقت ویصوم اکثرہ فی وقت آخر لئلا یتوہم انہ واجب کرمضان فعلی ہذا مراد عائشۃ وابن عباس من قولہا ما صام شہراً کاملاً علی الدوام وقیل المراد بقولہا کلہ انہ یصوم من اولہ تارۃ ومن آخرہ اخری واثنائہ طوراً فلا یخلی شیئاً منہ من صیام و ذکر عمر بعدہ علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم صام شعبان کلہ واطلعت علیہ ام سلمۃ ولم یطلع علیہ ابن عباس وعائشۃ ۱۲ ق ۵ قال ابو عیسیٰ الخ غرض المصنف دفع ما یظہر فی ہذا الحدیث من الاختلاف علی ابی سلمۃ بان سالما رواہ عن ابی سلمۃ عن ام سلمۃ وغیرہ واحد رواہ عنہ عن عائشۃ فدفعہ المصنف بقولہ انہ یحتمل ان ابا سلمۃ روی عنہما جمیعاً ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

غیر واحدٍ عن ابی سلمۃ عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویحتمل ان یکون ابو سلمۃ بن عبد الرحمٰن قد روی ھذا الحدیث عن عائشۃ وام سلمۃ جمیعا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا ھناد ثنا عبدۃ عن محمد بن عمرو ثنا ابو سلمۃ **عن عائشۃ** رضی اللہ عنہا قالت لم ار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم فی شہر اکثر من صیامہ فی شعبان کان یصوم شعبان الا قلیلا بل کان یصومہ کلہ **حدثنا**

اے کان یصوم کلہ ۱۲

فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضانؔ شعبان کے سوا دو ماہ کامل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ **ف** یہ حدیث بظاہر گذشتہ تمام احادیث کے خلاف ہے کیونکہ ابتک سب روایتیں اس پر متفق تھیں کہ حضور رمضان المبارک کے علاوہ کسی ماہ کے مسلسل روزے نہیں رکھتے تھے لیکن اس حدیث میں اُسکی ساتھ شعبان کو بھی ملا دیا۔ ان دونوں کی تطبیق علماء نے مختلف طریقہ سے فرمائی ہے۔ اول یہ کہ اس حدیث میں تمام شعبان کو مبالغہ کے طور پر کہا گیا ہے۔ حضور کی عادت شریفہ اکثر حصہ شعبان کے روزے رکھنے کی تھی چنانچہ آئندہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود اسکی تصریح موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کسی وقت میں اتفاقاً حضور نے تمام ماہ شعبان کے روزے رکھے ہوں جسکی حضرت ام سلمہؓ کو اطلاع ہوئی اَوروں کو نہیں ہوئی۔ تیسرے یہ کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ حضرات کی روایت میں عادت کی نفی ہے کہ حضور کی عادت شریفہ رمضان کے علاوہ اور کسی ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی نہیں تھی۔ اتفاقاً کسی ماہ کے پورے روزے رکھ لینا اُس کے منافی نہیں ہے۔ اسلئے اگر کسی سال کسی عارض کی وجہ سے حضور نے شعبان کے بھی پورے روزے رکھ لئے ہوں تو چونکہ وہ معمول نہ تھا اسلئے حضرت عائشہ وغیرہ نے انکا تذکرہ نہیں کیا اور چونکہ پورے مہینے کے رکھتے تھے اس لئے حضرت ام سلمہ نے انکو ذکر کر دیا اسلئے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ حضور ابتداء میں شعبان کے تمام مہینہ کے روزے رکھتے ہوں اور اخیر میں ضعف کی وجہ سے کم کر دیئے ہوں اسلئے جس نے آخری فعل ذکر کیا اسوجہ سے کہ وہ آخری فعل تھا اُس نے اکثر ذکر کر دیا اور جس نے یہ خیال کیا کہ یہ عارض کی وجہ سے تھا اصل معمول تمام مہینہ کا تھا اُس نے تمام مہینہ ذکر کر دیا۔ بعض نے اس کا عکس بتایا ہے جیسا کہ روایت کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اکثر مہینے کے روزے رکھتے تھے بعد میں تمام کے رکھنے لگے۔ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو (رمضان کے علاوہ) شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھتے نہیں دیکھا شعبان کے اکثر حصہ میں آپ روزے رکھتے تھے بلکہ (قریب قریب) تمام مہینہ کے روزے رکھتے تھے۔ **ف** یہ ترقی کرکے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تمام ماہ شعبان کو روزوں کا ذکر صاف بتلا رہا ہے کہ اس سے مبالغہ مقصود ہے شعبان میں روزوں کی کثرت کی وجہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد

لہ ای کثیر من الرواۃ قال میرک رواہ محمد بن ابراہیم التیمی عن ابی سلمۃ عن عائشۃ ووافقہ یحیی بن ابی کثیر وسالم ابو النضر عند البخاری وغیرہ ومحمد بن ابراہیم وزید بن ابی غیاث عند النسائی وخالفہم یحیی بن سعید وسالم بن ابی الجعد فرویاہ عن ابی سلمۃ عن عائشۃ ۱۲ ق **لہ** حال من مفعول لم ار ان کانت الرؤیۃ بصریۃ والا بان کانت علمیۃ وہو الاظہر فہی مفعول ثان وقولہ اکثر صفۃ مفعول مطلق ای صیاما اکثر من صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شعبان ۱۲ ق **لہ** بل کان الخ یعنی ان ما لا یصومہ من شعبان فی غایۃ من القلۃ بحیث یظن انہ صام کلہ فکلمۃ بل للترقی والاضافۃ حینئذ لو لہا الا قلیلا ولا ما سبق من انہ ما صام شہرا کاملا منذ قدم المدینۃ ویشکل اکثارہ علیہ السلام صیام شعبان مع انہ ورد عند مسلم وغیرہ افضل الصیام بعد رمضان صوم شہر اللہ المحرم واجیب باحتمال انہ کان یعرض لہ علیہ السلام اعذار تمنعہ عن الصوم فی المحرم کالسفر وغیرہ اولان لشعبان تخصیص رفع الاعمال وہو لا یوجد فی المحرم اولانہ علیہ السلام ما علم فضلیۃ المحرم الا فی آخر عمرہ الشریف قالہ البیجوری قلت یشکل ان المراد بشہر المحرم صوم بعضہ وہو یوم ...

http://mujahid.xtgem.com

القاسم بن دینار الکوفی ثنا عبید اللہ[1] بن موسی وطلق بن غنام[2] عن شیبان عن عاصم عن زر عن عبد اللہ[3] قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من غرۃ[4] کل شھر ثلثۃ ایام وقل[5] ما کان یفطر یوم الجمعۃ حدثنا محمود بن غیلان

فرمائی کہ اس مہینہ میں وہ دن بھی ہے جس میں سال کے اعمال حق تعالیٰ جل شانہ کے دربار میں پیش ہوتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں اسکے علاوہ اور بھی بعض وجوہ احادیث وغیرہ میں وارد ہوئی ہیں۔ اور بعض اوقات ایک وجہ کا ہونا دوسرے وقت میں دوسری وجہ کا ہونا بھی ممکن ہے اور متعدد وجوہ کا جمع ہو جانا بھی حضرت عائشہ رضؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور کا معمول تین دن ہر ماہ میں روزے رکھنے کا تھا وہ بسا اوقات عوارض کی وجہ سے رہ جاتے تھے اور سب کا مجموعہ شعبان میں حضور رکھا کرتے تھے اسکی ساتھ دوسری روایات میں پیر جمعرات کا روزہ بھی حضور کا معمول نقل کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر دو تین مہینے بھی تمام سال میں کسی عذر سے چھوٹ گئے تو ایک مہینہ کے روزے بنجانا کیا مشکل ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان کی تعظیم کی وجہ سے شعبان کا روزہ افضل ہے یعنی جیسا فرض نماز سے قبل سنتیں پڑھی جاتی ہیں ایسے ہی رمضان سے قبل نفل روزے ہیں۔ اگرچہ حضور نے ضعف کے خیال سے رمضان شریف کے قبل روزے کو منع بھی فرمایا ہے مگر حضور پر ضعف روزہ کا کچھ ایسا نہ ہوتا تھا اسی وجہ سے لگاتار روزے بھی رکھ لیتے تھے ایک حدیث میں آیا ہے حضور سے کسی نے شعبان میں روزوں کی کثرت کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس مہینہ میں ہر اس شخص کا نام مرنیوالوں میں لکھا جاتا ہے جو اس تمام سال میں مرنیوالے ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میری موت ایسی حالت میں لکھی جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر مہینہ میں نفل روزے رکھنے کا معمول تھا اور رمضان المبارک میں نفل روزہ رکھنے کی کوئی صورت نہ تھی اسلئے ماہ رمضان کے حصے کے روزے بھی پیشگی شعبان ہی میں رکھ لیتے تھے اور اسی بناء پر شعبان رمضان دو مہینوں کے روزے ملکر اکثر حصہ مہینہ کا ہو جاتا تھا۔ (۶) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے شروع میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے اور جمعہ کے دن بہت کم افطار فرماتے تھے۔ **ف**۔ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنے کی ترغیب مختلف احادیث میں وارد ہوئی۔ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہونیکی وجہ سے تین روزوں کا ثواب ایک ماہ کے روزوں کے برابر ہو جاتا ہے اور اس حیثیت سے یہ شخص گویا عمر بھر روزہ دار کے حکم میں ہوگا۔ ان تین دن کی تعیین میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن کوئی مخالفت نہیں کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ کے شروع ہی میں تین روزے رکھ لیتے تھے کبھی کبھی ہر پیر جمعرات کو کبھی تیرہ چودہ پندرہ کو ایسے ہی اور مختلف اوقات میں بھی اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضؓ کی آئندہ حدیث میں وارد ہے کہ متعین ایام نہ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے کبھی سفر یا حضر میں ترک نہیں فرماتے تھے۔ دوسرا مضمون حدیث بالا میں جمعہ کے روزہ سے متعلق ہے اس حدیث سے جمعہ کے دن روزہ کا اہتمام معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری روایات میں

---

[1] عبید اللہ بن موسی بلفظ التصغیر کما فی بعض النسخ عن عبد اللہ بن موسی غلط ۱۲ [2] بغین معجمۃ ونون مشددۃ ۱۲ [3] عبد اللہ ای ابن مسعود کما ہو مصرح فی روایۃ المشکوٰۃ مع انہ یکون ہو المراد عند الاطلاق فی اصطلاح المحدثین قالہ القاری ۱۲ [4] غرۃ بضم غین معجمۃ وتشدید یداراء ای اولہ والمراد بہٰک اوائلہ ۱۲ [5] قیل ما کافۃ وقیل صلۃ لتاکید معنی القلۃ وقیل مصدریۃ ای قل کونہ مفطرا یوم الجمعۃ وہو دلیل لابی حنیفۃ ومالک حیث ذھبا الی ان صوم یوم الجمعۃ وحدہ حسن و عند جمہور الشافعیۃ یکرہ افرادہا بالصوم لروایۃ الصحیحین عن ابی ہریرۃ مرفوعا لا یصوم احدکم یوم الجمعۃ الحدیث الی آخر ما بسطہ القاری وفیہ ایضا قال القاضی یحتمل ان یکون المعنی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتغدی الا بعد الجمعۃ کما روی عن سہل بن سعد الساعدی ... فی ذلک فی الاوجز واختلفت

http://mujahid.xtgem.com

ثنا ابو داؤد انا شعبة عن يزيد الرشك قال سمعت معاذة قالت قلت لعائشة اكان النبي صلى الله عليه وسلم يصوم ثلثة ايام من كل شهر قالت نعم قلت من ايه كان يصوم قالت كان لا يبالي من ايه صام قال ابو عيسى ويزيد الرشك هو يزيد الضبعي البصري وهو ثقة وروى عنه شعبة وعبد الوارث بن سعيد وحماد بن زيد واسمعيل بن ابراهيم وغير واحد من الائمة وهو يزيد القاسم ويقال القسام والرشك بلغة اهل البصرة هو القسام حدثنا ابو حفص عمرو بن علي ثنا عبد الله بن داؤد عن ثور ابن يزيد عن خالد بن معدان عن ربيعة الجرشي عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يتحرى صوم الاثنين والخميس حدثنا ابو مصعب المديني عن مالك بن انس عن ابي النضر عن ابي سلمة بن عبد الرحمن عن عائشة قالت ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم في شهر اكثر من صيامه في شعبان حدثنا محمد بن يحيى ثنا ابو عاصم عن محمد بن رفاعة عن سهيل ابن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم

روزہ کیلئے جمعہ کی تخصیص کی ممانعت آئی ہے اسی وجہ سے بعض علماء حدیث بالا کی وجہ سے اسکے استحباب کے قائل ہوئے ہیں اور بعض علماء ممانعت کی وجہ سے جمعہ کی تخصیص کو مکروہ بتاتے ہیں خود حنفیہ کے یہاں بھی دونوں قول ہیں۔ (۷) معاذہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی سے پوچھا کہ حضور ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے انھوں نے فرمایا کہ رکھتے تھے، میں نے مکرر پوچھا کہ مہینہ کے کن ایام میں رکھتے تھے انھوں نے فرمایا کہ اس کا اہتمام نہیں تھا جن ایام میں موقعہ ہوتا رکھ لیتے **ف**۔ یعنی کسی زمانہ میں یہ بھی معمول شریف رہا ہے کہ تعیین ایام کا اہتمام نہیں تھا اور کبھی مخصوص ایام میں مثلاً مہینہ کی پہلی تین تاریخوں میں کبھی مہینہ کی اخیر تین ایام میں کبھی ایک مہینہ میں شنبہ یکشنبہ دوشنبہ کو رکھتے اور دوسرے مہینہ میں سہ شنبہ چہار شنبہ پنجشنبہ کو رکھتے اسی لئے اس بارے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں اور اسی لئے حضرت عائشہ رضی نے تعیین کا انکار فرمادیا (۸)۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیر جمعرات کے روزہ کا اکثر اہتمام فرماتے تھے **ف**۔ بعض روایات میں ان دنوں کے روزے کے اہتمام کی وجوہ بھی وارد ہوئی ہیں چنانچہ ایک وجہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں قریب ہی آرہی ہے کہ یہ دونوں دن اعمال کی پیشی کے ہیں پیر کے دن کے متعلق مسلم شریف کی ایک روایت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ میں پیر ہی کے دن پیدا کیا گیا ہوں۔ اور پیر ہی کے روز مجھ پر قرآن شریف نازل ہونا شروع ہوا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن حق تعالیٰ شانہ ہر مسلمان کی مغفرت (بشرط قواعد) فرما دیتے ہیں مگر جن دو شخصوں میں آپس میں چھوٹ چھٹاؤ ہو انکے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ انکی مغفرت کو اس وقت تک روک دیا جائے جب تک یہ آپس میں صلح نہ کرلیں۔ (۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے کسی ماہ میں زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے۔ **ف**۔ اس کا بیان مفصل گذر چکا ہے (۱۰) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعمال پیر جمعرات کے دن حق تعالیٰ جل شانہ کی عالی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں

لہ قال الوصيي الغرض المصنف بيان توثيقه ويشكل عليه بانه تقدم ترجمته في ابواب الضحى فكان الانسب ايراد التوثيق هناك واجيب بانه احتيج الى بيان توثيقه ههنا لان ما رواه ههنا يعارضه ما مر من انه صلى الله عليه وسلم كان يصوم غرة كل شهر ۱۲ ؎ الضبعي بضم المعجمة وفتح الموحدة بعدها مهملة نسبة الى ضبيعة بن قيس بن ثعلبة قاله السمعاني في الانساب ۱۲ ؎ والرشك الخ اختلف في معنى الرشك وسبب تلقيبه به فقيل انه بمعنى كثير اللحية وتقدم في باب الضحى ومال المصنف الى انه بمعنى القسمة وكان يزيد يعرف علم القسمة او كان يباشرها من جهة المملكة وكان ماهرا في قسمة الاراضي وحرزها وقيل الرشك بالمعرب لقب به لدخوله في لحيته وكثرة تمنا وقيل لانه كان غيورا فكان من الغيرة والرشك قال العسقلاني هو المعتمد فالرشك بالعقرب في الفارسية بمعنى الغيرة وحرب فنهر اوله قاله القاري ۱۲ ؎ عمرو بن علي بفتح اوله وبالواو هو ابو حفص الفلاس الحافظ ۱۲ ؎ عبد الله بن داود وكذا في الاصل وكذا في جامع الترمذي والنسائي كما في نسخة القاري والنادري ان عبد الله بن ابي داود وزيادة لفظ ابي سهو من الناسخ ۱۲ ؎ الجرشي بضم جيم وفتح راء وشين معجمة موضع باليمن ۱۲ ؎ تحراه تعمده وطلب المتحري بالاستعمال فالمعنى على الاول يتعمد صومهما فيصير من العموم منتظرا لهما وعلى الثاني مجتهدا في ايقاع الصوم ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

قال تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو احمد ومعویة بن هشام قالا ثنا سفین عن منصور عن خیثمة عن عائشة قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصوم من الشهر السبت والاحد والاثنین ومن الشهر الاخر الثلاثاء والاربعاء والخمیس حدثنا هرون ابن اسحاق الهمدانی نا عبدة بن سلیمان عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت کان عاشوراء یوما یصومه

میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال روزہ کی حالت میں پیش ہوں **ف**۔ تاکہ قبولیت کے زیادہ قریب ہو جائیں اعمال پیش ہونے میں یہ اشکال ہے کہ مسلم شریف کی ایک روایت کا یہ حاصل ہے کہ اعمال صبح شام دو مرتبہ روزانہ بارگاہ تک پہنچتے ہیں پھر پیر جمعرات کو پیش ہونیکا کیا مطلب۔ ان دونوں کے درمیان میں محدثین نے مختلف طریقہ سے جمع کیا ہے سہل یہ ہے کہ رات دن کے اعمال تفصیلی طور پر روزانہ دو مرتبہ پیش ہوتے ہیں رات کے علیحدہ دن کے علیحدہ اور معمولی تفصیل سے۔ اور پھر ہفتہ میں دو بار پیر جمعرات کو پیش ہوتی ہیں اور تمام سال کے مجموعی اعمال اجمالی طور پر شعبان میں اور شب قدر میں بھی پیش ہوتے ہیں اور بار بار کی پیشی میں منجملہ متعدد مصالح کے ایک مصلحت۔ فرشتوں کے سامنے نیک لوگوں کا اظہار شرف ہے کہ ان حضرات نے آدمی کے پیدائش کے وقت یہ اشکال کیا تھا کہ آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرما رہے ہیں جو دنیا میں کشت و خون اور فساد برپا کریں گے اسی لئے حق تعالیٰ شانہ بہت سے نیکوکار پر فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر تذکرہ بھی فرماتے ہیں ورنہ حق تعالیٰ شانہ ہر شخص کے ہر عمل سے ہر وقت واقف ہیں ان کیلئے اعمال پیش کرنیکی ضرورت نہیں ہے (۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ہر مہینہ کے تین روزے اس طرح بھی رکھتے تھے کہ ایک مہینہ میں بار اتوار پیر کو روزہ رکھ لیتے اور دوسرے ماہ میں منگل بدھ جمعرات کو **ف**۔ تاکہ ہفتہ کے تمام دنوں میں روزہ ہو جائے اور جمعہ کا روزہ قصداً نہ رکھتے ہوں جیسا کہ بعض روایات میں اس کو عید کا دن قرار دیا گیا اور دوسرے اہم مشاغل اس میں ہوتے ہیں یا اس روایت میں ذکر نہیں کیا گیا دوسری روایات میں اسکے روزے کا ذکر ہے ہی۔ (۱۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عاشورا کا روزہ زمانہ جاہلیت میں قریش رکھا کرتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی (ہجرت سے قبل تطوعاً) رکھ لیا کرتے تھے (لیکن ہجرت کے بعد) جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو خود بھی (اہتمام سے) رکھا اور امت کو بھی (وجوباً) حکم فرمایا۔ مگر جب رمضان المبارک نازل ہوا تو وہی فرضی روزہ بن گیا اور عاشورے کی فرضیت منسوخ ہو گئی (اب استحباب باقی ہے) جسکا دل چاہے رکھے جس کا دل چاہے نہ رکھے۔ **ف**۔ عاشورے کے روزے کی فضیلت میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ عرفہ کے روزہ سے دو سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور عاشورے کے روزہ سے ایک سال کے۔ بعض شروح میں لکھا ہے عاشورے کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول

ل تعرض الخ اشکل علیہ بروایة مسلم یرفع الیه عمل اللیل قبل عمل النهار وعمل النهار قبل عمل اللیل واجیب بان الرفع غیر العرض وفیه توجیهات اخر قال المناوی وکذا تعرض لیلة النصف من شعبان ولیلة القدر فالاول اجمالی باعتبار الاسبوع والثانی والثالث باعتبار العام وفائدة تکریر العرض اظهار شرف العاملین بین الملأ الاعلی وبالجزم علم شذوذ قول الحلیمی اعتیاد صومها مکروه اه ۱۲ ک خیثمة بفتح خاء معجمة وثاء مثلثة بینهما تحتانیة ۱۲ ک سمی به لان السبت القطع وذلک الیوم انقطع فیه الخلق لانه عز اسمه خلق السموات والارض فی ستة ایام ابتدأ یوم الاحد وختم یوم الجمعة بخلق آدم علیه السلام اه ۱۲ ک بالنصب فیه وفیما قبله علی انه مفعول فیه لیصوم قال المظهر اراد صلی اللّٰه علیه وسلم ان یبین سنیة جمیع ایام الاسبوع وانما لم یصمها متوالیة لئلا یشق علی الامة الا قتداء به ولم یذکر فی هذا الحدیث

http://mujahid.xtgem.com

قریشٌ فی الجاھلیۃ وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصومہ فلما قدم المدینۃ صامہ وامر بصیامہ فلما افترض رمضان کان رمضان ھو الفریضۃ وترک عاشوراء فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمٰن بن مھدی ثنا سفین عن منصور عن ابراھیم

ہوئی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارہ پر آئی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی اور فرعون غرق ہوا تھا اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی دن آسمان پر اُٹھائے گئے اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے خلاصی ملی۔ اور اسی دن اُن کی اُمت کا قصور معاف ہوا۔ اور اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے نکالے گئے۔ اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو مشہور مرض سے صحت عطا ہوئی۔ اور اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اسی دن حضرت سلیمان کو ملک عطا ہوا۔ اس کے علاوہ اور بھی کرامات اس دن کی شروح حدیث اور کتب سیر میں لکھی ہیں محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی ہے مگر بہت سی کرامات صحیح طور سے بھی ثابت ہیں۔ کہتے ہیں کہ وحشی جانور بھی اُس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اللہ اکبر کس قدر متبرک دن ہے جسکو ہم لوگ لہو ولعب میں ضائع کر دیتے ہیں۔ غالباً انہیں میں سے کسی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں اس دن کی فضیلت مشہور تھی جس کی وجہ سے قریش اسلام سے قبل اسکا روزہ رکھتے تھے جب حضور مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود جو اہل کتاب ہیں وہ بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں حضور نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ روزہ کیوں رکھتے ہو انھوں نے کہا کہ اس دن حق تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰؑ کو خلاصی عطا کی تھی اور فرعون کو غرق کیا تھا جسکے شکریہ میں حضرت موسیٰ نے اس دن کا روزہ رکھا ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ حضرت موسیٰؑ کا اتباع کے تم سے زیادہ مستحق ہیں اسلئے حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور اُمت کو بھی اس روزہ کا حکم فرمایا مسلم شریف میں یہ قصہ مذکور ہے اسی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک رمضان سے پہلے یہ روزہ فرض تھا جب رمضان شریف کا روزہ فرض ہوا تو اسکی فرضیت منسوخ ہوگئی استحباب اور ایک سال کے گناہ معاف ہونے کی فضیلت اب بھی باقی ہے **مسئلہ**۔ عاشورے کا روزہ اصل دسویں تاریخ کا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں اہل کتاب کی موافقت فرماتے تھے کہ ان کا مذہب بہرحال آسمانی ہے اور مشرکین کے مذہب سے اولیٰ۔ مگر اخیر زمانہ میں اہل کتاب کی مخالفت کا قولاً اور فعلاً اہتمام ہوگیا تھا جو بہت سی وجوہ سے ضروری تھا اسی سلسلہ میں کسی صحابی نے ادھر توجہ دلائی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اگر زندہ رہا تو آئندہ سال نویں تاریخ کا روزہ رکھوں گا ایک دوسری

لہ ای قبل بعثتہ صلی اللہ علیہ وسلم تلقیا من اہل الکتاب او باجتہاد منہم وقال القرطبی لعلہم استندوا فی صومہ الی شرع ابراہیم علیہ السلام او نوح علیہ السلام فقد ورد فی اخبار انہ الیوم الذی استوت فیہ السفینۃ علی الجودی فصامہ نوح شکرا ولذا کانوا یعظمونہ ایضا لکسوۃ الکعبۃ وعن عکرمۃ انہ سئل عن ذلک فقال اذنبت قریش ذنبا فی الجاہلیۃ فعظم فی صدورہم فقیل لہم صوموا عاشوراء یکفر ذلک ۱۲ م ق لہ وامر الخ فیہ دلیل لما قالہ الحنفیۃ انہ کان فرضا ثم نسخ خلافا لجمہور الشافعیۃ وقد روی مسلم عن سلمۃ بن الاکوع انہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلا من اسلم یوم عاشوراء فامرہ ان یؤذن فی الناس من کان لم یصم فلیصم ومن اکل فلیتم صومہ الی اللیل وقال میرک کذا وقع فی حدیث عائشۃ وفیہ اختصار واخرج الشیخان من حدیث ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینۃ وجد الیہود یصوم عاشوراء فسالہم عن ذلک فقالوا ہذا الیوم انجی اللہ فیہ موسی واغرق فیہ فرعون وقومہ فصامہ شکرا فقال نحن احق بموسی منکم فصامہ وامر بصیامہ واستشکل رجوعہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہم فی ذلک واجیب باحتمال ان یکون اوحی الیہ بعد قیم او تواتر الخبر بذلک او اخبرہ من اسلم منہم او باجتہاد منہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ق لہ یعنی صارت الفریضۃ منحصرۃ فی رمضان فبان تعریف المسند مع ضمیر الفصل یفید قصر المسند علی المسند الیہ وہذا اصرح دلیل فی ان الفرض قبل رمضان کان غیرہ ۱۲ لہ وہذا ایضا دلیل علی الوجوب السابق فانہ ما ترک استحبابہ بل ہو باق قال الحافظ ابن حجر ...

http://mujahid.xtgem.com

عن علقمة قال سالت عائشة اكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخص من الايام شيئا قالت كان عمله ديمة وايكم يطيق ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يطيق حدثنا هرون بن اسحاق انا عبدة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعندي امرأة فقال من هذه قلت فلانة لا تنام الليل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم من الاعمال ما تطيقون فوالله لا يمل الله حتى تملوا وكان احب ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي يدوم عليه صاحبه حدثنا ابو هشام محمد بن يزيد

میں تو کہ یہود کی مخالفت کرو اور نویں یا گیارھویں کا روزہ رکھا کرو یعنی دسویں کیساتھ ایک اور ملالیا کرو کہ اس کی تشبہ جاتا رہتا ہے اسلئے تنہا عاشورے کا نہیں رکھنا چاہئے بہتر تو یہ ہے کہ اسکی ساتھ نویں تاریخ کا روزہ ملالے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہوجائے اگر نویں کا نہ ملا سکے تو گیارہویں کا ملالے۔ (۱۳) علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایام کو عبادت کیلئے مخصوص فرمایا کرتے تھے انھوں نے فرمایا کہ (نہیں) حضور کے اعمال دائمی ہوتے تھے تم میں کون طاقت رکھتا ہے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم طاقت رکھتے تھے۔ ف یعنی کسی دن کو کسی عبادت کیساتھ مخصوص فرمالیتے ہوں مثلاً پیر کا دن روزہ کیساتھ مخصوص ہو کہ ہر پیر کو روزہ رکھتے ہوں کبھی افطار نہ فرماتے ہوں یا یہ کہ پیر کے علاوہ روزہ نہ رکھتے ہوں۔ یہ دونوں باتیں نہ تھیں البتہ یہ حضور کا معمول تھا کہ جو کام شروع فرماتے اس پر مداومت فرماتے تو تم لوگ اس قدر مداومت اور اہتمام کی طاقت نہیں رکھتے جتنا حضور اپنے معمولات کا اہتمام فرماتے تھے کہ جو معمول کسی عذر سے رہ جاتا دوسرے وقت اسکو پورا فرماتے جیسا کہ شعبان کے روزوں کے بیان میں گذرا۔ حاصل یہ کہ اس حیثیت کی تخصیص نہ تھی کہ وہ عمل اسی دن کیا جائے اور اس دن میں دوسرا عمل نہ کیا جائے۔ البتہ معمولات کے پورا کرنے کا اہتمام تھا جن میں خاص ایام کے روزے بھی داخل ہیں۔ اس تقریر پر یہ اشکال نہیں رہا کہ خود حضرت عائشہؓ سے حدیث ۱۳ پر پیر جمعرات کے روزے کا اہتمام گذر چکا ہے۔ حافظ ابن حجر کی تحقیق یہ ہے کہ یہ سوال جواب ان تین روزوں کے متعلق ہے جو ہر ماہ میں حضور کے رکھنے کا معمول تھا جن کا ذکر حدیث ۱ میں گذرا۔ اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے (۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تشریف لائے تو میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھیں حضور نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے میں نے عرض کیا کہ فلانی عورت ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں حضور نے فرمایا کہ نوافل اس قدر اختیار

۵۱ ولفظ البخاری برواية يحيى عن سفيان في هذا الحديث قالت لا قال ابن التين استدل به بعضهم على كراهة تحري صيام يوم من الاسبوع واجاب الزين بن المنير بان السائل في حديث عائشة انما سال عن تخصيص يوم من حيث كونها ايام لا اما ورد من التخصيص فانما خصص لامر لا يشاركه فيه بقية الايام كيوم عرفة وعاشوراء وجميع ما عين لمعنى خاص وبشكل على هذا الجواب صوم الاثنين فقد وردت فيه احاديث صحيحة فالجواب ان يقال لعل المراد بالايام المسئول عنها الايام الثلثة من كل شهر فكان السائل لما سمع انه صلى الله عليه وسلم كان يصوم ثلثة ايام ورغب في ان تكون ايام البيض سال عائشة هل كان يخصها بالبيض فقالت وكان عمله ديمة يعني لو جعلها البيض لتعينت وداوم عليها لانه كان يحب ان يكون عمله ديمة لكن اراد التوسعة بعدم تعيينها فكان لا يبالي من اي الشهر صامها كما تقدمت الاشارة اليها في حديث عائشة ملخص من الفتح وحديث عائشة هو المتقدم قريبا من حديث معاذة عنها ۱۲ ۵۲ ديمة فعلة من الدوام التقلب واصله ياء لكسرة ما قبلها واصل الديمة المطر يدوم اياما لا ارعد فيه ولا برق اقله ثلث ليال ثم شبه به غيره مما له دوام ۱۲
۵۳ زاد عبد الرزاق في روايته حسنة الهيئة وفي رواية البخاري انها من بني اسد ولم اقف على اسمها ولا ابيها توفيت ۱۲ ق ۵۴ فلانة قال الرضي كني بفلان وفلانة عن اعلام الاناسي خاصة فيجريان مجرى المكنى عنه فيكونان كالعلم فلا يدخلهما اللام ويتنع صرف فلانة ولا يجوز تنكير فلان فلا يقال جاءني فلان وفلان آخر ۱۲ قاری ۵۵ عبر مع ان الحكم عام للنساء تعظيم الحكم فغلب المذكر على الانات والمعنى استقلوا الزمور ۱۲ ق ۵۶ بفتح اوله اي لا يترك ثوابها واسناد الملال اليه تعالى على سبيل المشاكلة كما في قوله تعالى

http://mujahid.xtgem.com

الرفاعی[1] ثنا ابن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح[15] قال سألت[2] عائشة وام سلمة ای العمل کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالتا ما دیم علیہ وان قل حدثنا محمد بن اسمعیل ثنا عبد اللہ ابن صالح ثنی معویۃ بن صالح عن عمرو بن قیس انہ سمع عاصم بن حمید قال سمعت عوف[16] بن مالک یقول کنت مع

کرنی چاہئیں جن کا تحمل ہو سکے حق تعالیٰ جل شانہ ثواب دینے سے نہیں گھبراتے یہاں تک کہ تم عمل کرنے سے گھبرا جاؤ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی عمل زیادہ پسند تھا جس پر آدمی نباہ کر سکے۔ **ف**۔ یہ صحابیہ حضرت حولاء تھیں صحابہ کرام میں عبادت کا ولولہ اور جوش تھا۔ حدیث کی کتابوں میں بہت سے قصے اس قسم کے مذکور ہیں کہ ان حضرات کا شوق ان کو حد سے زیادہ مجاہدہ پر مجبور کرتا تھا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتدال کی نصیحت فرماتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص ایک مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ یہ طے کر لیا کہ عبادت میں بہت ہی کوشش کروں گا دن میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور رات کو روزانہ ایک کلام مجید ختم کیا کروں گا۔ میرے والد نے ایک شریف عورت سے میرا نکاح کر دیا۔ ایک مرتبہ والد نے بیوی سے میرا حال دریافت کیا اُس نے عرض کیا بہت نیک آدمی ہیں رات بھر بستر پر نہیں آتے نہ کسی سے کوئی واسطہ رکھیں۔ میرے والد مجھ پر بہت خفا ہوئے کہ میں نے کیسی شریف عورت سے تو تیرا نکاح کیا تھا تو نے اُس کو معلق چھوڑ رکھا ہے مجھ پر غلبۂ شوق میں کچھ اثر نہ ہوا۔ والد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی۔ حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا میں نے سُنا ہے کہ تم دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت صحیح ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا ایسا نہ کیا کرو کبھی روزہ رکھا کرو اور کبھی افطار۔ اسی طرح رات کو نماز بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے کہ رات بھر جاگنے سے ضعیف ہو جاتی ہیں۔ تمہاری بیوی کا بھی حق ہے، اولاد کا بھی حق ہے، ملنے والوں کا بھی حق ہے (۱۵) ابو صالح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کونسا عمل زیادہ پسند تھا۔ دونوں نے یہ جواب دیا کہ جس عمل پر مداومت کی جائے خواہ کتنا ہی کم ہو۔ **ف**۔ ان سب روایتوں سے یہ مقصود ہے کہ روزہ اور ایسے ہی ہر نفلی عمل خواہ قلیل ہو لیکن جتنا کر سکے وہ نباہ کر اہتمام سے کرے مگر ایسا بھی نہ کرے کہ نہ نبھنے کے خوف سے نفل اعمال کو بالکل ہی خیرباد کہدے کہ فرائض میں کوتاہی کو پورا کرنے والی چیزیں نوافل ہی ہیں اسلئے اہتمام کیساتھ جس قدر نباہ سکے اُسکی سعی کرے۔ (۱۶) عوف بن مالک کہتے ہیں کہ میں ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ تھا حضور نے مسواک فرمائی پھر وضو فرمایا پھر نماز کی نیت باندھ لی۔ میں نے بھی حضور کا اقتدا کیا اور حضور کی ساتھ نماز کی نیت باندھ لی۔ حضور نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی اور جس آیت رحمت پر گذرتے وہاں وقفہ فرما کر حق جل شانہ سے رحمت کا سوال فرماتے اور ایسے ہی جس آیت عذاب پر گذرتے وہاں وقفہ فرما کر حق تعالیٰ شانہ سے اُس عذاب سے پناہ مانگتے۔ پھر حضور نے تقریباً اُتنی ہی دیر رکوع فرمایا رکوع میں سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمۃ یہ دعا پڑھتے رہے۔ پاک ہے وہ ذات جو حکومت اور سلطنت والی نہایت بزرگی اور عظمت وبڑائی والی ہے۔ پھر رکوع ہی کی مقدار کے موافق سجدہ کیا اور اُس میں بھی یہی دعا پڑھی پھر دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران (اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں) ایک ایک سورۃ پڑھتے رہے۔ **ف**۔ یہ چار رکعتیں

---

[1] الرفاعی بکسر الراء وتخفیف الفاء نسبۃ الی احد اجدادہ رفاعۃ ۱۲ [2] بصیغۃ المعلوم من التکلم وحدہ وفی نسخۃ سئلت ببناء المجہول بنصب عائشۃ وام سلمۃ علی الاول ورفعہا علی الثانی ۱۲ م

رسول صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فاستاک ثم توضأ ثم قام یصلی فقمت معہ فبدء فاستفتح البقرۃ فلا یمر بآیۃ رحمۃ الا وقف فسأل ولا یمر بآیۃ عذاب الا وقف فتعوذ ثم رکع فمکث راکعاً بقدر قیامہ ویقول فی رکوعہ سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمۃ ثم سجد بقدر رکوعہ یقول فی سجودہ سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمۃ ثم قرأ آل عمران ثم سورۃ سورۃ یفعل مثل ذلک

باب ما جاء فی قراءۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا اللیث عن ابن ابی ملیکۃ عن یعلی بن مملک انہ سأل ام سلمۃ عن قراءۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا ھی تنعت قراءۃ مفسرۃ حرفا حرفا حدثنا محمد بن بشار ثنا وھب بن جریر

بفتح المیم ۱۲ — ای مبینۃ من الفسر وھو البیان والتفسیر مثلہ ۱۲

کتنی لانبی ہونگی الفاظ سے خود ہی ظاہر ہے کہ ایک سورۂ بقرہ ۲ ½ پارے کی سورت اور پھر حضور کی تلاوت کہ نہایت اطمینان سے ہر حرف علیحدہ ظاہر ہو اس پر ہر آیت رحمت اور عذاب پر ٹھیر کر دعائیں مانگنا پھر اتنا ہی طویل رکوع اور پھر سجدہ بھی ایسا ہی۔ یہ ایک رکعت ہوئی اس طرح کی چار رکعت جو تمام رات میں بھی بمشکل پوری ہوں لیکن غلبۂ شوق کے سامنے بالخصوص ایسی ذات کیلئے جسکی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہو یہ چیز کچھ بھی گراں نہ تھی۔ اخیر کی چند حدیثوں کو حضور کے روزے کے تذکرہ سے بظاہر کوئی تعلق نہیں۔ شمائل کے بعض نسخوں میں تو یہ متفرق باب چاشت کا بیان اور روزہ کا بیان وغیرہ ہیں ہی نہیں بلکہ یہ تمام حدیثیں حضور کی عبادت کے باب میں ہیں اس میں تو کوئی اشکال ہی نہیں لیکن جن نسخوں میں یہ متفرق باب موجود ہیں ان میں ایک دقیق بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ عموماً جو لوگ روزوں کے شوقین ہوتے ہیں اکثر دیکھا گیا کہ وہ ایسا افراط کرنے لگتے ہیں کہ حقوق میں کوتاہی ہو جاتی ہے۔ اسلئے اول امام ترمذی نے اعتدال اور میانہ روی کی روایتیں ذکر کیں اور اخیر روایت سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اگر غلبۂ شوق میں کسی وقت کچھ معمول سے زیادتی ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ عبادت سے ملال اور نفور پیدا ہو جائے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا ذکر

ف۔ یعنی حضور کی تلاوت کی کیفیت کا بیان ہے کہ حضور کس طریقہ سے ترتیل اور تجوید کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے۔ اس باب میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) یعلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہؓ ام المؤمنین سے حضور کی قرأت کی کیفیت پوچھی انھوں نے

---

۵۱ قال میرک الظاھر انہ لم یظہر وجہ مناسبۃ ہذہ الاحادیث بعنوان الباب وحکی انہ وقعت فی بعض النسخ عقب حدیث حذیفۃ وھو اشبہ بالصواب والظن ان ایرادہا ہہنا من تصرف النساخ وقیل لیس فی بعض النسخ المقروۃ علی المصنف باب صلوۃ الضحی ولا باب صلوۃ التطوع ولا الصوم بل وقع جمیع الاحادیث فی باب العبادۃ فلا اشکال وقال المناوی فی حدیث عائشۃ وام سلمۃ اخرہ الی الصوم مع انہ باب العبادۃ الیق لان کثیراً ممن علیہ کثیر من غیرہ فذکرہ فی ذلک زجراً عن الملازمۃ وان کان لا اختصاص لہ بالصوم ثم قال فی حدیث عوف وجہ ختم الباب بہذا الخبر انہ لما استطرد الی ان افضل الاعمال ما یطاق بین ان ارتکاب المشق نادراً لا یفوت الفضیلۃ وہذا اولی من قول القسطلانی انہ وقع سہواً من النساخ اھ ۱۲ ۵۲ ای ثم قرأ سورۃ فی الثالثۃ واخری فی الرابعۃ ففیہ حذف حرف العطف وزعم انہ تاکید لفظی عدول عن ذلک قال میرک ویحتمل ان یکون المراد انہ قرأ السور المذکورۃ فی رکعۃ واحدۃ کما فی حدیث حذیفۃ المتقدم فی باب العبادۃ والاحتمال الاول اوفق بظاہر ہذا السیاق ۱۲ ق ۵۳ یعنی فی کیفیۃ قراءتہ القرآن ترتیلا ومداً ووقفاً واسراراً واعلاناً وترجیعاً وغیرہا ۱۲ م ۵۴ وقع فی بعض النسخ لیث بن شہاب وھو غلط لیس فی الرواۃ احد اسمہ لیث بن شہاب بل ہو لیث بن سعد ۱۲ ۵۵ ابن ابی ملیکۃ بالتصغیر اسمہ عبد اللہ بن عبید اللہ ۱۲ ۵۶ مملک بفتح المیم الاولی وسکون الثانیۃ وفتح اللام بعدہا کاف ۱۲ ۵۷ قال الطیبی یحتمل ذلک اما بالقول بان تقول کانت قراءتہ کذا او بالفعل بان

http://mujahid.xtgem.com

ابن حازم ثنا ابی عن قتادة[۲] قال قلت لانس بن مالك كيف كان قراءة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مدًّا

حدثنا علی بن حجر ثنا یحیی بن سعید الاموی[۳] عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکة[۴] عن ام سلمة[۵] قالت

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقطع قراءته[۶] یقول الحمد للہ رب العلمین ثم یقف[۷] ثم یقول الرحمن الرحیم ثم

(من التقطیع وہو جعل الشی قطعۃ قطعۃ ۱۲)

یقف وکان یقرأ مٰلك[۸] یوم الدین حدثنا قتیبة بن سعید ثنا اللیث عن معاویة بن صالح عن عبد اللہ[۹] بن ابی قیس قال

ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ صاف صاف کیفیت بتائی **ف** یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے میں حروف واضح طور سے ظاہر ہوتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے زبانی یہ کیفیت بتائی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس طرح پڑھ کے بتایا ہو جس سے یہ کیفیت ظاہر ہو۔ شراح حدیث دونوں احتمال بتاتے ہیں مگر اقرب دوسرا احتمال ہے اس لئے کہ حضرت ام سلمہؓ سے اسی نوع کی ایک حدیث ۳ پر آرہی ہے اس میں حضرت ام سلمہ نے پڑھکر بتایا کہ اس طرح تلاوت فرماتے تھے۔ (۲) قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور کی قراءت کی کیفیت پوچھی تو انھوں نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (مد والے حروف کو) مد کے ساتھ کھینچکر پڑھتے تھے **ف** یعنی جو حروف ایسے ہوتے تھے کہ ان کو مد کی ساتھ پڑھا جاتا ہے ان کو مد کی ساتھ پڑھتے تھے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے جب اطمینان سے تلاوت کی جائے جلدی جلدی میں مد کے ساتھ پڑھنا مشکل ہے اس سے دونوں باتیں ظاہر ہوگئیں اطمینان سے پڑھنا بھی اور مدوں کی رعایت کرنا بھی۔ شراح حدیث نے لکھا ہے کہ مد کے بھی قواعد ہیں جو تجوید کی کتابوں میں مفصل موجود ہیں ان کی رعایت ضروری ہے ہمارے زمانے کے بعض قاری مدوں کو اتنا کھینچتے ہیں کہ حدود سے بڑھ جاتا ہے ہر چیز اصول اور قواعد کے موافق ہی صحیح ہے افراط اور تفریط دونوں مذموم ہیں (۳) ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت میں ہر آیت کو جُدا جُدا کرکے علیحدہ علیحدہ اس طرح پر پڑھتے تھے کہ الحمد للہ رب العلمین پر ٹھیرتے پھر الرحمٰن الرحیم پر وقف کرتے پھر مٰلك یوم الدین پر وقف کرتے۔ **ف** غرض ہر ہر آیت کو جُدا جُدا نہایت اطمینان سے ترتیل کیساتھ پڑھتے تھے۔ قراء کے یہاں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ ہر آیت پر سانس لینا افضل ہے یا نہیں۔ مرشد عالم حضرت مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا ایک مستقل رسالہ جو نہایت مختصر ہے اردو زبان میں شائع ہے اس مسئلہ کیلئے اُس کا مطالعہ مفید ہے۔ (۴) عبد اللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس

---

[۱] مدًّا بلفظ المصدر ای ذات مد والمراد به تطويل النفس فی حروف المد واللین ولفی روایة البخاری کان یمد مدًّا وفی بعض النسخ مدًّا علی وزن فعلاء قال القاری لم نقف علیه روایة ۱۲ [۲] الاموی بضم الهمزة وفتح میم نسبة الی بنی امیة ۱۲ [۳] قال المصنف فی الجامع هکذا روی یحیی بن سعید وغیره عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکة عن ام سلمة ولیس اسناده بمتصل لان اللیث بن سعد روی هذا الحدیث عن ابن ابی ملیکة عن یعلی عن ام سلمة انها وصفت قراءة النبی صلی اللہ علیه وسلم حرفًا حرفًا وحدیث اللیث اصح اھ وقال المناوی تعقبه القسطلانی بان سماع ابن ابی ملیکة من ام سلمة ثابت عند علماء اسماء الرجال فما ادری کیف حکم بعدم اتصاله وروایة اللیث غیر نص فی الانقطاع لاحتمال کونه من المزید فی متصل الاسانید اھ وقال الحافظ العسقلانی نقلا عن ابن ابی ملیکة ادرکت ثلثین من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم وذکر فی من سمع منهم ام سلمة قال القاری واذا ثبت سماعه منها فلم لا یجوز ان یسمع الحدیث بهذا اللفظ من ام سلمة وباللفظ المتقدم عن یعلی عنها اھ ۱۲ [۴] یقول الخ فیه دلیل علی ان البسملة لیست جزءًا من الفاتحة علی ما هو مذهبنا الحنفیة ومذهب مالک رح قاله القاری خلافًا للشافعیة ۱۲ [۵] قال القاری الحاصل انه کان یقف علی رءوس الآی تعلیمًا للامة ولو فیه قطع الموصوف عن الصفة ولذا قال البیهقی والحلیمی وغیرهما یسن ان یقف علی رءوس الآی وان تعلقت بما بعدها للاتباع فخرج بعضهم فی الحدیث بان محل الوقف یوم الدین غفلة عن قواعد القراء اذا جمعوا علی ان الوقف علی الفواصل وقف حسن وانما الخلاف فی الافضل هل هو الوصل او الوقف فالجمهور کالسجاوندی وغیره وعلی الاول والجزری علی الثانی اھ [۶] قال المناوی بالالف فی جمیع نسخ الشمائل قال القسطلانی الذی وقفنا علیه من النسخ والصواب ملك بحذف الالف اھ قلت اختلفت روایة ام سلمة فی هذا اللفظ جدًّا فاخرجه ابو داؤد واحمد والبیهقی بالالف والترمذی فی الجامع والحاکم بدون الالف ۱۲ +

http://mujahid.xtgem.com

سالت عائشة عن قراءة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اکان یسر بالقراءة ام یجهر قالت کل ذلک قد کان یفعل ربما اسر وربما جهر قلت الحمد للّٰه الذی جعل فی الامر سعة حدثنا محمود بن غیلان ثنا وکیع ثنا مسعر عن ابی العلاء العبدی[1] عن یحیی بن جعدة عن ام هانی قالت کنت اسمع قراءة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم باللیل وانا علی عریشی[2] حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابوداؤد انبانا شعبة عن معٰویة بن قرة[3] قال سمعت عبداللّٰه بن مغفل

صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف آہستہ پڑھتے تھے یا پکار کر انھوں نے فرمایا کہ دونوں طرح معمول تھا میں نے کہا الحمد للہ اللہ کا شکر و احسان ہے جس نے ہر طرح سہولت عطا فرمائی (کہ بمقتضائے وقت جیسا مناسب ہو آواز سے یا آہستہ اسی طرح پڑھ سکے) **ف**۔ یہ سوال جیسا کہ جامع ترمذی شریف کی روایت میں تصریح ہے تہجد کی نماز کے بارہ میں تھا اور اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ دونوں طرح معمول تھا یعنی آواز سے بھی اور آہستہ بھی اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک رات میں ہی دونوں طرح معمول تھا۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ کسی رات میں آواز سے پوری نماز پڑھنے کی نوبت آتی تھی اور کسی رات میں آہستہ تمام نماز پڑھ لیتے تھے دونوں صحیح ہیں اور تہجد میں دونوں طرح پڑھنے میں مضائقہ نہیں ہے وقت کی مناسبت سے بسا اوقات آواز سے پڑھنا افضل ہوتا ہے بالخصوص جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب بنے یا نشاط پیدا ہوتا ہو اور جہاں کسی کی تکلیف کا احتمال ہو یا ریا کا شائبہ ہو وہاں آہستہ پڑھنا اولیٰ ہوتا ہے جہر سے پڑھنے میں دوسروں کی تکلیف کی رعایت ضروری ہے اور کسی وقت دونوں برابر ہوں تو معمولی جہر اولیٰ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا معمول تہجد میں آہستہ پڑھنا تھا اور حضرت عمرؓ بلند آواز سے پڑھتے تھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں حضرات پر گذر ہوا دونوں کا حال دیکھا صبح کو جب دونوں حضرات حاضر خدمت ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ فرمایا۔ ابوبکر میں تمہارے پاس سے گذرا تم بہت آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں جس پاک ذات سے باتیں کر رہا تھا وہ سُن ہی رہا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم بہت بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ غفلت سے سونے والوں کو جگانا اور شیطان کو اپنے سے دُور رکھنا مقصود تھا۔ حضور نے دونوں حضرات کی تصویب فرمائی اور حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو تھوڑا سا بڑھا لیا کرو اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم ذرا آہستہ کر دو۔ (۵) ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد حرام میں قرآن شریف پڑھتے تھے اور میں حضور) کے پڑھنے کی آواز رات کو اپنے گھر کی چھت پر سُنا کرتی تھی **ف** یعنی یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہایت صاف صاف بلند آواز سے پڑھتے تھے کہ میں اپنے مکان سے سُن لیتی تھی۔ رات کے وقت ویسے بھی آواز دُور تک جایا کرتی ہے اور پھر مکان کی چھت پر تو اور بھی صاف جاتی ہے بالخصوص جب مکان قریب ہو (۶) عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللّٰه ما تقدم من ذنبک وما تاخر پڑھتے دیکھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ترجیع کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ معٰویہ بن قرۃ (جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں)

---

[1] العبدی بفتح عین وسکون موحدۃ وفی بعض النسخ العنزی بفتح النین المعجمۃ والنون وکسر الواو قال القاری قلت والمؤید بکتب الرجال ہو الاول ۱۲ [2] قال المناوی ہو باثبات الیاء وفی نسخ بحذفہا والعریش والعرش السریر وشبہ بیت من جرید یجعل فوقہ الثمام وسقف البیت وکلما یستظل بہ او یہیأ للکرم لیرتفع علیہ قال القاری المراد بہ السریر وفی روایۃ للنسائی وابن ماجۃ قالت کنت اسمع وانا نائمۃ علی فراشی وفی المواہب عن ابن ماجۃ قالت کنا نسمع قراءۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی جوف اللیل عند الکعبۃ وانا علی عریشی اھ ۱۲ [3] قرۃ بضم قاف وتشدید راء مہملۃ ۱۲ +

http://mujahid.xtgem.com

يقول رأيت النبى صلى الله عليه وسلم على ناقته يوم الفتح وهو يقرء انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال فقرأ ورجّع قال وقال معوية بن قرة لولا ان يجتمع الناس علىّ لاخذت لكم فى ذلك الصوت او قال اللحن حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا نوح بن قيس الحدانى عن حسام بن مصك عن قتادة قال ما بعث الله نبيا الا حسن الوجه حسن الصوت وكان نبيكم صلى الله عليه وسلم حسن الوجه حسن الصوت وكان لا يرجع حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن ثنا يحيى بن حسان ثنا عبد الرحمن بن ابى الزناد عن عمرو بن ابى عمرو عن عكرمة عن ابن عباس قال كان قراءة النبى صلى الله عليه وسلم

کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے جمع ہو جانیکا ڈر نہ ہوتا تو میں اُس لہجہ میں پڑھکر سُناتا **ف** ۔ ترجیع کے معنی لغت کی اعتبار سے لوٹانے کے ہیں آواز کو لوٹا کر پڑھنا مراد ہے۔ خود عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر آآ منقول ہے اس کا مطلب بعض علماء نے آواز کو درست کر کے پڑھنے کا فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ کے فتح ہونے اور دار الاسلام بن جانے کی وجہ سے غایت سرور تھا اس لئے نہایت لطف سے پڑھ رہے تھے مگر میرے استاذ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اونٹنی پر تشریف فرما تھے اس لئے اُس کی حرکت سے آواز ترجیعی معلوم ہوتی تھی۔ اسی بنا پر عبد اللہ بن مغفل نے اُسکی تفسیر آآ سے نقل کی۔ اور اسی وجہ سے معویہ نے اُسکی نقل کرنیکی ہمت نہیں کی کہ دانستہ اُس طرح آواز بنانے سے لوگ مجتمع ہو جاویں گے اس توجیہ کے موافق آئندہ حدیث کے بھی مخالف نہیں ہوگی۔ بندہ کے نزدیک یہی توجیہ زیادہ پسندیدہ ہے اس لئے کہ اگر پہلے قول کے موافق آواز بنا کر اور درست کر کے پڑھنا مراد ہے تو پھر لوگوں کے مجتمع ہونے کا کیا خوف ہے۔ قرآن پاک کو اچھی آواز سے جس میں گانے سے مشابہت پیدا نہ ہو پڑھنا ہی چاہئے۔ بہت سی احادیث میں مختلف عنوان سے قرآن پاک کو ترتیل سے اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے جن میں سے بعض روایات میں اپنے رسالہ چہل حدیث میں لکھ چکا ہوں جس کا دل چاہے اُس کو دیکھے۔

(۷) قتادہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ہر نبی کو حسین صورت اور حسین آواز والا مبعوث فرمایا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین صورت اور حسین آواز والے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف (گانے والوں کی طرح) آواز بنا کر نہیں پڑھتے تھے **ف** ۔ اس حدیث کو پہلی حدیث سے بظاہر تعارض ہے جس کی توجیہ گذشتہ حدیث کے ذیل میں گذر چکی ہے کہ آواز کو لوٹا کر پڑھنے کی نفی مقصود ہے بعض علماء نے اس سے گانے کی آواز مراد لی ہے کہ گانے کی آواز سے تلاوت کی ممانعت متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے۔

(۸) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز (صرف اس قدر بلند ہوتی تھی کہ) آپ اگر کوٹھڑی میں پڑھتے

ل قال القارى من الترجيع بمعنى التحسين واشباع المد فى موضعه وقال المناوى اى ردد صوته بالقراءة ومنه ترجيع الاذان او قارب ضروب الحركات فى الصوت وقد فسره عبد الله بن مغفل بقوله آآآ وذلك ينشأ غالبا عن اريحية وانبساط والمصطفى صلى الله عليه وسلم حصل له من ذلك حظ وافر يوم الفتح وزعم ابن الاثير ان ذلك حصل من هز الناقة ورده بانه لو كان بغير اختيار لما حكاه عبد الله وفعله اقتداء اه وفيه انه لم يفعل بل تركه مخافة اجتماع الناس ولو كان هذا باختياره ومما ينبغى ان يقتدى به فعله معوية ولو احتج الى حب ان يجتمع له الناس ولذا تعقب القارى على المناوى بان حكايته ليس للتاسى بل للعلم بكيفيته اه ۱۲ ع الحدانى نسبة الى حدان بضم حاء وتشديد دال مهملتين قبيلة من الازد ۱۲ ع حسام بضم حاء مهملة بعدها سين مهملة هو مصك بكسر ميم وفتح مهملة وتشديد كاف ضعيف قال الدارقطنى حسام متروك ومن مناكيره حديث ما بعث الله نبيا الا حسن الصوت وقال القسطلانى حديث مقطوع ضعيف قاله المناوى قلت وذلك لان قتادة تابعى ۱۲ ع وفى هامش الكوكب عن شرح الشفا للقارى حكى الترمذى عن قتادة مرسلا ورواه الدارقطنى من حديث قتادة عن انس موقوفا ما بعث الله نبيا الا حسن الوجه حسن الصوت وكان نبيكم احسنهم وجها واحسنهم صوتا وفيه انه يشكل حسن صورة يوسف وحسن صوت داود عليهما السلام وتمامه فيه ۱۲ ع اى قصدا او ترجيع الغناء قال القارى وقد علمت ان الحديث ضعيف وقال البيجورى اى لم يرجع فى بعض الاحيان او كان لا يرجع ترجيع الغناء فلا ينافى انه رجع كما مر قلت ومن الامل فيكون دليلا على جواز القراءة بدون تحسين الصوت فى بعض الاحيان المعدودة ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

ربما يسمعها من في الحجرة وهو في البيت

باب ما جاء بكاء رسول الله صلى الله عليه وسلم

حدثنا سويد بن نصر انا عبد الله بن المبارك عن حماد بن سلمة عن ثابت عن مطرف وهو ابن عبد الله بن الشخير عن ابيه قال اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يصلي ولجوفه

تو صحن والے سن لیتے تھے۔ ف۔ یعنی صحن سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔ قرآن شریف کا آہستہ اور آواز سے پڑھنا دونوں مواقع کے لحاظ سے افضل ہیں۔ اگر ترغیب کا موقع ہو یا کوئی اور سبب جہر کی ترجیح کا ہو تو جہر سے پڑھے ورنہ اگر ریا وغیرہ کا خوف ہو تو آہستہ پڑھے غرض یہ کہ موقع کے لحاظ سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آواز سے قرآن پاک پڑھنے والا ایسا ہے جیسا اعلان سے صدقہ کرنے والا اور آہستہ قرآن شریف پڑھنے والا ایسا ہے جیسا کہ چپکے سے صدقہ کرنے والا۔ اور صدقہ کے متعلق اظہار اور اخفا کا افضل ہونا موقع کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے اسی طرح تلاوت کا بھی حکم ہے۔

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ وزاری کا ذکر

ف۔ آدمی کا رونا چند وجوہ سے ہوتا ہے کبھی رحمت اور مہربانی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کبھی خوف کی وجہ سے ہوتا ہے کبھی اشتیاق و محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کبھی غلبۂ خوشی سے ہوتا ہے۔ کبھی کسی درد وغیرہ کی تکلیف کی وجہ سے اور کبھی رنج کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کبھی کسی کے ظلم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک رونا توبہ کا ہوتا ہے جو کسی گناہ کے صادر ہو جانے سے آتا ہے۔ ایک رونا نفاق کا کہلاتا ہے جو کسی دوسرے کے دکھلانے کی وجہ سے نماز وغیرہ میں خشوع خضوع ظاہر کرنے کے طور پر رو دیا جاوے۔ ایک رونا مِلنگے کا کہلاتا ہے جیسے کسی کے مرے کو بلا مزدوری لئے رو دیا جاوے۔ ایک رونا مزدوری کا رونا کہلاتا ہے جیسا کسی میت کے گھر مزدوری لیکر رو دیا جاوے جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے ایک موافقت کا رونا کہلاتا ہے وہ یہ کہ کسی کو روتا ہوا دیکھکر رونا آجائے وغیرہ وغیرہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گریہ اکثر میت پر شفقت و رحمت یا امت پر خوف یا اللہ کے ڈر یا اُس کے اشتیاق سے ہوتا تھا جیسا کہ روایات سے معلوم ہوگا انہی اقسام کا رونا محمود ہے۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ ایک رونا جھوٹ کہلاتا ہے وہ اُس شخص کا رونا ہے جو کسی گناہ پر روئے اور اُس پر جما رہے شراح حدیث نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا رونا رنج کا رونا تھا اور حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا رونا شوق کا رونا تھا اور نبی کریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم کا رونا محبت کا رونا تھا بندہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ راتوں کا اکثر رونا اس ذیل میں تھا ورنہ جیسا ابھی گذرا حضور کا رونا مختلف انواع کا ہوتا تھا چنانچہ مختلف انواع کی روایات آرہی ہیں۔ اس باب میں مصنف نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) عبد اللہ بن شخیر کہتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے ہنڈیا کا جوش ہوتا ہے۔

له الحجرة هي الارض المحجورة اي الممنوعة بسماعك محوط عليها والمراد صحن البيت والمعنى انه صلى الله عليه وسلم اذا قرأ في البيت ربما يسمع قراءته من في صحنه ولا يتجاوز صوته عنهم الى وراء الحجرة وقال القاري يحتمل ان يكون المراد بالبيت هو الحجرة فنسبها اي يسمع من في الحجرة وهو صلى الله عليه وسلم فيها اه ۱۲ ٣ه قال القاري هو بضم الموحدة مقصوداً خروج الدمع مع الحزن ممدوداً خروجه مع رفع الصوت كذا ذكره بعض الشراح واطلق صاحب القاموس حيث قال بكى يبكي بكاء وبكى اه وقال المناوي قيل بالمد اذا كان الصوت اغلب وبالقصر اذا كان الحزن اغلب ۱۲

٣ه مطرف بضم الميم وفتح الطاء المهملة وكسر الراء المشددة ابن الشخير بكسر الشين المعجمة والخاء المعجمة المشددة ثم مثناة تحتية فراء مهملة ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا محمود بن غیلان ثنا معویۃ بن ھشام ثنا سفیٰن[۵۲] عن الاعمش عن ابراھیم[۵۳] عن عَبیدۃ[۵۴] عن عبد اللہ بن مسعود[۵۵] قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ علیّ فقلت یا رسول اللہ اقرأ علیک وعلیک انزل قال انی احب ان اسمعہ من غیری فقرأت سورۃ النساء حتی بلغت وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدًا[۵۶] قال فرأیت عینی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھملان[۵۷]

ازیز[۵۱] کازیز المرجل من البکاء

(مثل آواز دیگ روغن)

ف ۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال خشوع وخضوع کی وجہ سے تھا۔ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ یہ حالت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس وقت ہوتی تھی جب اللہ جل جلالہ کی صفات جلالیہ اور صفات جمالیہ دونوں کا ظہور اکٹھے ہوتا تھا اور صفات جلالیہ کے ظہور کی تو کوئی چیز طاقت ہی نہیں رکھتی البتہ صرف صفات جمالیہ کا جس وقت ظہور ہوتا تھا اُس وقت ایک سرور اور انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی تھی اور حضور کے طفیل مشائخ سلوک کو بھی یہی دو کیفیتیں پیش آتی ہیں۔ (۲) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضور نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف سُناؤ (شاید حضور نے اس لئے ارشاد فرمایا ہو کہ سُننے میں غور وتدبر بڑھتی سو زیادہ ہوتا ہے یا کسی اور وجہ سے سننے کی رغبت فرمائی ہو کہ بہت سی وجوہ اس کی ہوسکتی ہیں۔ مثلاً یہی کہ قرآن شریف سننے کی سنیت بھی حضور کے فعل سے ثابت ہوجائے) میں نے عرض کیا کہ حضور آپ ہی پر تو نازل ہوا ہے اور آپ ہی کو سُناؤں (شاید ابن مسعود کو یہ خیال ہوا ہو کہ سُنانا تبلیغ اور یاد کرانے کے واسطے ہوتا ہے) حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ دوسرے سے سُنوں۔ میں نے امتثال حکم میں سُنانا شروع کیا اور سورۂ نساء (جو چوتھے سپارہ کے پونے سے شروع ہوتی ہے) پڑھنا شروع کی۔ میں جب اس آیت پر پہنچا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شھیدا ۔ تو میں نے حضور کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا کہ دونوں آنکھیں گریہ کی وجہ سے بہہ رہی تھیں۔ **ف** ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا کلام الٰہی کے سُننے سے ہو کہ تلاوت کلام اللہ کی شان یہی ہے امام نووی نے لکھا ہے کہ تلاوت کے وقت رونا عارفین کی شان ہے اور صالحین کا شعار رہے حق تعالیٰ شانہ نے کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی تعریف کی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ اذا تتلیٰ علیھم ایات الرحمٰن الآیۃ سورۂ مریم۔ جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو زمین پر گر جاتے سجدہ کرتے ہوئے۔ اور روتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد ہے ان الذین اوتوا العلم الآیۃ بنی اسرائیل۔ کہ یہ قرآن شریف جب ان پر پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن شریف یعنی اس کا سننا ان کے خشوع کو اور بڑھا دیتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضور سے زیادہ ان آیات کے مطابق اور کون ہوسکتا ہے۔ اس لئے حضور کا یہ رونا کلام اللہ شریف کی عظمت وجلال کی وجہ سے ہونا قرین قیاس ہے۔ اس صورت میں حضور پہلے سے رو رہے ہوں اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی نگاہ اسی وقت پڑی ہو قرین قیاس ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خاص اُس آیت پر حضور کو رونا آیا ہو کہ اس آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے اُس وقت بھی کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کیلئے

---

[۵۱] بالزائین المعجمتین بینھما تحتیۃ علی وزن فعیل ای غلیان وقیل صوت والمرجل بکسر المیم وفتح الجیم القدر من نحاس او حجر او حدید او غیر ذلک او القدر مطلقا کما اختارہ الحافظ ابن حجر ۱۲ [۵۲] قال المزانی ومن ھذا الحدیث ونحوہ استن اھل الطریق الوجد والتواجد فی احوالھم ۱۲ م [۵۳] قال المناوی لعلہ سفیان بن وکیع اھ والظاھر عندی انہ الثوری فان الحدیث اخرجہ البخاری عنہ عن الاعمش وذکر الحافظ فی مشائخ معاویۃ بن ھشام الثوری ۱۲ [۵۴] قال المناوی ھو متعدد فلیحرر والمراد بہ اھ قلت ھو ابراھیم النخعی التابعی الشھیر جزم بہ الحافظ فی الفتح والعینی ثم الحدیث اخرجہ المصنف بروایۃ ابی الاحوص عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ ثم قال ھکذا روی ابو الاحوص وانما ھو ابراھیم عن عبیدۃ عن عبد اللہ اھ ۱۲ [۵۵] عبیدۃ بفتح عین مھملۃ وکسر بار موحدۃ ابن عمرو السلمانی التابعی کذا فی الشرح وکتب الرجال ۱۲ [۵۶] ای مزکیا او مثنیا او شاھدا او حاضرا ۱۲ ق [۵۷] بفتح التاء وکسر المیم وضمھا ای تسیلان ولفظ الشیخین حتی اتیت ھذہ الآیۃ قال حسبک فالتفت الیہ فاذا عیناہ تذرفان ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا قتیبۃ ثنا جریر عن عطاء بن السائب عن ابیہ عن عبداللہ بن عمرو قال انکسفت الشمس یومًا[1] علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حتی لم یکد یرکع[2] ثم رکع فلم یکد یرفع راسہ ثم رفع راسہ فلم یکد ان یسجد ثم سجد فلم یکد ان یرفع راسہ ثم رفع راسہ فلم یکد ان یسجد ثم سجد فلم یکد ان یرفع راسہ فجعل ینفخ[3] ویبکی[4] ویقول رب الم تعدنی ان لا تعذبہم وانا فیہم رب الم تعدنی الا تعذبہم وہم یستغفرون ونحن نستغفرک فلما صلی رکعتین انجلت الشمس فقام فحمد

(interlinear glosses: ای لم یقرب ۱۲ — ای فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲)

حاضر کریں گے۔ یہ قیامت کا منظر ہے کہ اُس دن ہر نبی کو ان کی امت پر گواہی دینے کے لئے بطور سرکاری گواہ کے لایا جائے گا جس کے حالات محشر کی احادیث میں مفصل موجود ہیں اس صورت میں حضور کا یہ رونا قیامت اور محشر کے سخت حالات کے تصور سے ہو کہ نہایت ہی سخت دن ہوگا اور ہر شخص نفسی نفسی میں مبتلا ہوگا اور ممکن ہے کہ حضور کو چونکہ اس آیت شریفہ میں بطور گواہ کے پیش ہونے کا ارشاد ہے تو اس گواہی کی شدت کی وجہ سے خوف ہو چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے اس وقت جب یہ آیت پڑھی گئی یہ کہا یا اللہ جو لوگ میرے سامنے نہیں ہیں ان پر کیسے گواہی دوں گا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس گواہی کے سلسلہ میں قیامت کا منظر سامنے آیا اور امت کا فکر حضور کو ہر وقت رہتا ہی تھا اس لئے امت کے گنہگاروں کے حال پر شفقت کی وجہ سے رونے کا غلبہ ہو گیا ان میں سے ہر وجہ ایسی ہے کہ وہ گریہ کا سبب بن سکتی ہے اور ان سب کا مجموعہ اور ان کے علاوہ اور بھی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

(۳) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ سورج گہن ہوا (یہ قصہ جمہور کے نزدیک سنہ ۱۰ھ کا ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز شروع فرما کر اتنی دیر تک کھڑے رہے گویا رکوع کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے (دوسری روایت میں ہے کہ سورۂ بقرہ پڑھی تھی) اور پھر رکوع اتنا طویل کیا کہ گویا رکوع سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں پھر ایسے ہی رکوع کے بعد سر اٹھا کر قومہ میں بھی اتنی دیر تک کھڑے رہے گویا سجدہ کرنا ہی نہیں ہے۔ پھر سجدہ کیا اور اس میں بھی سر مبارک زمین پر اتنی دیر تک رکھے رہے گویا سر اُٹھانا ہی نہیں ہے اسی طرح سجدہ سے اٹھ کر جلسہ اور پھر جلسہ کے بعد دوسرے سجدہ میں۔ غرض ہر ہر رکن اس قدر طویل ہوتا تھا کہ گویا یہ ہی رکن اخیر تک کیا جائیگا دوسرا کوئی رکن نہیں ہے (اسی طرح دوسری رکعت پڑھی اور اخیر سجدہ میں) شدت غم اور جوش کے سے سانس لیتے تھے اور روتے تھے اور حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ عالی میں یہ عرض کرتے تھے کہ اے اللہ تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میری موجودگی تک امت کو عذاب نہ ہوگا۔ اے اللہ تو نے ہی یہ وعدہ کیا تھا کہ جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے عذاب نہیں ہوگا۔ اب ہم سب کے سب استغفار کرتے ہیں۔ حضور کا یہ ارشاد اُس مضمون کی طرف اشارہ ہے جو کلام اللہ شریف میں نویں پارہ کے اخیر میں ہے وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم وما کان اللہ

---

[1] یومًا اختلفوا فی ان الکسوف وقع فی عہدہ علیہ السلام مرۃً او اکثر منہا فالجمہور من اہل الحدیث واہل السیر علی الاول وقوی النووی وغیرہ الثانی ۱۲ [2] یرکع اختلفت الروایات فی عدد الرکوع الی ست رکوعات فقالت الشافعیۃ وغیرہم ان ما زاد علی الرکوعین وہم او مرجوح والراجح روایات الرکوعین وقالت الحنفیۃ ان الاصل فی الصلوٰۃ رکوع واحد وہو المؤید بالروایات القولیۃ وروایات الفعل متعارضۃ فبقی الاستدلال بالقول سالمًا من المعارضۃ [3] قولہ ینفخ قال القاری والمناوی ای بغیر ان یظہر من فمہ حرفان قلت فلا بطلان للصلوٰۃ ولا حاجۃ الی تضعیف الحدیث ولفظ ابی داؤد ثم نفخ فی آخر سجودہ فقال اف اف وکتب الوالد المرحوم فی تقریرہ علیہ ہذہ حکایۃ لصوتہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط ولا یستلزم صدورہ منہ فی الحکایۃ صدورہا فی المحکی عنہ ولا یلزم فساد الصلوٰۃ وہذا کما فی حکایتہم لصوت الغراب بغاق مع ان شیئًا من الحروف لا یصدر منہا ثبات الحروف فی الحکایۃ لضرورۃ النقل او الکتابۃ انتہی فللہ درہ سرد اللہ مضجعہ کما جاد ۱۲

[4] (right margin) ولفظ ابی داؤد ثم نفخ فی آخر سجودہ فقال اف اف ثم قال رب الم تعدنی [illegible] ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

اللہ تعالیٰ واثنٰی علیہ ثم قال ان الشمس والقمر اٰیتان من اٰیات اللہ فاذا انکسفا فافزعوا الی ذکر اللہ تعالیٰ

حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو احمد ثنا سفیان عن عطاء بن السائب عن عکرمۃ عن ابن عباس قال اخذ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنۃ لہ تقضی فاحتضنہا فوضعہا بین یدیہ فماتت وھی بین یدیہ وصاحت

(الاحتضان جیزے در بغل گرفتن ۱۲)

ام ایمن فقال یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتبکین عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت الست اراک تبکی قال انی لست

ابکی انما ھی رحمۃ ان المؤمن بکل خیر علی کل حال ان نفسہ تنزع من بین جنبیہ وھو یحمد اللہ تعالیٰ حدثنا

(ای البکاء رحمۃ والتانیث باعتبار الخبر ۱۲) (کان الموت تحفۃ المؤمن ۱۲ ق)

معنی یھود وھم یستغفرون ۰ اس آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ ایسا نہ کریں گے کہ ان لوگوں میں آپ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں اور اس حالت میں بھی ان کو عذاب نہ دیں گے کہ وہ استغفار کرتے رہتے ہوں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو آفتاب نکل چکا تھا۔ حضور نے اس کے بعد وعظ فرمایا جس میں حق تعالیٰ شانہ کی حمد وثنا کے بعد یہ مضمون فرمایا کہ شمس وقمر کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گہن نہیں ہوتے بلکہ یہ حق تعالیٰ جل شانہ کی دو نشانیاں ہیں (جن سے حق سبحانہ اپنے بندوں کو عبرت دلاتے ہیں اور ڈراتے ہیں) جب یہ گہن ہو جایا کریں تو اللہ جل جلالہ کی طرف فوراً متوجہ ہو جایا کرو (اور استغفار ونماز شروع کر دیا کرو) **ف**۔ اس وعظ کی یہ مصلحت تھی کہ ایام جاہلیت میں یہ بات مشہور تھی کہ چاند وسورج کا گہن کسی بڑی موت یا کسی بڑے شخص کی پیدائش کی وجہ سے ہوتا ہے اور اتفاق وقت کہ حضور کے زمانہ میں جب گہن ہوا تو اسی دن صاحبزادۂ اقدس حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی ہوا تھا۔ اس لئے اُس سے جاہلی خیال کی اور بھی تائید ہوتی تھی۔ اور لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ گہن حضرت ابراہیمؓ کے انتقال کی وجہ سے ہوا۔ صلوۃ الکسوف میں ائمہ کا خلاف ہے کہ ایک رکوع سے پڑھنی چاہئے یا ایک سے زائد رکوع کے ساتھ حنفیہ کا مسلک ایک ہی رکوع کا ہے اس حدیث سے اُن کی تائید ہوتی ہے باقی علمی بحث اور فریقین کے دلائل اس جگہ سے مناسبت نہیں رکھتے ۱۲م) ابن عباس رضی اللہ عنہ

ف ۱ ابنۃ قیل لا کلو ہذا الحدیث عن اشکال لان المراد بنتہ حقیقۃ کما ہو ظاہر اللفظ فہو مشکل لان ارباب السیر والحدیث اتفقوا علی ان بنات صلی اللہ علیہ وسلم کلہن متن فی الکبر واما ان یراد ابنۃ احدی بناتہ فیکون الاضافۃ مجازیۃ وہو لیس ببعید لکن لم ینقل ان ابنۃ احدی بناتہ ماتت فی الصغر الا ما فی مسند احمد عن اسامۃ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بامامۃ بنت ابی العاص من زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی فی النزع لکنہ اشکل ایضاً بان اہل التاریخ قالوا ان امامۃ عاشت بعدہ علیہ السلام حتی تزوجہا علیؓ ولذا حملوا روایۃ احمد علی انہا اشرفت علی الموت ثم عافاہا اللہ ببرکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو مختار الحافظ فی الفتح قالوا وقع الوہم فی حدیث الباب والمراد بہ احد بنیہ فانہم ماتوا صغاراً فی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم او المراد ابن بعض بناتہ قال القاری وہو الظاہر فعلی الا سباب اللیلادی ان عبداللہ بن عثمان من رقیۃ مات فی حجرہ صلی اللہ علیہ وسلم فبکی وقال انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء وفی مسند البزار عن ابی ہریرۃ قال ثقل ابن لفاطمۃ فبعث الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث وللبخاری عن اسامۃ قال ارسلت بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہ ان ابنا لی قبض فاتنا الحدیث ۱۲ **ف ۲** تقضی بفتح التاء وکسر الضاد والمعجمۃ یرید ان تموت من القضاء وہو الموت وقیل اصل تقضی مات فاستعمالہ ہہنا للاشراف علی الموت مجاز ۱۲ ق **ف ۳** ہی حاضنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وموراثۃ ورثہا من ابیہ واحتضنہا حین تزوج خدیجۃ وزوجہا لزید مولاہ فولدت لہ اسامۃ ۱۲ ق **ف ۴** تبکی ولا اینا فی قول عائشۃ ما بکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی میت قط وانما غایۃ حزنہ ان یمسک لحیتہ لان المراد ما بکی باستقبال رحمۃ قالہ القاری قلت بل ما بکی صیاحاً بل ما سال دمعاً ۱۲

ف ۵ بفتح الزای ای خافوا ولتفزعوا او التجئوا بالصلاۃ الی ذکر اللہ وفی روایۃ لابی داؤد والنسائی انما ہذہ الآیات یخوف اللہ بہا عبادہ فاذا رأیتم ما فصلوا وتذکروا وجاء فی بعض الروایات آیتان من آیات اللہ وان اللہ سبحانہ اذا تجلی لشیء من خلقہ خضع لہ وظاہرہ ان سبب الکسوف خشوعہا لہ وسببہ ان النور والاضاءۃ من عالم الجمال فاذا تجلت صفۃ الجلال انطمست الانوار لہیبتہ وذلک لا یبطل قول اہل الہیئۃ ان الکسوف امر عادی لا یتقدم ولا یتاخر لان ذلک لا ینافی کون ذلک تخویفاً للعبادہ ومن ثم قال القشیری لا تنافی بین ما قالوہ وبین الحدیث لان لہ تعالیٰ افعالاً بحسب العادۃ وافعالاً خارجۃ عنہا وقدرتہ حاکمۃ علی کل سبب یقطع ما یشاء من الاسباب والمسببات بعضہا عن بعض فالعارفون لقوۃ اعتقادہم فی عموم قدرتہ علی خرق العادۃ اذا وقع شیء غریب تری خوفہم وذلک لا یمنع ان یکون ثم اسباب تجری علیہا العادۃ ۱۲ ق م +

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

محمد بن بشار ثنا عبد الرحمٰن بن مهدی ثنا سفیان (الثوری) عن عاصم بن عبید اللّٰہ عن القاسم بن محمد (بن ابی بکر) عن عائشۃؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قبّل عثمان بن مظعونؓ وھو میتٌ وھو یبکی او قال عیناہ تھرقان حدثنا اسحاق بن منصور انا ابو عامر ثنا فلیح وھو ابن سلیمان عن ھلال بن علی عن انسؓ بن مالک قال شھدنا ابنۃً لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جالسٌ علی القبر فرأیت عینیہ تدمعان فقال فیکم رجلٌ لم یقارف اللیلۃ قال ابو طلحۃ انا قال انزل فنزل فی قبرھا

فرماتے ہیں کہ حضور کی ایک لڑکی قریب الوفات تھیں۔ حضور نے انکو گود میں اُٹھایا اور اپنے سامنے رکھ لیا۔ حضور کے سامنے ہی رکھی رکھے اُنکی وفات ہوگئی۔ ام ایمن (جو حضور کی ایک باندی تھیں) چلّا کر رونے لگیں۔ حضور نے فرمایا کیا اللہ کے نبی کے سامنے ہی چلّا کر رونا شروع کردیا (چونکہ حضور کے بھی آنسو ٹپک رہے تھے اسلئے) انھوں نے عرض کیا کہ حضور بھی تو رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ممنوع رونا نہیں۔ یہ اللہ کی رحمت ہے (کہ بندوں کے قلوب کو نرم فرمادیں اور اُن میں شفقت و رحمت کا مادہ عطا فرمادیں) پھر حضور نے فرمایا کہ مومن ہر حال میں خیر ہی میں رہتا ہے حتی کہ خود اُس کا نفس نکالا جاتا ہے اور وہ حق تعالیٰ شانہ کی حمد کرتا ہے **ف**۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ قصہ کس صاحبزادی کا ہے۔ محدثین اور مورخین کی تحقیق کے موافق صاحبزادیوں میں سے کسی کا بھی یہ واقعہ نہیں بنتا بلکہ دھیوتی یا دھیوتے کا ہے اور ممکن ہے کہ کوئی سے صاحبزادہ کا ہو کہ بواسطہ اولاد کے واقعات میں اس قسم کے حالات پیش آئے ہیں جس کا بھی واقعہ ہو۔ اس جگہ مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی کا بیان کرنا ہے کہ سنگدلی شفقت کے خلاف ہے اور اولاد کی ساتھ فطری محبت نہ نبوت کے منافی ہے نہ ولایت کے بلکہ نرم دلی ممدوح ہے۔ (۵) حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضور نے عثمان بن مظعون کی پیشانی کو اُنکی وفات کے بعد بوسہ دیا۔ اُس وقت حضور کے آنسو ٹپک رہے تھے۔

ف۔ یہ جلیل القدر صحابی حضور کے رضاعی بھائی ہیں۔ ابتداء اسلام میں تیرہ نفر کے بعد مسلمان ہوئے تھے اول حبشہ کو ہجرت کی اس کے بعد مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ بڑے عابد زاہد تھے۔ شراب پینا جب جائز تھا جب بھی انھوں نے اس کا استعمال ترک کر رکھا تھا۔ مہاجرین میں سب سے پہلے ان کی ہی وفات ہوئی ہے شعبان ۳ھ میں اُن کا انتقال ہوا۔ اور بقیع میں دفن ہوئے۔ (۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صاحبزادی (ام کلثوم) کی قبر پر تشریف فرما تھے اور آپ کے آنسو جاری تھے۔ حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ قبر میں وہ شخص اُترے جس نے آج رات مجامعت نہ کی ہو۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں ہوں۔ حضور کے فرمانے سے وہ قبر میں اترے۔

ف۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تعریض تھی کہ وہ باوجودیکہ اُن کی بیوی حضور کی بیٹی سخت بیمار تھیں حتی کہ اُسی دن انتقال ہوگیا۔ اس کے باوجود وہ اس شب میں اپنی ایک باندی کے ساتھ مشغول رہے۔ بعض علماء نے لم یقارف کا ترجمہ صحبت نہ کرنے کا نہیں کیا

۱؎ وفی کتاب الوفاء لابن الجوزی عن عائشۃ قالت لما مات عثمان بن مظعون کشف النبی صلی اللہ علیہ وسلم الثوب عن وجھہ وقبل بین عینیہ ثم بکی طویلاً فلما رفع عن السریر قال طوبی لک یا عثمان لم تلبسک الدنیا ولم تلبسھا ۱۲ ق ۲؎ بضم التاء مع فتح الھاء وسکونھا مضارع مبنی للمفعول قال العصام فیہ لغتان فتح الھاء وعلیھا عوض عن الھمزۃ وحینئذ ماضیہ ہراق وسکون الھاء وعلی انھا زیدت واذا ماضیہ اہراق ورو ایۃ الکتاب علی الوجھین ۱۲ ق ۳؎ بضم فاء وفتح لام وسکون تحتیۃ فحاء مھملۃ ۱۲ ق ۴؎ ھی ام کلثوم کما رواہ الواقدی عن فلیح بھذا الاسناد وکذا اخرجہ ابن سعد فی الطبقات فی ترجمۃ ام کلثوم ووھم من قال انھا رقیۃ لانھا ماتت ودفنت والنبی صلی اللہ علیہ وسلم ببدر والقول بانھا بنت لہ صغیرۃ غیر ھاتا وبانہ لم یثبت وبالاول جزم الحافظ فی الفتح وذکر لہ الشواھد ۱۲ والتوسین الاخرین ۱۲ ۵؎ اتمام وفاء زاد ابن المبارک عن فلیح اراہ یعنی الذنب ذکرہ البخاری عنہ تعلیقا وقیل معناہ لم یجامع اللیلۃ وبہ جزم ابن حزم وبتقویہ ما فی روایۃ ثابت لا یدخل القبر احد قارف اھلہ البارحۃ فتنحی عثمان وحکی عن الطحاوی انہ قال لم یقارف تصحیف والصواب لم یقاول ای لم ینازع غیرہ الکلام لانھم کانوا یکرھون الحدیث بعد العشاء وتعقب بانہ تغلیظ للثقۃ بغیر مستند وکانہ استبعد ان یقع لعثمان ذلک لحرصہ علی مراعاۃ الخاطر الشریف ویجاب عنہ باحتمال ان یکون مرض المرأۃ طال واحتاج عثمان الی الوقاع ولم یظن انھا تموت تلک اللیلۃ ولیس فی الخبر ما یقتضی انہ واقع بعد موتھا بل لاحتمال احتضارھا ۱۲ فتح الباری ۶؎ قولہ فنزل فی قبرھا استشکل علیہ نزول الاجانب فی قبر المرأۃ مع وجود المحرم ویمکن ان یجاب عنہ

http://mujahid.xtgem.com

باب ماجاء فی فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا علی بن حجر انا علی بن مسہر عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت انما کان فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی ینام علیہ من ادم حشوہ لیف حدثنا ابو الخطاب زیاد بن یحیی البصری نا عبداللہ بن میمون انا جعفر

بلکہ گفتگو نہ کرنے کا کیا ہے اور بعض علماء نے بات نہ کرنے کا ترجمہ کیا ہے کہ عشاء کے بعد بات کرنا پسند نہ تھا مشہور معنی پہلے ہیں۔ اور تعریض میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ تعلقات کی قوت پر شکایت ہوتی ہے حضرت عثمانؓ کا یہ فعل بضرورت ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں اور ضرورت کا حال کس کو معلوم ہو سکتا ہے حضور کا مقصود بھی غالباً لطیف تنبیہ تھی نہ کہ عتاب۔ اور عجب نہیں کہ تنبیہ کی غرض یہ ہو کہ حضرت ام کلثومؓ کا نکاح اہم تھا کہ اللہ جل شانہ کے حکم سے ہوا تھا حضرت ام کلثومؓ کی ہمشیرہ یعنی حضرت عثمان کی پہلی بیوی کا جب انتقال ہوا تو حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں اور یکے بعد دیگرے مرتی رہتیں تو میں سب کا نکاح یکے بعد دیگرے عثمان سے کرتا۔ یہ جبرئیل یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثوم کا نکاح عثمان سے کروں ایسی صورت میں ام کلثوم جیسی بیوی کی بیماری یقیناً لطیف تنبیہ اور تعریض کے مناسب تھی۔ واللہ اعلم۔

باب۔ اُن روایات کا ذکر جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں

ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس قسم کے بستر پر آرام فرماتے تھے وہ ان روایات سے معلوم ہوگا جو مصنف نے اس میں ذکر فرمائی ہیں اور ہم امتیوں کے قالینوں اور فرشوں کا کیا حال ہے وہ نگاہوں کے سامنے ہے۔ مصنف نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے اور آرام فرمانے کا بستر چمڑہ کا ہوتا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی **ف**۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کبھی چمڑہ کا ہوتا تھا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کبھی صرف ٹاٹ کا جیسا کہ دوسری حدیث میں آرہا ہے کبھی صرف بوریا ہوتا تھا۔ متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہے کہ صحابہؓ جب نرم بستر بنانے کی درخواست کرتے تو حضور یہ ارشاد فرما دیا کرتے تھے کہ مجھے دنیاوی راحت و آرام سے کیا کام۔ میری مثال تو اس رہگیر جیسی ہے جو چلتے چلتے راستہ میں ذرا آرام لینے کے لئے کسی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گیا ہو اور تھوڑی دیر بیٹھ کر آگے چل دیا ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک انصاری عورت آئیں انھوں نے حضور کا بستر دیکھا کہ عباء بچھا ہوا ہے انھوں نے واپس جا کر ایک بستر طیار کیا جس کے اندر اُون بھر رکھی تھی اور حضور کے لئے میرے پاس بھیج دیا حضور تشریف لائے اس کو رکھا ہوا دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے میں نے عرض کر دیا کہ فلاں انصاری عورت آئی تھیں حضور کا بستر دیکھ کر یہ بنا کر بھیجا ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس کو واپس کر دے مجھے وہ اچھا معلوم ہوتا تھا اس لئے دل نہ چاہتا تھا کہ واپس

۱؎ الفراش بکسر الفاء ما یبسط الرجل تحتہ ویجمع علی فرش بضمتین فعال بمعنی مفعول کلباس بمعنی ملبوس ۲؎ بضم میم وسکون ہاء وکسر سین مہملۃ ۳؎ بفتحتین جمع ادیم وہو الجلد المدبوغ او الاحمر او مطلق الجلد علی ما فی القاموس ۴؎ بالفتح ای محشوہ والضمیر للفراش وقیل للادم باعتبار اللفظ فان کان معناہ جمعا وجزم المناوی وغیرہ وردہ القاری بانہ انما یصح لو کان الادم اسم جمع وحیث انہ جمع فلا مطابقۃ بین الضمیر والمرجع ۵؎ عبداللہ بن میمون بن داؤد القداح فانی البصریۃ عبداللہ بن مہدی ۱۲ ۶؎ جعفر ہو الامام المشہور ابوہ الامام محمد الباقر لکن الحدیث منقطع لانہ لم یلق حفصا ولا عائشۃ ہو قاری

http://mujahid.xtgem.com

ابن محمد عن ابیہ قال سئلت عائشۃ ما کان فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتک قالت من ادم حشوہ لیف وسئلت حفصۃ ما کان فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتک قالت مسحا نثنیہ ثنیتین فینام علیہ فلما کان ذات لیلۃ قلت لو ثنیتہ اربع ثنیات لکان اوطأ لہ فثنیناہ لہ باربع ثنیات فلما اصبح قال ما فرشتمولی اللیلۃ قالت قلنا ھو فراشک الا انا ثنیناہ باربع ثنیات قلنا ھو اوطأ لک قال ردوہ لحالہ الاولی فانہ منعتنی وطاءتہ صلوتی اللیلۃ

باب ما جاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کروں مگر حضور نے اصرار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ واللہ اگر میں چاہوں تو حق تعالیٰ شانہ میرے لئے سونے اور چاندی کے پہاڑ چالو کر دیں۔ حضور کے اس ارشاد پر میں نے اس کو واپس کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ایک بوریے پر آرام فرما رہے تھے جس کے نشانات حضور کے بدن اطہر پر ظاہر ہو رہے تھے۔ میں یہ دیکھ کر رونے لگا۔ حضور نے فرمایا کیا بات ہوئی کیوں رو رہے ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ قیصر و کسریٰ تو ریشم اور مخمل کے گدوں پر سوویں اور آپ اس بوریے پر۔ حضور نے فرمایا رونے کی بات نہیں ہے ان کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے۔ حضرت عمرؓ کی ساتھ بھی ایک مرتبہ اس قسم کا قصہ پیش آیا کہ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی نوع کا سوال جواب حضور سے ہوئے جس کا مفصل قصہ بخاری میں ہے۔ (۲) امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے یہاں حضور کا بسترہ کیسا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ چمڑہ کا تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور کا بستر کیسا تھا انھوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم حضور کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھا دیا جاوے تو زیادہ نرم ہو جائے گا۔ میں نے ایسے ہی بچھا دیا۔ حضور نے صبح کو دریافت فرمایا کہ میرے نیچے رات کیا چیز بچھائی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ وہی روزمرہ کا بسترہ تھا رات اسکو چوہرا کر دیا تھا کہ زیادہ نرم ہو جائے۔ حضور نے فرمایا کہ اس کو پہلے ہی حال پر رہنے دو اس کی نرمی رات مجھے تہجد سے مانع ہوئی۔

ف۔ یعنی تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھلی یا معمول کے لحاظ سے دیر میں کھلی کہ نرم بستر پر نیند گہری آتی ہے اور زیادہ آتی ہے۔ اور اگر کھردری چارپائی ہو اول تو نیند ہی غفلت سے نہیں آتی دوسرے آنکھ بھی جلدی ہی کھل جاتی ہے۔

باب اُن روایات کا ذکر جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت تواضع فرمانے کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں

ف۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے زیادہ متواضع تھے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ حقیقۃً تواضع تجلی شہود کے دوام بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے واقعات ایک دو نہیں ہزاروں سے زائد ہیں اس لئے اُن کا احاطہ تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے تاہم نمونۃً کچھ مصنف نے ذکر فرمائے ہیں ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کا کام تقسیم

ف۱ بصیغۃ المتکلم ح ھنیر المعنی الغائل من الثنی من باب ضرب یقال ثناہ عطفہ ورد بعضہ علی بعض ۱۲ ف۲ ثنیتین فی روایۃ ثنیین بدون التاء بکسر القاف فیما فالاولی تثنیۃ ثنیۃ مصدرۃ والثانیۃ تثنیۃ ثنی کمل یاء نطقہ عطفا یحصل منہ طاقان ۱۲ ف۳ التواضع ھو التذلل یقال وضع الرجل یوضع ضعۃ وضیعا فھو وضیع منہ فلان ای حط من درجتہ وضعفہ الدھر فتضعضع ای خضع وذل وقال الحافظ العسقلانی التواضع مشتق من الضعۃ بکسر اولہ وھی الھوان والمراد من التواضع اظہار التنزل عن المرتبۃ لمن یراد تعظیمہ وقیل تعظیم من فوقہ لفضلہ اہ ق

http://mujahid.xtgem.com
http://mujahid.xtgem.com

حدثنا احمد بن منیع و سعید بن عبد الرحمٰن المخزومی وغیر واحد قالوا انا سفیان بن عیینة عن الزھری عن عبید الله عن عبد الله بن عباس عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسی بن مریم انما انا عبد الله فقولوا عبد الله ورسوله۔ حدثنا علی بن حجر انا سوید بن عبد العزیز عن حمید عن انس بن مالک ان امرأة جاءت الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت ان لی الیک حاجة فقال اجلسی فی ای طریق المدینة شئت اجلس الیک۔ حدثنا علی بن حجر انا علی بن مسھر عن مسلم الاعور عن انس ابن مالک قال کان

فرمالیا ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنا لیا۔ دوسرے نے کھال نکالنا کسی نے پکانا۔ حضور نے فرمایا کہ پکانے کیلئے لکڑی اکھٹی کرنا میرے ذمہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور یہ کام ہم لوگ خود کرلیں گے۔ حضور نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اسکو بخوشی کرلوگے لیکن مجھ یہ بات پسند نہیں کہ مجمع میں ممتاز ہوں اور اللہ جل جلالہ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔ ایسے ہی اور سیکڑوں واقعات ہیں۔ اس باب میں مصنف نے تیرہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میری ایسی تعریف مبالغہ آمیز حد سے فزوں نہ کرو جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا (کہ اللہ کا بیٹا ہی بنادیا) میں حق تعالیٰ جل شانہ کا بندہ ہوں اس لئے مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہو۔ **ف**۔ یعنی ایسی کوئی تعریف نہ کرو جو بندگی کو منافی ہو اُس میں رب کی ساتھ شرکت پائی جاتی ہو کہ بندہ بہرحال بندہ ہے اسی طرح کوئی ایسی تعریف نہ کرو جو رسول اور اللہ کا قاصد ہونے کے خلاف ہو۔ (۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی عورت نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے کچھ تخلیہ میں عرض کرنا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ کسی سڑک کے راستہ پر بیٹھ جائیں وہیں آکر سُن لوں گا۔ **ف**۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ عورت کچھ بے عقل سی تھیں اس کے باوجود ان کی باتیں حضور سُنتے رہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ راستہ میں بیٹھنے کا ارشاد اس لئے تھا کہ اجنبیہ کے ساتھ تنہائی نہ ہو۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ چونکہ ان کی عقل میں کچھ فتور تھا اس لئے ظاہر یہ ہے کہ گلی کوچوں میں پھرتی رہتی ہوں گی اسی لئے حضور نے وہیں تشریف لے جاکر بات سُننے کو ارشاد فرمادیا۔ بندہ کے نزدیک بعید نہیں کہ ایسی عورتوں کو زنانہ مکان پر بلانے میں مستورات کو دقتیں اور مشکلات پیش آیا کرتی ہیں جیسا کہ بسا اوقات مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے حضور نے سڑک ہی پر بات سُن لی۔ (۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت فرماتے تھے، جنازوں میں شرکت فرماتے تھے گدھے پر سوار ہوجاتے تھے غلاموں کی دعوت قبول فرمالیتے تھے۔ آپ بنو قریظہ کی لڑائی کے دن ایک گدھے

لہ قال العلماء کان حق المصنف ان یعینہ لان المسمی بہ من الرواة کثیرون لکن فی البخاری انه عبید الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود قاله البیجوری ۱۲ سے بضم اوله من الاطراء وهو المبالغة فی المدح کما بالغت النصاریٰ فی مدح نبیه فجعله بعضهم الٰہًا وبعضهم ابن الله فحرفوا قوله فی الانجیل عیسی نبیی وانا ولدته بتشدید اللام فجعلوه ولدی بتقدیم الموحدة وخففوا اللام فی الثانی والی ذلک اشار صاحب البردة فی قوله ؎ دع ما ادعته النصاریٰ فی نبیهم ☆ واحکم بما شئت مدحا فیه واحتکم ۱۲ سے ای الملکة یتصرف فی بما شاء وکیف شاء فلا خروج لی عن دائرة العبودیة بوجه کسائر عباده فالاضافة للعهد الذهنی والمقصر قصر القلب او اضافی فلا ینافی ان له اوصافا غیر العبودیة ۱۲ م ہے ای لا تتقولوا فی حق شیئا ینافی العبودیة والرسالة فلا ینافی القول بانه سید ولد آدم ۱۲ ھ وکان فی عقلها شیء کما فی روایة مسلم قال الحافظ العسقلانی لم اقف علی اسم المرأة وقال میرک رأیت فی کلام بعض من کتب الحواشی علی کتاب الشفاء ان اسم امرأة المذکورة فی مسلم ام زفر ماشطة خدیجة والظنه سهوا فان ام زفر لیست من الانصار وفی روایات البخاری صریحة فی انها انصاریة اللهم الا ان یقال ان المذکورة فی روایة مسلم غیر المذکورة فی روایة البخاری لکن الظاهر اتحاد القصة کما هو الظاهر من سیاق الروایات ۱۲ ق لہ ای فی ای طرق المدینة فالاضافة للطریق بمعنی فی لان طریق المشی ما یوصل الیه اوفی ای طریق من طرق المدینة ای سکة من سککها کما فی روایة مسلم قیل المعنی فی ای جزء من اجزاء الطریق ۱۲ م ہ بصیغة المتکلم وهو مجزوم فی جواب الامر ای اقعد انا ایضا فی ذلک الطریق مستوجبا الیک ۱۲ ق م

http://mujahid.xtgem.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعود المریض ویشہد الجنازۃ ویرکب الحمار ویجیب دعوۃ العبد وکان یوم بنی قریظۃ علی حمار مخطوم بحبل من لیف علیہ اکاف من لیف حدثنا واصل بن عبد الاعلی الکوفی ثنا محمد ابن فضیل عن الاعمش عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعی الی خبز الشعیر والاہالۃ السنخۃ فیجیب ولقد کانت لہ درع عند یہودی فما وجد ما یفکہا حتی مات حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو داؤد الحفری عن سفیان عن الربیع بن صبیح عن یزید بن ابان عن انس بن مالک قال حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رحل رث علیہ قطیفۃ لا تساوی اربعۃ دراہم فقال اللہم اجعلہ

پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پیڑوں کی تھی اور کاٹھی بھی اُسی کی تھی **ف**. عرب میں گدھوں کی ایک خاص قسم ہے جو جدّہ میں یہاں کے موٹے خچروں سے بڑے ہوتے ہیں اور تیز اس قدر کہ معمولی ٹٹّوؤں سے تیز ہوتے ہیں۔ وہ دو دو تین تین آدمی ان پر بے تکلف بیٹھ جاتے ہیں سو یہاں کے معمولی گھوڑوں سے بہتر ہوتے ہیں ممکن ہے حضور کے زمانہ میں بھی یہی ہوں لیکن گھوڑوں کے مقابلہ ادنیٰ درجہ کی سواری شمار ہوتی ہے یہی مقصود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس عزت و رفعت کے جو دو جہان کی سرداری سے حاصل تھی گدھے کی سواری سے استنکاف نہ تھا اسی طرح مریضوں کی عیادت جس درجہ کا بھی بیمار ہو شریف ہو یا کوئی معمولی آدمی ہو حتیٰ کہ غیر مسلموں تک کی عیادت بھی فرمایا کرتے تھے ایک یہودی لڑکا حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر تا تھا کوئی خدمت بھی کبھی کر دیتا تھا وہ بیمار ہوا حضور اُس کی عیادت کو تشریف لے گئے اُس کا آخری وقت تھا حضور نے شفقت کے طور پر اپنا حق ادا فرمایا اور اُس کو اسلام کی تبلیغ فرمائی اُس نے اپنے یہودی باپ کی طرف دیکھا اُس نے اجازت دیدی اور وہ مسلمان ہو گیا حضور نے اللہ کا شکر فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ ہی حمد کا سزاوار ہے جس نے میری وجہ سے اس کو عذاب جہنم سے بچا دیا۔ یہی نہیں بلکہ راس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی عیادت کے لئے بھی حضور تشریف لے گئے حالانکہ اُس سے بہت ہی اذیتیں پہنچی تھیں اسی طرح معمولی معمولی جنازوں میں بھی شرکت کے متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں وارد ہیں۔ (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو کی روٹی اور کئی دن کی باسی پُرانی چکنائی کی دعوت کئے جاتے تو آپ (اس کو بھی بے تکلف) قبول فرما لیتے۔ آپ کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ اخیر عمر تک حضور کے پاس اُسکے چھڑانے کے لائق دام نہ ہوئے **ف**. چکنائی میں پرانی ہونیکی وجہ سے بو کا اثر بھی آجاتا ہے یہ بات کہ دعوت جو کی روٹی اور پرانی چکنائی کی ہے دعوت کرنیوالی کی حالت اور تجربہ سے معلوم ہو جاتی یا اُنکی تصریح سے یہ بات معلوم ہونیکے باوجود بھی حضور اُسکے قبول فرمانے میں کوئی عذر نہ فرماتے۔ اخیر واقعہ قرض کا اتفاقاً ذکر کر دیا گیا کہ اس حدیث میں تھا اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ بھی غایت تواضع کی وجہ سے تھا اور فقر کے تمام ہی حالات اسی وجہ سے تھے ورنہ اللہ جل شانہ نے تو آپ کو اختیار دیا تھا کہ بندگی کیساتھ رسول بننا چاہتے ہو یا بادشاہت کیساتھ حضور نے خود ہی پہلی صورت کو پسند فرمایا۔ (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ

لہ بکسر الہمزۃ کل شئ من الادہان مما یؤتدم او یختص بما اذیب من الالیۃ والشحم وقیل الدسم الجامد ۱۲ ع بفتح السین المہملۃ وکسر النون فالخاء المعجمۃ المتغیر الریح من الطعام لطول المکث ۱۲ ع ذکر ہذہ القصۃ لاتمام الحدیث لا لبیان التواضع وقیل بل فیہا غایۃ التواضع لانہ صلی اللہ علیہ وسلم لو سأل میاسیر الصحابۃ فی رہن درعہ لرہنوا لہ مرۃ واکثر من ذلک فانما ترکہم وسأل یہودیا ۔۔۔ ع الحفری بفتح المہملۃ والفاء تقدم بیانہ فی باب

http://mujahid.xtgem.com

حجًّا لا رياءَ فيه ولا سمعة **حدثنا** عبد الله بن عبد الرحمن انا عفان انا حماد بن سلمة عن حميد عن انس رضی قال لم يكن شخص احبَّ اليهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وكانوا اذا رأوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك **حدثنا** سفيان بن وكيع ثنا جُميع بن عُمر بن عبد الرحمن العجلی ثنی رجل من بنی تميم من ولد

فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر حج کیا۔ اُس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا جو چار درم کا بھی نہیں ہوگا۔ (یہ بھی ممکن ہے کہ اُس پر سے مراد حضور کی ذات والا ہو یعنی آپ ایک معمولی سی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو چار درم کی بھی نہیں تھی بعض فضلائے درس کے نزدیک یہ مطلب زیادہ پسندیدہ ہے لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک پہلا مطلب زیادہ راجح ہے اور اس باب کی گیارہویں حدیث اس کی تائید کرتی ہے) اور حضور یہ دعا مانگ رہے تھے کہ یا اللہ اس حج کو ایسا حج فرمائیو جس میں ریا اور شہرت نہ ہو **ف** یہ دعا امت کی تعلیم کی غرض سے تھی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تواضع اور غایت عبودیت کی وجہ سے تھی۔ کہ باوجودیکہ ریا و شہرت کا احتمال بھی حضور کے فعل میں نہ تھا لیکن پھر بھی حضور اس کی دعا فرمارہے ہیں اور اللہ جل شانہ سے یہ مانگ رہے ہیں کہ اس حج کو ریا و شہرت سے محفوظ رکھ۔ حضور کے بدن مبارک پر یا پالان پر جو کپڑا تھا وہ اس قدر معمولی کہ ایک روپیہ قیمت کا بھی نہ تھا۔ یہ بھی اُسی غایت تواضع کا اثر تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت تھی گو بعض مصالح سے بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیش قیمت لباس پہننا بھی ثابت ہے۔ لیکن عام عادت یہی تھی۔ (۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی شخص دنیا میں نہیں تھا۔ اس کے باوجود پھر بھی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر اس لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ حضور کو یہ پسند نہیں تھا۔ **ف**۔ یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت تواضع پر مبنی تھا کہ باوجود اس علو شان اور رفعت اور دو جہان کی سرداری کے اس چیز کو حضور پسند نہ فرماتے تھے اور اسی وجہ سے کبھی صحابۂ کرام باوجود تقاضائے محبت کے حضور کی ناپسندیدگی کی وجہ سے کھڑے نہیں ہوتے تھے جیسا کہ اس روایت کا مقتضا ہے اور کبھی تقاضائے محبت کھڑے ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہماری ساتھ باتیں کرتے تھے اور جب حضور کھڑے ہو جاتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور اُس وقت تک کھڑے رہتے جب تک حضور دولت خانہ میں چلے جاتے۔ اسی طرح اس بارے میں بہت مختلف روایات کتب حدیث میں ہیں حتیٰ کہ بعض روایات میں کھڑے ہونے کی سختی سے ممانعت ہے۔ اور بعض روایات میں بعض آنے والوں کے لئے کھڑے ہونے کا حکم بھی ہے۔ اسی وجہ سے علماء اس کھڑے ہونیکے جواز اور عدم جواز میں مختلف

۵۱ قال المناوی الرياء العمل لغرض مذموم كان يفعل ليراه الناس والسمعة ما يعمل ليسمع الناس ويصير به مشهورا فيكرم ويعظم جاهه في قلوبهم قال القاری والتحقيق انهما متغايران باعتبار اهل اللغة من حيث الاشتقاق وان كان يطلق احدهما على الآخر تغليبا اه ۵۲ قيل هذا مشكل لان الاجنبية لا تقتضي القيام لان الولد احب الى الوالد ولا يقوم له واجيب بان الولد لو كان له فضل يقتضي القيام له من طالب القيام له كما مر واورد بان الناس اتفقوا على استحباب قيام الوالد للولد وان علم قلت ولو سلم فان هذا القيام ايضا للفضل ولذا قالوا لو كان له فضل يقتضي القيام له فلا وجه في الجواب ان المحبة اذا كانت ناشئة عن الفضيلة تقتضي القيام على وجه الكرامة لا ان كانت المحبة طبيعية او لغرض آخر ۵۳ اختلفت الروايات في اباحة القيام وحظره ومنعه كما بسط في المطولات لا سيما في فتح الباري واخرج ابوداؤد عن ابي هريرة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجلس معنا في المسجد فاذا قام قمنا قياما حتى نراه قد دخل بعض بيوت ازواجه قال المناوي فيه دليل لما عليه جمهور مذهب الشافعية النووي من ندب القيام لاهل الفضل والشرف اكراما واعظاما، وقد قام صلى الله عليه وسلم لعكرمة بن ابي جهل لما قدم عليه وكان يقوم لعدي بن حاتم كلما دخل عليه حسبما جاء ذلك في خبرين وهما وان كانا ضعيفين يعمل بهما في الفضائل وحكى القاري عن الامام النووي ان القيام مكروه على سبيل الاعظام لا على سبيل الاكرام وعن النووي ان القيام للقادم من اهل الفضل من علم او صلاح او شرف مستحب وقد جاءت فيه احاديث ولم يثبت في النهي عنه شئ صريح وعن القاضي عياض ان القيام المنهي عنه انما ذلك فيمن يقومون عليه وهو جالس ويمثلون قياما طول جلوسه اه قلت وفي الدر المختار عن الوهبانية يجوز بل يندب القيام تعظيما

http://mujahid.xtgem.com

ابی ھالۃ زوج خدیجۃ یکنی ابا عبد اللہ عن ابن لابی ھالۃ عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال سألت خالی ھند بن ابی ھالۃ وکان وصافا عن حلیۃ النبی (رسول اللہ خ) صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتہی ان یصف لی منہا شیئا (الشکل والہیئۃ ۱۲) فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخما مفخما یتلألأ وجہہ

ہوگئے ہیں اور اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ ان میں تعارض نہیں ہے بلکہ کھڑے ہونے کے اسباب اور وجوہ مختلف ہیں اسی وجہ سے احادیث میں مختلف احکام ملتے ہیں ابوالولید بن رشد کہتے ہیں کہ کسی شخص کے لئے کھڑا ہونا چار طرح ہوتا ہے۔ ۱؎ ناجائز ہے وہ ایسے شخص کے واسطے کھڑا ہونا ہے جو تکبر کی وجہ سے اس کو پسند کرتا ہو کہ جب وہ آئے لوگ کھڑے ہوجائیں۔ ۲؎ مکروہ ہے وہ ایسے شخص کیلئے کھڑا ہونا ہے جو متکبر تو نہیں ہے لیکن اندیشہ ہے کہ اُس کی ساتھ اگر ایسا معاملہ کیا جائے تو اُس میں تکبر اور عجب پیدا ہوجائے۔ ۳؎ جائز ہے وہ ایسے شخص کے لئے جہاں یہ اندیشہ نہ ہو۔ ۴؎ مستحب ہے۔ وہ اُس شخص کے واسطے کھڑا ہونا جو سفر وغیرہ سے آیا ہو اُسکے آنے کی خوشی میں کھڑا ہوجائے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اہلِ علم اہلِ فضل اہلِ شرف کے آنے پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ممانعت اُس قیام کی ہے جو بڑا آدمی بیٹھا رہے اور لوگ اُس کے سامنے کھڑے رہیں۔ چنانچہ ممانعت کی احادیث میں یہ ارشاد بھی ہے کہ ایسی طرح نہ کھڑے ہو جیسے کہ عجمی لوگ اپنے سرداروں کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق جو والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے واسطے سے بذل المجہود میں نقل کی گئی ہے یہ ہے کہ فی حدذاتہ کھڑا ہونا جائز ہے جب تک کہ کوئی عارض ایسا پیش نہ آئے جو اس کو ناجائز بنادے۔ مثلاً اُس شخص کا فتنہ میں پڑجانا جس کے لئے کھڑا ہوا ہے کہ اُس میں تکبر وغیرہ امور پیدا ہوجائیں یا اُسکو دینی نقصان پہنچے۔ اسی طرح سے نفاق کے طور پر کھڑا ہونا کہ جس کے لئے کھڑا ہوا ہے اُس کی کوئی وقعت اور عظمت دل میں نہ ہو ریاکاری اور نفاق کے طور پر کھڑا ہو کہ یہ صورتیں ناجائز ہیں اور ان میں بھی اگر کھڑے نہ ہونے کی صورت میں اس شخص کو خود کسی قسم کا جانی مالی یا آبرو کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اُس کے لئے جائز ہوگا۔ (۷) امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا۔ وہ حضور کے حالات اکثر بیان کرتے تھے اور مجھے اُن کے سُننے کا اشتیاق تھا تو انھوں نے میرے پوچھنے پر حضور کے حلیہ شریف کا ذکر فرمایا کہ حضور بلند پایہ بلند مرتبہ تھے آپ کا چہرۂ انور بدر کی طرح چمکتا تھا اور پورا حلیہ شریف (جیسا کہ شروع کتاب میں پہلے باب کی ساتویں حدیث میں مفصل گذر چکا ہے) بیان فرمایا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (بعض وجوہ سے) اس حدیث کا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ایک عرصہ تک ذکر نہیں کیا۔ ایک عرصہ کے بعد ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اس حدیث کو سُن چکے تھے اور صرف یہی نہیں کہ ماموں جان سے یہ حدیث سُن لی ہو بلکہ والد صاحب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کے مکان تشریف لیجانے اور باہر تشریف لانے اور حضور کا طرز و طریقہ بھی معلوم کرچکے تھے۔ چنانچہ حسین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور کے مکان تشریف لیجانے کے حالات دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں تشریف رکھنے کے وقت کو تین حصوں پر منقسم فرماتے تھے۔ ایک حصہ حق تعالیٰ شانہ کی عبادت میں خرچ فرماتے تھے یعنی نماز وغیرہ پڑھتے تھے۔ دوسرا حصہ گھر والوں کے ادائے حقوق میں خرچ فرماتے تھے۔ مثلاً اُن سے ہنسنا بولنا بات کرنا انکی

۱؎ فخما بسکون الخجمۃ وکسرہا ای عظیما فی ذاتہ ومفخما ای معظما فی صفاتہ وفی النہایۃ ای عظیما معظما فی الصدور والعیون ۱۲ ع +

http://mujahid.xtgem.com

تلألؤ القمر ليلة البدر فذكر الحديث بطوله قال الحسن فكتمتها الحسين زمانا ثم حدثته فوجدته قد سبقني اليه فسأله عما سألته عنه ووجدته قد سأل اباه عن مدخله وعن مخرجه وشكله فلم يدع منه شيئا قال الحسين فسألت ابي عن دخول رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كان اذا اوى الى منزله جزأ دخوله ثلثة اجزاء جزأ لله عز وجل وجزأ لاهله وجزأ لنفسه ثم جزأ جزأه بينه وبين الناس فيرد ذلك بالخاصة على العامة ولا يدخر عنهم شيئا وكان من سيرته في جزء الامة ايثار اهل الفضل باذنه وقسمه على قدر فضلهم في الدين فمنهم ذو الحاجة ومنهم ذو الحاجتين ومنهم ذو الحوائج فيتشاغل بهم ويشغلهم فيما يصلحهم

حالات کی تحقیق کرنا۔ تیسرا حصہ خاص اپنی ضروریات راحت آرام کے لئے رکھتے تھے۔ پھر اس اپنے والے حصہ کو بھی دو حصوں پر اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے اس طرح پر کہ خصوصی حضرات صحابہ کرام اس وقت میں داخل ہوتے اُن خواص کے ذریعہ سے مضامین عوام تک پہنچتے ان لوگوں سے کسی چیز کو اُٹھا کر نہ رکھتے تھے (یعنی نہ دین کے امور میں نہ دنیوی منافع میں۔ غرض ہر قسم کا نفع بلا دریغ پہنچاتے تھے) اُمت کے اس حصہ میں آپ کا یہ طرز تھا کہ ان آنے والوں میں اہل فضل یعنی اہل علم و عمل کو حاضری کی اجازت میں ترجیح دیتے تھے اُس وقت کو اُن کے فضل دینی کے لحاظ سے ان پر تقسیم فرماتے تھے۔ بعض آنیوالے ایک حاجت لیکر آتے اور بعض حضرات دو دو حاجتیں لیکر حاضر خدمت ہوتے۔ اور بعض حضرات کئی کئی حاجتیں لیکر حاضر ہوتے۔ حضور اُن کی تمام حاجتیں پوری فرمایا کرتے اور اُن کو ایسے امور میں مشغول فرماتے جو خود اُن کی اور تمام اُمت کی اصلاح کے لئے مفید اور کارآمد ہوں۔ مثلاً اُن کا دینی امور کے بارہ میں حضور سے سوالات کرنا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی طرف سے مناسب اُمور کی اُن کو اطلاع فرمانا اور ان علوم و معارف کے بعد حضور یہ بھی فرمادیا کرتے تھے کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان مفید اور ضروری اصلاحی امور کو غائبین تک بھی پہنچادیں اور نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ کسی عذر (پردہ یا دوری شرم یا رعب) کی وجہ سے مجھ سے اپنی ضرورتوں کا اظہار نہیں کرسکتے تم لوگ اُن کی ضرورتیں مجھ تک پہنچا دیا کرو۔ اس لئے کہ جو شخص بادشاہ تک کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اُس شخص کو ثابت قدم رکھیں گے۔ لہٰذا تم لوگ اس میں ضرور کوشش کیا کرو۔ حضور کی مجلس میں ضروری اور مفید ہی باتوں کا تذکرہ ہوتا تھا اور ایسے ہی امور کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے خوشی سے سُنتے تھے اسکے علاوہ لایعنی اور

---

۵۱ الحديث تقدم بهذا السند بعضه في باب الخلق وبعضه في باب كيف كان الكلام ۱۲ ۵۲ اي يكثر اجتهاده في تحصيل العلم بحليته بعده او ليستوفي الحسين من هند فيخبره باتصال اسناد او ينتظران يسأل ذلك الحسين فان التبليغ بعد الطلبة ابلغ او كان ذلك لكتم اتفاقيا ورعاية مصلحة ۱۲ م ۵۳ اباه وفي نسخة ابي وهو علي بن ابي طالب ۱۲ ق م ۵۴ اي طريق سلوكه حال كونه داخل بيته ومن الظاهر خارج بيته قال القاري وقال المناوي اي عن دخوله وخروجه بيته الاحسن حالته فيهما او عن زمانيهما اي زمن دخوله وخروجه ۱۲ ۵۵ شكله بفتح اوله اي طريقة اي المسلوكة بين الصحابة في مجلسه فهو اخص من مخرجه وقيل بكسره او له حسن طريقته وهيئته كذا القاري ۱۲ ۵۶ ذلك اي جزء الناس بسبب الخاصة ويعلمهم على العامة وقال ابن الانباري فيه ثلثة اقوال الاول ان الخاصة تدخل عليه في ذلك الوقت دون العامة فتستفيد ثم تخبر العامة بما سمعت من العلوم والمعارف فكان صلى الله عليه وسلم يوصل العلوم الى العامة بواسطتهم ويدل عليه سياق يدخلون روادا ويخرجون ادلة والثاني ان الباء فيه بمعنى من اي يرد على العامة من جزء الخاصة والثالث اي يجعل العامة مكان الخاصة فيرد ذلك على العامة بدلا من الخاصة كذا نقله ميرك والظاهر عندي الاول ۱۲ ۵۷ باب مصدر قسم اي قسم ذلك الجزء بينهم قال القاري والضمير راجع اليه صلى الله عليه وسلم والمفعول مقدر اي ما عنده من خيري الدنيا والآخرة وجوزان يكون الجزء الذي بينه وبين الناس ۱۲ ۵۸ اي يجعل نفسه الشريفة مشغولة بهم ۱۲ ۵۹ من الاشتغال او بفتح الياء والغين من الشغل قال الحنفي هذا اولى لانه قال في القاموس الاشتغال لغة ردية في الشغل وقال الجوهري قد شغلت فلانا فانا شاغل ولا تقل اشغلت لانها لغة ردية وقال العيني القاموس شغله لغة جيدة او قليلة او ردية قال القاري وصحت الرواية

http://mujahid.xtgem.com

والامۃ من مسئلتھم عنہ واخبارھم بالذی ینبغی لھم ویقول لیبلغ الشاھد منکم الغائب وابلغونی حاجۃ من لا یستطیع ابلاغہا فانہ من ابلغ سلطانا حاجۃ من لا یستطیع ابلاغہا ثبت اللہ قدمیہ یوم القیمۃ ولا یذکر عندہ الا ذلک ولا یقبل من احد غیرہ یدخلون روادا ولا یفترقون الا عن ذواق ویخرجون ادلۃ یعنی علی الخیر قال فسألتہ عن مخرجہ کیف کان یصنع فیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخزن لسانہ الا فیما یعنیہ ویؤلفھم ولا ینفرھم ویکرم کریم کل قوم ویولیہ علیھم ویحذر الناس

فضول باتیں حضور کی مجلس میں نہ ہوتی تھیں صحابہؓ حضور کی خدمت میں دینی امور کے طالب بنکر حاضر ہوتے تھے اور بلا کچھ چکھے وہاں سے نہیں آتے تھے دچکھنے سے مراد امور دینیہ کا حاصل کرنا بھی ہو سکتا ہے اور حسی چکھنا بھی مراد ہو سکتا ہے اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ موجود ہوتا اُس کی تواضع فرماتے۔ اور خصوصی احباب کا جب مجمع ہوتا ہے تو موجودہ چیز کی تواضع ہوتی ہی ہے) صحابۂ کرام حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے ہدایت اور خیر کے لئے مشعل اور رہنما بنکر نکلتے تھے کہ وہاں علوم کو حسب ارشاد دوسروں تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے باہر تشریف آوری کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ حضور ضروری امور کے علاوہ اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے فضول تذکروں میں وقت ضائع نہیں فرماتے تھے۔ آنے والوں کی تالیف قلوب فرماتے اُن کو مانوس فرماتے متوحش نہیں بناتے تھے (یعنی تنبیہ وغیرہ میں ایسا طرز اختیار نہ فرماتے جس سے ان کو ماہری میں وحشت ہونے لگے یا ایسے امور ارشاد نہ فرماتے تھے جن کی وجہ سے دین سے نفرت ہونے لگے) ہر قوم کے کریم اور معزز کا اکرام و اعزاز فرماتے اور اُس کو خود اپنی طرف سے بھی اسی قوم پر متولی اور سردار مقرر فرما دیتے۔ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے یا مُضر امور سے بچنے کی تاکید فرماتے یا لوگوں کو دوسروں سے احتیاط رکھنے کی تاکید فرماتے) اور خود اپنی بھی لوگوں کے تکلیف پہنچانے یا نقصان پہنچانے سے حفاظت فرماتے لیکن باوجود خود احتیاط رکھنے اور احتیاط کی تاکید کے کسی سے اپنی خندہ پیشانی اور خوش خلقی

سلہ قال الحنفی بیان لمانی قولہ ما یصلحہم یعنی ان ما یصلحہم والامۃ ہو مسئلتہم منہ وتعقبہ ابن حجر بان الاصوب ان من تعلیلیۃ والمعنی من اجل سالہم ایاہ عنہ قال المناوی والسئلۃ منہم ای عن امورہم ۱۲ ملہ الا ذلک ای ما یذکر من حاجات الناس والمحتاج الیہ وقولہ ولا یقبل الخ بمنزلۃ تاکید لما تقدم والمعنی لا یذکر عندہ الا ما یفید ہم فی دینہم ودنیاہم مما لا ینتفع بہا فانہا لا تذکر عندہ غالبا ۱۲ ق سلہ بضم فتشدید جمع رائد بمعنی طالب ای طالبین للنافع فی دینہم ودنیاہم ۱۲ ملہ او انہ یخرج اسم فاعل بمعنی مفعول ای من مطعوم حسی علی ما ہو الا غلب او معنوی من العلم وغیرہ فانہ یقوم لسروح مقام الطعام للجسد ۱۲ ق ھہ یخزن بضم الزای وکسرہا ای یحبس ویحفظ ویعنیہ یلیح اولہ ای یہمہ ۱۲ لہ بتشدید الفاء ای لا یفعل بہم ما یکون سببا لتنفرہم عنہ لما عندہ من العفو والصفح والرافۃ التی لا نظیر لہا ۱۲ ھہ یحذر ای یحذر لبعض الناس من بعض دیامر ہم بالحزم او یحذرہم من عذاب اللہ والیم عقابہ قالہ المناوی قال القاری ووقع فی بعض الروایات ویحذر الناس الفتن فان صح لہو بہ آخراہ قلت وعلی ہذہ المعانی کلہا ... وضبطہ بعضہم ... بکسر الدال المفتوحۃ من الحذر یعنی الاحتراس ... والمختار عندی الاول ... من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الحرک المکری فلا تامنہ ۱۲

لہ اس لفظ کے مختلف ترجمے کئے گئے ہیں بندہ کے نزدیک اقرب یہی ہے دوسرے جملہ کے مناسب جسکا حاصل یہ ہے کہ حضور خود بھی اپنی حفاظت اور احتیاط فرماتے اور دوسروں کو بھی لوگوں سے احتیاط کی تعلیم دیتے تھے جسکی توضیح یہ ہے کہ بلاوجہ کسی شخص پر بدگمانی کرنا ناجائز ہے لیکن بغیر بدگمانی کے اپنی حفاظت کرنا اور احتیاط رکھنا بہتر ہے احادیث میں مختلف عنوانات سے حزم اور احتیاط کی تعلیم بکثرت وارد ہے ابوداؤد شریف میں ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ تقسیم کیلئے کچھ مال بھیجنے کا ارادہ کیا اور ایک صحابی ابن الفغواء کو مال لیجانے کیلئے تجویز فرمایا ان سے کہدیا کہ کوئی ساتھی اپنے ساتھ جانے کیلئے تلاش کرلیں وہ تلاش میں تھے کہ عمرو نامی ایک شخص انکے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم کہیں جانے کیلئے کسی ساتھی کی تلاش کر رہے ہو میں تمہارے ساتھ چلونگا ابن الفغواء حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ساتھی مل گیا حضور نے دریافت فرمایا کہ کون ہے انہوں نے پتہ بتا دیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اس کی قوم کی آبادیوں کے قریب پہنچو تو اُس سے محتاط رہنا اسلئے کہ ایک ضرب المثل ہے کہ اپنی بکرہ بھائی سے (جو ایک قبیلہ کا نام ہے) محتاط رہنا ابن الفغواء کہتے ہیں کہ ہم دونوں چلدیئے جب میرے ساتھی کی قوم آبادیاں آئیں تو وہ مجھ سے کہنے لگے کہ میں ان لوگوں سے

مل لوں تم میرا انتظار کرنا میں نے کہا کیا مضائقہ ہے انکے جانے کے بعد مجھے حضور کا ارشاد یاد آیا میں جلدی سے اپنا اونٹ ہانک کر لے کے چلدیا تھوڑی دیر میں

http://mujahid.xtgem.com

ويحترس منهم من غير ان يطوى على احد منهم بشره ولا خلقه ويتفقد اصحابه ويسأل الناس عما في الناس ويحسّن

الحسن ويقويه ويقبّح القبيح ويوهّيه معتدل الامر غير مختلف ولا يغفل مخافة ان يغفلوا او يملوا لكل حال عنده

ای یسقط ۱۲

عتاد لا يقصر عن الحق ولا يجاوزه الذين يلونه من الناس خيارهم افضلهم عنده اعمهم نصيحة واعظمهم عنده منزلة

ای لا یعجز من اقامة الحق ۱۲ — النصیحۃ ارادۃ الخیر للمنصوح ۱۲

احسنهم مواساة ومؤازرة قال فسألته عن مجلسه فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقوم ولا يجلس الا على

ذكر واذا انتهى الى قوم جلس حيث ينتهي به المجلس ويأمر بذلك يعطي كل جلسائه بنصيبه لا يحسب جليسه

ذکر اللہ متعلق بکلا الفعلین — علی سبیل التنازع ۱۲ — فی المکان الخالی ای مکان کان ۱۲

ان احدا اكرم عليه منه من جالسه او فاوضه في حاجة صابره حتى يكون هو المنصرف ومن سأله حاجة

کو نہیں ہٹاتے تھے۔ اپنے دوستوں کی خبرگیری فرماتے۔ لوگوں کے حالات آپس کے معاملات کی تحقیق فرماکر انکی اصلاح فرماتے اچھی بات کی تحسین فرماکر اُس کی تقویت فرماتے اور بُری بات کی بُرائی بتاکر اُس کو زائل فرماتے اور رد کردیتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر امر میں اعتدال اور میانہ روی اختیار فرماتے تھے نہ کہ تلون اور گڑبڑ کہ کبھی کچھ فرمادیا کبھی کچھ۔ لوگوں کی اصلاح سے غفلت نہ فرماتے تھے کہ مبادا وہ دین سے غافل ہوجاویں یا کسی امر میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے دین سے اُکتا جاویں (اس لئے حضور ان کے حالات سے غفلت نہ فرماتے تھے) ہر کام کے لئے آپ کے یہاں ایک خاص انتظام تھا۔ امرِ حق میں نہ کبھی کوتاہی فرماتے تھے نہ حد سے تجاوز فرماتے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے خلقت کی بہترین افراد ہوتے تھے۔ آپ کے نزدیک افضل وہی ہوتا تھا جس کی خیرخواہی عام ہو یعنی ہر شخص کی بھلائی چاہتا ہو۔ آپ کے نزدیک بڑے رتبہ والا وہی ہوتا تھا جو مخلوق کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کی مجلس کے حالات دریافت کئے تو انھوں نے فرمایا کہ آپ کی نشست وبرخاست سب اللہ کے ذکر کی ساتھ ہوتی تھی اور جب کسی جگہ آپ تشریف لیجاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف رکھتے اور اسی کا لوگوں کو حکم فرماتے کہ جہاں جگہ خالی ملجائے بیٹھ جایا کریں لوگوں کے سروں کو پھلانگ کر آگے نہ جایا کریں یہ امر جداگانہ ہے کہ جس جگہ حضور بیٹھ جاتے وہی جگہ پھر صدرِ مجلس بنجاتی آپ حاضرینِ مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے یعنی بشاشت اور بات چیت میں جتنا اُس کا استحقاق ہوتا اُس کو پورا فرماتے کہ آپ کے پاس کا ہر بیٹھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ حضور میرا سب سے زیادہ اکرام فرمارہے ہیں جو آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی امر میں آپ کی طرف مراجعت کرتا تو حضور اُس کے پاس بیٹھے رہتے یہانتک کہ وہی خود اُٹھنے کی ابتدا کرے جو آپ سے کوئی چیز مانگتا آپ اُس کو مرحمت فرماتے یا (اگر نہ ہوتی) تو نرمی سے جواب فرماتے آپ کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی تمام لوگوں

٥١ قال القاری ای یحفظ نفسه من اذاہم وقال المناوی ای یتحفظ من کثرة مخالطتهم المؤدیة الی سقوط ہیبته وجلالته من قلوبهم ۱۲ ٥٢ بشره بکسر فسکون طلاقة وجهه وبشاشته وفیه رفع توہم نشأ من قوله یحترس ولذا اکد بقوله ولا خلقه بضمتین او ضم اوله ای ولا حسن خلقه قاله القاری ۱۲ ٥٣ ای یطلبهم ویسأل عنهم حال غیبتهم فان کان احد منهم مریضا یعوده او مسافرا یدعو له او میتا فیستغفر له ۱۲ ق ٥٤ ای عما وقع فیهم من المحاسن والمساوی الظاهرة لیدفع ظلم الظالم من المظلوم او عما ہو متعارف فیما بینهم وقیل المعنی انه یتجسس من عیوبهم ویتفحص عن ذنوبهم ۱۲ ق ٥٥ بفتح المیم وتشدید اللام من الملالة وفی نسخة ای یمیلوا والکلمة او للتنویع وما قال الحنفی للشک غیر صحیح وفی نسخة او یمیلوا من المیل ای یمیلوا الی الدعة والرفاهیة ۱۲ ق ٥٦ عتاد بفتح اوله ہو العدة والتاهب یعنی انه صلی اللہ علیه وسلم اعد لکل امر من الامور حکما من الاحکام ودلیلا من ادلة الاسلام ۱۲ ٥٧ ای معاونة فی مهمات الامور لقوله تعالی وتعاونوا علی البر والتقوی ماخوذ من الوزیر وهو الذی یوازر الامیر ای یحامله ویحمل عنه وزره ای ثقله بمساعدته وفیما یستقل علیه من الرای ۱۲ ق ٥٨ قال القاری قوله علی ذکر ای علی ذکر اللہ کما فی نسخة وفی عدم ذکره دلالة علی کمال ذکره ۱۲ ٥٩ ای راجعه بمعاملة من التعویض کما

لم يرده الا بها او بميسور من القول قد وسع الناس بسطه وخلقه فصار لهم ابا وصاروا عنده فى الحق سواء مجلسه مجلس علم وحياء وصبر وامانة لا ترفع فيه الاصوات ولا تؤبن فيه الحرم ولا تنثى فلتاته متعادلين يتفاضلون فيه بالتقوى متواضعين يوقرون فيه الكبير ويرحمون فيه الصغير ويؤثرون ذا الحاجة ويحفظون الغريب

حدثنا محمد بن عبد الله بن بزيع ثنا بشر بن المفضل ثنا سعيد عن قتادة

کے لئے عام تھی آپ تمام خلقت کے شفقت میں باپ تھے اور تمام خلقت حقوق میں آپ کے نزدیک برابر تھی آپ کی مجلس مجلس علم وحیاء اور صبر امانت تھی (یعنی یہ چاروں باتیں اس میں حاصل کی جاتی تھیں یا یہ کہ یہ چاروں باتیں اس میں موجود ہوتی تھیں) نہ اس میں شور وشغب ہوتا تھا نہ کسی کی عزت وآبرو اتاری جاتی تھی۔ اس مجلس میں اگر کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو اس کو شہرت نہیں دیجاتی تھی آپس میں سب برابر شمار کئے جاتے تھے (حسب نسب کی بڑائی سمجھتے تھے البتہ) ایک دوسرے پر فضیلت تقوی سے ہوتی تھی ہر شخص دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آتا تھا بڑوں کی تعظیم کرتے تھے چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے اہل حاجت کو ترجیح دیتے تھے اجنبی مسافر آدمی کی خبرگیری کرتے تھے ف۔ الغرض ہر بات اور ہر امر شریفانہ اخلاق کے منتہا سے اوپر تھی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ آپ کی بعثت ہی تکمیل اخلاق کے لئے ہوئی۔ چنانچہ خود حضور کا ارشاد ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق او کما قال۔ میں اسلئے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں اسکے باوجود حضور اس کی دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ جیسا کہ تونے مجھے حسن صورت عطا کی ہے حسن اخلاق بھی عطا کر حالانکہ حضور کے اخلاق کی بڑائی کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے اور کئی قسم کی تاکید کی ساتھ اللہ جل جلالہ نے آپ کے خلق عظیم کو ذکر فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالی شانہ نرم مزاجی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتے ہیں جو اور کسی چیز پر عطا نہیں کرتے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص نرمی سے محروم ہے وہ بڑی خیر سے محروم ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق بہترین ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سے زیادہ محبوب مجھے وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ ایک صحابی رض نے حضور سے دریافت کیا کہ آدمی کو سب سے بہترین چیز جو عطا ہوئی ہے وہ کیا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا خوش خلقی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت میں اعمال نامہ کی ترازو میں سب سے زیادہ وزنی چیز جو ہوگی وہ اچھے اخلاق ہونگے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی اچھے اخلاق کی بدولت شب بیدار روزہ دار کے درجہ کو پہنچ سکتا ہے حضرت معاذ کہتے ہیں جب میں یمن بھیجا گیا اور سواری پر سوار ہونے کیلئے رکاب میں پاؤں رکھا تو حضور نے سب سے آخری وصیت جو فرمائی وہ یہ تھی کہ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ مؤمنین میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جنکے اخلاق بہتر ہوں

ل اى حسن لا بمعسور خشن لقوله تعالى واما تعرضن عنهم ابتغاء رحمة من ربك ترجوها فقل لهم قولا ميسورا ومن الميسور الوعد والشفاعة والرغبة فى العقبى والرهبة عن الدنيا ۱۲ ٢ تعمين حتى المنافقين لبسطته اى لبشره وطلاقة وجهه وانبساطه او جوده وكرمه ۱۲ ٣ اى فى الشفقة والرحمة والاصلاح بل اعظم من اب اذ غاية الاب ان يسعى فى اصلاح الظاهر وهو صلى الله عليه وسلم يسعى فى اصلاح الظاهر والباطن ۱۲ ٤ لا تؤبن بضم المثناة الفوقانية فهمزة ساكنة فموحدة مخففة مفتوحة وتشدد والعين آخره نون من الابن هى العقد فى القضبان لانه تعيبها فالمراد به العيب قاله المناوى والحرم بضم الحاء وفتح الراء المهملتين جمع الحرمة وهى ما لا يحل انتهاكه وقيل المراد بها القبائح وروى بفتحتين فالمراد به النساء والمعنى ان مجلسه صلى الله عليه وسلم كان مصانا من رفث القول وفحش الكلام ۱۲ ٥ لا تنثى بضم اوله وسكون النون وفتح المثلثة اى لا تشاع فلتاته بفتح الفاء واللام اى زلاته يعنى اذا فلتت من بعض حاضريه سقطة لم تنشر عنه ذكره المناوى ۱۲ ٦ اى متوافقين كانه خبر كان المقدر اى كانوا متعادلين متساوين لا يتكبر بعضهم على بعض بالحسب والنسب ۱۲ ٧ بفتح موحدة ...

http://mujahid.xtgem.com

عن انسؓ بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو اُهدی الیّ كراعٌ لقبلت ولو دعيت عليه لاجبت حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن ثنا سفيان عن محمد بن المنكدر عن جابرؓ قال جاءنی رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس براكب بغل ولا برذونٍ حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن انا ابو نعيم ثنا يحيى بن ابی الهيثم العطار قال سمعت يوسفؓ بن عبد الله بن سلامؓ قال سمانی رسول الله صلى الله عليه وسلم يوسف واقعدنی فی حجره ومسح على راسی حدثنا اسحاق بن منصور ثنا ابو داؤد انبانا الربيع وهو ابن صبيح ثنا يزيد الرقاشی عن انسؓ بن مالك ان النبی صلى الله عليه وسلم حج على رحل رث و قطيفة كنا نرى ثمنها اربعة دراهم فلما استوت به راحلته قال لبيك بحجة لا سمعة فيها ولا رياء حدثنا اسحاق ثنا عبد الرزاق ثنا معمر عن ثابت البنانی

(اسپ فارسی ۱۲ مغرب یرید انہ صلی اللہ علیہ وسلم یزور انصاریاً علی رجلیہ ۱۲ — صحابی صغیر وقد ذکرہ العجلی فی ثقات التابعین تقریب ۱۲ — الطیالسی ۱۲ — پالان ۱۲ — ای قامت متلبسۃ بہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ — وھو ابن منصور ۱۲)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات میں حسنِ اخلاق کی تاکید فرمائی گئی اور یہ اسکا نمونہ ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔ (۸) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے بکری کا ایک پیر بھی دیا جاوے تو میں قبول کروں اور اگر اسکی دعوت کی جاوے تو میں ضرور جاؤں **ف** یعنی مجھے ہدیہ قبول کرنے میں یا کسی جگہ جانے میں بھی اسکا خیال نہیں ہوتا کہ اتنی ذرا سی چیز کیلئے کیا جاؤں۔ بلکہ اللہ کی نعمت سمجھکر اسکو کمال رغبت سے قبول کرتا ہوں اور اصل یہ ہے کہ دعوت کے قبول کرنے میں وہ کھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ دعوت کرنیوالے کی دلداری مقصود ہوتی ہے (۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (میری عیادت کیلئے) تشریف لائے نہ خچر پر سوار تھے نہ ترکی گھوڑے پر (یعنی نہ گھٹیا سواری پر سوار تھے نہ بڑھیا پر بلکہ با پیادہ تشریف لائے)۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع مقصود ہے کہ امراء سلاطین زمانہ کی طرح سواری کے عادی نہ تھے بلکہ پیادہ کثرت سے چلتے تھے بخاری شریف کی ایک روایت میں اس عیادت کا قصہ ذرا مفصل ہے وہ یہ کہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت مریض ہوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ دونوں حضرات با پیادہ میری عیادت کو تشریف لائے یہاں پہنچکر دیکھا کہ میں بیہوش پڑا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا جس سے مجھے افاقہ ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں تو میں نے اپنے ترکہ کے متعلق سوال کیا جس پر میراث کی آیت نازل ہوئی (۱۰) یوسف بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف تجویز فرمایا تھا اور مجھے اپنی گود میں بٹھلایا تھا اور میرے سر پر دستِ مبارک پھیرا تھا **ف**۔ اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال شفقت اور بچوں پر کمال رحمت معلوم ہوتی ہے۔ نیز تواضع کا کمال بھی ہے کہ ایسے کم عمر بچوں کو گود میں لینے سے اعراض واستنکاف نہ فرماتے تھے۔ ایک حدیث میں اسکے بعد یہ بھی ہے کہ میرے لئے برکت کی دعا فرمائی اس حدیث سے بچوں کا بزرگوں کی خدمت میں لیجانا ان سے نام تجویز کرانا دعا کرانا ثابت ہوتا ہے دوسری احادیث میں صحابہ کرام کا نو مولود بچوں کا حضور کی خدمت میں لیجانا وارد ہے (۱۱) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کجاوہ پر حج کیا جس پر ایک کپڑا تھا جسکی قیمت ہمارے

لہ بضم الکاف ما دون الرکبۃ من الساق علی ما فی النہایۃ وما دون الکعب من الدواب علی ما فی المغرب ۱۲ق سلہ بوزن بکسر موحدۃ وسکون راء وفتح وال معجمۃ ہو الفرس الاعجمی وقیل الترکی ای لم یکن راکب بغل ولا فرس بل کان ماشیا طالباً لمزید الثواب ویدل علیہ روایۃ البخاری من طریق عبد اللہ بن محمد عن سفیان بہذا الاسناد مرضت مرضاً فاتانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی و ابوبکر وہما ماشیان حدیث قال میرک وہذہ الروایۃ صریحۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء لعیادتہ ماشیا وفیہ ابطال لتوہم بعض المتحدثین من انہ اکب لکنہ لیس براکب بغل ولا برذون ۱۲ق سلہ المناوی بتخفیف اللام لا غیر نص علیہ الائمۃ لکن فی شرح الشفاء للتلمسانی من بعضہم انہ یخفف ویشدد واہ قلت بالتخفیف جزم القاری وقال صحابی صغیر وقد ذکرہ العجلی فی ثقات التابعین

[illegible] الحدیث یدل علی الاول قال میرک شارہ المصنف فی تعمیرہ فی صحیحہ البخاری ولذا اوہامہ ۱۲ سلہ قال القاری بفتح اللام وکسرہ ذکرہ میرک فنفی المغرب جعل الانسان مایلفہ داکستہ

http://mujahid.xtgem.com

وعاصم الاحول عن[۱] انس[۲] بن مالك ان رجلاخياطا دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم
فقرب له ثريدا عليه دباء وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم ياخذ الدباء
وكان يحب الدباء قال ثابت فسمعت انسا يقول فما صنع[۳] لى طعام اقدر على ان
يصنع فيه دباء الاصنع حدثنا محمد بن اسمعيل ثنا عبد الله بن صالح
حدثنى معاوية بن صالح عن يحيى بن سعيد عن عمرة[۴] قالت قيل لعائشة ماذا كان يعمل
رسول الله صلى الله عليه وسلم فى بيته قالت كان[۵] بشرا من البشر يفلى[۶] ثوبه ويحلب شاته ويخدم[۷] نفسه

(صفة الطعام ۱۲ — على صيغة المجهول ۱۲ — على صيغة المجهول ۱۲ — البخاری ۱۲ ق — من باب طلب ۱۲)

خیال میں چار درہم ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے کہ خدایا اس حج کو ریا اور شہرت سے مبرا فرمائیو۔ **ف** یہ حدیث اسی باب میں پانچویں نمبر پر گذر چکی ہے (۱۲) انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی کھانے میں ثرید تھا اور اس پر کدو پڑا ہوا تھا۔ حضور کو کدو چونکہ مرغوب تھا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سے کدو نوش فرمانے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میرے لئے کوئی کھانا طیار نہیں کیا گیا جس میں مجھے کدو ڈلوانے کی قدرت ہو اور کدو اس میں نہ ڈالا گیا ہو **ف**۔ ثرید شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی کو کہتے ہیں۔ یہ قصہ حضور کے سالن کے باب کی گیارہویں حدیث میں گذر چکا ہے وہاں بجائے ثرید کے شوربے روٹی کا ذکر تھا ممکن ہے کہ دونوں چیزیں ہوں۔ شوربا روٹی بھی ہو اور ثرید بھی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ثرید اسکو مجازاً کہدیا ہو یا اس حدیث میں شوربا روٹی اجزا کے لحاظ سے کہدیا ہو کہ ثرید بھی شوربا روٹی ہی ہوتی ہے (۱۳) عمرہ کہتی ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ پر کیا کیا کرتے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑے میں خود ہی جوں تلاش کر لیتے تھے۔ اور خود ہی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے۔ اور اپنے کام خود ہی کر لیتے تھے۔ **ف**۔ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے کا یہ مطلب ہے کہ عام آدمیوں کی طرح اپنے گھر کا اکثر و بیشتر کام خود کر لیا کرتے تھے۔ اپنی ضروریات اور گھر کے کاروبار کرنے میں حضور کو کچھ گرانی یا تکبر مانع نہ ہوتا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو کام اور لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں وہ حضور بھی کر لیا کرتے تھے۔ بعض روایات میں مثال کے طور پر کچھ کام بھی گنوا دیئے جیسا کہ اس روایت میں گذرا ہے اسی طرح دوسری روایات میں ہے کہ اپنا کپڑا سی لیا کرتے تھے اپنے جوتہ کا پیوند خود ہی لگا لیا کرتے تھے اپنے کپڑے کو پیوند لگا لیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ حدیث بالا میں جوں تلاش کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اور علما کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن یا کپڑوں

---

[۱] تقدم الحديث فى صفة ادامه صلى الله عليه وسلم برواية اسحق بن عبد الله بن ابى طلحة عن انس بعين هذا الحديث وتقدم هناك ما يتعلق باسم الخياط ۱۲ [۲] منع بيناء المجهول وما نافية واقدر بكسر الدال من القدرة صفة لطعام ۱۲ [۳] قال البيجورى بفتح العين وسكون الميم هى فى الرواة ستة والمراد بها هنا عمرة بنت عبد الرحمن بن سعد بن زرارة [۴] اى فردا من افراده مهدت به لما تذكره بعده لانها رأت من اعتقاد الكفار انه لا يليق بمنصب ما يفعله غيره من العامة وقالوا ما لهذا الرسول ياكل الطعام ويمشى فى الاسواق الآية ۱۲ [۵] بفتح فسكون فكسر ويجوز ان يكون من التفلية نفى القاموس فلى راسه بحثه عن القمل كفلاه اى يفتش قاله القارى وقال المناوى ظاهر الحديث ان القمل كان يوذيه لكن ذكر ابن سبع وتبعه بعض شراح الشفاء انه لم يكن فيه قمل لانه نور ولان اصله من العفونة ولا عفونة فيه واكثره من العرق وعرقه طيب ومن قال ان فيه قملا فهو كمن نقصه ولا يلزم من التفلية وجود القمل فقد يكون للتعليم او التفتيش لما فيه من تخرق ليرقعه او لما علق به من كوشوك ووسخ وقيل انه كان فى ثوبه قمل ولا يوذيه وانما كان يلتقطه استقذارا له ۱۲ [۶] بضم الدال وبكسر فهذا تعميم بعد تخصيص وفسر بعضهم بالمارن الوضوء والغسل على الاعضاء وفى رواية لاحمد وابن حبان يخيط ثوبه ويخصف نعله ولابن سعد يرقع ثوبه ويحلب ويعمل ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

باب ما جاء فی خُلُق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا عباس بن محمد الدوری ثنا عبد اللہ بن یزید المقرئ ثنا لیث بن سعد حدثنی ابو عثمان الولید بن ابی الولید عن سلیمان بن خارجۃ عن خارجۃ بن زید بن ثابت قال دخل نفر علی زید بن ثابت فقالوا له حدثنا احادیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ماذا احدثکم کنت جارہ فکان اذا نزل علیہ الوحی بعث الی فکتبته له فکنا اذا ذکرنا الدنیا ذکرھا معنا واذا ذکرنا الآخرۃ ذکرھا معنا واذا ذکرنا الطعام ذکرہ معنا فکل ھذا احدثکم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

میں جوں نہیں پڑتی تھی اسکی وجہ ظاہر ہے کہ جوں بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہو اور پسینہ سے بڑھتی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سراسر نور تھے وہاں میل کچیل کہاں تھا۔ اسی طرح آپ کا پسینہ سراسر گلاب تھا جو خوشبو میں استعمال کیا جاتا تھا۔ بھلا عرق گلاب میں جوں کا کہاں گذر ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس تلاش کرنیکا یہ مطلب ہے کہ اس احتمال سے کہ شاید کسی دوسرے کی جوں چڑھ گئی ہو تلاش فرماتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تلاش کرنا دوسروں کی تعلیم کیلئے تھا کہ جب حضور کو اس کا اہتمام کرتے دیکھیں گے تو زیادہ اہتمام کریں گے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات میں

ف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق شہرۂ آفاق ہیں حق تعالیٰ شانہ نے بھی کلام اللہ شریف میں انک لعلی خُلُقٍ عظیم سے آپ کے خلق کی تعریف فرمائی آپ کے اخلاق جمیلہ اور عادات شریفہ آج دنیا میں ضرب المثل ہیں اور اخلاق محمدی کی عالم میں دھوم ہے اور اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ خود حق سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن شریف میں آپ کے اخلاق کی تعریف فرمائی چنانچہ سورۂ نون میں ارشاد ہے وانک لعلی خلق عظیم اس آیت شریفہ میں کئی نوع کی تاکید کیساتھ ارشاد ہے کہ بیشک تم بڑے اخلاق پر ہو حضور کے اخلاق حسنہ کا احاطہ اور احصاء دشوار ہے کتب حدیث کا بہت بڑا حصہ انھیں احادیث پر مشتمل ہوتا ہے نمونہ کے طور پر اس باب میں مصنف نے پندرہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) خارجہ کہتے ہیں کہ ایک جماعت زید بن ثابت کے پاس حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ حضور کے کچھ حالات سنائیں اُنھوں نے

ف۱ خلق بضم فسکون وبضمتین السجیۃ والطبیعۃ وہو الصورۃ الباطنۃ من النفس واوصافہا ومعانیہا بمنزلۃ الخلق للصورۃ الظاہرۃ واوصافہا ومعانیہا ولہما اوصاف حسنۃ او قبیحۃ واختلف ہل حسن الخلق غریزیۃ طبیعیۃ او مکتسبۃ اختیاریۃ فقیل بالاول لخبر البخاری ان اللہ قسم بینکم اخلاقکم کما قسم ارزاقکم وقیل بالثانی لخبر مسلم فی خبر الاشج ان فیک خصلتین یحبہما اللہ الحلم والاناۃ قال یا رسول قدیما کان فی او حدیثا قال قدیما الحدیث قال ابن حجر فترديد السوال وتقریرہ صلی اللہ علیہ وسلم یشعر بان منہا ما ہو جبلی ومنہا ما ہو مکتسب وہذا ہو الحق ومن ثم قال القرطبی ہو جبلۃ فی نوع الانسان وہم متفاوتون فیہ فمن غلب حسنہ فہو المحمود والا امر بالمجاہدۃ حتی یصیر حسنا قال القاری الاظہران الاخلاق کلہا باعتبار اصلہا جبلیۃ قابلۃ للزیادۃ والنقصان فی الکمیۃ والکیفیۃ بالریاضات کما یدل علیہ العبارات النبویۃ والارشادات الصوفیۃ منہا حدیث انما بعثت لاتمم صالح الاخلاق رواہ البخاری فی تاریخہ والحاکم واحمد عن ابی ہریرۃ والبزار بلفظ مکارم الاخلاق قال المناوی وقال ابو علی الدقاق قد خصہ اللہ عز وجل بمزایا کثیرۃ ثم لم یثن علیہ بشیء بمثل ما اثنی علیہ بخلقہ فقال وانک لعلی خلق عظیم وناہیک بہذا الفخیم ۱۲ ف۲ المقرئ اسم فاعل من الاقراء بمعنی تعلیم القرآن ۱۲ ق ف۳ قیل کان دخلہ فی السنۃ ثمانین الف دینار وما وجبت علیہ زکوۃ قط ۱۲ م ف۴ ای ای شیء احدثکم فان شمائلہ لا یحاط بہا وان انتہی المحدث بہا الی اقصی الغایات فہو الحقیق بقول الشاعر تجاوز حد المدح حتی کانہ باحسن ما یثنی علیہ یعاب ولکن لما کان من القواعد المقررۃ ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ افادہم بعض ذلک ۱۲ ق م ف۵ ای کان بیتی یقرب بیتہ فانا اعرف بحالہ واشار بذلک الی غایۃ ضبطہ واتقانہ لاحوالہ ۱۲ ق م ف۶ قال المناوی فکان لکمال خلقہ وحسن عشرتہ وغایۃ تعطفہ یتحلق معنا لئلا ندہش ونتکلم فی مجلسہ بما نشاء ولا یتجنب التکلم معنا لئلا نخجل وکل ذلک لیزید اقبالہم واستفادتہم منہ ۱۲ ف۷ قال القاری بالرفع علی ما ہو الثابت فی الروایۃ والرابطۃ فی خبرہ محذوف والتقدیر احدثکم ایاہ وقال ابن حجر یجوز النصب وقال المناوی الروایۃ بالرفع لکنہ لا یمنع جواز النصب بل ہو اولی لاستغنائہ عن الحذف ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا اسحاق بن موسی ثنا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن زیاد بن ابی زیاد عن محمد بن کعب القرظی[1] عن عمرو[2] بن العاص قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبل بوجہہ وحدیثہ علی شر القوم یتألفھم بذلک[3] فکان یقبل بوجہہ وحدیثہ علیّ حتی ظننت[4] انی خیر القوم فقلت یا رسول اللہ انا خیر او ابوبکر فقال ابوبکر فقلت یا رسول اللہ انا خیر ام عمر فقال عمر فقلت یا رسول اللہ انا خیر ام عثمان فقال عثمان فلما سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا کہ حضور کے کیا حالات سناؤں (وہ احاطۂ بیان سے باہر ہیں) میں حضور کا ہمسایہ تھا اس لئے گویا ہر وقت کا حاضر باش تھا اور اکثر حالات سے واقف۔ اس کے ساتھ ہی کاتب وحی بھی تھا، جب حضور پر وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلا بھیجتے میں حاضر ہو کر اس کو لکھ لیتا تھا (حضور ہم لوگوں کے ساتھ غایت درجہ دلداری اور بے تکلفی فرماتے تھے) جس قسم کا ذکر تذکرہ ہم کرتے تھے حضور بھی ہماری ساتھ ویسا ہی تذکرہ فرماتے تھے۔ جب ہم لوگ کچھ دنیاوی ذکر کرتے تو حضور بھی اس قسم کا تذکرہ فرماتے (یہ نہیں کہ بس آخرت ہی کا ذکر ہماری ساتھ کرتے ہوں اور دنیا کی بات سننا بھی گوارا نہ کریں) اور جس وقت ہم آخرت کی طرف متوجہ ہوتے تو حضور آخرت کے تذکرے فرماتے یعنی جب آخرت کا کوئی تذکرہ شروع ہو جاتا تو اسی کے حالات اور تفصیلات حضور بیان فرماتے اور جب کچھ کھانے پینے کا ذکر ہوتا تو حضور بھی ویسا ہی تذکرہ فرماتے کھانے کے آداب، فوائد، لذیذ کھانوں کا ذکر، مضر کھانوں کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ چنانچہ گذشتہ ابواب میں بہت سے ارشادات حضور کے اس نوع کے گذر چکے ہیں کہ سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے، زیتون کا تیل استعمال کیا کرو کہ مبارک درخت سے ہے وغیرہ۔ یہ سب کچھ آپ ہی کے حالات کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ **ف**۔ اس حدیث میں مختلف مضامین تھے جن کی کسی قدر توضیح ترجمہ کیساتھ ذکر کی گئی۔ اخیر جملہ کا ترجمہ مشائخ درس کے نزدیک یہی ہے جو لکھا گیا لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک شروع حدیث میں (حضور کے کیا حالات سناؤں) کی ساتھ مرتبط ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ (حضور کے ہر نوع کی حالات سنا سکتا ہوں) اس لئے جس قسم کی تذکرہ کی درخواست کرو وہ سناؤں کہ میں پڑوسی بھی تھا اور کاتب وحی بھی۔ اور حضور کے معمولات میں دین اور دنیا کھانا پینا غرض ہر قسم کے تذکرے شامل تھے اسلئے کیا سناؤں اور کونسا تذکرہ کروں کہ ہر تذکرہ عجیب تھا اور ہر حال لطیف ولذیذ۔ اس حدیث میں حضرت زید کا یہ فرمانا کہ جب وحی نازل ہوتی مجھے بلایا جاتا یہ کثرت اوقات کی اعتبار سے ہے کہ قریب رہتے تھے ورنہ انکی علاوہ وحی کو لکھنے والے حضرات بھی شمار کئے گئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت ابی امیر معاویہ خالد بن سعید حنظلہ علاء حضرمی۔ ابان بن سعید یہ نو حضرات ہیں جو کاتبین وحی ہیں۔ حدیث بالا میں ایک اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ دنیا کا ذکر کھانے پینے کا ذکر ایک فضول تذکرہ معلوم ہوتا ہے اور حضور کی عادت شریفہ لایعنی چیزوں میں مشغول ہونیکی نہیں تھی جیسا کہ بہت سی احادیث میں اور گذشتہ باب کی طویل حدیث جو شروع میں گذری ہے اس میں بھی ہے کہ حضور ضروری امور کے علاوہ اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا کا ہر تذکرہ فضول نہیں بلکہ دنیا کی اور کھانے پینے کی بہت سے تذکرے ضروری بلکہ حضور کیلئے تو واجب تھے اسلئے کہ ان چیزوں میں جائز ناجائز کسی چیز کا اچھا ہونا یا برا ہونا وغیرہ امور حضور ہی کے ارشاد سے یا حضور کے سامنے تذکرہ آنے پر حضور کے اس پر سکوت فرمانے ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں چنانچہ اسی حدیث میں یہ مضمون بھی گذرا ہے کہ لوگوں کی حالات کی تحقیق فرماکر اچھی بات کی تحسین فرماتے ہو بری بات کی برائی بتاتے اسی لحاظ سے دنیاوی تذکرے حضور کی مجلس میں ہوتے تھے نہ یہ کہ لغویات ہوتی ہوں۔ (۲) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قوم کے بدترین شخص کی طرف بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

[1] نسبۃ الی قریظۃ مصغراً قبیلۃ معروفۃ من یہود المدینۃ ۱۲ ق [2] استعمال الالف فیہ قلیل وقیل لایقال اشر الا فی لغۃ ردیۃ۔ وقال میرک اشر جار علی الاصل ومنہ صفوا ما شرا ما دیقال خیر اخیر وشر اشر لکن الذی بالالف اقل استعمالا ۱ھ ۱۲ ق [3] ای یوانسہم بتلک المواجہۃ والاقبال والجملۃ استینافیۃ من سلوب الحکیم کانہ قیل لماذا یفعل ذلک قال لتالفہم والضمیر لاشرلانہ جمع معنی او للقوم لان التالیف عام لہم لکنہ فی الاشراز ید ولاین فیہ استواء صحبہ فی الاقبال علیہم علی ماسبق لان ذلک حیث لاضرورۃ وہہنا التخصیص للضرورۃ ۱۲ م [4] م لانی کنت حدیث عہد بالاسلام اذ اسلامہ کذا ابن الولید قریب الفتح لکن لا یعرف شیئۃ صلی اللہ علیہ وسلم فی التالیف نفسی لکثرۃ اقبالہ انہ خیر القوم ۱۲ م د

http://mujahid.xtgem.com

فصدقني فلوددت اني لم اكن سألته حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا جعفر بن سليمان الضبعي عن ثابت عن انس بن مالك قال خدمت رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر سنين فما قال لي اف

تالیف قلوب کے خیال سے اپنی توجہ اور اپنی خصوصی گفتگو مبذول فرماتے تھے (جس کی وجہ سے اُس کو اپنی خصوصیت کا خیال ہوجاتا تھا) چنانچہ خود میری طرف بھی حضور کی توجہات عالیہ اور کلام کا رخ بہت زیادہ رہتا تھا حتی کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ میں قوم کا بہترین شخص ہوں اسی وجہ سے حضور سب سے زیادہ توجہ فرماتے ہیں۔ میں نے اسی خیال پر ایک دن دریافت کیا کہ حضور میں افضل ہوں یا ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ۔ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عمر رضی اللہ عنہ۔ حضور نے فرمایا کہ عمرؓ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عثمان رضی اللہ عنہ۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ عثمانؓ۔ جب میں نے حضور سے تصریحاً پوچھا تو حضور نے بلا رعایت صحیح صحیح فرما دیا (میری مدارات میں مجھے افضل نہیں فرمایا مجھے اپنی اس حرکت پر بعد میں ندامت ہوئی) اور یہ خیال ہوا کہ مجھے ایسی بات ہرگز نہیں پوچھنی چاہئے تھی۔ ف۔ یہ اولاً حضور کی خاص توجہ کی بنا پر اپنے کو سب سے افضل سمجھتے تھے اس لئے کہ پہلی طویل روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور کی عادت شریفہ افضل کے ترجیح دینے کی تھی۔ لیکن بسا اوقات تالیف قلب کے خیال سے مدارات میں غیر افضل کو بھی ترجیح دی جاتی تھی حتی کہ کفار و منافقین تک کی ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تالیف میں خصوصی برتاؤ ہوتا تھا۔ حدیث بالا میں یہ ترتیب سوال کی اس بنا پر ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل الناس جانتے تھے۔ چنانچہ احادیث میں اسکی تصریح آتی ہے کہ ہم حضور ہی کے زمانہ میں سب سے زیادہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہتے تھے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور کے زمانہ میں ابوبکر کی برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے انکے بعد سب سے افضل عمرؓ کو انکے بعد عثمانؓ کو۔ پھر ان کے بعد اور صحابہ میں کچھ ترجیح نہ دیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ان تین حضرات کی اس ترتیب سے ترجیح اور افضلیت ایسی عیاں تھی کہ حضور کی حیات ہی میں ہم صحابہ کی جماعت اس کو مانتے تھے۔ حضرت علیؓ کے صاحبزادہ محمد نے اپنے والد یعنی حضرت علیؓ سے پوچھا کہ حضور کے بعد سب سے افضل شخص کون ہے۔ انھوں نے فرمایا ابوبکرؓ میں نے پوچھا ان کے بعد انھوں نے فرمایا عمرؓ۔ اسی طرح سے اور بہت سی روایات ہیں جن سے حضور کے زمانہ ہی سے یہ ترتیب معلوم ہوتی ہے اسی لئے انھوں نے اپنے سے مقابلہ کے لئے اسی ترتیب سے سوال کیا کہ اول اُس سے مقابلہ کیا جو سب سے افضل شمار ہوتا تھا پھر دوسرے پھر تیسرے سے کہ اب اگرچہ افضل ترین شخص سے نہیں بڑھ سکا تو شاید دوسرے یا تیسرے ہی سے بڑھ جاؤں (۳۲) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

ك تعنیت الدال ای اجابنی بجواب حق من غیر مراعاة وفی النسخ صدقنی بدون الفاء وهو الظاهر لان اتیان الفاء فی جواب لما غیر مشهور لكنه سائغ كما صرح به بعض ائمة النحو ۱۲ ق ك بكسر الدال ای احببت وتمنیت قال المناوی حیاء لظهور خطاء وفطنة قال المناوی انما ود ذلك لانه قبل السؤال كان یظن اقباله علیه لخیریة علما سأله بان له ان اقباله علیه انما هو للتالیف فالمعنى لما ظهر خطائی ندمت على السؤال استحیاء من فحش خطائی ۱۲ م ك الضبعی بضم الضاد المعجمة وفتح الموحدة نسبة الى ضبیعة بن قیس او ضبیعة بن ربیعة كذا فی هامش التهذیب ۱۲ ك كذا فی اكثر الروایات وفی روایة لمسلم تسع سنین قال المناوی وحملت على التحدید والاولى على التقریب وقال النووی لعل ابتداء خدمة انس فی اثناء السنة ففی روایة التسع لم یجبر الكسر واعتبر السنین الكوامل وفی روایة العشر جبرها واعتبرها سنة كاملة وقال الحافظ ابن حجر لا مغایرة بینهما لان ابتداء خدمة انس كان بعد قدومه صلى الله علیه وسلم المدینة وبعد تزویج امه ام سلیم بابی طلحة وعلى هذا یكون مدة خدمة انس تسع سنین واشهر فالغی الكسر مرة وجبره اخرى ویشكل علیه ما فی مغازی البخاری عن انس ان النبی صلى الله علیه وسلم طلب من ابی طلحة لما اراد الخروج الى خیبر من یخدمه فاحضره انسا واجیب بانه طلب منه من یكون اسن من انس واقوى على الخدمة فی السفر فعرف ابو طلحة من انس القوة فقال ان انسا غلام كیس فیخدمك فی الحضر والسفر ۱۲ ق ك بضم الهمزة وتشدید الفاء مكسورة بلا تنوین وبه مفتوحة بلا تنوین فهذه ثلث لغات ترى بهما السبع وذكر وافیه اربعین لغة كلمة تبرم وملال یستوی فیها الواحد والمثنى والجمع والمذكر والمؤنث ۱۲ اب +

http://mujahid.xtgem.com

قط[۱] وما قال لشئ صنعتہ لم صنعتہ ولا لشئ ترکتہ لم ترکتہ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احسن الناس خلقا و

لا[۲] مسست خزا ولا حریرا ولا شیئا کان الین من کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا شممت مسکا قط ولا عطرا کان

اطیب من عرق[۳] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **حدثنا** قتیبۃ بن سعید و احمد بن عبدۃ[۴] ھو الضبی[۵] المعنی واحد قالا ثنا حماد بن زید عن سلم[۶] العلوی

کی ہے مجھے کبھی کسی بات پر حضور نے اُف تک بھی نہیں فرمایا نہ کسی کام کے کرنے پر یہ فرمایا کہ کیوں کیا اور اسی طرح نہ کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے (ایسے ہی خلقت کے اعتبار سے بھی حتی کہ) میں نے کبھی کوئی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی عطر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا **ف** یہ کوئی مبالغہ آمیز یا اعتقادی بات نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک جمع کر کے خوشبو کی جگہ استعمال کیا جاتا تھا جس سے آپ مصافحہ کرتے تھے تمام دن اُس کے ہاتھ سے خوشبو مہکتی تھی۔ گنا ہوں کی کثرت سے بدن کی سڑاہند مجرب ہے۔ حضور کا کسی چیز کے متعلق اُف تک نہ فرمانا یہ کمال اخلاق اور غایت تواضع کی بناء پر تھا کہ حضرت انس کے کرنے نہ کرنے کو ان کا اپنا فعل نہ سمجھتے تھے بلکہ منجانب اللہ سمجھ کر اُسی پر راضی ہو جاتے تھے چنانچہ ایک حدیث میں اس کے بعد یہ مضمون بھی ہے کہ حضور یہ ارشاد فرما دیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے مقدر میں ہوتا تو ہو جاتا۔ یہ محبوب کے فعل کی ساتھ غایت لذت ہوا اور صوفیہ کی اصطلاح میں رضا بالقضا کی اصل اور سند ہے۔ رابعہ بصریہ کا مشہور مقولہ ہے جس کا ترجمہ ہے کہ اے اللہ اگر تو میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالے تو میری محبت میں اس سے کچھ اضافہ ہی ہوگا اور کاملین صوفیہ کے تمام ہی حالات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مختلف احوال سے اخذ کئے گئے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامعیت کے کمال پر تھی بعد میں جامعیت کا یہ درجہ نہیں رہ سکا اس لئے حضرات صوفیہ کرام میں کسی جگہ حضور کی کسی عادت کا ظہور رہا اور کسی جگہ کسی دوسری حالت کا شیوع ہوا۔ یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حضور کا یہ معاملہ اپنی ذات کے متعلق تھا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور نے اپنی ذات کیلئے کبھی بھی انتقام نہیں لیا البتہ اللہ جل شانہ کی کسی حرمت کا ہتک کیا جائے (مثلاً کسی حرام چیز کا ارتکاب کیا جائے) تو اس کا بدلہ ضرور لیتے تھے۔ حضور کی گفتگو کے باب میں ص۳۰ پر بھی اس قسم کا مضمون گذر چکا ہے۔ (لطیفہ) اس حدیث کے اخیر جزء کے متعلق ایک عجیب قصہ ہے جس سے حضرات صحابہ کرام اور محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کی حضور کے ساتھ غایت محبت اور عشق کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت انسؓ ایک مرتبہ غایت فرحت و لذت کے ساتھ کہنے لگے کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مصافحہ کیا میں نے کبھی کسی قسم کی حریر یا ریشم حضور کے ہاتھوں سے زیادہ نرم نہیں دیکھی۔ شاگرد نے جس کے سامنے یہ حدیث بیان کی اسی شوق سے عرض کیا کہ میں بھی ان ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں جن ہاتھوں نے حضور سے مصافحہ کیا۔ اُس کے بعد یہ سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ تک

---

[۱] قط بفتح قاف وتشدید طاء مضمومۃ کذا فی اصول ای ابدا وھی لتوکید نفی الماضی ۱۲ [۲] ای ماتیعلق بآداب خدمتہ لا فیما تعلق بالتکالیف الشرعیۃ قالہ القاری و فی المشکوۃ بروایۃ الشیخین عن عائشۃ ما انتقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ فی شئ قط الا ان ینتھک حرمۃ اللہ فینتقم للہ بھا وتقدم فی باب کلامہ شئ منہ ۱۲ [۳] لہذا الجزء من الحدیث تسلسل بالمصافحۃ ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی رسالۃ المسلسلات بروایۃ ابی ہرمز عن انس وقد ذکرہ الحافظ فی اللسان بسندہ بروایۃ ثابت عن انس ۱۲ [۴] بفتحتین معروف وفی نسخۃ عرقۃ بفتح عین وسکون راء نفار والمعتمد الاول ۱۲ ق [۵] الضبی بفتح الضاد المعجمۃ والباء المکسورۃ المشددۃ نسبۃ الی بنی ضبۃ وھم جماعۃ ۱۲ [۶] سلم بفتح فسکون قالہ القاری ہو سلم بن قیس العلوی البصری والعلوی نسبۃ لقبیلۃ بنی علی بن ثوبان قالہ المناوی وقال ابوداود فی سنتہ لیس ہو علویا کان یبصر فی النجوم منہم

http://mujahid.xtgem.com

عن انس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان عنده رجل به اثر صفرة قال وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يكاد يواجه احدا بشئ يكرهه فلما قام قال للقوم لو قلتم له يدع هذه الصفرة حدثنا محمد بن بشار

(ای یکرہ الرجل ذلک الشئ ۱۲ ق م)

ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن ابی اسحاق عن ابی عبد الله الجدلی واسمه عبد بن عبد عن عائشة انها قالت لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحشا ولا متفحشا ولا صخابا فی الاسواق ولا يجزی بالسيئة السيئة ولكن يعفو ويصفح حدثنا هارون بن اسحاق الهمدانی ثنا عبدة عن هشام بن عروة عن ابيه

(بالصاد والسين ۱۲) (بسکون الميم ۱۲ ق)

یہ سلسلہ جاری ہے اور مصافحہ کی حدیث سے یہ مشہور ہے کہ اس حدیث میں مسلسل مصافحہ ہوتا آیا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے رسالہ مسلسلات میں بھی اسکو ذکر کیا ہے جس کے ذریعہ سے میرے اُستاذ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ تک بھی اسی طرح پہنچی

(۴) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا جس پر زرد رنگ کا کپڑا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ ناگوار بات کو منہ در منہ منع نہ فرماتے تھے اسلئے سکوت فرمایا اور جب وہ شخص چلا گیا تو حضور نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اسکو زرد کپڑے سے منع کر دیتے تھے تو اچھا ہوتا **ف**۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ امت پر غایت شفقت تھی کہ اکثر بالمواجہ ایسے امور کو منع نہ فرماتے تھے اس لئے کہ مبادا وہ شخص انکار کر بیٹھے۔ یا اعتراض کا سبب بنجاوے جس سے کفر تک نوبت پہنچ جاوے۔ اگر ان امور سے اطمینان ہوتا تو منع بھی فرما دیتے۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو ایسے ہی کپڑوں کو حضور نے خود منع فرما دیا تھا اسی طرح اور بہت سے واقعات حدیث کی کتابوں میں ہیں۔ نیز یہ تاخیر اور بالمواجہ منع نہ فرمانا ایسے ہی مواقع میں تھا جہاں خلاف اَولیٰ بات ہو یا تاخیر میں کوئی نقصان نہ ہو۔ ورنہ حرام چیز کے ارتکاب میں یہ صورت نہ تھی چنانچہ حضور کی گفتگو کے باب میں ص۱۰۴ پر جو مفصل روایت گذری ہے اُس میں ہے کہ جب امر حق سے تجاوز کیا جاتا تو اُس وقت آپ کے غصہ کی کوئی شخص تاب لا سکتا تھا اور نہ کوئی اُس کو روک سکتا تھا جب تک کہ حضور اُس کا انتقام نہ لے لیں۔ آئندہ حدیث میں بھی اسی قسم کا مضمون آ رہا ہے۔

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو طبعاً فحش گو تھے نہ بتکلف فحش بات فرماتے تھے نہ بازاروں میں چلا کر (خلاف وقار) باتیں کرتے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے اور اس کا ذکر تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے **ف**۔ بعض آدمی طبعاً فحش اور بیہودہ مذاق کے عادی ہوتے ہیں اور بعض لوگ بتکلف مجلس کے طرز کو نبھانے کیلئے فحش گوئی کیا کرتے ہیں اسلئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کی نفی فرما دی۔ بازار میں بضرورت جانے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن وہاں جا کر شور و شغب کرنا وقار کے خلاف ہے۔ سکون کی ساتھ اپنی ضرورت پوری کر کے چلا آئے بازار میں شور کی نفی سے یہ لازم نہیں ہے کہ اور جگہ شور و شغب کرتے تھے بلکہ مقصد یہ ہے کہ بازار میں عموماً شور و غل ہوتا ہے اور جو شخص وہاں بھی سکون و وقار

له قال المناوی لان فيها نوع تشبه بالنساء ولعله كان سيلحاً والا لما امر اسو بحكه وقال القاری بذا على الشئ المكروه اذ وجود اثر صفرة من غير قصد التشبه بالنساء مكروه والا فلو كان محرما لم يؤخره صلى الله عليه وسلم الى مفارقة المجلس ۱۲ ٢ه الجدلی بفتح الجيم والدال المهملة منسوب الى قبيلة جديلة ۱۲ ٣ه ای ذا الفحش فی اقواله وافعاله وصفاته وهو ما خرج عن مقداره ای يستقبح الا ان استعماله فی القول اكثر والمتفحش المتكلف للفحش والمعنى لم يكن الفحش جبليا له ولا كسبيا ۱۲ ٤ه المقصود نفی الصخب ونفی المبالغة كما نظرت الى ان المعتاد هو المبالغة فيه فنفته على صيغة المبالغة وقيل فعال قد يكون للنسبة كالتمار واللبان وقيل المقصود من امثال هذا الكلام مبالغة النفی لا نفی المبالغة كما فی قوله تعالى وما انا بظلام للعبيد ۱۲ ٥ه ای يعرض بظاهره وباطنه الاعراض بصفحة الوجه والمراد عدم المقابلة بذكره وظهور اثره والمعنى يعفوه بباطنه ويعرض عنه بظاهره كانه ۲

http://mujahid.xtgem.com

سے رہے گا اُس کا دوسری جگہ سکون سے رہنا ظاہر ہے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینے کے متعلق حضور کی ساری سوانح بھری ہوئی ہے کہ کفار سے کیا کیا اذیتیں نہیں پہنچیں۔ احد کی لڑائی میں حضور کی ساتھ کیا کیا پیش نہیں آیا اور جب صحابہ نے ان حالات سے متاثر ہو کر حضور سے بد دعا کی درخواست کی تو حضور نے دعا کی کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ ناواقف ہیں۔ زید بن سعنہ پہلے سے یہودی تھے ایک مرتبہ کہنے لگے کہ نبوت کی علامتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں رہی جسکو میں نے حضور میں نہ دیکھ لیا ہو بجز دو علامتوں کے جن کے تجربہ کی ابتک نوبت نہیں آئی۔ ایک یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غصہ پر غالب ہوگا دوسری یہ کہ آپ کی ساتھ کوئی جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا اسی قدر آپ کا تحمل زیادہ ہوگا۔ میں ان دونوں کے امتحان کا موقع تلاش کرتا رہا اور آمد و رفت بڑھاتا رہا ایک دن آپ حجرہ سے باہر تشریف لائے حضرت علیؓ آپ کے ساتھ تھے کہ ایک بدوی جیسا شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤگے تو بھرپور رزق تمکو ملے گا اور اب حالت یہ ہے کہ قحط پڑ گیا مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ اسلام سے نہ نکل جائیں اگر رائے مبارک ہو تو آپ کچھ اعانت ان کی فرمادیں، حضور نے ایک شخص کی طرف جو غالباً حضرت علی تھے دیکھا انھوں نے عرض کیا کہ حضور موجود تو کچھ نہیں رہا۔ زید جو اُس وقت تک یہودی تھے اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم ایسا کر سکو کہ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں وقت معین پر مجھے دیدو تو میں قیمت پیشگی اب دیدوں اور وقت معینہ پر کھجوریں لے لوں گا۔ حضور نے فرمایا یہ تو نہیں ہو سکتا البتہ اگر باغ کی تعیین نہ کرو تو میں معاملہ کر سکتا ہوں میں نے اس کو قبول کر لیا اور میں نے کھجوروں کی قیمت اسی مثقال سونا (ایک مثقال مشہور قول کے موافق ساڑھے چار ۴½ ماشہ کا ہوتا ہے) دیدیا۔ آپ نے وہ سونا اُس بدوی کے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ انصاف کی رعایت رکھنا اور اس سے ان کی ضرورت پوری کر لو۔ زید کہتے ہیں کہ جب کھجوروں کی ادائیگی کے وقت میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے حضور صحابہ کی ایک جماعت کیساتھ جن میں ابو بکر عمر عثمانؓ بھی تھے کسی کے جنازے کی نماز سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے قریب تشریف فرما تھے۔ میں آیا اور آپ کے کرتے اور چادر کے پلوں کو پکڑ کر نہایت ترش روئی سے کہا کہ اے محمد تو میرا قرضہ ادا نہیں کرتا خدا کی قسم میں تم سب اولاد عبد المطلب کو خوب جانتا ہوں کہ بڑے نادہند ہو۔ حضرت عمرؓ نے غصہ سے مجھے گھورا اور کہا کہ اے خدا کے دشمن یہ کیا بک رہا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے (حضور کا) ڈر نہ ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا۔ لیکن حضور نہایت سکون سے مجھے دیکھ رہے تھے اور تبسم کے لہجہ میں عمرؓ سے فرمایا کہ عمر میں اور یہ ایک اور چیز کے زیادہ محتاج تھے وہ یہ کہ مجھے حق کے ادا کرنے میں خوبی برتنے کو کہتے اور اس کو مطالبہ کرنے میں بہتر طریقہ کی نصیحت کرتے جاؤ اس کو لیجاؤ اس کا حق ادا کر دو اور تم نے جو اس کو ڈانٹا ہے اس کے بدلے میں بیس صاع (تقریباً دو من کھجوریں) اس کے مطالبہ سے زیادہ دیدینا۔ حضرت عمرؓ مجھے لے گئے اور پورا مطالبہ اور بیس صاع کھجوریں زیادہ دیں میں نے پوچھا کہ یہ بیس صاع کیسے۔ عمرؓ نے کہا کہ حضور کا یہی حکم ہے۔ زید نے کہا کہ عمر تم مجھکو پہچانتے ہو۔ انھوں نے فرمایا نہیں میں نے کہا کہ میں زید بن سعنہ ہوں اُنھوں نے فرمایا کہ جو یہود کا بڑا علامہ ہے میں نے کہا کہ ہاں وہی ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ اتنا بڑا آدمی ہو کر حضور کی ساتھ تم نے یہ کیسا برتاؤ کیا میں نے کہا کہ علامات نبوت میں سے دو علامتیں ایسی رہ گئی تھیں جن کا مجھ کو ابتک تجربہ کرنے کی نوبت نہ آئی تھی۔ ایک یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غصہ پر غالب ہوگا۔ دوسری یہ کہ ان کی ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ ان کے حلم کو بڑھائے گا اب ان دونوں کا بھی امتحان کر لیا۔ لہذا تم کو اپنے اسلام کا گواہ بناتا ہوں اور میرا آدھا

http://mujahid.xtgem.com

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ما ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہٖ شیئا قط الا ان[1]
من آدمی ولا غیرہ لیضرب

یجاھد فی سبیل اللہ ولا ضرب خادما ولا امرأۃ حدثنا احمد بن عبدۃ الضبی ثنا

فضیل بن عیاض عن منصور عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم منتصرا من مظلمۃ[2] ظلمھا[3] قط ما لم ینتھك من محارم[4] اللہ تعالیٰ شیء فاذا انتھك من
الانتصار والانتقام ۱۲

محارم اللہ تعالیٰ شیء کان من اشدھم فی ذلك غضبا وما خیر[5] بین امرین الا اختار ایسرھما

مال امت محمدیہ پر صدقہ ہے۔ اس کے بعد حضور کی خدمت میں واپس آئے اور اسلام لے آئے اُس کے بعد بہت سے غزوات میں شریک ہوئے اور تبوک کی لڑائی میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ (جمع الفوائد جمع الوسائل)۔

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اللہ کے راستہ میں جہاد کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں مارا نہ کبھی کسی خادم کو نہ کسی عورت (بیوی باندی وغیرہ) کو۔ **ف**۔ اللہ کے راستہ اور جہاد ہی میں حدود بھی داخل ہیں۔ نیز اس مارنے سے غصہ میں قصداً مارنا مراد ہے اُسی کو مارنا عرف میں کہتے ہیں بلا ارادہ یا مزاح میں کسی کے لگ جانا جیسا کہ بعض روایات میں ہے اس کے منافی نہیں۔ (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کے ظلم کا بدلہ لیا ہو۔ البتہ اللہ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کا ہتک ہوتا (یعنی مثلاً کسی حرام فعل کا کوئی مرتکب ہوتا شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اسی میں آدمیوں کے حقوق بھی داخل ہیں)، تو حضور سے زیادہ غصہ والا کوئی شخص نہیں ہوتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی دو امروں میں اختیار دیئے جاتے تھے تو ہمیشہ سہل کو اختیار فرماتے تاوقتیکہ اُس میں کسی قسم کی معصیت وغیرہ نہ ہو۔ **ف**۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جنگ احد میں جب عتبہ نے آپ پر پتھر چلایا اور آپ کا دندان مبارک شہید ہوگیا اور چہرۂ انور خون آلودہ ہوگیا تو بعض حاضرین نے عرض کیا کہ اُس موذی کے لئے بد دعا فرما دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ میری قوم کو ہدایت فرما۔ یہ ناواقف ہیں۔ ایک بدوی ایک مرتبہ آیا اور حضور کی چادر مبارک پکڑ کر اس زور سے کھینچی کہ گردن مبارک پر نشان پڑگیا اور یہ کہا کہ میرے ان اونٹوں پر غلہ لدوا دو تم اپنے مال میں سے یا اپنے باپ کے مال میں سے نہیں دیتے ہو (گویا بیت المال کا مال ہم ہی لوگوں کا ہے تمہارا نہیں ہے)، حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب تک تو اس چادر کھینچنے کا بدلہ نہ دیگا میں غلہ نہیں دوں گا۔ اُس نے کہا خدا کی قسم میں بدلہ نہیں دیتا۔ حضور تبسم فرما رہے تھے اور اس کے اُونٹوں پر غلہ لدوا دیا۔ ہم لوگ حضور کے نام لیوا ہیں اتباع کے

---

[1] خصہما بالذکر اہتماما بشانہما ولکثرۃ وقوع الضرب علیہما علاوۃ نفضر بہا وان جاز بشرطہ فالاولی ترکہ قالوا وہذا بخلاف الولد فالاولی تادیبہ والفرق ان ضربہ مصلحۃ تعود علیہ فلم یندب العفو بخلاف ضربہما فانہ لحظ النفس فندب العفو عنہما ۱۲ ق [2] مظلمۃ بکسر اللام اسم لما تطلبہ عن الظالم وہو ما اخذ منک وبفتح اللام مصدر ظلمہ وقیل بالکسر والفتح الظلم وہو وضع الشیء فی غیر محلہ ۱۲ ق [3] ظلمہا بصیغۃ المجہول والضمیر المستتر راجع الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والظلم متعد الی مفعول واحد فلا یظہر لتعدی ظلم ہہنا بالضمیر المنصوب وجہ الا ان یقال بنزع الخافض قالہ القاری ۱۲ [4] جمع محرم ای شیء حرمہ اللہ تعالیٰ قال القاری الظاہر انہ مصدر میمی بمعنی المفعول ای مالم یرتکب ما حرمہ اللہ علی عبادہ ۱۲ [5] قال المناوی لیس ہذا داخلا فیما قبلہ حتی یحتاج لاستدراکہ لان انتقامہ للہ عند انتہاک حرمتہ لیس انتقاما لنفسہ فہو کالاستثناء المنقطع ۱۲ [6] بیناء المجہول وقولہ بین امرین قال المناوی ای فی الدین او الدنیا کذا قال شارح ولیس بقویم فقد قال الحافظ ابن حجر اخذا من کلام ابن التین المراد امور الدنیا فقط بدلیل

مالم یکن اثما حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفیان عن محمد بن المنکدر عن عروة عن عائشة قالت استأذن رجل على رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا عنده فقال بئس ابن العشيرة او اخو العشيرة ثم اذن له فالان له القول فلما خرج قلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت ما قلت ثم النت له القول فقال يا عائشة ان من شر الناس من تركه الناس او ودعه الناس اتقاء فحشه حدثنا سفيان بن وكيع ثنا جميع بن عمر بن عبد الرحمن العجلی حدثنی رجل من بنی تمیم من ولد ابی هالة زوج خدیجة یکنی اباعبدالله عن ابن لابی هالة

دعوی دار ہیں۔ یہاں ذراسی بات خودداری کے خلاف ہوجاتی ہے کوئی ذرا سخت لفظ کہدے تو وقار کے خلاف سمجھی جاتی ہے حدیث کے اخیر جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جب آپ کو بالخصوص امت کے حق میں دو امروں کا اختیار دیا جاتا تو آپ امت کیلئے جو سہل ہوتا اُس کو اختیار فرماتے اور اسی طرح دنیاوی امور میں جہاں دو رائیں ہوتیں اُن میں سے سہل کو اختیار فرماتے جبتک کہ اُس میں کسی قسم کا شرعی نقصان نہ ہو بہت سی احادیث میں مختلف عنوانات سے حضور کے ارشادات بھی اس مضمون میں وارد ہوئے ہیں کہ سہولت اختیار نہ کرنا اور خواہ مخواہ اپنے کو مشقتوں میں ڈالنا حضور کو پسند نہ تھا۔ ۸ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سے ایک شخص نے حاضری کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا کیسا برا آدمی ہے یہ ارشاد فرمانیکے بعد اُسکو حاضری کی اجازت مرحمت فرمادی اور اُسکے اندر آنے پر اُس کے ساتھ نہایت نرمی سے باتیں کی۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ حضور نے اُس کے بارہ میں حاضر ہونے سے پہلے تو یہ لفظ ارشاد فرمایا تھا پھر اس قدر نرمی سے اسکی ساتھ کلام فرمائی یہ کیا بات ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ بدترین لوگوں میں سے ہے وہ شخص کہ لوگ اُسکی بدکلامی کی وجہ سے اُس کو چھوڑ دیں۔ **ف**۔ اس شخص کا نام اکثر علماء نے عیینہ لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دل سے اُس وقت تک مسلمان بھی نہ ہوا تھا بلکہ نفاق کے طور پر بظاہر مسلمان تھا حضور کا معاملہ اُس وقت تک منافقین کے ساتھ مسلمانوں ہی جیسا تھا اس لئے اس کے ساتھ بھی یہی برتاؤ تھا چنانچہ حضور کے وصال کے بعد جب ارتداد کا زور ہوا تو یہ مرتد ہو گیا تھا اور اپنے مخفی کفر کو ظاہر کر دیا تھا اور جب حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پکڑ کر لایا گیا اور مدینہ کے نوعمر لڑکوں نے آوازے کسنے شروع کئے کہ یہ بھی مرتد ہو گیا تھا تو اُس نے یہ جواب دیا تھا کہ میں مسلمان ہی کب ہوا تھا جو مرتد ہوتا لیکن اس کے بعد یہ مسلمان ہوئے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جہاد میں بھی شریک ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے اُس کے آنے سے قبل اُس کی حالت پر تنبیہ فرمادی اور چونکہ یہ بہ نیت اصلاح اور دوسروں کو مضرت سے بچانے کیلئے تھی اسلئے یہ کلام

ف۱ ای مالم یکن الایسر اثما فان کان اثما اختار الاشد و ما اثما بالفتح ای مفضیا الی الاثم فعلیہ مجاز مرسل من اطلاق المسبب علی سببہ وبعضہم جعل الاستثناء منقطعا ان کان التخییر من اللہ ومتصلا ان کان من غیرہ اذ لا یتصور تخییر اللہ تعالی الا بین جائزین ۱۲ ب ف۲ قال المناوی ہو عیینۃ بن حصن الفزاری الذی یقال لہ الاحمق المطاع وجاء فی روایۃ عبدالغنی التصریح عن عائشۃ بانہ مخرمۃ بن نوفل فان کانت الواقعۃ تعددت فظاہر والا فالذی علیہ المعول ہو الاول لصحۃ روایۃ ولذا قال الخطیب وعیاض الصحیح انہ عیینۃ قالوا ویبعدان یقول المصطفی فی حق مخرمۃ ما قال لانہ کان من خیار الصحابۃ اہ زاد المناوی وکان عیینۃ اذ ذاک مظہر النفاق ویدل علی ذلک انہ اظہر الردۃ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم وجی بہ الی ابی بکر اسیرا فکان الصبیان یصیحون علیہ فی ازقۃ المدینۃ ویقولون ہذا الذی خرج من الدین فیقول لہ ممکم لم یدخل حتی یخرج فکان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا علما من اعلام النبوۃ حیث اخبار المغیب یقع لکن اسلم بعد ذلک وحسن اسلامہ وحضر بعض الفتوحات فی زمن عمرؓ ۱۲ ہ ف۳ او للشک والظاہر انہ شک من سفیان فان جمیع اصحاب ابن المنکدر رووہ بدون الشک ولا یبعدان یکون او للتخییر وبمعنی الواو فان فی البخاری بئس ابن العشیرۃ وبئس اخو العشیرۃ بدون الشک قالہ القاری ۱۲ ف۴ نصب علی العلۃ والمعنی انی انما ترکت الانقباض فی وجہہ اتقاء فحشہ فی روایۃ البخاری متی عہدتنی فحاشا ان شر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیمۃ من ترکہ الناس اتقاء شرہ ۱۲ ف۵ کذا فی جمیع النسخ الموجودۃ

http://mujahid.xtgem.com

عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال قال الحسین بن علی سألت ابی عن سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جلسائہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم البشر سہل الخلق لین الجانب لیس بفظ ولا غلیظ ولا صخاب ولا فحاش ولا عیاب ولا مشاح یتغافل عما لا یشتہی ولا یؤیس منہ ولا یجیب فیہ قد ترک نفسہ من ثلاث المراء والاکبار وما لا یعنیہ وترک الناس من ثلاث کان لا یذم احدا ولا یعیبہ ولا یطلب عورتہ ولا یتکلم الا فیما رجا ثوابہ واذا تکلم اطرق جلساؤہ کانما علی رؤسہم الطیر فاذا سکت تکلموا لا یتنازعون عندہ الحدیث ومن تکلم عندہ انصتوا لہ حتی یفرغ

(الصخب شدۃ الصوت ۱۲ — بخیل ۱۲ — الجدال ۱۲ — الاطراق ان یقبل ببصرہ الی الصدر ویسکت ساکنا ۱۲ نہایہ)

شرعاً غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ کسی شخص کی برائی کو اس وجہ سے ظاہر کرنا کہ لوگ اُس کی برائی کا شکار نہ بنیں یا اور کسی نقصان میں نہ پھنس جائیں غیبت کی ممانعت میں داخل نہیں ہے، بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ شخص علی الاعلان فاسق تھا اور جو کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا ہو اُس کی غیبت جائز ہے۔ اس کے حاضر ہونے پر اس کی ساتھ نرم کلامی اس کی تالیف قلب اور اسکو مانوس کرنے کیلئے فرمائی جیسا کہ حضور کی خصوصی عادت تھی۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ سب ہی کے ساتھ نرم کلامی کی تھی۔ اور اسی وجہ سے اُس کے آنے سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کو اس امر پر متنبہ بھی کر دیا کہ حضور کے اس طرز کی وجہ سے اُس کو مخلص نہ سمجھیں وہ کچھ بھلا آدمی نہیں ایسا نہ ہو کہ حضور کے اس طرز معاشرت کی وجہ سے اُس کو مخلص اور خیر خواہ سمجھیں اور اس دھوکہ کی وجہ سے کسی مضرت میں پڑ جاویں۔ یا کوئی راز کی بات اُس کے سامنے کہدیں کہ ایسے منافق لوگ خصوصیات جتانے کیلئے ایسے ہی خصوصی اور اہم تذکرے چھیڑا کرتے ہیں۔ اخیر جملہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد بدترین شخص کے دو مطلب ہو سکتے ہیں کہ اس کا تعلق آنے والے سے ہو یعنی اس کی فحش گوئی سے بچنے کیلئے اس کی ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا کہ یہ فحش گو ہے یا اس کا تعلق حضور کی ذات سے ہے یعنی مجھے فحش گو تو نے کب دیکھا تھا اسکی منتظر تھی وہ برا شخص ہے جسکی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اسکی پاس آنا چھوڑ دیں یا اگر ایسی گفتگو کروں تو لوگ میرے پاس کی آمد و رفت بھی چھوڑ دیں جس سے اگرچہ ان کو ہی نقصان ہے مگر حضور ان کا نقصان کب گوارا فرما سکتے ہیں۔ (۹) یہ اُس لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو قریب

ف۱ ہذا الحدیث جزء من الحدیث الطویل الذی جزاہ المصنف علی الابواب ذکر جزء منہ فی الباب الاول من الکتاب وجزء منہ فی کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم وجزء فی تواضعہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکرہ صاحب جمع الفوائد بطولہ بروایۃ الموصلی والبزار والاوسط ۱۲ ف۲ بکسر اولہ طلاقۃ الوجہ وبشاشۃ وکثیر بما مرانہ کان متواصل الاحزان واجیب بان حزنہ لسبب امور الآخرۃ اما بالنسبۃ لامور الدنیا یکون دائم البشر فکان حزنہ لیس علی فوت مطلوب او حصول مکروہ قالہ المناوی ۱۲ ف۳ بضم الی ای لیس یصعبہ ولیس بخشنہ فعلی الاول ہو وصف لخلقہ بالنسبۃ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی لم یکن خلقہ آبیا غیر منقاد لہ وعلی الثانی وصف لہ بالنسبۃ لغیرہ یعنی لم یکن خشنا یتاذی بہ جلیسہ ۱۲ م ق ف۴ بکسر التحتیۃ المشددۃ ای سریع العطف کثیر اللطف وقیل قلیل الخلاف قالہ القاری وقال المناوی ای سہلا مطیعا منقادا قلیل الخلاف ۱۲ ف۵ بفتح فاء وتشدید ظاء معجمۃ وہو من الرجال سیئ الخلق قالہ الجزری وقال الجوہری ہو الغلیظ لکنہ لا یلائم قولہ ولا غلیظ اللہم الا ان یحمل احدہما علی فظاظۃ اللسان والآخر علی غلاظۃ القلب کما قال عز اسمہ ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک ۱۲ ق ج ف۶ مشاح بضم المیم وتشدید الحاء اسم فاعل من مفاعلۃ الشح وہو البخل وفی نسخۃ صحیحۃ بدلہ مداح ای لم یکن مبالغا فی المدح وفی اخری ولا مزاح قالہ القاری وقال المناوی قال القسطلانی فی اکثر النسخ المصححۃ بدلہ ولا مداح وکذا فی نسخۃ الحافظ ابن حجر قلت وکذا فی جمع الفوائد ۱۲ ف۷ ای یتکلف الغفلۃ والاعراض عما لا یستحسنہ من القول والفعل ۱۲ ق ف۸ بضم یاء وسکون واو وہمزۃ مکسورۃ ای لا یجعل غیرہ آیسا مما لا یشتہی من خیر بعض قطع ۱۲ ق م ف۹ بالجیم من الاجابۃ ای لا یجیب احدا فیما لا یشتہی قالہ القاری وقال المناوی ای لو دعی الی ما لا یشتہی لا یجیب الیہ بل یرد الداعی بمیسور من القول ۱۲ ف۱۰ الاکبار بکسر فسکون فموحدۃ استعظام نفسہ فی الجلوس والمشی وغیر ذلک

http://mujahid.xtgem.com

حدیثہم عندہ حدیث اولہم یضحک مما یضحکون منہ ویتعجب مما یتعجبون ویصبر للغریب علی الجفوۃ فی منطقہ ومسألتہ حتی ان کان اصحابہ لیستجلبونہم ویقول اذا رأیتم طالب حاجۃ یطلبہا فارفدوہ ولا یقبل الثناء الا من مکافیٔ ولا یقطع علی احد حدیثہ حتی یجوز فیقطعہ بنہی او قیام حدثنا محمد بن بشار

ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے باب میں یہ گذر چکی ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے (میرے چھوٹے بھائی) حسین رضؓ نے کہا کہ میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کا اپنے اہل مجلس کی ساتھ کا طرز پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی کے ساتھ متصف رہتے تھے۔ یعنی چہرۂ انور پر تبسم اور بشاشت کا اثر نمایاں ہوتا تھا آپ نرم مزاج تھے یعنی کسی بات میں لوگوں کو آپ کی موافقت کی ضرورت ہوتی تھی تو آپ سہولت سے موافق ہو جاتے تھے نہ آپ سخت گو تھے اور نہ سخت دل تھے۔ نہ آپ چلا کر بولتے تھے نہ فحش گوئی اور بدکلامی فرماتے تھے۔ نہ عیب گیر تھے کہ دوسروں کے عیوب پکڑیں نہ زیادہ مبالغہ سے تعریف کرنیوالے نہ زیادہ مذاق کرنیوالے نہ بخیل (تینوں لفظ اس جگہ نقل کئے گئے تینوں کا ترجمہ لکھدیا) آپ ناپسند بات سے اعراض فرماتے تھے یعنی ادھر التفات نہ فرماتے گویا سنی ہی نہیں۔ دوسرے کی کوئی خواہش اگر آپ کو پسند نہ آتی تو اسکو مایوس بھی نہ فرماتے تھے اور اُسکا وعدہ بھی نہ فرماتے تھے تین باتوں سے اپنے آپ کو بالکل علیحدہ فرما رکھا تھا جھگڑے سے اور تکبر سے اور بیکار بات سے۔ اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔ نہ کسی کی مذمت فرماتے تھے نہ کسی کو عیب لگاتے تھے۔ نہ کسی کے عیوب تلاش فرماتے تھے۔ آپ صرف وہی کلام فرماتے تھے جو باعث اجر و ثواب ہو جب آپ گفتگو فرماتے تو حاضرین مجلس اس طرح گردن جھکا کر بیٹھتے جیسے اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (کہ ذرا بھی حرکت ان میں نہ ہوتی تھی کہ پرند ذرا سی حرکت سے اُڑ جاتا ہے) جب آپ چپ ہو جاتے تب وہ حضرات کلام کرتے (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے درمیان میں کوئی شخص نہ بولتا تھا جو کچھ کہنا ہوتا حضور کے چپ ہونیکے بعد کہتا تھا) آپ کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے تھے۔ آپ سے جب کوئی شخص بات کرتا تو اُس کے خاموش ہونے تک سب ساکت رہتے۔ ہر شخص کی بات (توجہ سے سُننے میں) ایسی ہوتی جیسے پہلے شخص کی گفتگو (یعنی بے قدری سے کسی کی بات نہیں سُنی جاتی تھی ورنہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ مجلس کی ابتدا میں تو توجہ تام ہوتی ہے پھر کچھ دیر ہونے سے اکتانا شروع کر دیتے ہیں اور کچھ بے توجہی سی ہو جایا کرتی ہے) جس بات سے سب ہنستے آپ بھی تبسم فرماتے اور جس سے سب لوگ تعجب کرتے تو آپ بھی تعجب میں شریک رہتے یہ نہیں کہ سب سے الگ چپ چاپ بیٹھے رہیں بلکہ معاشرت اور طرز کلام میں شرکاء مجلس کے شریک حال رہتے۔ اجنبی مسافر آدمی کی سخت گفتگو اور بے تمیزی کے سوال پر صبر فرماتے یعنی گاؤں دی لوگ جا بیجا سوالات کرتے آداب کی رعایت نہ کرکے ہر قسم کے سوالات کرتے حضور ان پر گرفت نہ فرماتے ان پر صبر فرماتے اور اس وجہ سے کہ وہ لوگ ہر قسم کے سوالات کرلیتے تھے۔ بعض صحابہ آپ کی مجلس اقدس تک مسافروں کو لیکر آیا کرتے تھے (تاکہ اُن کے ہر قسم کے سوالات سے خود بھی منتفع ہوں اور ایسی

لہ ای لحدیث اولہم فی عدم الملال منہ او فی الاصغاء الیہ لان العادۃ جاریۃ بالملال اذا اکثر المقال قالہ القاری وقیل لا یتحدث ہذا الا من جاء اولا علی الترتیب وقیل المراد باولہم افضلہم ای یصغی لحدیث کلہم کما یصغی لحدیث افضلہم ۱۲ ٭ ۲ بفتح الجیم وقد یکسر ای علی الجفاء والغلظۃ وسوء الادب مما کان یصدر من جفاۃ الاعراب وقد ورد من بدا جفا ۱۲ ق ٭ ۳ ای یتمنون اتیان الغرباء الی مجلسہ لیستفیدوا بسبب اسئلتہم ما لا یستفیدونہ فی غیبتہم لانہم یہابون بسوالہ وقیل معناہ یستجلبون خواطرہم بارادۃ من صبرہم وقیل المراد جذبہم عن مجلسہ منعہم من الجفاء ۱۲ ق م ٭ ۴ یعنی اذا اصطنع فاثنی علیہ علی سبیل الشکر والجزاء ارتضاہ واذا ابتدیٔ بثنائہ کرہہ ذکرہ الزمخشری وقیل معناہ

http://mujahid.xtgem.com

ثنا عبدالرحمٰن بن مھدی ثنا سفین عن محمد بن المنکدر قال سمعت جابر بن عبداللہ یقول ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً قط فقال لا حدثنا عبداللہ بن عمران ابوالقاسم القرشی المکی ثنا ابراھیم بن سعد عن ابن شہاب عن عبید اللہ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

باتیں جن کو ادب کی وجہ سے یہ حضرات خود نہ پوچھ سکتے تھے وہ بھی معلوم ہو جاویں) آپ یہ بھی تاکید فرماتے رہتے تھے کہ جب کسی صاحب حاجت کو دیکھو تو اُس کی امداد کیا کرو (اگر آپ کی کوئی تعریف کرتا تو آپ اُس کو گوارا نہ فرماتے) البتہ اگر بطور شکریہ اور ادائے احسان کے کوئی آپ کی تعریف کرتا تو آپ سکوت فرماتے کہ احسان کا شکر اُس پر ضروری تھا اس لئے وہ گویا اپنا فرض منصبی ادا کر رہا ہے بعض علماء نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ تعریف حدود کے اندر کرتا تو سکوت کرتے یعنی حد سے تجاوز کرتا تو روک دیتے۔ کسی کی گفتگو قطع نہ فرماتے تھے کہ دوسرے کی بات کاٹ کر اپنی شروع فرما دیں۔ البتہ اگر کوئی حد سے تجاوز کرنے لگتا تو اُس کو روک دیتے تھے یا مجلس سے کھڑے ہو جاتے۔ تاکہ وہ خود رُک جائے **ف**۔ یہ حدیث گذشتہ باب کی ساتویں حدیث کا ٹکڑا ہے۔ مفصل روایت جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے تمام سوالات یکجا ہیں جمع الفوائد اور شفائے قاضی عیاض میں موجود ہے۔ امام ترمذی نے مختلف بابوں کی مناسبت سے اس حدیث کو کئی بابوں میں تھوڑی تھوڑی ذکر کی ہے۔ (۱۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں فرمایا **ف**۔ اگر اُس وقت موجود ہوتی تو عطا فرما دیتے ورنہ دوسرے وقت کا وعدہ فرما لیتے۔ یا اُس کے حق میں دعا فرماتے کہ حق تعالیٰ شانہ اُس کو کسی اور طریقہ سے عطا فرما دیں۔ (۱۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اول تو تمام لوگوں سے زیادہ ہر وقت ہی سخی تھے (کہ کوئی بھی حضور کی سخاوت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا کہ خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور عطاؤں میں بادشاہوں کو شرمندہ کرتے تھے نہایت سخت احتیاج کی حالت میں ایک عورت نے چادر پیش کی اور سخت ضرورت کے درجہ میں پہنی۔ جب ہی ایک شخص نے مانگ لی اُس کو مرحمت فرما دی۔ قرض لیکر ضرورتمندوں کی ضرورت کو پورا کرنا اور قرضخواہ کے سخت تقاضے کے وقت کہیں سے اگر کچھ آگیا اور ادائے قرض کے بعد بچ گیا تو استے وہ تقسیم نہ ہو جائے گھر نہ جانا۔ ایسے مشہور واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ بھی نہیں سکتا) بالخصوص رمضان المبارک میں تمام مہینہ اخیر تک بہت ہی فیاض رہتے (کہ خود حضور کی گیارہ مہینہ کی فیاضی بھی اس مہینہ کی فیاضی کے برابر نہ ہوتی تھی) اور اس مہینہ میں بھی جس وقت حضرت جبرئیلؑ تشریف لاکر آپ کو کلام اللہ شریف سُناتے اُس وقت آپ بھلائی اور نفع پہنچانے میں تیز بارش لانیوالی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے **ف**۔ اس ہوا کی ساتھ تشبیہ تیزی اور سُرعت میں ہے کہ ہوا اس قدر تیز نہیں چلتی جتنی تیز حضور کی سخاوت چلتی تھی یا نفع کے عام ہونے میں ہے کہ بارش کا نفع اس قدر عام اور سب کو شامل نہیں ہوتا جتنی عام حضور کی سخاوت تھی۔ بارش کی ساتھ تشبیہ صورت کے اعتبار سے ہے ورنہ حضور کی سخاوت کو بارش سے کیا نسبت کہ یہ صرف مادی چیزوں کو اگانیوالی ہے۔ اور حضور کی بارش ظاہر و باطن ضروریات دنیویہ اور دینیہ کو پوری کرنیوالی

ط فقال جنیہ الحدیث السابق بانہ لم یردہ الاہبا او بمیسور من القول ونعم ماقیل سہ ماقال لاقط الافی تشہدہ۔ لولا التشہد کانت لاؤہ نعماء ۱۲ ملا قال المناوی یحتمل انہ عبید اللہ بن عیاض ویحتمل عبید اللہ بن ابی رافع کاتب علی فانہما یرویان عن ابن عباس وعنہما الزہری اھ مختصراً وقال القاری انہ ابن عبداللہ بن عتبۃ بن مسعود واخطأ من قال انہ ابن ابی ملیکۃ اھ وقال البیجوری انہ ابن عبداللہ بن عتبۃ خلافاً لما قال المناوی اھ قلت وبا بن عبداللہ بن عتبۃ جزم الحافظ ابن حجر والعینی

اجود الناس بالخیر وکان اجود ما یکون فی شہر رمضان حتی ینسلخ فیاتیہ جبریل فیعرض علیہ القرآن

(حاشیہ: الی آخرہ یعنی کمال جودہ کان فی جمیع رمضان ۱۲)

فاذا لقیہ جبریل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلۃ حدثنا

قتیبۃ بن سعید ثنا جعفر بن سلیمان عن ثابت عن انس بن مالک قال کان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم لایدخر شیئا لغد حدثنا ھرون بن موسٰی بن ابی علقمۃ

الفروی المدنی حدثنی ابی عن ھشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیہ

تھی یہ زمین کو زندہ کرتی ہے وہ دلوں کو بھی زندہ کرتی تھی۔ ترمذی کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ نوّے ہزار درہم جس کے تقریباً بیس ہزار روپیہ سے زیادہ ہوتے ہیں کہیں سے آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوریے پر ڈلوا دیئے اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم کرا دیئے۔ ختم ہو جانے کے بعد ایک سائل آیا جس کا قصہ تیسری حدیث میں حدیث نمبر ۳ کے ذیل میں آ رہا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ رہا نہیں ہے تو کسی سے میرے نام سے قرض لے لے جب میرے پاس ہوگا ادا کر دوں گا۔ یہ تو حضور کی عام عادت تھی اور رمضان المبارک کے اس وقت کا تو کیا پوچھنا کہ وہ مالک الملک کی طرف سے افضل البشر کے پاس افضل الکلام افضل ترین اوقات میں فرشتوں کے لیکر آنے کا وقت تھا اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ شانہ کے اخلاق کے ساتھ کمال درجہ میں متصف تھے کہ اصل کمال عادات الٰہیہ کے ساتھ متصف ہونا ہے اور حق تعالیٰ شانہ کے یہاں اس ماہ مبارک میں جس قدر رحمت و انعام کے دروازے کھلتے ہیں اس کا کچھ نمونہ دیکھنا ہو تو بندہ کا رسالہ فضائل رمضان دیکھو۔ (۲) انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے دن کیلئے کسی چیز کو ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے۔ **ف** یعنی جو چیز ہوتی کھلا پلا کر ختم فرما دیتے۔ اس خیال سے کہ کل کو ضرورت ہوگی اسکو محفوظ نہ رکھتے تھے۔ یہ حضور کا غایت توکل تھا کہ جس مالک نے آج دیا ہے وہ کل بھی عطا کرے گا۔ یہ اپنی ذات کیلئے تھا۔ بیبیوں کا نفقہ ان کے حوالہ کر دیا جاتا وہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ چاہے رکھیں یا تقسیم کر دیں۔ مگر وہ بھی تو حضور ہی کی بیبیاں تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک مرتبہ دو گونیں درہموں کی نذرانہ کے طور پر پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درم تھے انھوں نے طباق منگایا اور

لہ بالنصب علی انہ اسم کان افعل تفضیل من الجود وھو اعطاء ما ینبغی لمن ینبغی علی ما ینبغی والخیر شامل لجمیع انواعہ الا لملاحن الحکم الخلق والمال لیہ اہ فضائلا وکمالا الشفاقہ صحیح بالمعجزۃ لکونہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعا علی الجود فکان اذا وجد جاد وان لم یجد وعد ولا یخلف المیعاد ۱۲ ق ۲ قال المناوی بر فع اجود ذکر والعشرۃ اوجہ وقال القاری الرفع فی اجود اجود علی ما روی فی اکثر الروایات کما صرح بہ العسقلانی علی انہ اسم کان وخبرہ محذوف حذفا وجوبا وما مصدریۃ ومعناہ اجود اکوانہ وفی رمضان فی محل الحال واقع موقع الخبر الذی ہو حاصل فمعناہ اجود اکوانہ ما حصلا فی رمضان اھ ۱۲ ۳ قال میرک فاعل یعرض یحتمل ان یکون جبرئیل وضمیر علیہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم کما ھو ظاہر السیاق ویحتمل العکس لما فی البخاری یعرض علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وترجم علیہ فی فضائل القرآن کان جبرئیل یعرض القرآن قال العسقلانی ہذا عکس الحدیث وکانہ اشار الی البعض طرقہ فاشار الی ان کلا منہما کان یعرض الی الآخر ویؤیدہ ما فی روایۃ للبخاری بلفظ فیدارسہ القرآن اذ المدارسۃ مفاعلۃ من الجانبین ۱۲ ق ۴ ہو د بالخیر ای اسرع ببذل الخیر من الریح المرسلۃ بفتح السین فانہا ینشأ عنہا جود کثیر لانہا تنشر السحاب وتملوبا ماء ثم تبسطہا لتعم الارض فیحیا بہ الموات ویخرج النبات وتعبیرہ بافعل نص فی کونہ اعظم جودا منہا لانہا قد تخلو من المطر وہو علیہ السلام لا ینفک عن مطر الجود والسخاء والتشبیہ فی تعمیم العطاء بالسرعۃ والحاصل انہ فضل جودہ صلی اللہ علیہ وسلم علی جود الناس ثم فضل جودہ فی رمضان علی جودہ فی غیرہ ثم فضل جودہ فی رمضان عند لقاء جبرئیل علی جودہ فی غیرہ فانہ وقت اتیان الملئکۃ الی افضل الخلق بافضل کلام من افضل متکلم فی افضل الاوقات ۱۲ ۵ ای کان متہ نفسہ فلا ینافی ان فی الصحیحین انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یدخر لاہلہ قوت سنۃ فقیل عدم الادخار غالب احوالہ او فی اوائل امرہ اذ قد ثبت فی البخاری عن انس انقول لما سئ عند آل محمد صاع بر ولا صاع حب ان عندہ تسع نسوۃ والاولی الجمع بانہ کان یدخر لہم قوت سنۃ ثم من جودہ وکرمہ علی الوافدین کان یعزخ زادہم قبل تمام السنۃ ۱۲ ق ۶ الفروی بفتح الفاء وسکون الراء نسبۃ الی فروۃ اسم جدہ

عن عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب ان رجلا جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ ان یعطیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما عندی شئی ولکن ابتع علیّ فاذا جاءنی شئی قضیتہ فقال عمر یا رسول اللہ قد اعطیتہ فما کلفک اللہ ما لا تقدر علیہ فکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قول عمر فقال رجل من الانصار یا رسول اللہ انفق ولا تخف من ذی العرش اقلالا فتبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعرف البشر فی وجہہ لقول الانصاری ثم قال بھذا امرت حدثنا علی بن حجر ثنا شریک عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل

بھر بھر کر تقسیم فرمادیا خود روزہ دار تھیں افطار کے وقت ایک روٹی اور زیتون کا تیل تھا جس سے افطار فرمایا۔ باندی نے عرض کیا ایک درہم کا اگر آج گوشت منگالیتیں تو آج ہم اُسی سے افطار کرلیتے ارشاد فرمایا کہ اب طعن دینے سے کیا ہو اُس وقت یاد دلا دیتی تو میں منگا دیتی حکایات صحابہ میں ان کے اتباع کرنے والوں کے کچھ نمونے دکھائے گئے ہیں اس لئے اگر حدیث کا مطلب یہ ہو کہ نہ اپنے لئے نہ گھر والوں کے لئے دوسرے دن کا ذخیرہ نہ ہوتا تھا تب بھی بے محل نہ ہوگا۔ (۳۴۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی ضرورت مند نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوال کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو اس وقت کچھ موجود نہیں ہے۔ تم میرے نام سے خرید لو جب کچھ آجاوے گا تو میں ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس جو کچھ تھا آپ دے چکے ہیں۔ اور جو چیز آپ کی قدرت میں نہیں ہے اُس کا حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو مکلف نہیں بنایا ہے۔ حضور کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ ناگوار گذرا تو ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ جس قدر جی چاہے خرچ کیجئے اور عرش کے مالک کی طرف سے کمی کا اندیشہ نہ کیجئے (کہ جو ذات پاک عرش بریں کی مالک ہو اُس کے یہاں آپ کو دینے میں کیا کمی ہو سکتی ہے) حضور کو انصاری کا یہ کہنا بہت پسند آیا اور حضور نے تبسم فرمایا جس کا اثر چہرۂ مبارک پر ظاہر ہوتا تھا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ نے مجھے اسی کا حکم فرمایا ہے۔ **ف**۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بھی یہی ارشاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نے حضرت بلال کے پاس کھجوروں کی ایک ڈھیری لگی ہوئی دیکھی۔ حضور نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے عرض کیا کہ آئندہ کی ضروریات کیلئے رکھ لیا ہے حضور نے فرمایا تجھے اس کا ڈر نہیں ہے کہ اس کی بدولت کل قیامت کے دن جہنم کا کچھ دھواں تجھ تک پہنچ جائے اُس کے بعد ارشاد فرمایا انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا۔ اے بلال خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔ حضور کی سخاوت اور کرم کے واقعات جس کثرت سے ہیں ان کے احاطہ کی کس کو طاقت ہے اس کرم کیلئے یہ بھی ضروری نہ تھا کہ حضور کے پاس موجود ہی ہو ضرورتمندوں کیلئے قرض لیکر اُن پر خرچ کرنا حضور کا عام معمول تھا جیسا کہ اوپر کی حدیث میں خود موجود ہے۔ ایک شخص نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور کے اخراجات کی کیا صورت تھی۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور کے پاس

۵۱ بتقدیم الموحدۃ علی المثناۃ الفوقیۃ ای اشتر واعدد واحسب الثمن علی ورو ی بتقدیم المثناۃ علی الموحدۃ ای احل علینا بدینک الذی علیک قال الزمخشری اتبعت فلانا من فلان ۱۲ ۵۲ قد اعطیتہ ای السائل قبل ہذا او اعطیت المیسور من القول وہو قولک ما عندی شئی قالہ المناوی قلت وقیل ان یکون الضمیر الی المال والقصۃ مختصرۃ وفی نشر الطیب من الترمذی انہ اتی الیہ تسعون الف درہم فوضعت علی حصیر فما رد سائلا حتی فرغ منہا فجاءہ رجل فسألہ فقال ما عندی شئی ولکن ابتع علیّ الحدیث فیحتمل ان یکون المرجع ذلک المال الذی قسمہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن ظاہر الشفاء انہما قصتان متغائرتان وہو ظاہر شرح الشفاء وہو الظاہر عندی ۱۲ ۵۳ قال القاری ہو مصدر کل الشئی یقل واقلہ غیرہ وزاد فی المتاح ان معناہ الافتقار وقال المناوی من اقل بمعنی افتقر وہو فی الاصل بمعنی صار ذا قلۃ ۱۲ ۵۴ بکسر الموحدۃ ای ظہر فی وجہہ البشاشۃ ۱۲ ۵۵ قال القاری ای بالانفاق وعدم الخوف او بالعطاء فی الموجود وبالقول المیسور فی المفقود وبما قالہ عمر قال المناوی قال تعالی وما انفقتم من شئی فہو یخلفہ وفیہ ان الانفاق مامور بہ فی کل حال وثبت تلمیحہ الی الوسیۃ و استعدادہ ۱۲ ۵۶ علی بن حجر الی الحدیث بسندہ

دستنہ کمر تقدم فی ذوات العرب فلکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... بالشک ... بلفظ علیا ولا ھبا بالجزم ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

عن الربیّع بنت معوّذ بن عفراء قالت اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقناع من رطب واجر زغب فاعطانی ملأ کف حُلیًا وذھبًا حدثنا علی بن خشرم وغیر واحد قالوا انا عیسٰی بن یونس عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل الھدیۃ ویثیب علیہا۔

(حواشی بین السطور: الصغار من القثاء ۱۲ — بجعفر ۱۲ — ای یعطی فی مقابلتہا شیئا ۱۲)

تو کچھ ہوتا ہی نہ تھا میں ہی اخیر تک اس کا منتظم رہا۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوتا اور آپ اُس کو ننگا دیکھتے تو مجھے اس کے انتظام کا حکم فرماتے۔ میں کہیں سے قرض لیکر اس کے کپڑے بنواتا اور کھانے کا انتظام کرتا۔ ایک دن مشرکین میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور آکر کہنے لگا کہ مجھے بڑی وسعت حاصل ہے تمہیں جو کچھ قرض لینا ہو مجھ سے لے لیا کرو اور کسی سے قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اُس سے قرض لینے لگا۔ ایک دن میں وضو کر کے اذان کہنے ہی کو تھا کہ وہ مشرک چند تاجروں کو ساتھ لئے ہوئے آیا اور مجھے دیکھکر کہنے لگا کہ او حبشی میں نے کہا حاضر ہوں وہ نہایت ترش روئی سے مجکو بُرا بھلا کہنے لگا اور کہا کہ اس مہینہ کے ختم میں کتنے دن باقی ہیں میں نے کہا کہ مہینہ تو ختم کے قریب ہے کہنے لگا کہ چار دن باقی ہیں اگر اُس وقت تک قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے قرضہ میں غلام بنالونگا اور جیسا کہ پہلے غلامی کی حالت میں بکریاں چرایا کرتا تھا وہی صورت پھر ہو جائیگی۔ حضرت بلال کہتے ہیں کہ اُس کی یہ باتیں سُن کر جو لوگوں پر گذرتی ہے مجھ پر بھی گذری۔ میں عشاء کی نماز کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ سارا قصہ سُنا کر عرض کیا کہ حضور کتنی جلدی انتظام کیا ہو سکتا ہے ادائیگی کیلئے نہ آپ کے پاس کچھ ہے نہ میرے پاس۔ میں روپوش ہو جاؤں جب آپ ادائیگی فرما دیں گے میں حاضر ہو جاؤں گا ورنہ وہ مجھے سخت ذلیل کرے گا۔ صبح کی نماز سے قبل ایک شخص دوڑا ہوا آیا کہ حضور بلا رہے ہیں، میں حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا اللہ جل شانہ نے تیرے قرضہ کا انتظام کر دیا یہ چار اونٹنیاں جو سامان سے لدی ہوئی کھڑی ہیں یہ فدک کے حاکم نے ہدیۃً بھیجا ہے۔ میں نے صبح کو وہ سب قرضہ بے باق کیا اور حضور کو اطلاع دی کہ اللہ جل شانہ نے قرضہ سے آپ کو سبکدوش کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ اُس سامان میں سے کچھ بچا ہے یا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ بچ گیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کو تقسیم کر دے کہ مجھے راحت ملے شام ہو گئی کچھ پھر بھی بچ گیا عشاء کے بعد حضور نے دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ مستحقین آئے ہی نہیں ابھی کچھ باقی ہے تو حضور نے وہ رات مسجد میں گذاری مکان پر تشریف نہیں لے گئے دوسرے دن عشاء کے بعد پھر دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ نے اُس کے بارے آپ کو سبکدوش فرما دیا وہ سب تقسیم ہو گیا۔ تب حضور نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنے مکانوں پر تشریف لے گئے۔ (ابوداؤد)۔

(۴ا) ربیع کہتی ہیں کہ میں ایک طباق کھجوروں کا اور کچھ چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی ککڑیاں لیکر حاضر خدمت ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا دست مبارک بھر کر سونا اور زیور مرحمت فرمایا۔ **ف** ۔ یہ حدیث حضور کے میوہ کے ذکر میں ملا و نٹ پر گذر چکی ہے۔

(۵ا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اُس پر بدلہ بھی دیا کرتے **ف** کمال خلق ہے کہ ہدیہ واپس کرنے میں دوسرے کی دل شکنی کا خیال ہے اور بدلہ نہ دینے میں اُس کو کوئی نفع نہیں۔ بلکہ بسا اوقات غلبہ محبت

۵ا قال الترمذی والبزار لا نعرف ہذا الحدیث موصولا الا من حدیث عیسی بن یونس و ہو عند الناس مرسل وقال البخاری بعد ایراد ہذا الحدیث لم یذکر وکیع ومحاضر عن ہشام عن ابیہ عن عائشۃ واشار بہذا ان عیسی تفرد بوصلہ قال الحافظ العسقلانی روایۃ وکیع وصلہا ابن ابی شیبۃ عنہ بلفظ ویثیب ما ہو خیر منہا ورواۃ محاضر لم اقف علیہا ۱۲ اق

http://mujahid.xtgem.com

بابُ ماجاء فی حَیاءِ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

حدثنا محمد بن غیلان ثنا ابو داؤد ثنا شعبۃ عن قتادۃ قال سمعت عبد اللّٰہ بن ابی عتبۃ یحدث عن ابی سعید الخدری قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اشد حیاءً من العذراء فی خدرھا وکان اذا کرہ شیئا عرفناہ

میں آدمی خود مشقت اُٹھا کر ہدیہ دیا کرتا ہے بدلہ کی صورت میں اسکی دلداری بھی ہوگئی اور اس کو کوئی نقصان بھی نہ ہوا بلکہ نفع ہوا۔ اسلئے کہ بعض حدیثوں میں ویثیب منہا کی جگہ ویثیب خیرًا منہا وارد ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ اُس سے بہتر بدلہ دیتے تھے اور دوسری روایات سے بھی حضور کا یہ معمول معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ سے زیادہ بدلہ دیتے تھے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء کا ذکر

ف۔ یہ مضمون اگرچہ عادات کا جزو ہے اور اس لحاظ سے گذشتہ باب میں داخل ہو سکتا تھا مگر غایت اہتمام کی وجہ سے اسکو مستقل ذکر کیا کہ خالق اور مخلوق دونوں کے ساتھ کے معاملات میں حیا پر ایک مستقل مدار ہے حدیث میں وارد ہے کہ جب تجھ سے حیا جاتی رہے پھر جو چاہے کر گذر۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کمال درجہ منتہی پر تھا جس باب کو شروع کیا جاوے اُس میں آپ کے اوصاف بیان کرنے کے لئے الفاظ کماحقہ میسر نہیں ہوتے آپ کی حیا کے دو چار واقعات نہیں ہیں سیکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کثرۃ حیا کی وجہ سے کسی شخص کے چہرہ پر نگاہ نہیں جماتے تھے یعنی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کسی سے بالمقابل نہ ہوتے تھے۔ امام ترمذی نے بھی نمونۃً اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ حیا کئی قسم کی ہوتی ہے ایک کرم کی حیاء کہلاتی ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب کا ولیمہ کیا تو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد چند لوگ بیٹھے رہے اور باتوں میں مشغول رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا بیٹھنا بار تھا اور بار بار کبھی باہر تشریف لے جاتے تھے کبھی اندر تشریف لاتے تھے مگر شرم کی وجہ سے ان کو اٹھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ احزاب کے اخیر کے قریب اس قصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ دوسری قسم عاشق کی اپنے محبوب سے شرم ہوتی ہے کہ بولنا بھی دشوار ہوتا ہے ؎
شوق افزوں مانع عرض تمنا ادب حسن ÷ بار ہا دل نے اٹھائے ایسی لذت کے مزے ۔ تیسری قسم بندگی کی شرم ہوتی ہے کہ بندگی میں اپنے آپکو قاصر پائے اور مولا کی شرم میں بڑھتا جائے۔ چوتھی خود اپنی ذلت سے شرم ہوتی ہے کہ آدمی ہمت سے کسی کام کو شروع کرے اور اُسمیں کوئی نقص رہ جائے تو خود اپنے سے شرم آنے لگتی ہے کہ ذرا سا کام بھی نہ ہوا کہتے ہیں کہ یہ شرم کا اعلیٰ درجہ ہے جو شخص خود اپنے سے شرمائے وہ دوسرے سے بطریق اولیٰ شرمائے گا۔ (۱) ابو سعید خدری

لہ الحیاء ہہنا بالمد واما بالقصر فہو بمعنی المطر وکلاہما ماخوذ من الحیوۃ فان احدہما حیوۃ الارض والاخر حیاۃ القلب وھو فی اللغۃ تغیر وانکسار یعتری الانسان من خوف ما یعاب بہ وفی الشرع خلق یبعث علی اجتناب القبیح وہو اقسام منہا حیاء الکرم کاستحیائہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول لمن طول القیام فی ولیمۃ زینب انصرف وحیاء المحب من محبوبہ حتی اذا خطر بقلبہ ہاج الحیاء وحیاء العبودیۃ بان یشہد تقصیرہ فیہا فیزداد خجلۃ وحیاء المرء من نفسہ بان تشرف ہمتہ فیستحی من رضی نفسہ بالنقص یجد نفسہ مستحیا من نفسہ حتی کان لہ نفسین وہذا اکمل انواع الحیاء ۱۲ ق م سلہ بکسر الخاء المعجمۃ وسکون الدال المہملۃ ستر یجعل للبکر فی ناحیۃ البیت والظرف حال من العذراء او صفۃ لہا وہو تتمیم للمبالغۃ لان العذراء اذا کانت مستریۃ فی سترہا تکون اشد حیاءً لتسترہا حتی عن النساء بخلافہا اذا کانت فی غیر ستر ۱۲ کانت داخلۃ خارجۃ فانہا

سے کان انما سہ و فی روایۃ عنہا انا رمت منہ ولا رأی منی یعنی الفرج ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

فی وجہہٖ حدثنا محمود بن غیلان ثنا وکیع انا سفیان عن منصور عن موسی بن عبد اللہ بن یزید الخطمی عن مولیٰ لعائشۃ قال قالت عائشۃ ما نظرت الی فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او قالت ما رأیت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط

باب ما جاء فی حجامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شرم و حیا میں کنواری لڑکی سے جو اپنے پردہ میں ہو کہیں زائد بڑھے ہوئے تھے جب حضور کو کوئی بات ناگوار ہوتی تو ہم آپ کے چہرہ سے پہچان لیتے۔ حضور (غایت شرم کی وجہ سے اظہار ناپسندیدگی بھی نہ فرماتے تھے) ف۔ کنواری جو اپنے پردہ میں ہو کے دو مطلب علما نے لکھے ہیں۔ ایک جماعت علما نے یہ فرمایا ہے کہ اس سے پردہ نشین کنواری مراد ہے کہ وہ اُس کنواری لڑکی سے جو باہر پھرتی ہو بہت زیادہ شرمیلی ہوتی ہے گو کنواری ہر ایک ہی شرم دار ہوتی ہے اسی لئے شریعت نے کنواری لڑکی کے نکاح کی اجازت کیلئے اُس کے سکوت کو کافی بتایا ہے کہ کنواری کیلئے شرم طبعی چیز ہے اور بالخصوص پردہ نشین لڑکی۔ اور بعض علما نے پردہ نشین سی وہ لڑکی مراد لی ہے جو پردہ میں تربیت دی گئی ہو کہ اُس کو عورتوں سے بھی پردہ کرایا گیا ہو۔ چنانچہ باہر کی پھرنے والی عورتوں سے پردہ بہت سے خاندانوں میں مروج ہے کہ یہ لڑکی جس قدر شرمیلی ہوگی ظاہر ہے۔ دوسرا مطلب بعض علما نے اپنے پردہ میں ہونے سے کنایہ بتایا ہے شب عروس کا کہ کنواری لڑکی پہلی شب میں جس قدر شرمیلی ہوتی ہے وہ ظاہر ہے۔ (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (حضور کی حیا اور تستر کی وجہ سے) مجھے کبھی آپ کے محل شرم دیکھنے کی ہمت نہیں پڑی اور کبھی نہیں دیکھا۔ ف۔ جب حضور کی شرم کی وجہ سے ہمت نہیں پڑی تو خود حضور تو کیا دیکھتے اور اصولی بات ہے کہ شرمیلے آدمی کے سامنے دوسرے کو مجبوراً شرم کرنا پڑتا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں بالتصریح اس کی بھی نفی ہے کہ نہ حضور نے کبھی میرے ستر کو دیکھا نہ میں نے حضور کے ستر کو دیکھا اور جب حضرت عائشہؓ باوجودیکہ تمام بیبیوں میں سب سے زیادہ بے تکلف تھیں سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ اُن کا یہ حال ہے تو اوروں کا کیا ذکر چنانچہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور بیوی سے صحبت کرتے تو آنکھیں بند کر لیتے اور سر جھکا لیتے اور بیوی کو بھی سکون و وقار کی تاکید فرماتے حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حجروں کے پیچھے جا کر غسل کیا کرتے۔ حضور کے محل ستر کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ نبوت سے قبل جبکہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی حضور بھی پتھر اُٹھا کر لا رہے تھے۔ عرب کے دستور کے موافق کہ ستر کے چھپانے کا کچھ ایسا اہتمام نہ تھا حضور نے لنگی کو پتھر کے نیچے رکھ لیا اُسی وقت بیہوش ہو کر گر گئے۔ حالانکہ شرعی احکام اُس وقت تک نازل بھی نہ ہوئے تھے۔

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی پچھنے لگوانے کا ذکر

سلہ لانہ ما کان یتکلم بالشیء الذی یکرہ حیاء بل یتغیر وجہہ فنفہم کراہتہ لہ وکذا البنت المخدرۃ فانہا لم تتکلم فی حضور الناس بل یری اثر رضاہا وکراہتہا فی وجہہا وبہذا یظہر وجہ الارتباط بین الجملتین ۱۲ ق ۲ھ الخطمی بفتح معجمۃ وسکون مہملۃ نسبۃ الی خطم قبیلۃ من العرب کذا قال القاری وغیرہ وضبطہ المناوی بکسر اولہ ۱۲ ع ۳ھ ہو بالکسر اسم من الحجم علی ما ذکرہ الجوہری وفی القاموس الحجم المص والمحجم والمحجمۃ بکسر ہما ما یحجم بہ وحرفتہ الحجامۃ ککتابۃ قال القاری ولعلہا مشترکۃ بینہما والاول انسب للمقام المعنی الاول وقال المناوی وجہ مناسبۃ ہذا الباب بالشمائل ان من اجلہا التوکل وتقیتہ ان یکل حفظ بدنہ الیہ سبحانہ وتعالیٰ ولا یتداوی بحجم ولا بغیرہ فازال ذلک ببیان ان تدبیر البدن مشروع غیر مناف للتوکل لانہ اسناد الامر الیہ تعالیٰ واعتقاد واستغنائہ فی التاثیر ۱۲ ع ۴ھ قال الحنفی فان حیاءہ صلی اللہ علیہ وسلم

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا علی بن حجر ثنا اسمعیل بن جعفر عن حمید قال سئل انس بن مالک عن کسب الحجام فقال انس احتجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجمہ ابو طیبۃ فامر لہ بصاعین من طعام وکلم اھلہ فوضعوا عنہ من خراجہ وقال ان افضل ما تداویتم بہ الحجامۃ او ان من امثل دوائکم الحجامۃ حدثنا عمرو بن علی ثنا ابو داؤد ثنا ورقاء بن عمر عن عبد الاعلی عن ابی جمیلۃ

ای کم ساعیہ از تخفیف خراجہ ۱۲ — بکسر الحاء المہملۃ ۱۲

ف ۔ اس باب میں مصنف نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ جن میں سینگی کے استعمال کے مختلف واقعات ذکر فرمائے ہیں مقصود یہ ہے کہ معمولات نبویہ میں علاج بدن اور دوا کا استعمال کرنا بھی تھا علاج کا کرنا توکل کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر متوکل کون ہوگا مگر اس کے باوجود حضور سے علاج کے طور پر سینگی کا استعمال متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے اور حق یہ ہے کہ توکل اسباب کے منافی نہیں ہے۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے اُس رسالہ میں جس میں اپنے مبشرات کو جمع کیا ہے اور اپنے بہت سے مکاشفات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خوابوں میں جو سوالات کئے ہیں ذکر کئے ہیں لکھا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ اسباب کے اختیار کرنے میں اور اسباب کے ترک کرنے میں کونسی چیز افضل ہے تو مجھ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک روحانی فیض ہوا جس کی وجہ سے اسباب و اولاد غرض ہر چیز سے طبیعت سرد پڑ گئی۔ اُس کے بعد میری طبیعت پر ایک انکشاف ہوا جس کا اثر یہ ہوا کہ طبیعت تو اسباب کی طرف متوجہ ہے اور روح تسلیم و تفویض کی طرف مائل ہے فقط۔ حق یہ ہے کہ یہی اصل توکل ہے کہ اسباب کو بالکل غیر مؤثر سمجھیں اسباب میں تاثیر بھی اللہ تعالیٰ شانہ ہی کی طرف سے ہے اُسکی مشیت بغیر اسباب بھی کچھ نہیں بنا سکتے ~~ از قضا سرکنگبین صفرا فزود ~~ روغن بادام خشکی مے نمود ~~ مقدرات الٰہیہ کے سامنے کسی کا بھی بس نہیں ہے۔ سرکہ کے استعمال سے صفرا بڑھ جائے۔ اور بادام روغن کے استعمال سے خشکی ہونے لگے۔ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے ایک دوسرے رسالہ میں ہے کہ یہ اسباب کا مسئلہ منجملہ اُن تین چیزوں کے ہے جن کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی اور شاہ صاحب کے طبعی رجحان کے خلاف پر مجبور کیا گیا۔ دوسرا تفضیل شیخین کا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اور تیسرا مسئلہ تقلید نہ چھوڑنے کا ہے کہ شاہ صاحب کا میلان تقلید کے چھوڑنے پر تھا مگر مجبور کیا گیا کہ کسی ایک امام کی تقلید ضرور کریں تفصیل کا یہاں محل نہیں ہے۔ شاہ صاحب کے رسائل فضل مبین اور فیوض الحرمین میں ہر دو کی تفصیلات ہیں۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سینگی لگوانے کی اُجرت کا مسئلہ پوچھا کہ جائز ہے یا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ ابو طیبہ نے حضور کے سینگی لگائی تھی آپ نے دو صاع کھانا (ایک روایت میں کھجور بھی آیا ہے) مرحمت فرمایا اور اُنکے آقاؤں سے سفارش فرماکر اُنکے ذمہ جو محصول تھا اُس میں کمی کرا دی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سینگی لگانا بہترین دوا ہے۔ **ف** ۔ جب حضور نے خود قیمت ادا فرمائی تو مسئلہ کا جواب ظاہر ہو گیا غالباً سوال کا منشا یہ ہوگا کہ بعض حدیثوں میں اس پیشہ کی مذمت آئی ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ اس میں چونکہ خون چوسنا پڑتا ہے جو ایک ناپاک چیز ہے اس لئے اس میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے کہ منہ کو پاک کرنیکا اہتمام کیا جائے اور اس کی احتیاط رکھی جائے۔ اسی طرح بعض دوسرے پیشوں کے متعلق بھی بعض احادیث میں کچھ تنبیہات وارد

۱؎ بفتح طاء مہملۃ وسکون تحتیۃ بعدہا موحدۃ من بنی حارثۃ۔ او لابی مسعود الانصاری او غیرہ ذکرہ الحافظ ابن حجر من قال کالثوری لبنی بیاضۃ اسمہ نافع علی الصحیح وقول العسکری میسرۃ و ربانہ اشتبہ علیہ باسم ابی جمیلۃ الراوی حدیث الحجامۃ وقول ابن عبد البر اسمہ دینار وھم فیہ لان دینار الحجام تابعی روی عن ابی طیبۃ لا ابو طیبۃ نفسہ ۱۲ م
۲؎ خراجہ بفتح الخاء المعجمۃ ما یوظف علی المملوک کل یوم ولفظ کلم مشعر بالشفاعۃ دون الامر ۱۲ ۳؎ الخطاب للشباب من اہل الحرمین کذلک ومن ی بقتضی حار کالحجاز ۱۲ م

[illegible]

عن علیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وامرنی فاعطیت الحجام اجرہ حدثنا ہارون بن اسحاق الھمدانی ثنا عبدۃ عن سفیان الثوری عن جابر عن الشعبیؒ[1] عن ابن عباسؓ[3] اظنہ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم فی الاخدعین وبین الکتفین واعطی الحجام اجرہ ولو کان حراما لم یعطہ حدثنا ہارون بن اسحاق ثنا عبدۃ عن ابن ابی لیلی عن نافع عن ابن عمرؓ[4] ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا حجاما فحجمہ وسألہ کم خراجک فقال ثلثۃ اصع[2] فوضع عنہ صاعا واعطاہ اجرہ حدثنا عبد القدوس بن محمد العطار البصری ثنا عمرو بن عاصم ثنا ھمام وجریر بن حازم قالا ثنا قتادۃ

ہوئی ہیں جس سے بعض لوگوں کو اشکالات اور اشتباہات پیدا ہوگئے حالانکہ روایات کا مفہوم صاف اور واضح ہے کہ جس پیشہ کے متعلق بھی ارشاد عالی وارد ہوا ہے اس میں کوئی خاص اہم بات قابل لحاظ اور قابل اصلاح تھی جس پر تنبیہ مقصود ہے حدیث بالا میں محصول سے یہ مراد ہے کہ غلام کو اس شرط پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اتنی مقدار روزانہ ہمارے حوالہ کر دیا کرو بقیہ سے ہمیں کچھ کام نہیں وہ تمہارا۔ اس طرح کا غلام عبد ماذون کہلاتا ہے۔ ان کا روزانہ تین صاع مقرر تھا حضور کی سفارش سے ایک صاع کم ہو کر دو صاع رہ گیا تھا۔ صاع میں علماء کا اختلاف ہے فقہاء حنفیہ کے نزدیک تقریباً چار سیر وزن کا ایک صاع ہوتا ہے۔ حضور کا یہ ارشاد کہ سینگی لگانا بہترین دوا ہے بالکل صحیح ہے مگر اسکے مخاطب حرمین کے نوجوان ہیں اور ایسے ہی ہر گرم ملک کے رہنے والے کہ ان کا خون رقیق ہونیکی وجہ سے بدن کے سطح ظاہر کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور ملکی حرارت اسکو ظاہر کے زیادہ قریب کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے علماء چالیس سال سے زیادہ عمر والے کیلئے سینگی کو مفید نہیں بتاتے (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینگی لگوائی اور مجھے اسکی مزدوری دینے کا حکم فرمایا میں نے اسکو ادا کیا۔ **ف**۔ اس حدیث میں بھی دو فائدے ہیں سینگی کے استعمال اور اسکی اجرت ادا کرنیکا جواز۔ (۳) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور نے گردن کی دونوں جانب پچھنے لگوائے اور دونوں شانوں کے درمیان اور اسکی اجرت بھی مرحمت فرمائی۔ اگر ناجائز ہوتی تو حضور کیسے مرحمت فرماتے **ف**۔ چونکہ سینگی لگانے میں منہ سے خون کھینچنا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے بعض احادیث میں اس کمائی اور اس پیشہ کی برائی آئی ہے جیسا کہ شروع میں گذر لیا ہے۔ بعض روایتوں میں اسکی کمائی کو خبیث فرمایا ہے جسکی بنا پر بعض علماء اسکی اجرت کو ناجائز فرماتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل دونوں روایتوں میں اس طرح جمع کرتے ہیں کہ ممانعت کی روایت کو آزاد لوگوں کے حق میں بتاتے ہیں اور اجازت کی روایات کو غلاموں کے حق میں اور چونکہ ابوطیبہ بھی غلام تھے اسلئے اجرت دینے میں کوئی اشکال نہیں۔ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ خبیث اسلئے فرمایا کہ یہ ایک مسلمان کی ضرورت ہے جسکی اعانت دوسرے مسلمانوں پر واجب ہے، اسلئے بلا اجرت سینگی لگانا چاہئے تھا۔ غرض علماء اس بارہ میں مختلف ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ حضور کے اس فعل سے جواز پر استدلال کرتے ہیں کہ اگر یہ ناجائز ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مرحمت فرماتے۔ (۴) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ایک سینگی لگانیوالے کو بلایا جس نے آپ کے سینگی لگائی حضور نے اُن سے ان کا روزانہ کا محصول دریافت فرمایا تو انھوں نے تین صاع بتلایا۔ حضور نے ایک صاع کم کرا دیا اور سینگی

[1] بفتح شین معجمۃ وسکون عین مہملۃ عامر بن شراحیل نسبۃ لشعب بطن من ہمدان ۱۲ [2] اعترض علی ہذا الجمع بانہ لیس فی القاموس ولا فی الصحاح وانما فیہما اصوع بالواو م او اصوع بالھمزۃ واجیب بان اصع مقلوب اصؤع بالھمز فصار آصع بھمزتین ثم قلبت الثانیۃ الفا ۱۲ ق

http://mujahid.xtgem.com

عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحتجم فی الاخدعین والکاھل[۵] وکان یحتجم لسبع عشرۃ وتسع عشرۃ واحدی وعشرین حدثنا اسحاق بن منصور انا عبدالرزاق عن معمر عن قتادۃ عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وھو محرم[۳] بملل[۴]

لگانیکی اجرت مرحمت فرمائی۔ **ف**۔ بظاہر یہ وہی ابوطیبہ ہیں جن کا قصہ باب کی پہلی حدیث میں گذر چکا ہے کہ ابتداء میں انکا روزانہ محصول دو صاع یومیہ تھا حضور کی سفارش پر ایک صاع کم کر دیا گیا اور دو صاع رہ گیا۔ (۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گردن کی دونوں جانبوں میں اور ہر دو شانوں کے درمیان سینگی لگواتے تھے اور عموماً ۱۷ یا ۱۹ یا ۲۱ تاریخ میں اسکا استعمال فرماتے تھے۔ **ف**۔ ان تاریخوں کی اور بھی بعض روایتوں میں خصوصیت آئی ہے۔ اطباء کا قول بھی اس کے موافق ہے ابن سینا سے نقل کیا گیا ہے کہ سینگی لگانا مہینے کے شروع میں اور ختم میں اچھا نہیں ہے بلکہ مہینے کے وسط میں ہونا چاہئے۔ اس روایت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے بار بار مختلف ایام میں سینگی لگوانا معلوم ہوتا ہے اور بھی جو روایات اس باب میں ذکر کی جارہی ہیں ان سے مختلف مقامات پر سینگی کا لگانا معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہود نے خیبر میں حضور کو زہر قاتل کھلا دیا تھا جو نہایت سخت تھا اور مقصد یہ تھا کہ حضور کے وصال سے یہ مخالفت کا قصہ ہی ختم ہو جائے اگرچہ اُس گوشت کو جس میں زہر تھا حضور نے پورا نوش نہ فرمایا تھا مگر جس قدر حصہ بھی کھایا گیا تھا اُس کا اثر یہ تھا کہ وہ سمیت مختلف اوقات میں بالخصوص گرمی کے زمانہ میں بار بار عود کرتی تھی اور جس جانب مادہ کا زور ہوتا تھا اُسی جانب حضور کو سینگی کی استعمال کی ضرورت ہوتی تھی اور یہی مادہ چونکہ خون میں حلول کرتا ہے اور وہ سارے بدن میں سرایت کرتا ہے اس لئے مختلف مقامات پر اُس کا زور ہوتا تھا۔ (۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے موضع ملل میں (جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ ہے) حالۃ احرام میں پشت قدم پر سینگی لگوائی۔ **ف**۔ حالت احرام میں سینگی لگوانا بعض ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ بال نہ اکھڑیں۔ ان روایات میں سینگی کا استعمال کثرت سے نقل کیا گیا ہے اور بھی احادیث کی کتابوں میں سینگی کا استعمال حضور کے قول اور فعل دونوں سے نقل کیا گیا ہے اور فصد کا استعمال نقل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اطباء کے نزدیک فصد بہ نسبت سینگی کے زیادہ نافع ہے اور بہت سے امراض میں اکسیر ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں علی الاطلاق نافع نہیں ہیں بلکہ ان میں تفصیل ہے۔ حجاز کا ملک گرم ہے اور جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ اس ملک کے سینگی زیادہ مناسب ہے اسلئے کہ موسم کے گرم اور سرد ہونے سے مزاجوں میں بے حد تفاوت ہو جاتا ہے۔ گرم ملکوں میں اور اسی طرح دوسرے ملکوں میں گرمی کے زمانہ میں حرارت بدن کے ظاہری حصہ پر آجاتی ہے اور باطنی حصہ میں برودت کا اثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گرمی کے زمانہ میں پسینہ کی کثرت ہوتی ہے اور باطنی

---

۵ بکسر الہاء ما بین الکتفین وقال میرک ہو مقدم الظہر ما یلی العنق وہو الکتد قالوا والحجامۃ علی الاخدعین تنفع من امراض الراس والوجہ والاذنین والعینین والاسنان وعلی الکاہل تنفع من وجع المنکب والحلق وعلی ظہر القدم من قروح الفخذین والساقین وانقطاع الطمس والحکۃ العارضۃ فی الانثیین ۱۲ ۵۲ واخرج ابوداؤد من حدیث ابی ہریرۃ مرفوعاً من احتجم لسبع عشرۃ وتسع عشرۃ واحدی وعشرین کان شفاء من کل داء وہو من روایۃ سعید بن عبد اللہ الجمحی وثقہ الاکثرون ولینہ بعضہم ولہ شاہد من حدیث ابن عباس عند احمد والترمذی رجالہ ثقات لکنہ معلول وشاہد آخر من حدیث انس عند ابن ماجۃ وسندہ ضعیف ۱۲ ق ۵۳ وہو محرم کرہہ مالک مطلقا والحدیث حجۃ علیہ وقالت الحنفیۃ لا باس فی احتجام المحرم مالم ینقص شعرا ۱۲ ۵۴ بملل کجبل موضع بین مکۃ والمدینۃ علی سبعۃ عشر میلا من المدینۃ ظرف لاحتجم ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

باب۔ ماجاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علی ظہر القدم

حدثنا سعید بن عبد الرحمٰن المخزومی وغیر واحد قالوا ثنا سفیٰن عن الزھری عن محمد بن جُبَیر بن مطعم عن ابیہٖ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لی اسماءً انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبیٌّ حدثنا محمد بن طریف الکوفی ثنا ابو بکر بن عیاش

بر ودت کی وجہ سے کھانے کے ہضم میں دیر لگتی ہے اور مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں۔ بخلاف سرد ملکوں کے۔ اور اسی طرح سے سردی کے زمانہ میں دوسرے ملکوں میں آدمی کی حرارت ماحول کی سردی کی وجہ سے اندرونِ بدن میں چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہضم میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ پیشاب میں بھاپ نکلتی ہے امراض میں کمی ہوتی ہے۔ اسی لئے بقراط کا مقولہ ہے کہ سردی کے موسم میں اندرونِ بدن گرم زیادہ ہوتا ہے اور نیند زیادہ آتی ہے اور کھانا بسہولت ہضم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ثقیل غذائیں سردی میں بسہولت ہضم ہو جاتی ہیں اور گرمی میں بدقت۔ اسی وجہ سے اہلِ حجاز کو شہد کھجور وغیرہ گرم چیزوں کے استعمال سے نقصان نہیں ہوتا۔ سینگی میں چونکہ خون ظاہر بدن سے نکلتا ہے اور حجاز میں ظاہر بدن پر حرارت زیادہ ہوتی ہے اس لئے سینگی وہاں کے زیادہ مناسب ہے، اور فصد میں اندرون بدن سے اور رگوں سے خون کھنچتا ہے اس لئے فصد وہاں کے مناسب نہیں ہے۔ اسی لئے حضور کے استعمال میں منقول نہیں ہے۔

باب۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض نام اور بعض القاب کا ذکر

ف۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے القاب معنی کے لحاظ سے تعظیماً اور تعریفاً استعمال کئے گئے ہیں چنانچہ ترمذی کی شرح میں ابن العربی سے ایک ہزار نام نقل کئے جاتے ہیں۔ علامہ سیوطی نے ایک رسالہ مستقل حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پانسو نام ذکر کئے ہیں احادیث میں خاص خاص مواقع پر خاص خاص ناموں کا ذکر کیا ہے سب ناموں کا احصا کسی ایک روایت میں نہیں ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ میرے قرآن شریف میں سات نام ہیں۔ محمد۔ احمد۔ یٰسٓ۔ طٰہٰ۔ مزمل۔ مدثر۔ عبد اللہ۔ ناموں کی کثرت شرافت اور عزت پر عموماً دلالت کیا کرتی ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ہر باب میں مختصر مختصر نمونہ کے طور پر چند احادیث وارد کی ہیں اس لئے اس باب میں بھی صرف دو حدیثیں ذکر فرمائی جن میں نو نام آگئے ہیں (۱) جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بہت سے نام ہیں منجملہ اُن کے محمد ہے اور احمد ہے اور ماحی ہے جس کے معنی مٹانے والے کے ہیں حق تعالیٰ شانہ نے میرے ذریعہ سے

۱؎ جمع اسم وہی کلمۃ وضعت بازاء شئی من الحقیقت فہم منہا وہی اما معرفۃ او مخصصۃ وفی کون الاسم عین المسمی او غیرہ خلاف طویل الذیل قال القاری المراد بالاسماء ہہنا الفاظ تطلق علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعم من کونہ علماً او وصفاً وقد نقل ابن العربی فی شرح الترمذی عن بعضہم ان للہ الف اسم وللنبی صلی اللہ علیہ وسلم الف اسم ثم ذکر منہا علی سبیل التفصیل بضعا وستین والمصنف ذکر منہا تسعۃ وقد افرد السیوطی رسالۃ فی الاسماء النبویۃ سماہا بالبہجۃ السنیۃ۔ قد قاربت الخمسمائۃ ۱۲ ۲؎ وفی روایۃ للبخاری ان لی خمسۃ اسماء ای اختص بہا لم یسم بہا احد قبلی او ہی معظمۃ او ہی مشہورۃ فی الامم الماضیۃ فالحصر الذی افادہ تقدیم الخبر اضافی ۱۲ ق ۳؎ بناء المجہول ای انہ صلی اللہ علیہ وسلم یحشر قبل الناس کما جاء فی حدیث آخر انا اول من تنشق عنہ الارض فالمعنی انہم یحشرون بعدی او تبعوا لی وقیل یحشرون علی اثر زمان نبوتی لیس بعدی نبی ثم کل من الماحی والحاشر فی الحقیقۃ ہو اللہ فاطلاقہما علیہ لکونہ سببا لہما ۱۲ ق ۴؎ قیل ہذا قول الزہری قال الحافظ العسقلانی ظاہرہ انہ مدرج لکن فی روایۃ سفیان بن عیینۃ عند الترمذی ای فی الجامع بلفظ الذی لیس بعدی نبی ۱۲ ۵؎ بفتح عین مہملہ وتشدید مثناۃ تحتیۃ آخرہ معجمہ ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

عن عاصم عن ابی وائل عن حذیفۃ[ل] قال لقیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض طرق المدینۃ فقال انا محمد وانا احمد وانا نبی الرحمۃ و نبی التوبۃ وانا المقفی[ل] وانا الحاشر و نبی الملاحم[ع] حدثنا اسحاق بن منصور ثنا النضر بن شمیل انا حماد بن سلمۃ عن عاصم عن زر عن حذیفۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ بمعناہ ھکذا[س] قال حماد بن سلمۃ عن عاصم عن زر عن حذیفۃ

کفر کو مٹایا ہے اور ایک نام حاشر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت میں حشر کیلئے سب سے پہلے آپ کو اُٹھاویں گے اور تمام امت آپ کے بعد حشر کی جائیگی اور اٹھائی جائیگی تو گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے حشر کا سبب بنے اور ایک نام میرا عاقب ہے جس کے معنی پیچھے آنیوالے کے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے پیچھے تشریف لائے ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ **ف** اخیر کے تین نام مع وجہ تسمیہ کے ذکر کئے گئے لیکن اول کے دو ناموں کی وجہ روایت میں نہیں ہے بظاہر اس وجہ سے کہ پہلے دو نام ہیں اور باقی صفات ہیں یا اس وجہ سے کہ ان ناموں کی بہت سی وجوہ ہوسکتی ہیں یا اس وجہ سے کہ ان کی وجوہ ظاہر تھیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ محمد حمد کا مبالغہ ہے جس کے معنی ہیں بہت حمد کیا گیا۔ یا تو اس وجہ سے حضور کا نام ہے کہ آپ کی خصال حمیدہ بہت زیادہ ہیں یا اس وجہ سے کہ آپ کی تعریف مرۃ بعد مرۃ کی گئی یا اس وجہ سے کہ اللہ جل شانہ نے آپ کی کثرت سے حمد کی ہے اور اسی طرح ملائکہ نے سابقین انبیاء نے اولیاء نے یا تفاؤل کے طور پر ہے کہ بہت زیادہ حمد کی جائے یا اس وجہ سے کہ اولین و آخرین سب ہی آپ کے ثنا خواں ہیں اور قیامت میں سب ہی آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے جس کا نام حمد کا جھنڈا ہے اور احمد کے معنی زیادہ تعریف کرنے والا ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے معنی بھی زیادہ تعریف کئے گئے ہوں۔ اس صورت میں یہ لفظ پہلے لفظ کے ہم معنی ہے لیکن پہلے معنی زیادہ مشہور ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ اللہ جل شانہ کی تعریف کرنیوالے ہیں جو دنیا کے اعتبار سے بھی ظاہر ہے اور آخرت میں یہ ہے ہی کہ قیامت میں حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا مقام محمود آپ کیلئے ہے شفاعت کے وقت آپ اللہ جل شانہ کی ایسی حمد کرینگے جو کبھی بھی کسی نے نہ کی ہو۔ حضور خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اُس وقت اللہ جل شانہ کی وہ تعریفیں مجھے القاء ہونگی جو اس وقت مستحضر نہیں ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ محمد حضور کا مخصوص نام ہے جو پہلے لوگوں میں سے کسی نے نہیں رکھا البتہ جب حضور کی ولادت کا زمانہ قریب تھا تو بہت سے لوگوں نے اس امید پر کہ شاید ہماری ہی اولاد ان بشارتوں کی مستحق بنجائے جو پہلی کتابوں میں ہیں اور یہی نبی بنجائے محمد نام رکھا۔ لیکن اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے اُس جگہ کو جہاں اپنی رسالت کو تجویز فرماتا ہے (۲) حذیفہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے راستہ میں ملا حضور تشریف لیجا رہے تھے تذکرۃً حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام محمد ہے اور احمد ہے۔ اور نبی الرحمۃ ہے اور نبی التوبہ ہے اور میں مقفی ہوں اور حاشر ہوں اور نبی ملاحم ہوں۔ **ف**۔ ان اسماء کو خاص طور سے اسلئے ذکر کیا کہ یہ نام پہلی کتابوں میں پیشین گوئی کے طرز پر لکھے ہوئے تھے۔

[ل] بفتح القاف وکسر الفاء المشددۃ ای الذی تقفی آثار من سبقہ من الانبیاء وتبع الحوازم قال تعالی اولئک الذین ہدی اللہ فبہداہم اقتدہ۔ یعنی انہ متبع للانبیاء فی اصل التوحید ومکارم الاخلاق وان کان مخالفا لبعضہم فی بعض الفروع وروی بصیغۃ المفعول ای انا الذی تقفی بی علی آثار الانبیاء ای ارسلت الی الناس بعدہم وختم بی الرسالۃ یقال تقفوت اثر فلان ای تبعتہ وقفیت علی اثرہ بفلان ای اتبعتہ ایاہ وقال تعالی وقفینا علی آثارہم برسلنا فحذف حرف الصلۃ فی الحدیث تخفیفا ۱۲ ق [ع] بفتح المیم وکسر الحاء المہملۃ جمع ملحمۃ وہی الحرب ذات القتل الشدید سمی بہا لاشتباک الناس فیہا کالسدی واللحمۃ فی الثوب وقیل لکثرۃ لحوم القتلی فیہا سمی صلی اللہ علیہ وسلم لکثرۃ الجہاد مع الکفار فی ایام دولتہ وکذا بعدہ مستمر فی امتہ الی ان یقتل آخرہم الدجال وفی القاموس سمی بہ لانہ سبب لالتیامہم واجتماعہم وقال شارح الملحمۃ الواقعۃ العظیمۃ فی الفتنۃ ۱۲ ق [س] ہکذا الخ ذکر المصنف ہذا السند الثانی لمکان الاختلاف بین السندین ثم نبہ بہذا الکلام علی تحصل الاختلاف بان ۔۔

http://mujahid.xtgem.com

اہل کتاب ان اسماء وصفات سے آپ کو پہچانتے تھے۔ ان میں پہلا نام نبی الرحمۃ ہے جس کا ترجمہ ہے رحمت کا نبی۔ یعنی حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی ذات والاصفات کو مسلمان اور کافر سب کیلئے باعث رحمت بنایا ہے۔ چنانچہ خود قرآن شریف میں ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ ہم نے تم کو تمام عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ مسلمانوں کیلئے آپ کا رحمت ہونا تو ظاہر ہے کہ دنیا و آخرت میں آپ ہی کا وسیلہ ہے۔ کفار کیلئے اسلئے کہ حضور کے الطاف و شفقت کی وجہ سے پہلی امتوں کی طرح اس امت پر عذاب عامہ نازل نہ ہوا بلکہ قرآن پاک میں یہ وعدہ ہو گیا کہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کافروں کو ہرگز عذاب نہ کریں گے۔ اور نیز اتنے آپ کے دین کا بقاء رہیگا اتنے تمام عالم کا نظام باقی رہیگا جس وقت تمام دنیا میں ایک بھی اللہ کا نام لینے والا باقی نہ رہیگا نظام عالم درہم برہم ہو کر قیامت قائم ہو جاویگی۔ نیز آپ کی بعثت تمام عالم کیلئے ہے کسی امت یا جماعت کی خصوصیت نہیں ہے، اس لحاظ سے بھی آپ تمام عالم کیلئے رحمت ہیں کہ جسکا دل چاہے اس رحمت میں داخل ہو جائے۔ نیز آپ لوگوں کا آپس میں تراحم اور ایک دوسرے کی ساتھ رحمت اور شفقت کی تعلیم لیکر آئے ہیں اس لحاظ سے بھی آپ رحمت کے نبی ہیں۔ نیز اللہ کی رحمت کے دروازے آپ کی وجہ سے کھلے ہوئے ہیں۔ نیز آپ اللہ کی رحمتوں کی خبریں اور بشارتیں دینے والے ہیں ان معنی کے اعتبار سے بھی آپ رحمت کے نبی ہیں۔ نیز آپ کا دین سراسر رحمت ہے اسلئے بھی آپ رحمت کے نبی ہیں۔ نیز آپ کی امت کی صفت قرآن شریف میں رحماء بینہم وارد ہوئی ہے۔ یعنی آپس میں رحمت کا برتاؤ کرنیوالے۔ اس لحاظ سے بھی آپ رحمت کے نبی ہیں۔ دوسرا نام آپ کا نبی التوبہ ہے جس کا ترجمہ ہے توبہ کا نبی کہ آپ کی امت کیلئے صرف توبہ اپنے شرائط کی ساتھ گناہوں کی معافی کیلئے کافی کر دی گئی بخلاف بعض پہلی امتوں کے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کیلئے قتل نفس وغیرہ شرط تھا) نیز آپ امت کو کثرت سے توبہ کا حکم کرنیوالے ہیں۔ نیز آپ خود نہایت کثرت سے توبہ کرنیوالے ہیں۔ ان وجوہ میں سے ہر وجہ ایسی ہے جسکی بناء پر حضور کو توبہ کا نبی کہا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی ایک نام مقفی ہے (یعنی سب سے پیچھے آنیوالا۔ جسکے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ یا پہلے انبیاء کا اتباع کرنیوالا۔ علماء نے دونوں معنی لکھے ہیں۔ دوسرے معنی کا یہ حاصل ہے کہ اصل توحید اور اصول دین میں آپ جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے موافق تھے۔ اور تمام انبیاء ایک دوسرے کے اصل دین توحید اور مکارم اخلاق میں موافق رہے۔ فروعات مذہب میں اختلاف رہا۔ ایک نام حاشر ہے جسکا مطلب گذشتہ حدیث میں گذر چکا ہے۔ ایک لقب آپ کا نبی الملاحم ہے (یعنی ملحمون کا نبی) ملحمہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں بہت کثرت سے قتل و قتال ہو حضور کے اس نام کی وجہ ظاہر ہے کہ جہاد جس قدر حضور کے زمانہ میں اور حضور کی امت میں ہوا اتنا کسی نبی کی امت میں نہیں ہوا۔ نیز اس امت میں ہمیشہ رہیگا۔ چنانچہ آپ کی پیشین گوئی ہے کہ میری امت میں جہاد قیامت تک رہے گا۔ حتی کہ اخیر حصہ امت دجال سے قتال کریگا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس لفظ کے معنی اجتماع اور التیام کے ہیں اور حضور کی امت میں جو اجتماعی صورت گذر چکی ہے اور باوجود اختلافات اس گئے گذرے دور میں بھی پائی جاتی ہے کسی نبی کی امت میں ایسی مسلسل نہیں پائی جاتی۔ نیز ملحمہ کے معنی فتنہ عظیم کے بھی ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے بھی حضور کا نام صحیح ہے اس لئے کہ اس امت میں قیامت کے قریب ایسے بڑے بڑے اور سخت سخت فتنے پیدا ہونگے جن کی نظیر کسی نبی کی امت میں نہیں ہے ایک دجال ہی کا فتنہ ایسا سخت ہے کہ حد نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر ہر نبی نے دجال کے فتنے سے لوگوں کو ڈرایا ہے ایسے ہی یاجوج ماجوج کا خروج وغیرہ وغیرہ سخت حوادث آنے والے ہیں جن کے آثار شروع ہیں۔ اللھم احفظنا منہا بملک وفضلک وجاہ نبیک وحبیبک۔

http://mujahid.xtgem.com

بابٌ ماجاء فی عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا[1] قتیبۃ بن سعید ثنا ابو الاحوص عن سماک بن حرب قال سمعت النعمان[2] بن بشیر یقول الستم فی طعام وشراب ما شئتم[3] لقد رأیت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم وما یجد من الدقل ما یملأ بطنہ حدثنا[4] ھرون ابن اسحاق ثنا عبدۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت ان[5] کنا اٰل محمد نمکث شھراً ما نستوقد بنار ان ھو الا التمر والماء حدثنا[6] عبداللہ بن ابی زیاد ثنا سیار ثنا سہل بن اسلم عن یزید بن ابی منصور عن انس

باب۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گذر اوقات کا ذکر

ف۔ یہ باب پہلے بھی گذر چکا ہے۔ بعض نسخوں میں سب روایات ایک ہی جگہ ذکر کی ہیں مقام کے مناسب بھی یہی بات ہے لیکن جو نسخے ہمارے پاس موجود ہیں ان میں یہ باب مکرر پایا جاتا ہے اگر نقل کرنیوالوں کی غلطی سے ایسا نہیں ہوا تو بہت ممکن ہے کہ خود امام ترمذی نے کسی مصلحت سے اس کو مکرر لکھا ہو۔ غور سے متفرق مصالح اس کی سمجھ میں آتی ہیں۔ ممکن ہے کہ امام ترمذی نے ایک لطیف اشارہ اس طرف کیا ہو کہ حضور کا اس فقر و تنگی کو اختیار فرمانا ابتداء سے لیکر اخیر تک رہا اس لئے ابتدائی زمانہ کی طرف اول اشارہ فرمایا اور وفات کے قریب اس باب کو ذکر فرما کر اخیر زمانہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ باوجود خیبر اور حنین وغیرہ کی غنیمتوں کے اپنا حال وہی فقر وفاقہ تھا۔ اور حق یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ حرص و طمع دُور فرما دے تو فقر وفاقہ میں بھی لذت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ میرے لئے مکہ کی زمین کو سونے کی بنادے میں نے عرض کیا یا اللہ یہ نہیں بلکہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تاکہ تیرا شکر کروں اور ایک دن بھوکا رہوں کہ تیرے سامنے عاجزی کروں حضور کا ارشاد ہے کہ میں تم لوگوں پر فقر وفاقہ سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا اس طرح پھیل جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیل گئی تھی اور تم اس میں اس طرح دل لگانے لگو جس طرح ان لوگوں نے دل لگایا اور یہ تم کو بھی اسی طرح ہلاک کر دے جیسا کہ انکو ہلاک کر دیا اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ محمد کی اولاد کی روزی بقدر کفایت تجویز فرما (مشکوٰۃ) مصنف نے اس موجودہ باب میں نو حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں سے بعض مکرر ہیں جو پہلے ابواب میں گذر چکی ہیں۔ (۱) نعمان بن بشیر کہتے ہیں کیا تم لوگ کھانے پینے میں اپنی مرضی کے موافق منہمک نہیں ہو (اور جتنا دل چاہے تم لوگ نہیں کھاتے ہو) حالانکہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کے یہاں ردی کھجوریں بھی پیٹ بھر نہیں تھیں **ف**۔ یہ حدیث سالن کے باب میں دوسرے نمبر پر گذر چکی ہے۔ (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ یعنی حضور کے اہل و عیال ایک ایک ماہ تک ہمارے یہاں آگ نہیں جلتی تھی صرف کھجور اور پانی پر گذارا تھا۔ **ف**۔ آگ نہ جلنے کا مطلب یہ ہے کہ پکانے کیلئے کوئی چیز ہوتی ہی نہ تھی جس کیلئے آگ جلانا پڑتی علماء نے لکھا ہے کہ پانی کا تذکرہ اسلئے فرمایا کہ کھجور بھی اتنی یعنی کہ بغیر

---

[1] باب الخ ہذہ الترجمۃ مکررۃ تقدمت فی اول الکتاب ولاشک ان زیادۃ بعض الاحادیث فی باب لاتوجب تکرار العنوان وبعضہم ذکروا ہنالک توجیہات متکلفۃ ۱۲ [2] حدثنا قتیبۃ الخ الحدیث بسندہ ومتنہ مکرر تقدم فی باب صفۃ ادام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ [3] ما شئتم صفۃ مصدر محذوف ای الستم منعمین فی طعام وشراب مقدار ما شئتم فما موصولۃ ویجوزان یکون مصدریۃ ۱۲ قاری [4] بدل من ضمیر الفاعل وبالنصب علی المدح لا بتقدیر اعنی وجعلہ خبر کنا بعید لان المقصود بالافادۃ لیس کونہم آل محمد بل قولہا نمکث ۱۲ م ق [5] حال وجعلہ خبراً بعد خبر بعید ۱۲ م [6] عبداللہ بن ابی زیاد بالاضافۃ الی لفظ الجلالۃ فما فی بعض النسخ بدونہ تصحیف من الناسخ وبلفظ الجلالۃ

http://mujahid.xtgem.com

عن ابی طلحة رضی اللہ عنہ قال شکونا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجوع ورفعنا عن بطوننا عن حجر حجر فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بطنہ عن حجرین قال ابو عیسی ھذا حدیث غریب من حدیث ابی طلحة لا نعرفہ الا

پانی کی مدد کے پیٹ بھرنے کیلئے کافی ہوتی بلکہ چند کھجوریں کھانے کے بعد پانی پینے سے پیٹ بھرنے کی مقدار ہوتی تھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو مہینے کامل گذر جانے کے بعد تیسرے مہینہ کا چاند نظر آجاتا تھا اور حضور کے گھروں میں مطلقاً آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک چاند پھر دوسرا چاند ہو جاتا تھا حضور کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی حضرت عائشہؓ کے بھانجے حضرت عروہ نے پوچھا کہ خالہ جان پھر کس چیز پر گذارہ تھا فرمایا کہ کھجور اور پانی۔ البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ پڑوسی انصار میں ایسے تھے جن کے یہاں دودھ کے جانور تھے ان میں سے کوئی ہدیہ کے طور پر دودھ پیش کر دیتا تو وہ ہم کو بھی پلایا جاتا تھا۔ ایک حدیث میں آیا کہ ڈیڑھ مہینہ مسلسل ایسا گذر جاتا کہ حضور کے گھر میں روشنی کیلئے یا کسی اور چیز کیلئے آگ نہ جلتی تھی۔ روشنی کیلئے آگ جلنے سے مراد چراغ کا جلنا ہے (جمع الوسائل) ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بکری کی ایک ٹانگ بھیجی کی رات کا وقت تھا حضرت عائشہؓ اندھیرے ہی میں اُسکے ٹکڑے کرنے لگیں کسی نے کہا کہ گھر میں چراغ نہیں ہے فرمانے لگیں کہ اگر چراغ میں جلانے کیلئے تیل ہوتا تو اُسکو کھانے ہی میں نہ استعمال کرتے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضور نے اپنے اور اپنے گھر کے لوگوں کیلئے اس حالت کو پسند فرمایا حالانکہ خزانوں کی کنجیاں حضور پر پیش کی گئیں۔ اس کے بعد امت چار حصوں پر منقسم ہوگئی ایک وہ جماعت جنھوں نے نہ تو خود دنیا کی طرف رُخ کیا نہ دنیا ہی نے ان کا ارادہ کیا جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ دوسری وہ جماعت جنھوں نے دنیا کا رُخ نہ کیا لیکن دنیا نے ان کا ارادہ کیا جیسے کہ حضرت فاروق اعظمؓ تیسرے وہ لوگ جنھوں نے دنیا کی طرف رُخ کیا اور دنیا نے بھی انکی طرف رُخ کیا جیسے بنو اُمیہ کے بادشاہ عمر بن عبد العزیزؒ کے علاوہ۔ چوتھے وہ لوگ جنھوں نے دنیا کا ارادہ کیا مگر دنیا نے ادھر کا رُخ نہ کیا جیسے وہ لوگ جن کو اللہ نے فقیر بنایا اور دنیا کی محبت انکے دل میں ہوگئی۔ (مناوی) (۳) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شدت بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھلائے کہ ہر شخص کے پیٹ پر بھوک کی شدت کی وجہ سے ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھلائے کہ حضور کو شدت بھوک ہم سے زیادہ تھی۔ اور ہم سے زیادہ وقت بدون کھائے گذر چکا تھا۔ **ف**۔ اہل مدینہ کی یہ عادت تھی کہ شدت بھوک کے وقت جب عاجز ہو جاتے تو پیٹ سے پتھر باندھ لیتے تاکہ اُسکی سختی کی وجہ سے چلنے پھرنے میں ضعف لاحق نہ ہو۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ یہ مدینہ کے ایک پتھر کی ساتھ خاص ہے جس کا نام مشبعہ ہے اُس پتھر میں اللہ جل شانہ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ اُس کے باندھ لینے سے بھوک میں کسی قدر تسکین ہو جاتی ہے لیکن ظاہر پہلا ہی قول ہے اس لئے کہ اب بھی اکثر ایسا کیا جاتا ہے کہ شدت بھوک کے وقت پیٹ سے کسی کپڑے کا سخت باندھ لینا ضعف اور بھوک کی بے چینی میں مفید ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ خالی پیٹ میں نفخ

لہ حکی عن الطیبی ان عن الاولی متعلق برفعنا بتضمین معنی الکشف والثانیۃ صفۃ مصدر محذوف ای کشفنا ثیابنا عن بطوننا کشفا صادرا من حجر حجر وقال زین العرب عن حجر بدل الاشتمال عما قبلہ ۱ھ لہ فرفع الخ اشکل علی الحدیث بروایات الوصال وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام یطعمنی ربی ویسقینی ولذا اضطر ابن حبان الی انکار احادیث وضع الحجر راسا ولیس کذلک فانہا ثابتۃ بوجوہ فلابد من الجمع بان الاطعام منہ تعالی مخصوص بالوصال او بجمع بشئی آخر مثل اختلاف الاحوال باختلاف الاوقات ویحمل ذلک علی اول الامر وقال المناوی فعل ذلک لیعلم صحبہ ان لیس عندہ ما یستاثر بہ علیہم لانہ فعلہ من شدۃ الجوع فانہ کان یبیت عند ربہ یطعمہ ویسقیہ ویدل لذلک ما جاء من جمیع انہ کان مع ذلک لا یتبین علیہ اثر الجوع اصلا وبہذا یعلم ان لا ضرورۃ الی ما سلکہ ابو حاتم ابن حبان من انکار احادیث وضع الحجر راسا فی قولہ انہا باطلۃ لخبر الوصال ۱ھ

http://mujahid.xtgem.com

من هٰذا الوجه معنى قوله ورفعنا عن بطوننا عن حجر حجر كان احدهم يشدّ فى بطنه الحجر من الجهد والضعف الذى به من الجوع حدثنا محمد بن اسمٰعيل ثنا ادم بن ابى اياس ثنا شيبان ابو معٰوية ثنا عبد الملك بن

پیدا ہونیکا احتمال ہوتا ہے اور پتھر کو یا کسی سخت چیز کو باندھ لینے سے اس سے امن رہتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب پیٹ بالکل خالی ہو جائے تو آنتڑیوں کے اترجانیکا خدشہ ہوتا ہے بالخصوص چلنے پھرنے میں۔ اور پیٹ کو باندھ لینے سے یہ خدشہ نہیں رہتا۔ نیز پیٹ کے بالکل خالی ہو جانے سے کمر بھی جھک جاتی ہے۔ کبڑا ہونیکا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس حدیث پر ایک قوی اشکال ہے وہ یہ کہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن کا مسلسل روزہ رکھا کرتے تھے اور جب صحابہ کرام نے حضور کے اتباع میں روزوں کے تسلسل کا ارادہ کیا تو حضور نے منع فرمادیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ میری خصوصیت ہے کہ بغیر افطار کے کئی دن کا مسلسل روزہ رکھوں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے کھلاتے اور پلاتے ہیں۔ یہ کھلانا پلانا کس طرح ہوتا تھا یہ اپنی جگہ پر ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظاہری طور پر کھانا پینا چھوڑنے سے حضور پر بھوک کا اثر محسوس نہ ہوتا تھا ایسی صورت میں پیٹ پر پتھر باندھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور چونکہ روزے والی روایات کثیر ہیں اسلئے بعض علماء نے محدثین کے قواعد کے ماتحت ان پتھر والی روایتوں کو ضعیف قرار دیدیا لیکن اکثر محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ اس مضمون...... روایات بھی کئی ہیں نیز روزے والی روایتوں سے کوئی ایسی مخالفت بھی نہیں ہے کہ دونوں کا مختلف حالات پر حمل نہ ہو سکتا ہو اسلئے ان روایات کے ضعیف قرار دینے کی ضرورت نہیں اسکے بعد پھر مختلف اقوال ان دونوں روایتوں کے متعلق وارد ہوئے ہیں۔ ۱ پتھر والی روایات ابتدائی زمانہ کی ہوں اور یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقیات روز افزوں تھیں اسلئے کھلانے پلانے والی روایات بعد کی ہوں۔ ۲ کھلانا پلانا روزے کی حالت کیساتھ مخصوص ہو اور عام مؤمنین میں بھی یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے کہ روزے کی حالت میں فاقہ کا اثر اور تعب اتنا نہیں ہوتا جتنا بغیر روزے کے فاقہ سے مشقت اور بار ہوتا ہے تو پھر حضور کا کیا کہنا جہاں روزہ حقیقی اور کمال کے درجہ پر تھا۔ ۳ مختلف حالات کے اعتبار سے دونوں حالات حضور کے بھی ہوتے ہوں جیسا کہ مشائخ سلوک کی مختلف احوال ہوا کرتے ہیں اس قول کے موافق ان روایات کو ابتدائی زمانہ پر محمول کرنیکی ضرورت نہیں ہے، اخیر زمانہ میں بھی مختلف اوقات کے اعتبار سے مختلف احوال ہو سکتے ہیں۔ ۴ حضور پر بھوک کا اثر یقیناً نہیں ہوتا تھا۔ اسکے باوجود پتھروں کا باندھنا فقراء اور مساکین کی ساتھ اشتراک عمل کی غرض سے تھا۔ اور عام دستور ہے کہ جس مشقت اور تکلیف میں اپنے بڑے بھی مبتلا ہو جاتے ہیں اس میں سعادت مند چھوٹوں کیلئے انکے مقابلہ میں اپنی تکلیف کا التفات بھی نہیں رہتا۔ پھر صحابہ کرام جیسے سعید عشاق کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ ۵ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے کھلانا پلانا اعزاز و اکرام ہی تو تھا کوئی جبری امر نہ تھا تو کسی وقت جبکہ صحابہ کرام پر تنگی و عسرت کا غلبہ ہو فقر و فاقہ اس حالت پر پہنچ گیا ہو کہ پیٹ سے پتھر باندھنا پڑجائیں حضور خود اس اکرام سے مستفید نہ ہوتے ہوں کہ بچہ اگر بھوک میں تڑپتا ہو تو ماں کے حلق میں ٹکڑا اٹکا کرتا ہے پھر حضور کی امت پر شفقت کا کیا پوچھنا

ف۱ قال القاری یعنی غرابتہ ناشئۃ من طریق ابی طلحۃ لا من سائر الطرق وقال میرک ورواتہ ثقات یعنی فلا یضرہ الغرابۃ فانہا لا تنافی الصحۃ والحسن فان الغریب ما تفرد بروایتہ عدل ضابط من رجال النقل فان کان التفرد بروایۃ متنہ فہو غریب متنا وان کان بروایۃ عن غیر المعروف عنہ کان یعرف عن صحابی فیرویہ عدل وحدہ عن صحابی آخر فہو غریب اسنادا وہذا ہو الذی یقول فیہ الترمذی غریب من ہذا الوجہ اھ وبہ جزم السناوی اذ قال غرابتہ ناشئۃ من طریق ابی طلحۃ لا من سائر الطرق وقال البیجوری غریب من حدیث ابی طلحۃ ای حال کونہ من حدیث ابی طلحۃ ۱۲ ف۲ ہذا العدد موجود انوار وفیہ قال السناوی کعادۃ اہل الریاضۃ او العرب او اہل المدینۃ اذا خمص بطونہم لئلا تسترخی او لان البطن الخالی یضعف صاحبہ عن القیام لتقوس ظہرہ والانہ یسکن او یدفع النفخ او الم الجوع لان محلب الجوع من شدۃ حرارۃ المعدۃ الغریزیۃ فاذا انضمت علی المعدۃ الاحشاء خمدت نارہا بعض الخمود فسکن الالم بعض السکون اھ ۱۲ ف۳ بضم الجیم وفی نسخۃ بفتحہا فقیل بالضم الوسع والطاقۃ وبالفتح المشقۃ وقیل المبالغۃ والغایۃ وقیل ہما لغتان فی الوسع والطاقۃ فاما فی المشقۃ والغایۃ فالفتح لا غیر ومن تعلیلیۃ ۱۲ ق ف۴ بافراد الموصول ومن بیانیۃ للموصول او ابتدائیۃ ۱۲ ق ف۵ بشین معجمۃ فمثناۃ تحتانیۃ فموحدۃ ہکذا فی النسخ الہندیۃ وکذا اخرجہ

http://mujahid.xtgem.com

عمیر عن ابی سلمة بن عبد الرحمٰن عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنہ قال خرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی ساعة لا یخرج فیها ولا یلقاه فیها احدٌ
فاتاه ابو بکر فقال ما جاء بک یا ابا بکر فقال خرجت القی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانظر فی وجہہ والتسلیم علیہ فلم یلبث ان
جاء عمر فقال ما جاء بک یا عمر قال الجوع یا رسول اللّٰہ فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانا قد وجدت بعض ذلک

جہاں ہزاروں ماؤں کی شفقتیں قربان۔ (۵۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت دولتخانہ سے باہر تشریف لائے کہ اُس وقت نہ تو حضور کی عادت شریفہ باہر تشریف لانے کی تھی نہ کوئی شخص حضور کی خدمت میں اُس وقت دولتخانہ پہ حاضر ہوتا تھا۔ حضور کی باہر تشریف آوری پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے حضور نے ابوبکرؓ سے خلافِ معمول بے وقت آنیکا سبب پوچھا۔ انھوں نے عرض کیا جمال جہاں آرا کی زیارت اور سلام کیلئے حاضر ہوا ہوں (یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمال تناسب کی وجہ سے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر خلاف عادت باہر تشریف آوری کی نوبت آئی تو اِس یکجاں دو قالب پر بھی اِس کا اثر ہوا) بندہ کے نزدیک یہی وجہ اولیٰ ہے اور یہی کمال تناسب بڑی وجہ دورِ نبوی کے ساتھ خلافت صدیقیہ کے اتصال کی کہ حضور کے وصال کے بعد اگر کوئی دوسرا خلیفہ ہوتا تو مناسبت تامّہ نہ ہونیکی وجہ سے وقتی احکام میں کچھ تغیر ضرور ہوتا اور صحابہ کرام کیلئے حضور کے فرق کی ساتھ یہ دوسرا مرحلہ ملکہ رنج و ملال کو ناقابل برداشت بنانیوالا ہوتا بخلاف صدیق اکبرؓ کے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ اس درجہ اتصال اور قلبی یکجہتی تھی کہ جن مواقع پر جو حضور کا طرزِ عمل تھا وہی اکثر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بھی تھا چنانچہ حدیبیہ کا قصہ مشہور ہے جس کا ذکر حکایاتِ صحابہ میں بھی گذر چکا ہے۔ مسلمانوں نے نہایت دب کر ایسی شرائط پر کفار سے صلح کی تھی کہ بعض صحابہ اُسکا تحمل بھی نہ کر سکے۔ اور حضرت عمرؓ نہایت جوش میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا بیشک۔ حضرت عمرؓ کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہے حضور بیشک۔ حضرت عمرؓ پھر ہم کو دین کے بارے میں یہ ذلت کیوں دی جا رہی ہے۔ حضور میں اللہ کا رسول ہوں اور اُسکی نافرمانی نہیں کر سکتا وہی میرا مددگار ہے۔ حضرت عمر کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مکہ جائیں گے اور طواف کرینگے۔ حضور بیشک۔ لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال مکہ میں جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نہیں یہ تو نہیں کہا تھا۔ حضور بس تو مکہ میں ضرور جائیگا اور طواف کریگا اسکے بعد حضرت عمرؓ اسی جوش میں حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں اے ابوبکر کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں۔ حضرت ابوبکر بیشک۔ حضرت عمر کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر بیشک۔ حضرت عمر پھر دین کے بارے میں ہم ذلت کیوں دیئے جا رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر او آدمی یہ بلا تردد سچے رسول ہیں اور اللہ کی ذرا بھی نافرمانی کرنیوالے نہیں ہیں وہی ان کا مددگار ہے تو ان کی رکاب کو مضبوط پکڑے رہ۔ حضرت عمرؓ کیا انھوں نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مکہ جائیں گے اور طواف کرینگے۔ حضرت ابوبکرؓ کیا تجھ سے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اسی سال جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نہیں یہ تو نہیں کہا تھا۔ حضرت ابوبکر تو مکہ میں جائیگا اور طواف کریگا۔ بخاری شریف میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے اور بھی اس قسم کے متعدد واقعات حیرت انگیز

---

۵۱ الباء للتعدیة ای ما الذی احضرک فی ہذا الوقت ۱۲ ۵۲ بالنصب علی انہ مفعول فعل مقدر معطوف علی الفعلین ای القی وانظر واریدُ التسلیم وبالجر ای التشرف بالتسلیم علیہ او معطف علی القی بحسب المعنی ای للقاء ہ صلی اللہ علیہ وسلم والتسلیم علیہ ۱۲ ق ۵۳ وفی روایة مسلم عن ابی ہریرة ایضاً فاذا ہو بابی بکر وعمر فقال ما اخرجکما من بیوتکما ہذه الساعة قالا الجوع یا رسول اللہ قال انا والذی نفسی بیده لاخرجنی الذی اخرجکما فیحتمل انہما قضیتان او لما جاء عمرؓ وذکر الجوع ذکره ابوبکرؓ ایضاً ورد فی معنی الباب من جا

م قال القاری وبعض الزیادات فی بعض الروایات محذوفة من بعض الرواة ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

فانطلقوا الی منزل ابی الہیثم بن التیہان الانصاری وکان رجلا کثیر النخل والشجر والشاء ولم یکن له خدم فلم یجدوه فقالوا لامرأته این صاحبك فقالت انطلق یستعذب لنا الماء فلم یلبثوا ان جاء ابو الہیثم بقربة یزعبها فوضعها ثم جاء یلتزم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویفدیه بابیه وامه ثم انطلق بہم الی حدیقة فبسط لہم بساطا ثم انطلق الی نخلة فجاء بقنو فوضع فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم افلا تنقیت لنا من رطبه فقال یارسول اللہ انی

ہیں۔ حتیٰ کہ اگر حضور سے اجتہادی خطا ہوئی تو اُس میں بھی حضرت ابوبکر رضؓ شریک ہیں جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے معاملہ میں جس کا قصہ سورۂ انفال کے اخیر میں ہے۔ اس صورت میں حضرت ابوبکر رضؓ کا اس وقت خلافِ معمول باہر آنا دل رابدل ہیست حضور کے قلب اطہر کا اثر تھا گو بھوک بھی لگی ہوئی ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ کا آنا بھی بھوک کے تقاضے کی وجہ سے تھا۔ لیکن حضور کے چہرۂ انور کو دیکھ کر اُس کا خیال بھی جاتا رہا اسی لئے حضور کے استفسار پر اُس کا ذکر نہیں کیا۔ ؎ یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم + بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری + بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ کی تشریف آوری بھوک ہی کی وجہ سے تھی مگر اس کا ذکر اسلئے نہیں کیا کہ حضور کو گرانی نہ ہو کہ دوست کی تکلیف اپنی تکلیف پر غالب ہو جایا کرتی ہے) تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے۔ حضور نے اُن سے بھی بے وقت حاضری کا سبب پوچھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضور بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ بھوک تو کچھ میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔ اسکے بعد تینوں حضرات ابوالہیثم انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہ اہلِ ثروت لوگوں میں سے تھے کھجوروں کا بڑا باغ تھا بکریاں بھی بہت سی تھیں۔ البتہ خادم ان کے پاس کوئی نہیں تھا۔ اس لئے گھر کا کام سب خود ہی کرنا پڑتا تھا۔ یہ حضرات جب اُن کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ گھر والوں کیلئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں جو خادم نہ ہونے کی وجہ سے خود ہی لانا پڑتا تھا۔ لیکن ان حضرات کے پہنچنے پر تھوڑی دیر گذری تھی کہ وہ بھی مشکیزہ کو جو مشکل سے اُٹھتا تھا بدقّت اُٹھاتے ہوئے واپس آ گئے اور حضور کی زیارت سے مشرف ہو کر (اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے اور زبانِ حال سے ؎ ہم نشیں جب میرے ایام بھلے آئیں گے + بن بلائے میرے گھر آپ چلے آئینگے + پڑھتے ہوئے) حضور کو لپٹ گئے اور حضور پر اپنے ماں باپ کو نثار کرنے لگے۔ یعنی عرض کرتے تھے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اس کے بعد باغ میں چلنے کی درخواست کی وہاں پہنچکر فرش بچھایا اور دین و دنیا کے سردار اپنے فخر مہمان کو بٹھا کر ایک خوشہ (جس میں ہر طرح کی کچی پکی آدھ کچری کھجوریں تھیں) سامنے حاضر کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ توڑنے کی کیا ضرورت تھی اس میں ابھی کچھ کچی بھی ہیں جو ضائع ہونگی۔ پکی پکی چھانٹ کر کیوں نہ توڑ لی۔ میزبان نے عرض کیا تاکہ اپنی پسند سے پکی اور

۵۱ قال القاری فی روایة عند الطبرانی وابن حبان فی صحیحه ابی ایوب الانصاری فالقضیة متعددة وفی روایة لمسلم رجل من الانصار وہو محتمل لما قال المناوی وانطلاقہم الی منزله لاینافی کمال شرفہم فقد استطعم موسی والخضر قبلہم وکان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مندوحة عن ذلک ولو شاء لکانت جبال تہامة تمشی معه ذہبا لکن اللہ سبحانه اراد ان یجزی الخلائق بہم وان یستن بہم السنن ففعلوا ذلک تشریعا للامة وہل خروجه صلی اللہ علیہ وسلم قاصدا من اول خروجه الی انسان معین او اتفاقا التعیین بالاتفاق الظاہر الثانی ۱۲ ۵۲ التیہان بفتح التاء الفوقانیة وکسر التحتانیة المشددة وہو لقب واسمه مالک وقیل عتیک واسم ابی الہیثم مالک ۱۲ ۵۳ بفتحتین جمع خادم اعم من الذکر والانثی ولیس المراد نفی الجمع بل نفی الافراد وہذا توطئة لقوله الاتی فلم یجدوه ۱۲ ۵۴ بتحتیة مفتوحة فزای ساکنة فعین مہملة مفتوحة من زعب القربة ملأہا وقیل یدفعها لثقلها یقال جاء یزعب بقربة ای یتدافع ۱۲ ۵۵ بتشدید الدال من التفدیة وفی نسخة کیرمیه وفی اخری من الافداء وکلاہما بعید لان الفدی انقاذ الاسیر باعطاء شیء والافداء قبول فدائه ۱۲ م ۵۶ الباء للتعدیة او المصاحبة ای ذہب معہم وانکر القاری الاول لعدم ملائمة مقام الاکرام

http://mujahid.xtgem.com

اردت ان تختاروا او تخیروا من رطبه وبسره فاکلوا وشربوا من ذلك الماء فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هذا والذی نفسی بیدہ من النعیم الذی تسألون عنه یوم القیمة ظل بارد ورطب طیب وماء بارد فانطلق ابو الهیثم لیصنع لهم طعاما فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تذبحن لنا ذات در فذبح لهم عناقا او جدیا فاتاهم بها فاکلوا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هل لك خادم قال لا قال فاذا اتانا سبی فأتنا فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم براسین لیس معهما ثالث فاتاہ ابو الهیثم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اختر منهما فقال یا نبی اللہ اختر لی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان المستشار مؤتمن خذ هذا فانی رأیته یصلی واستوص به معروفا فانطلق ابو الهیثم الی امرأته فاخبرها بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت امرأته ما انت ببالغ ما قال فیه النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ان تعتقه قال فهو

گدری ہر نوع کی حسب رغبت نوش فرمادیں تینوں حضرات نے کھجوریں کھائی اور پانی پیا اسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنکا ہر ہر لحظہ تعلیم امت تھا ارشاد فرمایا کہ اس ذات پاک کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے یہ بھی اُس نعیم میں داخل ہے جنکا سوال قیامت میں ہوگا اور سورۂ الہٰکم التکاثر کے ختم پر حق تعالیٰ شانہٗ نے اسکا ذکر فرمایا ہے اُنکے شکر کے متعلق سوال ہوگا کہ ہماری نعمتوں کا کس درجہ شکر ادا کیا اللھم لا احصی ثناءً علیك انت کما اثنیت علی نفسك. پھر اسوقت کی نعمتوں کا اظہار شکر کے طور پر فرمایا کہ ٹھنڈا سایہ ٹھنڈا پانی اور تر و تازہ کھجوریں۔ اسکے بعد میزبان کھانے کی طیاری کیلئے جانے لگے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ فرط محبت میں کیفما اتفق مت ذبح کردینا بلکہ ایسا جانور ذبح کرنا جو دودھ کا نہ ہو میزبان نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور بعجلت تمام کھانا طیار کرکے حاضر خدمت کیا اور مہمانوں نے تناول فرمایا حضور نے اُس وقت یہ ملاحظہ فرماکر کہ مشتاق میزبان سب کام خود ہی کررہا ہے اور شروع میں میٹھا پانی بھی خود ہی لاتے دیکھا تھا دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی خادم نہیں نفی میں جواب ملنے پر حضور نے فرمایا کہ اگر کہیں سے غلام آویں تو تم یاد دلانا اُسوقت تمہاری ضرورت کا لحاظ رکھا جائیگا اتفاقاً ایک جگہ سے صرف دو غلام آئے تو ابو الہیثم نے حاضر ہو کر وعدۂ عالیجاہ کی یاد دہانی کی حضور نے فرمایا کہ ان دونوں غلاموں میں سے جونسا دل چاہے پسند کرلو جو تمہاری ضرورت کے مناسب ہو یہ جاں نثار حضور کی موجودگی میں اپنی کیا رائے رکھتا اسلئے درخواست کی کہ حضور ہی میرے لئے پسند فرمادیں (وہاں بجز دینداری کے اور کوئی وجہ ترجیح اور پسندیدگی ہو ہی نہیں سکتی تھی اسلئے حضور نے

ل؎ یحذف احدی التائین ای تخیر واشک من الراوی فان الاختیار والتخیر بمعنی التنقیة ومن قال او للتنویع وفرق بینهما فتکلف حتی صار تعسفا ۱۲ ق ۵۲؎ اشارة الی قوله تعالی ثم لتسألن یومئذ عن النعیم والمراد السؤال عن القیام بشکرہ علی ما قاله القاضی عیاض وقال النووی الذی نعتقدہ ان السؤال ههنا سؤال تعداد النعم واعلامه بالامتنان واظهار کرمه باسباغها لا سؤال محاسبة قال المناوی والخبر صریح فی رد زعم جمع مفسرین کالواحدی بان السؤال عن النعیم یختص بالکفار ولیس فی اللفظ ولا فی السنة ما یقتضی الاختصاص بل عدمه وما نقله من الحسن انه لا یسأل الا اهل النار فیه طل قطعا اما علیه او سنه اه ۱۲ ۵۳؎ الخبر من مستدلات الشافعی علی ان الرطب فاکهة لا طعام وقال ابو حنیفة ان الرطب والرمان لیسا بفاکهة بل الرطب غذاء والرمان دواء لقوله تعالی فیهما فاکهة ونخل ورمان بناء علی ان الاصل فی العطف المغایرة والفاکهة ما یتفکه به تلذذا ۵۴؎ او جدیا شك من الراوی والعناق بفتح العین انثی المعز لها اربعة اشهر والجدی بفتح الجیم وسکون الدال ذکر المعز الم یبلغ سنة ۱۲ اب ۵۵؎ بصیغة المفعول وهو حدیث صحیح کاد ان یکون متواترا ففی الجامع الصغیر المستشار مؤتمن رواه الاربعة عن ابی هریرة والترمذی عن ام سلمة وابن ماجة عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن سمرة وزاد ان شاء اشار وان شاء لم یشر وفی الاوسط عن علی وزاد فاذا استشیر فلیشر بما هو صانع لنفسه والمعنی ان الذی طلب منه المشورة جعل امینا فیلزمه رعایة حال المستشیر لا کیلا یکتم امر فیه صلاحه فان فعل خرج عن کونه امینا وصار خائنا قال ذلك الملا او تعلیما لابی الهیثم او احتفاظا له من تفنیه لیعمل به ۱۲ ق م ۵۶؎ استوص ای افعل به معروفا وصیة منی فمعروفا منصوب باستوص لتضمینه معنی افعل وقیل منصوب بنزع الخافض او علی انه صفة

http://mujahid.xtgem.com

عتیق فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی لم یبعث نبیا ولا خلیفۃ الا وله بطانتان بطانۃ[1] تامرہ بالمعروف وتنہاہ عن المنکر وبطانۃ[2] لا تالوہ خبالا[3] ومن یوق بطانۃ السوء فقد وقی حدثنا عمر بن اسمعیل بن مجالد[4] بن سعید حدثنی ابی عن بیان حدثنی قیس بن ابی حازم قال سمعت سعد[5] بن ابی وقاص یقول انی لاول رجل هراق دما فی سبیل اللہ وانی لاول رجل رمی بسہم فی سبیل اللہ لقد رأیتنی اغزو فی العصابۃ من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما ناکل الا ورق الشجر والحبلۃ[6] حتی تقرحت اشداقنا[7] حتی ان احدنا لیضع کما تضع الشاۃ والبعیر واصبحت بنو اسد یعزروننی فی الدین لقد خبت اذا وضل

(حاشیہ بین السطور: فضلا من غیرہا ۱۲م — السوء والسوء کالکرہ والکرہ ۱۲ — صارت ۱۲)

ارشاد فرمایا کہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے اسلئے میں امین ہونیکی حیثیت سے فلاں غلام کو پسند کرتا ہوں اسلئے کہ میں نے اسکو نماز پڑھتے دیکھا لیکن میری ایک وصیت اسکے بارہ میں یاد رکھیو کہ اسکے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیجیو۔ اول حضور نے مشورہ کے ضابطہ کو ذکر فرما کر گویا اس پر تنبیہ فرمائی کہ میری جو پسند ہیگی وہ ذمہ دارانہ اور امانت داری کی ہے پھر ایک کو پسند فرما کر وجہ ترجیح بھی ظاہر فرمائی کہ وہ نمازی ہے۔ یہ وجہ ہے اسکو راجح قرار دینے کی۔ ہمارے زمانہ میں ملازم کا نمازی ہونا گویا عیب ہے کہ آقا کے کام کا حرج ہوتا ہے ابوالہیثم خوش خوش اپنی ضرورتوں کیلئے ایک مددگار ساتھ لیکر گھر گئے اور حضور کا فرمان عالی شان بھی بیوی کو سُنا دیا۔ بیوی نے کہا کہ حضور کے ارشاد کی کماحقہ تعمیل نہ ہو سکیگی۔ اور اس وجہ بھلائی کا معاملہ کہ ارشاد عالیجاہ کا امتثال ہوجائے ہم سے نہ ہو سکیگا اسلئے اسکو آزاد ہی کردو کہ اسی سے امتثال ارشاد ممکن ہے۔ سراپا اتباع اور مجسم اخلاص خاوند نے فوراً آزاد کر دیا اور اپنی دقتوں اور تکالیف کی ذرا بھی پروا نہ کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب واقعہ اور جاں نثار صحابی کے ایثار کا حال معلوم ہوا تو اظہار مسرت اور بیوی کی مدح کے طور پر ارشاد فرمایا کہ ہر نبی اور اسکے جانشینوں کیلئے حق تعالٰی شانہ دو باطنی مشیر اور مصلح کا ریبد فرماتے ہیں جن میں سے ایک مشیر تو بھلائی کی ترغیب دیتا ہے اور ہر بُرائی سے روکتا ہے۔ دوسرا مشیر تباہ و برباد کرنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتا جو شخص اسکی بُرائی سے بچا دیا جائے وہ ہر قسم کی بُرائی سے روک دیا گیا **ف**۔ ابوالہیثم کی بیوی بمنزلہ بہترین مشیر کار کے تھیں جنھوں نے مشورہ دیکر ایک کار خیر یعنی ایک نمازی غلام کو آزاد کرا دیا اور اپنی ضروریات کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ اور نہ اسکی پروا کی کہ کس قدر مشقتیں اُٹھانی پڑینگی بعد خادم ملا ہے کچھ دن تو اسکی وجہ سے آرام اُٹھالیں بعد میں آزاد کر دینگے۔ (۵) سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ اُمت محمدیہ میں سب سے پہلا شخص جس نے کسی کافر کا خون بہایا ہو میں ہی ہوں اور ایسے ہی پہلا وہ شخص جس نے جہاد میں تیر پھینکا ہو میں ہوں۔ ہم لوگ (یعنی صحابہ کی جماعت ابتدا اسلام میں ایسی حالت میں جہاد کیا کرتے تھے کہ ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی درختوں کے پتے اور کیکر کی پھلیاں ہم لوگ کھایا کرتے تھے جسکی وجہ سے مُنھ کے جباڑے زخمی ہوگئے تھے اور پتے کھانے کی وجہ سے پاخانہ میں بھی اونٹ اور بکری کی طرح مینگنیاں

[1] بطانۃ الرجل بکسر الباء الواحدۃ صاحب سرہ الذی یطلعہ علی خفایا امورہ ویستشیرہ فیہا تشبیہا لہ ببطانۃ الثوب ۱۲م [2] بضمۃ مفتوحۃ فموحدۃ ای لا تقصر فی افساد حالہ فالخبال الافساد والالو التقصیر وعبر بہما بہذا وفی بطانۃ الخیر بما سبق تنبیہاً علی انہ یکفی فی کون الشر السکوت علی الفساد وفی الخیر لا یکفی الا الامر بہ ۱۲م [3] بضم میم وفتح جیم ولام مکسورۃ فانی بعض النسخ بالہاء بدل اللام تصحیف من الناسخ ۱۲ [4] بوحدۃ مفتوحۃ فتحتیۃ ابن بشر علی ما فی نسخۃ بکسر موحدۃ فسکون معجمۃ ۱۲ [5] الحبلۃ بضم مہملۃ وسکون موحدۃ ثمرۃ السمر تشبہ اللوبیا وقیل ثمر العضاۃ والعضاۃ کل شجرۃ یعظم ولہ شوک طوال [6] اشداقنا جمع شدق فی القاموس الشدق بالکسر ویفتح والدال مہملۃ طفطفۃ الفم من باطن

http://mujahid.xtgem.com

نکلا کرتی تھیں اسکے بعد بھی قبیلہ بنو اسد کے لوگ اسلام کے بارہ میں مجکو دھمکاتے ہیں اگر میری دین سے ناواقفیت کا یہی حال ہے جیسا یہ لوگ بتاتے ہیں تو خسر الدنیا والآخرۃ۔ دنیا اس تنگی و عسرت میں گئی اور دین کی یہ حالت کہ نماز سے بھی واقفیت نہ ہوئی **ف**۔ اس حدیث میں چونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو صرف اس وقت کی تنگی دکھلانا مقصود تھی اسلئے تمام قصہ کو مختصر کر دیا کہ مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ تنگی اور عسرت کی وجہ سے مجاہدین کو غذا بھی نہ ملتی تھی یہ اسلامی فوج درختوں کے پتے کھا کر جہاد کرتی تھی لیکن حضرت سعد نے اس حدیث میں اپنے کارنامے اور اپنی مساعی جمیلہ اور قدیم الاسلام ہونا بیان کیا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کوفہ کے امیر تھے۔ کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے انکی بہت سی شکایات کیں حتیٰ کہ یہ بھی شکایت کی کہ یہ نماز تک بھی اچھی طرح سے نہیں پڑھتے۔ حضرت عمرؓ نے انکو بلوایا اور بلا کر ارشاد فرمایا کہ لوگ تمہاری بہت سی شکایات کرتے ہیں حتیٰ کہ نماز تک کی بھی شکایت کرتے ہیں۔ اس پر انھوں نے اپنی صفائی میں اپنا قدیم الاسلام ہونا اسلام کے بارے میں مشقتوں کا برداشت کرنا وغیرہ بیان کر کے عرض کیا کہ اس پر یہ لوگ مجھے نماز پر دھمکیاں دیتے ہیں۔ میں نے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا اس سے ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انکی ساتھ کوفہ میں دو آدمی بھیجے کہ وہ وہاں گشت کر کے انکے متعلق شکایات کی تحقیق کر کے آئیں۔ انھوں نے کوئی مسجد کوفہ کی ایسی نہیں چھوڑی جس میں جا کر نمازیوں سے حالات کی تحقیق نہ کی ہو سب نے انکی تعریف کی البتہ ایک شخص نے یہ کہا کہ جب قسم دیکر پوچھتے ہو تو سچ سچ بتاؤں کہ سعد جہاد کیلئے نہیں نکلتے گویا اپنی بیان بیماری ہے دوسرے یہ کہ تقسیم میں مساوات اور برابری نہیں کرتے اور فیصلہ میں انصاف نہیں کرتے حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ تین شکایات کی ہیں اس لئے تین بددعائیں کرتا ہوں ہر ایک کے مناسب اے اللہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے محض شہرت اور دنیا کو دکھلانے کی غرض سے کھڑا ہوا ہے کہ بڑے آدمی پر تنقید کرنے سے شہرت ہوا کرتی ہے تو اسکی عمر بڑھا دے اور فقر میں اضافہ کر اور فتنوں میں مبتلا فرما۔ اسکے بعد دیکھنے والا اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے پلکیں آنکھوں پر گر گئی تھیں اور فقیر ہو گیا تھا گلی کوچوں میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور کوئی پوچھتا کہ یہ کیا حال ہو گیا تو کہتا کہ سعد کی بددعا لگ گئی اللھم انا نعوذبک من غضبک و غضب رسولک و غضب اولیائک۔ حضرت سعد نے اس حدیث میں تین قصوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ ۱ یہ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے کسی کافر کا خون گرایا۔ یہ ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں لوگ نہایت پریشان اور مصائب میں مبتلا تھے کفار سے چھپ کر نماز وغیرہ عبادات کیا کرتے تھے ایک مرتبہ چند حضرات جن میں حضرت سعد بھی تھے ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین کی ایک جماعت وہاں پہنچ گئی ان لوگوں کو برا بھلا کہا اور لڑائی پر اتر آئی تو حضرت سعد نے اونٹ کا ایک جبڑا وہاں پڑا تھا اسکو اٹھا کر ایک کافر کے مارا جس سے اسکے خون جاری ہو گیا۔ یہی مراد ہے اللہ کے راستہ میں سب سے پہلے خون گرانے سے۔ ۲ یہ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا۔ یہ ہجرت کے بعد ۱ھ کا واقعہ ہے اور اسلام میں سب سے پہلا سریہ ہے یعنی سب سے پہلی فوج ہے جسکو حضور نے ہجرت کے بعد حضرت عبیدہ بن حارث کی ماتحتی میں رابغ بھیجا ہے۔ اس میں کفار سے مقابلہ ہوا دونوں جانب سے تیر چلائے گئے مسلمانوں میں سب سے پہلا تیر حضرت سعد نے چلایا تھا۔ تیسرا قصہ اس جنگ کا ہے جسکا ذکر حضرت سعدؓ نے درختوں کے پتے کھانے سے فرمایا یہ قصہ سریہ خبط کہلاتا ہے جو باختلاف اقوال ۸ھ یا رجب ۸ھ میں ہوا ہے اسکا مختصر قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو مہاجرین اور انصار کو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں مدینہ منورہ سے پانچ روز کی منزل پر سمندر کے

http://mujahid.xtgem.com

علی حدثنا محمد بن بشار ثنا صفوان بن عیسی ثنا عمرو بن عیسی ابو نعامة[٥١] العدوی قال سمعت خالد بن عمیر

وشویسا[٥٢] ابا الرقاد قالا بعث عمر بن الخطاب عتبة بن غزوان[٥٣] وقال انطلق انت ومن معک حتی اذا کنتم فی اقصی ارض العرب وادنی بلاد

ارض العجم فاقبلوا[٥٤] حتی اذا کانوا بالمربد[٥٥] وجدوا هذا الکذان[٥٦] فقالوا ما هذه[٥٧] قالوا هذه البصرة[٥٨] فساروا حتی اذا بلغوا حیال الجسر الصغیر[٥٩][٦٠]
بل جو بین ۲

کنارے قبیلہ جہینہ کے مقابلہ کیلئے بھیجا تھا۔ اُس لشکر میں اول تین اونٹ یومیہ ذبح ہوتے تھے اور جب اونٹوں کی قلت کے خوف سے امیر نے ذبح کی ممانعت فرمادی تو کچھ مقدار کھجوریں تقسیم ہوتی تھیں اور وہ بھی کم ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ایک کھجور یومیہ فی آدمی ملتی تھی کہ اُسکو چوستے رہتے اور پانی پیتے رہتے۔ لیکن جب وہ بھی ختم ہو چکیں تو درختوں کے پتے جھاڑ کر کھانیکی نوبت آئی۔ خبط کے معنی پتے جھاڑنیکے ہیں اسی لئے اسکا نام سریۃ الخبط مشہور ہو گیا۔ اسکا طویل قصہ ابتدائً سخت پریشانی اور عسرت کا اور انتہائً لطف کا ہے جسکو تاریخ اسلام کی طویل کتابوں میں دیکھا جاوے۔ مختصر طور پر حکایات صحابہ کے تیسرے باب میں بندہ نے بھی لکھدیا ہے۔ (٦) خالد بن عمیر اور شویس کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو حکم فرمایا کہ تم اپنے رفقاء کی ساتھ (جو تین سو مجاہد تھے عجم کی طرف) چلے جاؤ اور جب منتہائے سرزمین عرب پر پہنچو جہاں کہ سرزمین عجم بہت ہی قریب رہجاوے تو وہاں قیام کرنا (مقصد انکی روانگی کا یہ تھا کہ دربار عمری میں یہ اطلاع پہنچی تھی کہ عجم کا ارادہ عرب پر حملہ کرنیکا ہے اور بروایت دیگر یزدجرد نے عجم سے امداد منگائی ہے جسکا یہ راستہ تھا اسلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو ناکہ بندی کیلئے ارسال فرمایا تھا) وہ لشکر چلا اور جب مربد بصرہ پر پہنچے تو وہاں عجب طرح کے سفید سفید پتھر نظر پڑے لوگوں نے اول تعجب سے آپس میں پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں تو لوگوں نے کہا کہ یہ بصرہ ہیں (بصرہ اصل لغت میں سفیدی مائل پتھروں کو کہتے ہیں۔ اسکے بعد پھر شہر کا نام پڑ گیا تو گویا انہوں نے جواب دیا کہ یہ بھی ایک قسم کے پتھر ہیں) اسکے بعد حضرت عمرؓ کی ہدایت کے موافق آگے بڑھے اور جب دجلہ کے چھوٹے پل کے قریب پہنچے تو لوگوں نے تجویز کیا کہ حضرت عمرؓ کی متعینہ جگہ یہی موقعہ ہے اسلئے وہاں پڑاؤ ڈالدیا۔ راوی نے اس جگہ تمام قصہ (یعنی خراسان کے لشکر کے آنیکا اور عتبہ کے فتح کرنیکا پورا قصہ) مفصل ذکر کیا مگر امام ترمذی کو چونکہ اس جگہ ذکر کرنے سے مقصود اُس وقت کی تنگ حالی کا بیان کرنا تھا جس کا ذکر اس حدیث کے اخیر میں ہے اس لئے تمام حدیث

---

٥١ ابو نعامة بفتح النون علی الصحیح قاله القاری من المغنی والعدوی بفتح العین والدال المهملتین ۱۲ ٥٢ شویسا مصغرا بمعجمة اوله ومهملة آخره هو شویس بن حیاش ابو الرقاد بضم الراء بعدها قاف خفیفة ۱۲ ٥٣ بفتح معین وسکون زای معجمتین وعتبة من اکابر الصحابة اسلم قدیما وهاجر الهجرتین اول من نزل البصرة وهو الذی خططها ۱۲ ٥٤ فاقبلوا قال القاری فعل ماض من الاقبال بمعنی توجهوا قال المناوی ای توجهوا الی المحل الذی امرهم عمرؓ بالانطلاق الیه وسبب امرهم بذلک السیر وکشفهم بذلک الموضع انه کان محل خروج الهند من الجزائر الی ارض فارس وکان یزدجرد التمس منهم الاعانة لقتال العرب فاراد عمرؓ ان یرابطوا بذلک الثغر لیضبطوا ذلک الجهة ۱۲ ٥٥ المربد بکسر میم فسکون ففتح موحدة موضع بالبصرة واصلها من ربد بالمکان اذا اقام به وهو موضع حبس الابل او تجفیف الرطب ۱۲ ٥٦ الکذان بفتح الکاف وتشدید الذال حجارة رخوة مائلة الی البیاض والبصرة ایضا حجارة رخوة مائلة الی البیاض ۱۲ ٥٧ ای استفهم بعضهم بعضا ۱۲ ٥٨ ای اجاب بعضهم بعضهم فالجملة الاولی استفهام والثانیة جواب البعض ولیس فی بعض النسخ ههنا لفظ قالوا فلا یبعد ان یکون همزة الاستفهام مقدرة وفی معجم البلدان ان المسلمین حین وافوا مکان البصرة نظروا الیها من بعید وابصروا الحصا علیها فقالوا ان هذه ارض بصرة یعنون حصبة فسمیت بذلک ثم ذکر اقوالا اخری فی وجه تسمیتها بذلک ۱۲ ٥٩ قال القاری بناها عتبة بن غزوان فی خلافة عمرؓ سنة سبع عشرة وسکنها الناس سنة ثمان عشرة قیل لم یعبد بارضها صنم اه وفی فتوح البلدان لما نزل عتبة بن غزوان الخریبة کتب الی عمرؓ یعلمه نزوله ایاها وانه لابد للمسلمین من منزل یشتون به اذا شتوا ویکنسون فیه اذا انصرفوا من غزوهم فکتب الیه ان اجمع اصحابک فی موضع واحد ولیکن قریبا من الماء والمرعی فکتب الیه انی وجدت ارضا کذا وکذا فکتب الیه ان انزلها الناس فانزلهم ایاها فبنوا مساکن بالقصب وبنی عتبة مسجدا من قصب وذلک فی سنة ١٤ الی آخر ما بسط ۱۲ ٦٠ کان ذلک الجسر علی الدجلة فی عرضها یسیر علیه المشاة والرکبان واحترز به عن الجسر الکبیر وهو عند بغداد بینهما عشرة ایام ۱۲ ب +

http://mujahid.xtgem.com

فقالوا ههنا امرتم فنزلوا فذكروا الحديث[1] بطوله قال فقال عتبة بن غزوان لقد رأيتني واني لسابع سبعة[2]

اى فى هذا المكان بالاقامة والنزول ۱۲

مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لنا طعام الا ورق الشجر حتى تقرحت اشداقنا فالتقطت بردة فقسمتها

اى صارت ذات قرح ۱۲

بيني وبين سعد[3] فما منا من اولئك السبعة احد الا وهو امير مصر من الامصار وستجربون الامراء

بعدنا حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن ثنا روح[4] بن اسلم ابو حاتم البصري ثنا حماد بن سلمة ثنا ثابت

کو مختصر کرکے اس جملہ کو ذکر کر دیا۔ حضرت عتبہ نے فتح کے بعد ایک خطبہ بھی پڑھا تھا جو عربی حاشیہ میں نقل کیا گیا اس میں دنیا کی بے ثباتی آخرت کا دائمی گھر ہونا وغیرہ امور ارشاد فرمائے تھے چنانچہ حمد و صلوٰۃ کے بعد فرماتے ہیں کہ دنیا ختم ہو رہی ہے اور منہ پھیر کر جا رہی ہے دنیا کا حصہ اتنا ہی باقی رہ گیا جیسا کہ کسی برتن کا پانی ختم ہو جائے اور اخیر میں ذرا سا قطرہ اس میں رہ جائے تم لوگ اس دنیا سے ایک ایسے عالم کی طرف جا رہے ہو جو ہمیشہ رہنے والا ہے کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے لہٰذا ضروری ہے کہ بہترین ماحضر کی ساتھ اس عالم میں جاؤ اسلئے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جہنم (جو اللہ کے نافرمان لوگوں کا گھر ہے) اتنی گہری ہے کہ اگر اسکے اوپر کے کنارہ سی ایک ڈھیلا پھینکا جائے تو ستر برس تک بھی وہ جہنم کے نیچے کے حصہ میں نہیں پہنچتا اور آدمیوں سے اس مکان کو بھرا جائیگا۔ کس قدر عبرت کا مقام ہے نیز ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت (جو اللہ کے فرمان بردار بندوں کا مکان ہے) اس قدر وسیع ہے کہ اس کے دروازہ کی چوڑائی میں ایک جانب سے دوسری جانب تک چالیس برس کی مسافت ہے اور آدمیوں ہی سے وہ بھی پر کی جائیگی (اسلئے ایسے اعمال اختیار کرو جن کی وجہ سے پہلے مکان سے نجات ملے اور اس مکان میں جو اللہ کی رضا کا مکان ہے داخلہ نصیب ہو۔ اسکے بعد اپنا گذشتہ حال بیان کیا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ اپنی یہ حالت دیکھی ہے کہ میں اُن سات آدمیوں میں سے ایک ہوں جو اسوقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہمارے پاس کھانے کیلئے درختوں کے پتوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا اُنکے کھانے سی ہمارے مُنہ چھل گئے تھے مجھے اتفاقاً ایک چادر مل گئی تھی جسکو میں نے اپنے اور سعد کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لی (حق تعالیٰ جل شانہ نے اُس تنگ حالی اور تکالیف کا دنیا میں بھی یہ اجر مرحمت فرمایا کہ) ہم سات میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو کسی جگہ کا امیر نہ ہو (چونکہ یہ جماعت بڑی تکالیف برداشت کرنے اور مجاہدات

---

[1] المراد بالجمع ما فوق الواحد وفي نسخة فذكرا وهو الظاهر لان الضمير يرجع الى خالد وشويس وفي نسخة فذكر بالافراد اى ابن بشار على ما ذكره ابن حجر والمناوي او ابونعامة كما اختاره القاري ۱۲ [1] ذكره الطبري في تاريخه بهذا السند الى خالد وشويس قالا بعث عمر بن الخطاب عتبة بن غزوان فقال له انطلق انت ومن معك حتى اذا كنتم في اقصى ارض العرب وادنى ارض العجم فاقيموا فاقبلوا حتى اذا كانوا بالمربد وجدوا هذا الكذان قالوا ما هذه البصرة فساروا حتى بلغوا حيال الجسر الصغير فاذا فيه حلفاء وقصب نابتة فقالوا ههنا امرتم فنزلوا دون صاحب الفرات فاتوه فقالوا ان ههنا قوما معهم راية وهم يريدونك فاقبل في اربعة آلاف اسوار فقال ما هم الا ما ارى اجعلوا في اعناقهم الحبال واتوني بهم فجعل عتبة يزحل وقال اني شهدت الحرب مع النبي صلى الله عليه وسلم حتى اذا زالت الشمس قال احملوا فحملوا عليهم فقتلوهم فلم يبق منهم احد الا صاحب الفرات اخذوه اسيرا فقال عتبة بن غزوان ابغوا لنا منزلا هو انزه من هذا وكان يوم عكاك ودمد فرفعوا له منبرا فقام يخطب فقال ان الدنيا قد تصرمت وولت حذاء ولم يبق منها الا صبابة كصبابة الاناء الا وانكم منتقلون منها الى دار القرار فانتقلوا بخير بحضرتكم وقد ذكر لي لو ان صخرة القيت من شفير جهنم هوت سبعين خريفا ولتملئنه اوعجبتم ولقد ذكر لي ان ما بين مصراعين من مصاريع الجنة مسيرة اربعين عاما وليأتين عليه يوم وهو كظيظ ولقد رأيتني واني سابع سبعة الحديث وقد ذكر الخطبة الحاكم في المستدرك بسنده الى حميد بن هلال عن خالد بن عمير بنحو هذا وقال صحيح على شرط مسلم واقره عليه الذهبي ۱۲ [2] اى في الاسلام فانه اسلم بعد ستة نفر قاله القاري ۱۲ [3] سعد اى ابن ابى وقاص على ما في الاصول المصححة وفي بعض النسخ سبعة وهو سهو لما في رواية مسلم فقسمتها بيني وبين سعد بن مالك فاتزرت بنصفها واتزر سعد بنصفها قاله القاري قلت ولفظ الحاكم في المستدرك فشققتها بيني وبين سعد بن ابى وقاص فارس الاسلام ۱۲ [4] بفتح الراء

وسكون الواو آخره حاء مهملة واسلم بمعنى وزان اكرم ۱۲

عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد اخفت فی اللہ وما یخاف احد ولقد اوذیت فی اللہ وما یؤذی احد ولقد اتت علیّ ثلثون من بین لیلۃ ویوم ومالی ولبلال طعام یاکلہ ذو کبد الا شیء یواریہ ابط بلال حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن انبانا عفان بن مسلم ثنا ابان بن یزید العطار ثنا قتادۃ عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یجتمع عندہ غداء ولا عشاء من خبز ولحم الا علی ضفف قال عبد اللہ قال بعضھم ھو کثرۃ الایدی حدثنا عبد بن حمید ثنا محمد بن اسمعیل بن ابی فدیک ثنا ابن ابی ذئب عن مسلم بن جندب عن نوفل بن ایاس

کے بعد امیر ہوئی ہے اسلئے اسکا معاملہ اپنی جماعتوں کیساتھ بہتر بن معاملہ ہے جو تم کو بعد میں آنیوالے امراء کے تجربہ حال سے معلوم ہوگا اسلئے کہ ہم اُن امراء کا عنقریب تجربہ کرنیوالے ہو جو بعد میں آنیوالے ہیں۔ **ف**۔ بظاہر حضرت سعد کا مقصد اپنی اس حالت کے بیان کرنیسے دو امر ہیں۔ اول یہ کہ دین کے بدلے میں جو مشقت اٹھائی جاتی ہے اسکا ثمرہ دنیا میں بھی اکثر ملتا ہے اسلئے تم لوگ جو مشقت برداشت کروگے انشاء اللہ اُسکا ثمرہ پاؤگے دوسرے یہ کہ اسوقت کے امراء سے اگر کوئی ناگواری کی بات تم کو پیش آئے اُسکو برداشت کرو کہ یہ بہت غنیمت ہے اُن حالات کے اعتبار سے جو عنقریب آنیوالے ہیں۔ (۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کے راستہ میں اُسوقت خوف دلایا گیا ہوں جسوقت کوئی بھی نہیں ڈرایا گیا۔ اور اسقدر ستایا گیا ہوں کہ کوئی شخص بھی نہیں ستایا گیا مجھے تیس تیس شب و روز ایسے گذرے ہیں کہ میرے اور بلال کے کھانے کیلئے کوئی چیز ایسی نہیں تھی جسکو کوئی جاندار کھا سکے بجز اُس تھوڑی سی مقدار کے جو بلال کی بغل میں چھپی ہوئی تھی **ف**۔ یہ قصہ جیسا کہ مصنف نے اپنی جامع میں لکھا ہے کسی وقت مکہ کرمہ سے باہر تشریف لے جانیکے زمانہ کا ہے جو ہجرت کا زمانہ نہیں اسلئے کہ ہجرت کے سفر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کیساتھ نہ تھے بلکہ اُسکے علاوہ کسی اور موقع پر یہ قصہ پیش آیا۔ حضور کے ارشاد میں اُسوقت خوف دلایا گیا ہوں کا یہ مطلب ہے کہ ابتدائی زمانہ میں جب میں اکیلا تھا کوئی رفیق اور ساتھی نہ تھا اُسوقت سب مجھے اللہ کے راستہ میں اذیت و تکالیف پہنچائی گئیں اور ڈرایا گیا اور قاعدہ کی بات ہے کہ مجمع میں مصیبت ہلکی ہوجاتی ہے تنہا شخص کو اذیت زیادہ پہنچتی ہے۔ (۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر صبح کے کھانے میں یا شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت دونوں چیزیں جمع نہیں ہوتی تھیں مگر حالت ضفف میں۔ **ف**۔ ضفف کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں چنانچہ حضور کے گذارہ اوقات کے بارہ میں جو باب پہلے ذکر ہوچکا ہے اُسکی اخیر حدیث کے ذیل میں اسکی مفصل تقریر گذرچکی ہے۔ اگرچہ اس حدیث کا مضمون اُس سے مختلف ہے جو وہاں گذری ہے اسکا بظاہر مطلب یہ ہے کہ جب حضور تنہا ہوتے تھے جب تو جو میسر ہوتا وہی نوش فرمالیتے خواہ خالی روٹی ہو یا تنہا گوشت ہو البتہ جب مہمان ہوتے تو اسکا اہتمام فرماتے کہ دونوں چیزوں کو مہیا کیا جائے اس لئے دونوں کا اجتماع مجمع ہی کے وقت ہوتا تھا۔ (۹) نوفل بن ایاس کہتے ہیں کہ عبد الرحمن بن عوف جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں۔ ہمارے ہم نشین تھے۔ اور حقیقۃً میں بہترین ہم نشین تھے ایک مرتبہ ہم انکی ساتھ کسی جگہ سے لوٹے واپسی میں انکی ساتھ ہی انکے

ف بضم اولہ ای والحال انہ لا یخاف احد غیری لانی کنت وحیداً فی ابتداء اظہار دینی او ما یخاف مثل ما اخفت وکذا الکلام فی قولہ ولقد اوذیت وقال المناوی او یؤذی مثل ما ای حفظ اللہ المسلمین من الاخافۃ او مبالغۃ فی الاخافۃ وذلک متعارف فی اللغۃ یقال بلی بلیۃ لا یبلی بہا احد ۱۲ ـ یعنی کان ذلک فی مکۃ قال المصنف فی جامعہ کان ہذا لما خرج من مکۃ ہاربا واعترضہ العصام بان بلالا لم یکن معہ حین الہجرۃ وقال المناوی الظاہر ان المصنف لم یرد خروجہ مہاجراً فلذ قد تقدم انہ۔

http://mujahid.xtgem.com

الهذلی قال کان عبد الرحمن بن عوف لنا جلیسا وکان نعم الجلیس وانه انقلب[1] بنا ذات یوم حتی اذا دخلنا بیته ودخل فاغتسل ثم خرج واتینا[2] بصحفة فیها خبز ولحم فلما وضعت بکی عبد الرحمن فقلت له یا ابا محمد ما یبکیک قال هلك رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یشبع هو واهل بیته من خبز الشعیر فلا اراناً[3] اخرنا لما هو خیر لنا

(البار للتعدیة الصحفة کاسۃ العمان جمع بہذب ۱۲ — ای سعۃ عیش علی خلاف ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲)

باب ماجاء فی سنّ رسول الله صلی الله علیه وسلم

(ای عمرہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲)

حدثنا احمد بن منیع ثنا روح بن عبادة ثنا زکریا بن اسحاق ثنا عمرو بن دینار عن ابن عباس قال مکث النبی صلی الله علیه وسلم بمکة ثلث عشرة یوحی الیه وبالمدینة عشرا وتوفی وهو ابن ثلث وستین سنة حدثنا محمد بن بشار ثنا محمد بن جعفر عن شعبة عن ابی اسحاق عن عامر بن سعد عن جریر

مکان پر چلے گئے۔ انھوں نے گھر جاکر اول غسل کیا جب وہ غسل سے فارغ ہو چکے تو ایک بڑے برتن میں روٹی اور گوشت لایا گیا عبد الرحمن رضی اللہ عنہ اسکو دیکھکر رونے لگے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہوئی کیوں روئے۔ کہنے لگے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال تک کبھی بھی اس کی نوبت نہیں آئی کہ آپ نے یا آپ کے گھر والوں نے جو کی روٹی ہی سے شکم سیری فرمائی ہو۔ اب حضور کے بعد جہانتک میرا خیال ہے ہم لوگونکی یہ ثروت کی حالت کسی بہتری کیلئے نہیں ہے۔ **ف** حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو ایسی حالتوں میں اسکا خوف ہوتا تھا کہ خدانخواستہ اس وعید میں داخل نہ ہو جاویں کہ تم اپنی خوبیوں کا بدلہ دنیا میں پا چکے ہو جسکا قرآن شریف کی اس آیۃ میں ذکر ہے اذهبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا الآیۃ۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کا ذکر

ف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے بارہ میں تین روایتیں وارد ہوئی ہیں سب سے زیادہ صحیح جو جمہور محدثین اور مؤرخین کے نزدیک راجح ہے وہ یہ ہے کہ حضور کی عمر شریف ترسیٹھ سال کی ہوئی ہے دوسری روایت ساٹھ برس کی بھی وارد ہوئی ہے جسکے متعلق خیال ہے کہ گنتی میں بسا اوقات کسر کو چھوڑ دیا جاتا ہے اسلئے ساٹھ کہدیا اور تیسری روایت پینسٹھ کی ہے جسکے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں سن ولادت اور سن وفات دونوں کو مستقل سال شمار کر لیا گیا۔ اس باب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رونق افروز رہے ان تیرہ برس میں حضور پر وحی نازل ہوتی رہی اسکے بعد مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام رہا اور ترسیٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ **ف** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

[1] انقلب بمعنی مع او المصاحبة ای انقلب بنا او مصاحبا لنا مع السوق وکیل ان یکون للتعدیة ای ردنا من الطریق قاله القاری واختار المناوی الاخیر ۱۲ [2] بصیغة المجهول من الاتیان قاله القاری والمناوی ۱۲ [3] بضم الهمزة علی بناء المجهول ای فلا اظن ایانا ۱۲ ق [4] ای مقدار عمره الشریف وسمیت الجارحة سنا لانه یستدل بها علی طول عمره وقال فی المصباح السن اذا عنیت بها العمر مؤنثة لانها بمعنی المدة ۱۲ م [5] ای باعتبار مجموعها لان مدة فترة الوحی وهی سنتان ونصف من جملتها ۱۲ ق [6] قال البخاری ان هذا اکثر ورجح احمد ایضا هذه الروایة قال المیرک فی قدر عمره صلی اللہ علیہ وسلم ثلث روایات وهی اصحها واشهرها ۱۲ ق +

http://mujahid.xtgem.com

عن معاویۃ انہ سمعہ یخطب قال مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو ابن ثلث وستین وابوبکر وعمر وانا ابن ثلث وستین سنۃ حدثنا حسین بن مھدی البصری ثنا عبدالرزاق عن ابن جریج عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مات وھو ابن ثلث وستین سنۃ حدثنا احمد بن منیع ویعقوب ابن ابراھیم الدورقی قالا ثنا اسمعیل ابن علیۃ عن خالد الحذاء حدثنی عمار مولی بنی ھاشم قال سمعت ابن عباس یقول توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو ابن خمس وستین حدثنا محمد بن بشار ومحمد ابن ابان قالا ثنا معاذ بن ھشام حدثنی ابی عن قتادۃ عن الحسن عن دغفل بن حنظلۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبض وھو ابن خمس وستین سنۃ قال ابو عیسی (ای الترمذی ۱۲) ودغفل لا نعرف لہ سماعا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا حدثنا اسحٰق بن موسی الانصاری ثنا معن ثنا مالک بن انس عن ربیعۃ بن ابی عبدالرحمٰن

کی عمر شریف میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جنکا مختصر تذکرہ کتاب کے شروع میں بھی گذر چکا ہے محدثین اور اہل تاریخ کے نزدیک یہی روایت زیادہ صحیح ہے (۲) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ خطبہ میں یہ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ترسیٹھ سال کی عمر میں ہوا حضرات شیخین رضی اللہ عنہما یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا وصال بھی ترسیٹھ سال کی عمر میں ہوا میری بھی اسوقت ترسیٹھ سال کی عمر ہے **ف** یعنی کیا بعید ہے کہ مجھے بھی یہ طبعی اتباع نصیب ہو جاوے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اسلئے کہ انکا وصال تقریباً اسی سال کی عمر میں ہوا ہے حضرت عثمانؓ کا ذکر اس حدیث میں نہیں کیا حالانکہ ان سے بہت خصوصیت تھی اسکی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت عثمان کا انتقال اسی سال سے زیادہ عمر میں ہوا۔ امام ترمذی کی غرض اس روایت کے ذکر کرنے سے پہلی روایت کی تائید اور تقویت ہے کہ حضور کا وصال ترسیٹھ سال کی عمر میں ہوا اور اس بارے میں طبعی اتباع حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو بھی نصیب ہوا۔ (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی مروی ہے کہ حضور کا وصال ترسیٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ **ف**۔ اس روایت سے بھی اُس پہلے مضمون کی تقویت مقصود ہے یعنی حضور کا ترسیٹھ سال کی عمر میں وصال متعدد روایات سے ثابت ہے، لہذا اسکے خلاف جو روایتیں ہیں وہ صحیح نہیں ہیں یا انکے ظاہر پر نہیں ہیں (۴) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ حضور کا وصال پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ **ف**۔ یہ روایت پہلی سب روایتوں کے خلاف ہے باب کے ختم پر بھی اسکی کچھ گفتگو آئیگی۔ اور پہلے بھی گذر چکی ہے۔ (۵) دغفل بن حنظلہ سدوسی سے بھی یہی روایت ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ

لہ انہ سمعہ یعنی ان جریرا سمع معاویۃ حال کونہ خطیبا ۱۲ ؎ ای فانا متوقع ان اموت فی ہذا السن موافقۃ لہم قال میرک لکن لم ینل مطلوبہ بل مات وھو قریب من ثمانین فقیل بلغ ثمان وسبعین وقیل ثمانین وقیل ستا وثمانین ۱۲ ؎ اسمعیل بن ابراہیم وعلیۃ بضم عین مہملۃ وفتح لام وتشدید تحتیۃ اسم امہ وکان یکرہ ان یقال لہ ابن علیۃ لکن غلب علیہ بالشہرۃ ۱۲ ؎ عمار بفتح فتشدید یا ابن ابی عمار مولی بنی ہاشم وفی نسخۃ عمارۃ وھو سہو من الکاتب فانہ لیس من موالی بنی ہاشم من اسمہ عمارۃ والیضا لیس فیمن روی عن ابن عباس ولا فی من روی عنہ خالد عمارۃ ۱۲ ؎ قال المناوی نسبت ہذہ الروایۃ الی الغلط وقال القاری ہی متاولۃ بادخال سنتی الولادۃ والوفاۃ او حصل فیہا اشتباہ وقد انکر عروۃ علی ابن عباسؓ ونسبہ الی الغلط وقال انہ لم یدرک اول النبوۃ ولا کثرت صحبتہ بخلاف الباقین ۱۲ ؎ دغفل بفتح الدال المہملۃ اوی الحروف ثم معجمۃ ساکنۃ ففاء مفتوحۃ کجعفر ۱۲ ؎ قال القاری۔ یؤیدہ ما فی التقریب ان دغفل السدوسی مخضرم وقیل لہ صحبۃ ولم یصح وقال الحمیدی ذکر ابو عبدالرحمٰن تقی بن مخلد فی مسندہ ان دغفلا لہ صحبۃ

http://mujahid.xtgem.com

عن انس بن مالك انه سمعه يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس بالطويل البائن ولا بالقصير (اي المفرط ۱۲) (اي الفير قصير ۱۲) ولا بالابيض الامهق ولا بالآدم ولا بالجعد القطط ولا بالسبط بعثه الله تعالى على راس اربعين سنة فاقام بمكة عشر سنين وبالمدينة عشر سنين وتوفاه الله تعالى على راس ستين سنة وليس في راسه ولحيته عشرون شعرة بيضاء

حدثنا قتيبة بن سعيد عن مالك بن انس عن ربيعة بن ابى عبد الرحمن عن انس بن مالك نحوه

باب ما جاء في وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم

ف ۔ امام ترمذی اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں کہ دغفل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ دغفل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے اور بڑی عمر کے تھے۔ مگر حضور سے اُن کی ملاقات ثابت نہیں۔ گویا یہ بھی اشارہ ہے اس طرف کہ انکی یہ روایت بھی کسی دوسرے سے سُنی ہوئی ہے (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے قد تھے نہ پستہ قد (نیز رنگ کے لحاظ سے) نہ بالکل سفید تھے نہ بالکل گندمی رنگ آپ کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن لئے ہوئے) چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت ملی اُسکے بعد دس سال حضور نے مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور دس سال مدینہ منورہ میں ساٹھ سال کی عمر میں حضور کا وصال ہوا اُس وقت آپکے سر مبارک اور ڈاڑھی میں تقریباً بیس بال بھی سفید نہیں ہونگے۔ ف حضرت انسؓ کی یہ حدیث کتاب کے بالکل شروع میں گذر چکی ہے اُسکے فائدہ میں بھی ان تینوں روایتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور مختلف روایات میں توجیہ بھی ذکر کردی گئی۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عمر شریف کے بارہ میں تریسٹھ سال کی روایت صحیح ہے باقی روایتیں اسکی طرف راجع کی جاسکتی ہیں یا اُن میں نیچے کے راویوں کی کسی قسم کی غلطی ہوئی چنانچہ حضرت انسؓ کی اس روایت کے متعلق یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ گنتی میں بسا اوقات صرف دھائیاں ذکر کردی جاتی ہیں اوپر کی اکائیوں کو چھوڑ دیا جایا کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے بھانجے عروۃ بن الزبیر نے حضرت ابن عباسؓ کی پینسٹھ برس والی روایت کو غلط بتلایا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُسکو وضاحت سے تحریر فرمایا ہے۔

باب ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا ذکر

ف ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال باتفاق اہل تاریخ دوشنبہ کے روز ہوا لیکن تاریخ میں اختلاف ہے۔ اکثر مؤرخین کا قول بارہ ربیع الاول کا ہے مگر اُس میں ایک نہایت قوی اشکال ہے وہ یہ کہ ۱۰ھ کی نو ذی الحجہ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقعہ پر عرفات میں تشریف فرما تھے وہ جمعہ کا دن تھا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے نہ محدثین کا نہ مؤرخین کا حدیث کی روایات میں بھی

له يعني ان عبد الرحمن سمع عن انس انه كان يقول ۱۲ سله قال القارى الوفاة بفتح الواو الموت من وفى بالتخفيف بمعنى تم اجله وتوفى صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين مضى من ربيع الاول في السنة الحادية عشر من الهجرة قيل لليلتين خلتا منه وقيل لاثنتي عشرة خلت منه وهو الاكثر ورجح جمع من المحدثين الرواية لورود اشكال على الثانية وهو ان جمهور ارباب السير على ان وفاته صلى الله عليه وسلم وقعت في يوم الاثنين واتفق ائمة التفسير والحديث والسير على ان عرفة في تلك السنة كانت يوم الجمعة فلا يمكن ان يكون يوم الاثنين الثاني عشر من ربيع الاول سواء كانت الشهور ثلثة او تسعا وعشرين الا ان يقال بحمل اختلاف اهل مكة والمدينة في رؤية هلال ذي الحجة فيكون غرتها عند اهل مكة الخميس وعند اهل المدينة الجمعة وكان الوقوف برؤية اهل مكة فلما رجع الى المدينة اعتبر برؤيتها وكان الشهور الثلثة كوامل فيكون اول ربيع الاول يوم الخميس ويوم الاثنين الثاني عشر منه ۱۲ سله قتيبة بن سعيد تقدم هذا الحديث بهذا السند في اول الكتاب فارجع اليه ۱۲ +

http://mujahid.xtgem.com

حدثنا ابو عمار الحسین بن حریث وقتیبۃ بن سعید وغیر واحد قالوا انا سفیان بن عیینۃ عن الزھری عن انس بن مالک قال اٰخر نظرۃ نظرتھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشف[1] الستارۃ یوم[2] الاثنین فنظرت الی وجھہ کانہ ورقۃ مصحف[3] والناس یصلون خلف ابی بکر فاشار الی الناس ان اثبتوا وابو بکر یؤمھم والقی السجف[4] وتوفی من اٰخر[5] ذلک الیوم حدثنا محمد بن مسعدۃ البصری ثنا سلیم بن اخضر عن ابن عون عن ابراھیم عن الاسود

کثرت سے اسکی تصریح ہے کہ حضور کا حج یعنی نو ذی الحجہ جمعہ کو ہوئی اسکے بعد خواہ ذی الحجہ محرم اور صفر تینوں مہینے ۳۰ دن کے ہوں یا ۲۹ دن کے یا بعض مہینے ۲۹ کے اور بعض تیس کے غرض کسی صورت سے بھی بارہ ربیع الاول دوشنبہ کی نہیں ہو سکتی اسی لئے بعض محدثین نے دوسرے قول کو ترجیح دی کہ حضور کا وصال دو ربیع الاول کو ہوا حضور کے مرض کی ابتدا سر کے درد سے ہوئی اُس روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رض کے مکان میں تھے اُسکے بعد حضرت میمونہ کی باری کے دن میں مرض میں شدت پیدا ہوئی اسی حالت میں حضور بیبیوں کی باری کی تقسیم پوری فرماتے رہے مگر جب مرض میں زیادہ شدت ہو گئی تو حضور کے ایما پر تمام بیبیوں نے حضرت عائشہ رض کے مکان پر بیماری کے ایام گذارنے کو اختیار کر لیا تھا اسلئے حضرت عائشہ رض کے دولت کدہ پر حضور کا وصال ہوا کل مدت مرض بارہ یا چودہ یوم ہے اور دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت وصال ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وصال دوشنبہ کے روز ہوا اور چاشت کے وقت ہوا اسکے خلاف جو روایت ہو گی اُسکی توجیہ کی ضرورت ہوگی۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار نصیب ہوا وہ وہ وقت تھا جبکہ حضور نے مرض الوفات میں دوشنبہ کے روز صبح کی نماز کے وقت دولتکدہ کا پردہ اُٹھایا کہ انتی نماز کا آخری معائنہ فرمالیں اُسوقت آپ کا چہرۂ مبارک صفائی اور انوار اور چمک میں گویا مصحف شریف کا ایک پاک صاف ورق تھا لوگ اُسوقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اقتدا میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے (صحابہ رض آپ کو دیکھکر فرط خوشی میں پیچھے ہٹنے لگے اس خیال سے کہ شاید آپ تشریف لاتے ہوں اسلئے کہ اس سے پہلے بھی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکر رض نماز پڑھاتے رہے اور جسوقت حضور کو افاقہ ہوتا تھا تشریف لا کر جماعت میں شرکت فرماتے تھے) حضور نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو اور اُسی دن وصال ہو گیا **ف** یہ وہی دوشنبہ کے روز کا آخری نظارہ ہے جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اندازہ فرمایا کہ نظام شرعی قائم ہو گیا اور قدیمی رفیق ابوبکر نیابت کا حق ادا کر دیگا اور امت کا بوجھ سنبھال لیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا

[1] ای امر بکشف الستارۃ المعلقۃ علی باب البیت وکانوا یعلقون الستور علی البیوت ۱۲ م [2] یوم الاثنین منصوب علی الظرفیۃ فلعنا کشف الستارۃ ساد مسد الخبر ای آخر نظرۃ نظرتھا الی وجھہ حین کشف الستارۃ یوم الاثنین وقیل مرفوع علی انہ خبرہ وقولہ کشف بصیغۃ الماضی المعلوم حال من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتقدیر قد کما قالہ بعضھم او بدونھا کما جوزہ آخرون ۱۲ ق [3] بتثلیث المیم من اصحف بالضم ای جعلت فیہ الصحف قال العصام وجہ الفتح والکسر غیر ظاھر لان اسم المحل من الافعال کمفعول ولم یات اسم الالۃ منھا فھو علی غیر القیاس ثم وجہ الشبہ ھو حسن البشرۃ وصفاء الوجہ واستنارتہ وبھاء المنظر واغرب الحنفی فی قولہ او وجہ ھو الاھداء والھدایۃ ولا یظھر ان یکون امرا متعلقا بظاھر الصورۃ اھ وجہ غرابتہ لا یخفی ۱۲ ق م [4] السجف بفتح السین المھملۃ وقیل بکسر وسکون الجیم الستر ۱۲ ش [5] آخر ذلک الیوم وھذا ینافی جزم اھل السیر وحکی علیہ الاتفاق بانہ توفی حین اشتد الضحی قال العسقلانی ویجمع بینھما بان یطلاق الاخر بمعنی ابتداء الدخول فی اول نصف الثانی وقال میرک یجمع بینھما

http://mujahid.xtgem.com

عن عائشۃؓ قالت کنت مسندۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی صدری اوقالت الی حجری فدعا بطست لیبول فیہ ثم بال فمات صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا قتیبۃ ثنا اللیث عن ابن الہاد عن موسی بن سرجس عن القاسم بن محمد عن عائشۃ انہا قالت رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو بالموت وعندہ قدح فیہ ماء وھو یدخل یدہ فی القدح ثم یمسح وجہہ بالماء ثم یقول اللھم اعنی علی منکرات الموت اوقال علی سکرات الموت حدثنا الحسن بن الصباح البزار ثنا مبشر بن اسمعیل عن عبدالرحمن بن العلاء عن ابیہ عن ابن عمر عن عائشۃ قالت لا اغبط احدا بھون موت بعد الذی رأیت من شدۃ موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوعیسی سألت ابا زرعۃ فقلت لہ من عبدالرحمن بن العلاء ھذا قال ھو عبدالرحمن بن العلاء بن اللجلاج حدثنا ابوکریب محمد بن العلاء ثنا ابومعاویۃ عن عبدالرحمن بن ابی بکر ھو ابن الملیکی عن ابن ابی ملیکۃ

جسکو دنیا کی آنکھوں نے دیکھ لیا کہ حضور کے انتقال کا حادثہ جسکے سامنے دنیا کے سارے ہی حوادث کالعدم اور لاشئی ہیں اور اسکے ساتھ ہی ارتداد کا فتنہ اور ساری دنیا کا مقابلہ لیکن اُس کوہ استقلال نے سب ہی کو برداشت کیا اور پتھر کی چٹان سے زیادہ سخت بنکر ہر ٹکراؤ کو پاش پاش کردیا حق یہ ہے کہ نیابت کا حق ادا کردیا حضرت عمرؓ جیسا اسلامی ستون کہ دوست دشمن سب ہی اُنکی بہادری شجاعت قوت کی دھاک مانتے ہیں وہ بھی نرمی کی درخواست کریں اور حضرت ابوبکرؓ انکو بزدلی کا طعنہ دیں۔ (۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت میں نے حضورِ عالی کو اپنے سینہ پر سہارا دے رکھا تھا کہ آپ نے پیشاب کیلئے طشت منگایا اور پیشاب سے فراغت حاصل کی اُسکے بعد پھر وصال ہوگیا **ف**۔ حضرت عائشہؓ کے یہ مفاخر میں ہے کہ آخری تلبس انکو حاصل ہوا۔ حضور دنیا سے جب تشریف لے گئے اور وصالِ ربی حاصل ہوا تو سر مبارک انکی گود میں تھا۔ (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا کہ اُس میں حضور بار بار ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے (کہ یہ شدت حرارۃ اور گھبراہٹ کے وقت سکون کا سبب ہوتا ہے) اُسوقت حضور بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا فرما رہے تھے کہ یا اللہ موت کی شدائد پر میری امداد فرما۔ **ف**۔ یہ ایک جانب اُمت کو تعلیم ہے تو دوسری جانب نزع کے وقت جبکہ روح بدن سے نکل رہی ہو نہایت ثبات و استقلال اور اللہ جل جلالہ کی طرف غایت توجہ کا مظہر ہے کہ نزع کے وقت جبکہ روح بدن سے جدا ہو رہی ہو تکلیف کا ہونا طبعی اور فطری امر ہے اُس وقت اللہ ہی سے استدعا اور سہولت کی طلب تھی۔ (۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

۱ف مسندۃ علی بناء الفاعل ای جعلت ظہرہ علیہ السلام مسندا الی صدری ۱۲ **۲ف** ہو الطس فی الاصل والتاء فیہ بدل من السین ولذا یجمع علی طساس ویصغر علی طسیس وفی المغرب الطست مونثۃ اعجمیۃ والطس تعریبہا واشکل بتذکیر ضمیر لیبول فیہ ووجہ بانہ باعتبار معناہ من الظرف وغیرہ ۱۲ **۳ف** لعل تراخی البول عن احضار الطست لضعف وفی نسخۃ ثم مال بالمیم والظاہر انہ تصحیف ۱۲ **۴ف** ظاہرہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم مات فی حجرہا ویوافقہ ما فی البخاری عنہا توفی فی بیتی فی یومی بین سحری ونحری ولا یعارضہ ما للحاکم وابن سعد من طرق ان راسہ الشریف کان فی حجر علیؓ لان کل طریق منہا لا یخلو عن شیء کما ذکرہ الحافظ العسقلانی وعلی تقدیر صحتہ یحمل علی انہما تناوبا وقلت وحالۃ البول تؤید حضور الزوجۃ لا غیرہا ۱۲ **۵ف** کجعفر بمہملات وجیم قال المناوی وقال القاری بفتح فسکون ففتح منصرفا وفی نسخۃ بکسر جیم غیر منصرف ۱۲ **۶ف** المنکر منہ المعروف والمراد شدائدہا ومکروہاتہ ولاشک انہا امور منکرۃ ولا یالفہا الطبع ۱۲ **۷ف** مبشر بفتح الموحدۃ وکسر الشین المعجمۃ الثقیلۃ ۱۲ **۸ف** لا اغبط بکسر الموحدۃ ای لا اغار وفیہ اشعار بانہ لو کان کرامۃ لکان صلی اللہ علیہ وسلم اولی بہ والتحقیق ان الشدۃ کانت فی مقدمات الموت لا فی نفس سکراتہ کما یتوہم والمراد عائشۃؓ انی لا اتمنی من غیر سبق مرض ۱۲ ق **۹ف** ای برفقہ من اضافۃ الصفۃ الی الموصوف ای بالموت السہل والہون مصدر بان علیہ الشئ ای خف ۱۲ **۱۰ف** من عبدالرحمن قال القاری وانما استفہم منہ لان عبدالرحمن بن العلاء

http://mujahid.xtgem.com

عن عائشةؓ قالت لما قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم اختلفوا فی دفنه فقال ابوبکر سمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم شیئا ما نسیته قال ما قبض الله نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیه ادفنوه فی موضع فراشه حدثنا محمد بن بشار وعباس العنبری وسوار بن عبد الله وغیر واحد قالوا انا یحیی بن سعید عن سفیان الثوری عن موسی بن ابی عائشة عن عبید الله بن عبد الله عن ابن عباس وعائشة رضی الله عنهم ان ابابکر قبل النبی

شدت تکلیف کے بعد اب مجھے کسی شخص کے مرض الموت میں تکلیف نہ ہونے پر رشک نہیں ہوتا **ف**۔ اسلئے کہ شدت مرض گناہوں کے سقوط اور مراتب کے بلند ہونیکا سبب ہوتا ہے۔ اور مرض کی شدت پیام اجل ہونیکی وجہ سے استغفار کی کثرت اور موت کی تیاری کا ذریعہ ہے (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور کے وصال کے وقت آپ کے دفن میں صحابہؓ کا اختلاف ہوا کسی نے مسجد نبوی کو پسند کیا اور کسی نے آپ کے صحابہ کے قرب کی وجہ سے بقیع کو کسی کا خیال جد اعلی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مدفن پر پہنچا نیکا ہوا تو کسی کا وطن اصلی مکہ مکرمہ واپس لانیکا۔ غرض مختلف رائیں ہو رہی تھیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی ہے جو مجھے خوب محفوظ ہے کہ انبیاء کا وصال اُسی جگہ ہوتا ہے جہاں اُنکا دفن پسندیدہ ہوا اسلئے حضور کو آپ کے وصال ہی کی جگہ دفن کرنا چاہئے۔ **ف**۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھ سے یہ سب امور انجام پانے مقدر ہو چکے تھے اسلئے اس نوع کے مسائل بھی خصوصیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو معلوم تھے۔ نمونہ کے طور پر چند حدیثیں مختصر طور پر نقل کرتا ہوں۔ ۱؎ کسی نبی کی وفات اُسوقت تک نہیں ہوتی کہ اُمت میں سے کسی کا مقتدی بنکر نماز نہ پڑھے۔ ۲؎ زکوٰۃ وصول کرنیکی حدیثیں اور اسکے نصاب۔ ۳؎ میرے گھر یعنی قبر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ ۴؎ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ۵؎ حق تعالی شانہ جب کسی نبی کو کوئی رزق عطا فرماتے ہیں تو اُسکا متولی وہ شخص ہوتا ہے جو نبی کا خلیفہ ہو۔ ۶؎ جو شخص خلیفہ اور بادشاہ بنے اور وہ لاپروائی سے کسی کو نائب بناوے اُس پر اللہ کی لعنت ہے۔ لاپروائی کا مطلب یہ ہے کہ حق کی رعایت نہ کرے۔ ۷؎ حذر نا کی حدیث۔ ۸؎ جہاد میں مشورہ کی حدیث ۹؎ دین کا مدار لا الہ الا اللہ پر ہے۔ ۱۰؎ خلافت کا قریش میں ہونا ۱۱؎ انصار کے فضائل اور انکے بارے میں خلیفہ کو خیر خواہی کی وصیت ۱۲؎ چوری کی سزا ۱۳؎ منصف متواضع بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے ۱۴؎ جو یہ چاہے کہ جہنم کی آنچ سے محفوظ رہے اور اللہ کے سایہ میں رہے مؤمنین پر سختی نہ کرے اُنکی ساتھ رحم کا برتاؤ کرے۔ ۱۵؎ جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے عذاب عامہ میں مبتلا ہوتی ہے (تاریخ الخلفاء) انکے علاوہ اور بھی ایسی روایات ہیں جنکا تعلق حضور کے وصال اور وصال کے بعد کے انتظامات سے ہے۔ (۶) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضور کے وصال کے بعد تشریف لائے اور آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ **ف**۔ یہ حدیث مختصر ہے۔ آئندہ مفصل قصہ آرہا ہے یہ بوسہ دینا تبرک اور تیمن کا تھا جیسا کہ شراح حدیث نے لکھا ہے۔ اور بندہ کے ناقص

۵۱ فقیل فی مسجده وقیل بالبقیع وقیل عند جده ابراهیم علیه السلام وقیل بمکة ۱۲ق ۵۲ الموضع الذی اشکل علیه بنقل موسی علیه السلام یوسف من مصر الی فلسطین واشکل ایضا ان مقتضی الحدیث ان وفاة عیسیٰ تکون فی الحجرة الشریفة والتوجیه فی کلیها متسع ۱۲ ۵۳ نسبة لبنی العنبر طائفة من تمیم ۱۲م ۵۴ مصغرا ابن عبد الله بن عتبة بن مسعود ۱۲ ۵۵ بتشدید الموحدة قال القاری ابن عیینة کما سیاتی او جبهته کما رواه احمد قال المناوی فعله تیمنا وتبرکا واقتداء بتقبیله صلی الله علیه وسلم عثمان بن مظعون ۱۲ +

http://mujahid.xtgem.com

صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما مات حدثنا نصر بن علی الجھضمی ثنا مرحوم بن عبد العزیز العطار عن ابی عمران الجونی[۵۱] عن یزید

ابن بابنوس عن عائشۃ ان ابا بکر رضی اللہ عنہما دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ فوضع فمہ بین عینیہ ووضع

یدیہ علی ساعدیہ وقال وانبیاہ واصفیاہ واخلیلاہ حدثنا بشر بن ھلال الصواف البصری ثنا جعفر بن سلیمان عن

ثابت عن انس قال لما کان الیوم الذی دخل فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ اضاء منہا کل شئ فلما کان الیوم الذی

مات فیہ اظلم منہا کل شئ وما نفضنا ایدینا عن التراب وانا لفی دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انکرنا قلوبنا حدثنا محمد

ابن حاتم ثنا عامر بن صالح عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یوم الاثنین حدثنا محمد بن ابی عمر ثنا سفیان بن عیینۃ عن جعفر بن محمد

خیال میں الوداع کا تھا کہ محبوب کی دائمی مفارقت ہو رہی تھی (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھکر یہ فرمایا ہائے نبی ہائے صفی اور ہائے خلیل **ف**۔ یہ الفاظ نوحہ کے طور پر نہیں تھے اسلئے کوئی اشکال نہیں ہے مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضور کے سرہانے کی طرف تشریف لائے اور چہرۂ انور پر سر جھکایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا وانبیاہ ہائے نبی اسکے بعد سر اُٹھالیا پھر جھکایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا واخلیلاہ۔ (۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے مدینہ کی ہر چیز منور اور روشن بن گئی تھی (اور جب انوار کی کثرت ہوتی ہے تو اس قسم کی روشنی محسوس بھی ہو جاتی ہے رمضان المبارک کی اندھیری راتوں میں بسا اوقات انوار کی کثرت سے روشنی سی ہو جاتی ہے) اور جس دن حضور کا وصال ہوا ہے مدینہ کی ہر چیز تاریک بن گئی تھی ہم لوگ حضور کے وصال کے بعد مٹی سے ہاتھ بھی جھاڑنے نہ پائے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا۔ **ف**۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی قسم کا اعمال وعقائد میں تغیر ہو گیا تھا بلکہ فیض صحبت اور مشاہدۂ ذات کے انوار جو ہر وقت مشاہدہ ہوتے تھے وہ حاصل نہ رہے تھے۔ چنانچہ اب بھی سالکین کو مشائخ کے یہاں کی حاضری اور غیبت میں انوار کا بین فرق محسوس ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان انوار کے حاصل کرنے کیلئے۔ اب مجاہدات ذکر کی کثرت اور مراقبہ کا اہتمام کرایا جاتا ہے اور اُس وقت کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی جمال جہاں آرا کی زیارت ہی سیکڑوں جلووں سے زیادہ تھی۔ اور ایمان واحسان کی اُس انتہائی نسبت کو پیدا کرنیوالی تھی جو سیکڑوں مجاہدوں سے بھی پیدا نہیں ہوتی کہ صحابی بننے کے بعد اللہ اور اُسکے رسول کی محبت کے مقابلہ میں تن من جان مال سب بے حقیقت چیزیں بن جاتی تھیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پوری زندگی اسکی شاہد عدل ہے (۹) حضرت عائشہؓ

---

[۵۱] الجونی بفتح الجیم نسبۃ الی جون بطن من الازد ۱۲ [۵۲] بابنوس بموحدۃ فالف لموحدۃ ساکنۃ فنون مضمومۃ فمہملۃ بصری کذا فی المناوی ۱۲ [۵۳] بہا ساکنۃ للسکت تزاد وقفا لارادۃ ظہور الالف قال المناوی فیہ حل عد اوصاف المیت من غیر نوح ولا ندب اصلہ یا نبی الحق آخرہ الف الندبۃ لیمتد بہا الصوت لیمتاز المندوب عن المنادی ۱۲ [۵۴] قال المناوی ظاہرہ ان الاضاءۃ والاظلام محسوسان معجزۃ وان الاضاءۃ دامت الی موتہ فعقبہا الاظلام من غیر مہلۃ کما یدل علیہ قولہ فلما کان الخ وقیل ہما معنویان کنایۃ عن صلاح المعاش والمعاد وکمال السرور ونشاطہ وعکسہ القاری تبعا للطیبی اذ قال الاظہر انہما معنویان خلافا لابن حجر حیث قال الظاہر انہما محسوسان معجزۃ ۱۲ [۵۵] انکرنا بصیغۃ المتکلم للماضی ای تغیرت قلوبنا لوفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم تبق علی ما کانت من الرقۃ والصفاء وفی الحدیث تنبیہ للمشائخ الصوفیۃ ۱۲

صوفیۃ دلیل من انکر مجاہدات المشائخ مستدلا بان الصحابۃ رضی اللہ عنہم لم یفعلوہ ۱۲ [۵۶] کذا فی الاصل الہندیۃ فالتغیر الی عائشۃ وابی بکر ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

عن ابیہ قال قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین فمکث ذلک الیوم ولیلۃ الثلثاء ودفن من اللیل وقال سفیان وقال غیرہ یسمع صوت المساحی من اخر اللیل حدثنا قتیبۃ بن سعید ثنا عبد العزیز بن محمد عن شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن بن عوف قال توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین

روایت ہے کہ حضور کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا۔ **ف** یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ دوشنبہ کے دن حضور کا وصال ہونا محدثین مورخین کا اجماعی مسئلہ ہے۔ (۱۰) امام باقر سے منقول ہے کہ حضور کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا۔ یہ روز اور سہ شنبہ کا روز انتظام میں گذرا۔ اور منگل بدھ کی درمیانی شب میں حضور والا کو قبر شریف میں اتارا سفیان جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام باقر کی حدیث میں تو یہی ہے جو گذرا لیکن اور روایت میں یہ بھی ہے کہ اخیر حصہ شب میں پھاوڑوں کی آواز آئی تھی۔ **ف** گویا اخیر حصہ شب میں قبر کھودی گئی۔ اس حدیث میں یہ خلجان کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں اسقدر تاخیر کیوں کی گئی حالانکہ دفن کی تعجیل میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس موقع پر جسقدر مراحل درپیش تھے انکے لحاظ سے یہ بھی کچھ تاخیر نہیں ہوئی بلکہ تعجیل ہی تھی کہ اول تو اس حادثہ ہائلہ کی وجہ سے ہوش وحواس ہی ابوبکر کے علاوہ کس کے رہ گئے تھے کوئی مدہوش تھا کوئی حیرت زدہ کہ زبان سے بات نہ نکلتی تھی کوئی صدمہ کی شدت سے حضور کے وصال کا یقین ہی نہ کرتا تھا حضرت عمر جیسا بہادر اور استقلال وشجاعت کا مجسمہ بے قابو تھا۔ اسکے بعد جو مراحل انتظامیہ درپیش تھے وہ ایک سے ایک بڑھکر۔ اس لئے کہ سب سے اہم کام اسوقت خلافت کا مسئلہ تھا کہ تجہیز وتکفین کے ہر ہر جزو میں اسکی ضرورت تھی کہ ہر جز میں اختلاف ہو رہا تھا۔ نیز نبی ہونیکی وجہ سے ہر ہر جزو میں حکم معلوم کرنیکی بھی ضرورت تھی چنانچہ گذشتہ اختلاف سے معلوم ہو گیا کہ کوئی مکہ مکرمہ واپس لیجانے پر مصر تھا اور کوئی مدفن ابراہیمی پر لیجانا چاہتا تھا وغیرہ وغیرہ ایسے ہی تجہیز وتکفین اور صلوۃ الجنازہ میں اشکالات تھے کہ عام لوگوں کی تجہیز وتکفین ہمیشہ دیکھنے میں آئی مگر کسی نبی کو اس سے قبل دفنانے کی نوبت نہ آئی تھی کس طرح غسل دیاجائے کس طرح نماز پڑھی جائے ہر مسئلہ میں احادیث کے معلوم کرنیکی ضرورت تھی چنانچہ کپڑوں ہی میں حضور کو غسل دیا گیا اور بغیر جماعت کے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی گئی جیسا کہ آئندہ آرہا ہے اور تمام مسلمانوں کی علیحدہ علیحدہ نماز کیلئے جتنا وقت چاہئے تھا وہ بھی ظاہر ہے۔ اسکے علاوہ انصار میں بیعت کا مسئلہ بحث میں آجانے سے یہ اہم اور بھی زیادہ سخت بن گئی تھی کہ اگر کوئی نااہل امیر بن گیا تو دین کا سنبھالنا مشکل پڑ جاویگا۔ اور اسکو امارت سے ہٹانا ایک مستقل فتنہ کا دروازہ ہوگا اس لئے اسوقت دین کا تحفظ صرف امارت ہی کے مسئلہ پر موقوف بنگیا تھا۔ چنانچہ شام تک بیعت کا مسئلہ طے ہوا اور دوسرے دن بیعت عامہ ہو جانیکے بعد پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے موافق ہر ہر مرحلہ سہولت سے طے ہوتا گیا۔ (۱۱) ابو سلمہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا اور سہ شنبہ کو دفن کئے گئے۔ **ف** منگل بدھ کی درمیانی شب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دفن فرمائے گئے جسکو عرفاً منگل کا دن بھی کہا جاسکتا ہے اور بدھ کا دن بھی۔ اس لئے یہ روایت پہلی روایت کے کچھ خلاف نہیں۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا کہ خلافت کے مسئلہ سے فراغت کے بعد سہ شنبہ کے دن ہی تجہیز وتکفین کی ابتداء ہوئی اور

ف۱ قال المناوی وفی نسخ بدل لیلۃ الثلثاء یوم الثلثاء وقال القاری قولہ لیلۃ الثلثاء بالمد وزید فی بعض النسخ بعدہ ویوم الثلثاء ۱۲ ف۲ من اللیل ای لیلۃ الاربعاء علی ما علیہ الاکثر وفیہ اقوال اخر من لیلۃ الثلثاء ویوم الثلثاء وغیر ذلک قال المناوی وقال القاری قال فی جامع الاصول دفن لیلۃ الاربعاء وسط اللیل وقیل لیلۃ الثلثاء وقیل یوم الثلثاء والاول اکثر ۱۲ ف۳ المساحی بفتح المیم وکسر الحاء المھملۃ جمع مسحاۃ وھی کالمجرفۃ الا انھا من حدید علی ما فی الصحاح وفی النھایۃ ان میمہ زائدۃ لانہ من السحو بمعنی الازالۃ والکشف ۱۲ ف۴ قال القاری ھذا الاینافی ما فی الجامع من انہ وسط اللیل لان المراد بالوسط الجوف اذکان الابتداء من اوسطہ وانتہی الی آخر اللیل ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

ودفن یوم الثلثاء قال ابو عیسٰی ھذا حدیث غریب حدثنا نصر بن علی الجھضمی انا عبد اللہ بن داود
قال ثنا سلمة بن نبیط اخبرنا عن نعیم بن ابی ھند عن نبیط بن شریط عن سالم بن عبید وکانت لہ صحبة قال
اغمی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ فافاق فقال حضرت الصلوة فقالوا نعم فقال مروا بلالا
فلیؤذن ومروا ابا بکر فلیصل للناس او قال بالناس ثم اغمی علیہ فافاق فقال حضرت الصلوة فقالوا نعم فقال مروا بلالا
فلیؤذن ومروا ابا بکر فلیصل للناس فقالت عائشة ان ابی رجل اسیف اذا قام ذلک المقام بکی فلا یستطیع فلو امرت
غیرہ قال ثم اغمی علیہ فافاق فقال مروا بلالا فلیؤذن ومروا ابا بکر فلیصل بالناس فانکن صواحب او صواحبات یوسف قال

چہارشنبہ کی شب میں فراغت ہوئی۔ (۱۲) سالم بن عبید صحابی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الوفات میں بار بار غشی ہوتی تھی اور جب افاقہ ہوتا تو زبان سے یہ نکلتا کہ نماز کا وقت ہو گیا یا نہیں اور نماز کا وقت ہو جانیکا حال معلوم ہونے پر چونکہ مسجد تک تشریف لیجانیکی طاقت نہ تھی اسلئے ارشاد عالی ہوتا کہ بلال سے کہو کہ نماز کی طیاری کریں اور صدیق اکبر نماز پڑھائیں متعدد مرتبہ ایسا ہی ہوا لیکن ابوبکر صدیق طبعی طور پر نرم دل پیدا ہوئے تھے رقت اکثر طاری ہو جاتی تھی اور پھر حضور کی ساتھ کا تعلق انکی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی جانتی تھیں کہ میرے باپ سے آپکی خالی جگہ نہ دیکھی جائیگی اسلئے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے درخواست کی کہ میرا باپ ابوبکر رقیق القلب ہے جب حضور کی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں گے تو رونے لگیں گے اور نماز پڑھانیکی طاقت نہیں رکھیں گے اسلئے کسی اور کو فرما دیجئے کہ نماز پڑھائیں۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعدد مرتبہ سوال و جواب پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم یوسف علیہ السلام کے قصہ والی عورتیں بننا چاہتی ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھادیں۔ **ف** اس قول کی شرح میں کہ تم یوسف والی عورتیں ہو علماء کے چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ تم سے مراد صرف عائشہ ہیں اور ان عورتوں سے مراد صرف زلیخا ہیں اور جمع کا لفظ تعظیمی محاورہ کے اعتبار سے فرما دیا۔ اس قول کے موافق (الف) تشبیہ بیجا بات پر اصرار کرنے میں ہے کہ جیسا زلیخا نے ایک ناحق اور نامناسب بات پر حضرت یوسف پر بہت زیادہ اصرار کیا۔ ایسے ہی تم بھی ایک بے جا بات پر اصرار کر رہی ہو (ب) یہ کہ تشبیہ اس بات میں ہے کہ جیسے زلیخا نے اپنی ملامت کرنیوالیوں کو دعوت کے نام سے بلایا اور ظاہر یہ کیا کہ دعوت مقصود ہے لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھکر زلیخا کو معذور سمجھیں ایسے ہی حضرت عائشہ

ل قیل ھذا سھو من شریک وقیل یجمع بینھما بان الحدیث الاول باعتبار الانتہاء وھذا باعتبار الابتداء یعنی الابتداء بتجہیزہ فی یوم الثلثاء وفراغ الدفن من آخر لیلة الاربعاء ۱۲
ق ۵۲ بنون وموحدة کتبیہ وحدہ مصغرا وسلمة ھذا ولد نبیط بن شریط الآتی قال الحافظ فی ترجمة سلمة بن نبیط بن شریط بن انس الاشجعی ابو فراس الکوفی روی عن ابیہ وقیل عن رجل عن ابیہ وعن نعیم بن ابی ھند الی آخرہ قالہ ۱۲ ۵۳ اخبرنا بمبناء المجہول علی ما علیہ الاکثر من شراح الشمائل وقیل بمبناء الفاعل فلفظ اخبرنا قبل سلمة زائد ویؤید فقدانہ فی بعض النسخ قال القاری فی نسخة صحیحة بخط میرک انبانا عبد اللہ بن داؤد قال سلمة بن نبیط اخبرنا بصیغة الفاعل عن نعیم بن ابی ھند قال میرک ویؤیدہ ایضا ما وقع فی بعض النسخ حدثنا سلمة بن نبیط ان نعیم بن ابی ھند اھ ۱۲ ۵۴ شریط قال الجزری بفتح الشین المعجمة صحیح وضمھا غلط ناحش ۱۲ ۵۵ اغمی بصیغة المجہول ای غشی فی الحدیث جواز الاغماء علی الانبیاء بخلاف الجنون فانہ نقص ینافی مقامھم وفیہ الشیخ ابو حامد من الشافعیة بغیر الطویل وبہ جزم البلقینی وقال السبکی لیس اغماءھم کاغماء غیرھم لانہ انما یستر حواسھم الظاھرة دون قلوبھم وقد تنام اعینھم ولا تنام قلوبھم فالاغماء بالاولی واما الجنون فیمتنع منھم قلیلہ وکثیرہ قال القاری لانہ ما نقص عنھم مطلقا فی مواضع ۱۲ ۵۶ بتشدید الذال من التاذین ای فلینادِ بالصلوٰة ھو محتمل کلا من الاذان والاقامة والثانی اقرب قالہ القاری وقیل بسکون الھمزة وتخفیف الذال بمعنی فلیعلم ۱۲ ام ۵۷ نعیل بمعنی فاعل من الاسف وھو شدة الحزن ای لقلب علیہ الحزن والبکاء ۱۲ ام

http://mujahid.xtgem.com

فأُمر بلالٌ فأذّن وأُمر أبو بكر فصلى بالناس ثم إن رسول الله صلى الله عليه وسلم وجد خفة فقال انظروا لي من

أتّكئ عليه فجاءت بريرة ورجلٌ آخر فاتكأ عليهما فلما رآه أبو بكر ذهب لينكص فأومأ إليه أن يثبت مكانه حتى قضى أبو بكر

صلوته ثم إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض فقال عمر والله لا أسمع أحدا يذكر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض إلا ضربته

بسيفي هذا قال وكان الناس أُمّيين لم يكن فيهم نبي قبله فأمسك الناس قالوا يا سالم انطلق إلى صاحب رسول الله

رضی اللہ عنہا بھی ظاہر تو یہ فرماتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہونیکی طاقت نہیں رکھتے لیکن دل میں یہ ہے جیسا کہ خود حضرت عائشہؓ سے دوسری جگہ منقول ہے کہ مجھے حضور سے بار بار مراجعت کرنیکا تقاضا اسوجہ سے ہو رہا تھا کہ میرے نزدیک لوگ اُس شخص کو کبھی بھی پسند نہ کرینگے جو حضور کی جگہ کھڑا ہو اور اُسکو منحوس سمجھیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تم سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں اور حضرت یوسف والی عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جنکو زلیخا نے دعوت کے نام سے بلایا تھا اس قول کے موافق بھی (الف) تشبیہ بے جا بات پر اصرار میں ہو کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما بے جا بات پر اصرار فرما رہی تھیں چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت حفصہ نے بھی اس چیز پر اصرار کیا۔ (ب) یہ کہ تشبیہ دی دل کے خلاف بات ظاہر کرکے اصرار کرنے میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے ذہن میں تو یہ مضمون تھا کہ لوگ حضور کی جگہ حضرت صدیق کو کھڑا ہوا دیکھیں تو نحوست کا وسوسہ کرینگے۔ اور حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ سے بھی اپنی موافقت پر اصرار کرایا اور ان کے دل میں اپنے والد کی بڑھوتری ہو کہ نبی کی نیابت کا حق ادا کرینگا اسمیں ہوا اسلئے حضور نے انکو یوسف علیہ السلام کے قصہ والیوں کی ساتھ تشبیہ دی کہ وہ ظاہر میں تو حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا کی موافقت کا اصرار کر رہی تھیں لیکن درحقیقت ہر ایک اپنی طرف مائل کرنیکا اندازہ برت رہی تھی بعض علماء نے وجوہ تشبیہ اور بھی بتلائی ہیں۔ چونکہ حدیث طویل تھی اسلئے اس فائدہ کو مختصر طور پر درمیان میں لکھدیا آگے بقیہ حدیث کا ترجمہ آتا ہے اور کچھ فوائد بھی مختصر درمیان میں آگئے۔ بعض روایات میں اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ اللہ جل شانہ اور مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کو نہیں مانیں گے) امتثال حکم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی (اور حضورؐ کے وصال تک سترہ نمازیں ادا فرمائیں اسلئے کہ قصہ جسکا ذکر اوپر سے ہو رہا ہے پنجشنبہ کی شام کا ہے کہ پنجشنبہ کے روز حضور اقدس کی طبیعت مبارک زیادہ ناساز رہی اور جمعہ کی شب میں عشا کی نماز کے وقت کی یہ تمام گفتگو ہے اور عشا کی نماز سے حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھانا شروع کی اور دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت حضور کا وصال ہوا اسلئے کل سترہ نمازیں ہوئیں یا جو مسلسل حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور کے شدت مرض کے ایام میں پڑھائیں۔ بندۂ ناکارہ کے نزدیک چونکہ مرض کی ابتداء اس سے

له قال میرک اسمه نوبة بضم النون والموحدة المخففة كما جاء في بعض الروايات ووهم من زعم انه امرأة قال القاري في رواية ابن حبان بريرة ونوبة وضبطه ابن حجر بضم فسكون ثم قال انه امة هذا وجاء في رواية الشيخين في سياق آخر عطاف عباس وعلى وفي طريق آخر ويده على الفضل بن عباس ويده على رجل آخر وجاء في رواية احدهما اسامة وعند الدارقطني اسامة والفضل وعند ابن سعد الفضل وثوبان وجمعوا بين هذه الروايات على تقدير ثبوت جميعها بتعدد الخروج او بانهم تناوبوا ۱۲ ق ٥٢ قال الحنفي بضم الكاف وقال القاري الاولى ان يضبط بكسر الكاف طبق ما في القرآن على اعقابكم تنكصون بالكسر على ما اجمع عليه القراء السبعة والعشرة وما نونهم ثم قال الزجاج يجوز ضم الكاف وكذا اجازه صاحب الصحاح اي ليتأخر والنكوص الرجوع القهقرى ۱۲ ٥٣ بالهمز على النهج وفي نسخة بالواو وتعدل عن على التحتية اي اشار النبي صلى الله عليه وسلم ۱۲ ق ٥٤ قال السندي ظاهره ان النبي صلى الله عليه وسلم اقتدى به وبه صرحت رواية البيهقي وقال القاري ظاهره انه صلى الله عليه وسلم رجع خلافا لابن حجر حيث قال ظاهره انه صلى الله عليه وسلم اقتدى به والمعتمد عندنا ان اقتداءه به كان قبل ذلك اهـ ۱۲ ٥٥ لا اسمع الخ وكان يقول انه ارسل اليه صلى الله عليه وسلم كما ارسل الى موسى عليه السلام فلبث عن قومه اربعين ليلة والله انه من الغشيان

http://mujahid.xtgem.com

صلی اللہ علیہ وسلم فادع۔ فاتیت ابابکر وھو فی المسجد فاتیتہ ابکی دھشا فلما رانی قال اقبض رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قلت ان عمر یقول لا اسمع احدا یذکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض الا ضربتہ بسیفی

ھذا فقال لی انطلق فانطلقت معہ فجاء ھو والناس قد خلوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا

ایھا الناس افرجوا لی فجاء حتی اکب علیہ ومسہ فقال انک میت وانھم میتون ثم قالوا یا صاحب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم فعلموا ان قد صدق وقالوا یا صاحب رسول اللہ انصلی

(حاشیہ بین السطور: ای اعطوا لی فرجۃ ۱۲ — قیل انہ قبل ناصیتہ علیہ السلام ۱۲)

بہت پہلے سے تھی اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے ان ایام میں بھی کبھی کبھی نماز پڑھائی۔ دوران مرض میں ایک مرتبہ حضور کو کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا دیکھو کوئی سہارا دیکر مسجد تک لیجانیوالا ہے۔ اس ارشاد پر دو شخصوں نے حضور کا ہاتھ پکڑا اور حضور اُنکے سہارے مسجد تک تشریف لیگئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور کو دیکھکر پیچھے ہٹنے کا ارادہ فرمایا تو حضور نے اشارہ سے منع فرما دیا اور صدیق اکبر نے نماز پوری کردی (بالآخر دوشنبہ کے روز) حضور کا وصال ہوگیا (صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوپر یہ سخت وقت جسقدر بھی مشکل اور کٹھن تھا وہ ظاہر ہے منافقین اور مخالفین کے فتنے اور حضور کے ۲۳ سالہ باغ کی حفاظت اور ان سب کی ساتھ حضور جیسی قدسی ذات کی مفارقت اور اُس محبوب کی جُدائی جسکی بدولت گھر بار خویش و اقارب مال و متاع سب لٹا دیا تھا اور چونکہ آج صبح سے افاقہ کے آثار معلوم ہورہے تھے جو درحقیقت سنبھالا تھا نہ کہ افاقہ۔ اسلئے حضور کے وصال کی خبر کا باوجود بہت جلد خبر مشہور ہوجانیکے بہت سے حضرات کو یقین نہیں آیا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (جیسے باعظمت اور قوی القلب آدمی بھی باین فضل و کمال اور بدین شجاعت و ہمت تحمل نہ فرماسکے اور ازخود رفتہ ہوکر برہنہ تلوار لیکر کھڑے ہوگئے اور یہ) فرمانے لگے کہ واللہ (حضور کا وصال نہیں ہوا) جو شخص یہ کہیگا کہ حضور کا وصال ہوگیا ہے اُسکی گردن اُڑادونگا چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کسی نبی کی وفات کا پہلے سے تجربہ نہیں تھا کہ اس سے پہلے کوئی نبی ان میں نہیں ہوا تھا اور عام طور سے امی تھے کہ پہلے انبیاء کی کتب اور حالات بھی نہ پڑھ سکتے تھے۔ اسلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر سب ساکت ہوگئے کہ ممکن ہے ایسا ہی ہو بعض صحابہؓ نے سالم سے کہا کہ حضور کے ساتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر لاؤ (وہ ہی اس طغیانی کے وقت اس کشتی کو کنارہ لگائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افاقہ کی صورت دیکھکر حضور کی اجازت سے گھر والوں کی خبر لینے کیلئے اپنے مکان تشریف لیگئے ہوئے تھے جو تقریباً ایک میل تھا) سالم کہتے ہیں کہ میں روتا ہوا متحیرانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اُسوقت

۱؎ قال القاری الظاہر مسجد محلتہ وبہ جزم النووی وغیرہ والظاہر عندی ان المراد المسجد النبوی لما فی جمع الوسائل من روایۃ ان ابابکرؓ ارسل غلامہ لیاتیہ بخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءہ الغلام فقال سمعت انہم یقولون مات محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرکب ابوبکر علی الفور وقال واممداہ وانقطاع ظہراہ وبکی فی الطریق حتی اتی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخرج البخاری بروایۃ عائشۃ ان ابابکرؓ اقبل علی فرس من مسکنہ بالسنح حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشۃ فتیمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مغشی بثوب حبرۃ الحدیث وفی المواہب اللدنیۃ عن سالم بن عبید قال لما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اجزع الناس کلہم عمر بن الخطاب فاخذ بقائم سیفہ وقال لا اسمع احدا یقول مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ضربتہ بسیفی ہذا قال فقال الناس یا سالم اطلب صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فخرجت الی المسجد فاذا بابی بکر فلما رأیتہ اجہشت بالبکاء فقال یا سالم امات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث فالظاہر من ہذہ الروایات ان المراد المسجد النبوی وان ابابکر لما استخبر من الغلام واجاب بانہ سمع ذلک رجع ابوبکر من السنح علی فرس ودخل المسجد فلاقی سالما وسالہ تصدیق الخبر ۱۲ ۲؎ قال المناوی وفی نسخ وقال لی فجواب لما قولہ قلت ان عمر الخ وقال القاری بالواو وقیل قال علی ما فی الاصول المصححۃ والظاہر ترکہا وقال میرک یحتمل ان یقال جملۃ وقال جملۃ حالیۃ او اعتراضیۃ وجواب لما قولہ قلت ان عمر الخ ۱۲ ۳؎ مخففۃ من الثقیلۃ یعنی صدق فی اخبارہ بموتہ صلی اللہ علیہ وسلم لاستدلالہ بالآیۃ ۱۲ +

http://mujahid.xtgem.com

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قالوا وکیف قال یدخل قوم فیکبرون ویدعون ویصلون ثم یخرجون ثم یدخل قوم فیکبرون ویصلون ویدعون ثم یخرجون حتی یدخل الناس قالوا یا صاحب رسول اللہ ایدفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قالوا این قال فی المکان الذی قبض اللہ فیہ روحہ فان اللہ لم یقبض روحہ الا فی مکان طیب فعلموا ان قد صدق ثم امرھم ان یغسلہ بنو ابیہ واجتمع المھاجرون یتشاورون فقالوا انطلق بنا الی اخواننا من الانصار ندخلھم معنا فی ھذا الامر فقالت الانصار منا امیر ومنکم

مسجد میں تھے میری مضطربانہ حالت دیکھکر دریافت فرمایا کیا حضور کا وصال ہوگیا میں نے اسکی اطلاع کی اور یہ بھی عرض کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ میں جسکو یہ کہتے ہوئے سنونگا کہ حضور کا وصال ہوگیا اسکی گردن اڑا دونگا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میرے ساتھ تشریف لائے اور مجمع کو ہٹاکر حضور کے پاس تشریف لیگئے اور حضور کے چہرۂ مبارک پر گہری نظر ڈالکر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور یہ آیت پڑھی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک تم بھی وفات پانے والے ہو اور وہ سب دشمن بھی مرنے والے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ اے حضور کے رفیق کیا آپ کی وفات ہوگئی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیشک آپ دارالبقا کو روانہ ہوچکے ہیں اس وقت صحابہؓ کو یقین ہوگیا۔ پھر انھوں نے آپ سے دیگر امور دریافت کئے اس لئے کہ ہر ہر جز میں احتمال خصوصیت تھا اس لئے اول نماز جنازہ کو پوچھا کہ حضور پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ پڑھی جائیگی صحابہؓ نے پوچھا کہ کس طرح پڑھیں (تمام اہل مدینہ مشتاق ہیں) آپ نے فرمایا کہ ایک ایک جماعت حجرہ کے اندر جاوے اور بلاجماعت نماز پڑھکر چلی آوے اسی طرح سب لوگ نماز پڑھیں۔ پھر صحابہؓ نے پوچھا کیا حضور دفن کئے جاویں گے آپ نے فرمایا کہ یقیناً دفن کئے جاوینگے انھوں نے پوچھا کہ کس جگہ قبر شریف بنائی جاوے گی آپ نے فرمایا کہ جس جگہ آپ کا وصال ہوا ہے وہی جگہ مدفن ہے۔ اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کا وصال اُسی جگہ فرمایا جو جگہ حق تعالیٰ شانہ کو پسندیدہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر ہر بات پر اطمینان ہوتا رہا اور بیشک سچ فرمایا کہتے رہے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل بیت اور حضور کے قریب رشتہ داروں کو تجہیز وتکفین کے انتظام کا حکم فرمایا اور حفاظت اسلام اور رفع اختلافات کے لئے کسی شخص کو مدار رائے بنانے کی تجویز شروع ہوئی۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ جب تلوار سونتے ہوئے کھڑے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور کا وصال ہوگیا اُس کی گردن اڑا دوں گا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے اس مقولہ پر تنبیہ فرمائی اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں کلام پاک کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ تلاوت فرمائی اُس کے بعد ارشاد فرمایا

---

۵۱ یدخل الاتیل ان فوجاً فوجاً دخلوا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وکل واحد منہم صلی علیہ علیحدۃ وروی ان علیاً قال لا یؤم احدکم علیہ لانہ امامکم حال حیوتہ وحال مماتہ وقد روی فی بعض الروایات انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصی علی الوجہ المذکور ولذا وقع التاخیر فی دفنہ ۱۲ ۵۲ ای اربع تکبیرات والواو لمطلق الجمع اذ الصلوۃ مقدمۃ علی الدعاء وقدم الدعاء لما تقربان الاستفہام للتردد فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم ہل یحتاج الی الدعاء فانہ مغفور لہ لامحالۃ فلا حاجۃ الی الدعاء قال القاری ولم یذکر التسبیح لما ہو معلوم من وقوعہ بعد التکبیرۃ الاولیٰ ۱۲
۵۳ ای وہکذا حتی یصلی الناس جمیعاً وروی ابن ماجۃ انہم لما فرغوا من جہازہ یوم الثلثاء وضع علی سریرہ فی بیتہ ثم دخل الناس ارسالاً ای قوماً بعد قوم یصلون علیہ حتی اذا فرغوا دخلت النساء حتی اذا فرغن دخل الصبیان ثم لم یؤم الناس علیہ احد وروی عن علیؓ انہ قال لا یؤم احدکم علیہ لانہ امامکم حال حیوتہ وحال مماتہ وروی فی بعض الروایات انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصی علی الوجہ المذکور روی الحاکم فی المستدرک والبزار ان المصطفیٰ حین جمع اہلہ فی بیت عائشہؓ قالوا فمن یصلی علیک قال اذا غسلتمونی وکفنتمونی فضعونی علی سریری ثم اخرجوا عنی ساعۃ فان اول من یصلی علی جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملئکۃ باجمعہم ثم ادخلوا علی فوجاً بعد فوج فصلوا علی وسلموا تسلیما ۱۲ ق
۵۴ بنو ابیہ وہم علی والعباس وابناہ فضل وقثم واسامۃ بن زید وصالح الحبشی والمراد بنی ابیہ مباشر تہم لغسلہ وہولاینافی مساعدۃ غیرہم ۱۲ +

http://mujahid.xtgem.com

امیر فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ من لہ مثل ھذہ الثلث ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا من ھما قال ثم بسط یدہ فبایعہ بایع الناس بیعۃ حسنۃ جمیلۃ حدثنا نصر بن علی

کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہو تو حضور کا تو وصال ہو چکا لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا ہو تو اللہ جل جلالہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا لوگ سب کے سب حضرت ابو بکرؓ کے خطبہ کی آواز سنکر منبر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اسی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ دین کی حفاظت کے لئے ایک شخص کی ضرورت ہے جو اس کی نگرانی کرے اور اس کی حفاظت کرے تم لوگ اپنی اپنی رائیں اس بارہ میں بتاؤ۔ مہاجرین نے آپس میں مشورہ کیا پھر یہ تجویز ہوا کہ انصار کی شرکت بھی اس مشورہ میں ضروری ہے ان کی شرکت سے کوئی امر قرار پانا چاہئے اس لئے ان کی مجلس میں یہ حضرات گئے وہاں یہ مسئلہ پہلے سے چھڑا ہوا تھا۔ انصار نے یہ تجویز کی کہ انصار میں ایک امیر مستقل ہو اور مہاجرین میں علیحدہ امیر ہو۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے حضور کا ارشاد الائمۃ من قریش امیر قریش میں سے ہو نقل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کون ہے وہ شخص جس کیلئے ایک ہی واقعہ میں تین فضیلتیں ہوں جو جانثار اور فضائل اور پھر یہ تین بھی ایسی کہ جن میں ہر ایک کمال فضل پر دال ہو۔ اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ اتحاد و ارتباط اور تنہائی کے وقت ساتھ دینا جس کو حق تعالیٰ شانہ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار سے ارشاد فرما رہے ہیں۔ دوسرے حق تعالیٰ شانہ ان کو حضور کا ساتھی اور رفیق فرما رہے ہیں۔ تیسرے اللہ جل شانہ کی معیت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اللہ معنا اللہ ہماری ساتھ ہے اُس وقت حضور اور حضرت صدیق اکبرؓ دو ہی حضرات وہاں تھے جن کے متعلق حضور نے ہماری ساتھ فرمایا تم ہی بتاؤ کہ وہ دونوں تھے جن کا آیت میں ذکر ہے۔ کس قدر بڑی ذات ہے ان دونوں حضرات کی (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی برابر کونسی ہستی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی گفتگو درمیان میں ہوتی رہی جو مختلف روایات میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے انصار کی جماعت تمہیں معلوم ہے کہ حضور نے ابو بکرؓ کو مصلے پر کھڑا کیا اور بیماری کے زمانہ میں حکماً نماز پڑھوائی تم میں سے کون گوارا کر سکتا ہے کہ ایسے شخص کو امامت سے ہٹا دے جس کو حضور نے امام بنایا ہو انصار نے کہا اللہ کی پناہ ہم ابو بکرؓ سے آگے نہیں بڑھ سکتے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کے لئے ہاتھ پھیلا دیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اس کے بعد سقیفہ کے سب لوگوں نے برضا و رغبت بیعت کی۔ **ف** - یہ ابتدائی بیعت تھی جو انصار کی مجلس میں ہوئی اس کے بعد دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی جس میں اول حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ جس میں حضرت ابو بکرؓ کے فضائل بھی تھے اور دیگر امور ارشاد فرمائے اُس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم میں کبھی بھی خلیفہ بننے کا خواہشمند نہیں ہوا۔ نہ مجھے کبھی اس کی ترغیب ہوئی نہ کبھی بھی پوشیدہ گی میں یا علانیہ اس کے حصول کی دعا کی۔ اپنے انکار پر امت میں فتنہ پیدا ہو جانے کے ڈر سے میں نے اس کو قبول کیا ہے مجھے اس میں کوئی راحت نہیں ہے اور جو کام مجھ پر ڈالدیا گیا میری

لے من لہ مثل ھذہ الثلثۃ الخ ای من ثبت لہ مثل ھذہ الفضائل الثلثۃ۔ اتی الی ابی بکر فھو استفہام انکاری مثل الانصار حیث توھموا ان ھم حقانی الخلافۃ اذ جعل رسولہ ثانی اثنین والثانیۃ اثبات الصحبۃ والثالثۃ اثبات المعیۃ ۱۲ ؎ من ھما الاستفہام للتقریر والتفخیم ای من الاثنان المذکوران فی ھذہ الآیۃ ای ھل ھما الا النبی والابو بکرؓ وان الاستفہام للتقریر والتفخیم او للتہویل والعداء الحنفی اذ قال یکون ان یرجع التفخیم الی الامیرین فحینئذ یکون الاستفہام للانکار والتحقیر ۱۲ ؎ لوقوعہا عن ظہور واتفاق من اہل الحل والعقد ولذا اکدہ بقولہ جمیلۃ فالمنادی ذات [illegible] ای [illegible] اجمالاً و [illegible] تفصیلاً ولا آخر حسیباً ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

ثنا عبد اللہ بن الزبیر شیخ باھلی قدیم بصری ثنا ثابت البنانی عن انس بن مالک قال لما وجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کرب الموت ما وجد فقالت فاطمۃ واکرباہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا کرب علی ابیک بعد الیوم انہ قد حضر من ابیک ما لیس بتارک منہ احدا الوفاۃ یوم القیمۃ حدثنا ابو الخطاب زیاد بن یحیی البصری و نصر بن علی قالا حدثنا عبد ربہ بن بارق الحنفی قال سمعت جدی ابا امی سماک بن ولید یحدث انہ سمع ابن عباس یحدث انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کان لہ فرطان من امتی ادخلہ اللہ تعالی بہما الجنۃ فقالت لہ عائشۃ فمن کان لہ فرط من امتک قال ومن کان لہ فرط یا موفقۃ قالت فمن لم یکن لہ فرط من امتک قال فانا فرط لامتی لن یصابوا بمثلی

باب ما جاء فی میراث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدثنا احمد بن منیع ثنا حسین بن محمد ثنا اسرائیل عن ابی اسحاق

طاقت سے باہر ہے۔ اللہ ہی کی مدد سے کچھ کام چل سکتا ہے۔ (۱۴۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الوفات کی سخت تکلیف برداشت فرما رہے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ہائے ابا کی تکلیف۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد تیرے باپ پر کچھ تکلیف نہیں رہے گی۔ بیشک آج تیرے باپ پر وہ اٹل چیز اتری ہے یعنی موت جو قیامت تک کبھی کسی سے ٹلنے والی نہیں۔ **ف**۔ ہائے کا لفظ عربی میں اظہار افسوس کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے مقصود رنج کا اظہار ہے۔

(۱۴۴) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے دو بچے ذخیرۂ آخرت بن جاویں تو حق تعالی شانہ ان کی بدولت اس کو ضرور جنت میں داخل فرما دیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس کا ایک ہی بچہ ذخیرہ بنا ہو اسکا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جسکا ایک ہی بچہ چلدیا ہو وہ بھی بخشدیا جاویگا۔ حضرت عائشہ رضی نے پوچھا کہ جسکا ایک بھی بچہ نہ مرا ہو تو آپ نے فرمایا کہ اُن کیلئے میں ذخیرۂ آخرت بنونگا اسلئے کہ میری وفات کا رنج آل و اولاد سے زیادہ ہوگا۔

ف۔ یقیناً حضور کی جدائی ایسی ہی چیز ہے کہ ماں باپ اعزہ احباب بیوی اولاد ہر شخص کی جدائی اور موت حضور کی جدائی اور وفات کے مقابلہ میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اسی لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری جدائی کی مصیبت سے تسلی حاصل کرے یعنی یہ سوچے کہ جب حضور کی مفارقت کو صبر کر لیا تو اسکے مقابلہ میں یہ کیا حقیقت رکھتی ہے۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا ذکر

ف۔ اس باب میں مصنف رح نے سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں سب کا حاصل یہی ہے کہ آپ کا جملہ متروکہ مال صدقہ ہے وہ وارثوں

لہ بفتح الکاف وسکون الراء وہا ساکنۃ فی آخرہ ثم یاخذ بالنفس الی اشتد علیہ ۱۲ ق ۲ قولہ ای امر عظیم لیس اللہ عز وجل بتارک من ذلک الامر احدا والوفاۃ بیان لما وفی نسخۃ الموافاۃ بدل الوفاۃ وہو بمعنی الاتیان والملاقاۃ وقیل یفسر الموافاۃ ہہنا بالوفاۃ ۱۲ ق ۳ یوم القیمۃ منصوب بنزع الخافض وہو کلمۃ الی وجوز ان یکون مفعولا فیہ ویراد بہ یوم الوفاۃ لان یوم موت کل احد یوم قیامتہ کما ورد ۱۲ ق ۴ بفتح الفاء والراء تثنیۃ فرط وہو المتقدم فی طلب الماء فیہیء لہم الارشاء والدلاء ویمد الحیاض ویستقی لہم فعال بمعنی فاعل کتبع بمعنی تابع ۱۲ ۵ تعلم شرائع الدین او فی الخیرات او لمسئلۃ الواقعۃ موقعہا او المعنی وفقک اللہ لما یکمل بسبب السوال عنہ وہذا تحریض لہا علی السوال ۱۲ ۶ اصلہ موراث قلبت الواو یاء لسکونہا وانکسار ما قبلہا مصدر بمعنی الموروث ای المخلف من المال والمراد نفی

عن عمرو بن الحارث اخی جویریۃ لہ صحبۃ قال ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا سلاحہ وبغلتہ وارضا جعلہا صدقۃ

حدثنا محمد بن المثنی ثنا ابو الولید ثنا حماد بن سلمۃ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ قال جاءت فاطمۃ

مرادہ بالقلیل الحدیث ۱۲ · فی سبیل اللہ ۱۲

پر تقسیم نہیں ہوگا۔ یہ علما کا اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی عالم کا بھی اہل سنت والجماعۃ میں سے خلاف نہیں ہے کہ حضور کے ترکہ میں وراثت نہ تھی البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ خاص تھا یا تمام انبیا کا یہی حکم ہے جمہور علما کی یہی رائے ہے کہ تمام انبیا کا یہی حکم ہے کہ ان کے متروکہ مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اس کی وجوہ میں علما کے متعدد اقوال ہیں اور متعدد وجوہ ہونے میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے مختصراً چند وجوہ لکھی جاتی ہیں۔ ۱ انبیا علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں لہٰذا ان کی ملک باقی رہتی ہے اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں سے کسی کے نکاح کرنے کی قرآن پاک میں صاف لفظوں میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ۲ نبی کی کوئی چیز زندگی میں بھی ملک نہیں ہوتی وہ متولیانہ تصرف کرتے ہیں۔ صوفیہ میں بھی یہ مقولہ مشہور ہے الصوفی لا یملک صوفی مالک کسی چیز کا نہیں ہوتا۔ یہ مطلب نہیں کہ شرعاً مالک نہیں ہوتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ان ناپائیدار چیزوں کو اپنی نہیں سمجھتا۔ ۳ دنیا کی ہر چیز اللہ کی ملک ہے اور نبی اللہ کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تصرف کرتا ہے ۴ اگر انبیا کے مال میں میراث جاری ہو تو احتمال ہے کہ کوئی بدنصیب وارث مال کی طمع میں نبی کی ہلاکت کا ذریعہ بنے یا تمنا کرے اور دونوں چیزیں اس کی بربادی کا سبب ہوں گی۔ ۵ لوگوں کو یہ واہمہ نہ گذرے کہ نبوت کا دعویٰ مال جمع کرنے کے واسطے اور اپنے اہل وعیال کو مالدار چھوڑ کر جانے کیواسطے ہے ۶ مال کے زنگ اور میل کچیل سے ان کی قدسی ذات کو محفوظ رکھنے کی وجہ سے ہے ۷ نبی تمام امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہے لہٰذا اُس کا مال تمام اولاد کا مال ہے۔ وغیرہ وغیرہ اللہ کے احکامات کی حکمتیں بے نہایت ہوتی ہیں آدمی اپنی اپنی سمجھ کے موافق حکمتوں کا بیان کرتے ہیں ان کے علاوہ نہ معلوم کتنی حکمتیں اللہ کے علم میں ہیں۔ (۱) عمرو بن الحارث جو ام المؤمنین جویریۃ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں صرف ہتیار اور (اپنی سواری کا) خچر اور کچھ حصہ زمین کا چھوڑا تھا اور اُن کو بھی صدقہ فرما گئے تھے۔ **ف** چونکہ یہ چیزیں صدقہ کے حدود میں داخل ہوگئی تھیں۔ اس لئے ان میں میراث جاری نہیں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمالی کپڑوں کا ذکر معمولی چیز ہونے کی وجہ سے نہیں کیا گیا۔ (۲) ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور دریافت فرمایا کہ تمہارا کون وارث ہوگا۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے اہل وعیال۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا پھر میں اپنے والد کے متروکہ کی وارث کیوں نہیں بنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ البتہ (میں وقف کا متولی ہونے کی وجہ سے) جن لوگوں کا روزینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرما رکھا تھا اُس کو میں بھی ادا کروں گا۔ اور جن لوگوں

---

۵۱ بکسر السین ای ما کان یختص بلبسہ من نحو سیف ودرع ورمح ومغفرۃ ۱۲ ۵۲ وبغلتہ البیضاء التی یختص برکوبہا وہی الدلدل وکان لہ بغال اخر وقد اخرجہ البخاری بسندہ الی عمرو بن الحارث بلفظ ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند موتہ درہما ولا دینارا ولا عبدا ولا امۃ ولا شیئا الا بغلتہ البیضاء وسلاحہ وارضا جعلہا صدقۃ قال العینی رحمہ اللہ کانت لہ صلی اللہ علیہ وسلم ست بغال بغلۃ شہباء یقال لہا الدلدل اہداہا المقوقس وبغلۃ یقال لہا فضۃ اہداہا فروۃ الجذامی فوہبہا لابی بکر وبغلۃ اہداہا صاحب دومۃ الجندل وبغلۃ اہداہا ملک ایلۃ یقال لہا الایلیۃ وقال مسلم کانت بیضاء وبغلۃ اہداہا النجاشی وبغلۃ اہداہا کسری ولم یثبت ولم یکن فیہا بیضاء الا الایلیۃ ولم یذکر اہل السیر بغلۃ بقیت بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم الا الدلدل قالوا انہا عمرت حتی کانت عند علی ثم بعدہ عند عبد اللہ بن جعفر وکان یجش لہا الشعیر لما کلہ لضعفہا ولعلہا ہی التی فی الحدیث لان الشہبۃ غلبۃ البیاض علی السواد وقد تسمی الشہباء بیضاء اہ مختصرا ۵۳ جعلہا صدقۃ قیل الضمیر راجع الی الثلاثۃ لقولہ علیہ السلام نحن معاشر الانبیاء

http://mujahid.xtgem.com

الی ابی بکر رضی اللّٰہ عنہما فقالت من یرثک فقال اھلی و ولدی فقالت فمالی لا ارث ابی فقال ابوبکر سمعت رسول اللّٰہ

صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لا نورث ولکنی اعول من کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعولہ وانفق علی من کان رسول اللّٰہ

صلی اللّٰہ علیہ وسلم ینفق علیہ **حدثنا** محمد بن المثنی ثنا یحیی بن کثیر العنبری ابوغسان ثنا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن

ابی البختری ان العباس و علیا جاآ الی عمر یختصمان یقول کل واحد منھما لصاحبہ انت کذا انت کذا فقال عمر لطلحۃ والزبیر

وعبدالرحمن بن عوف وسعد نشدتکم باللّٰہ اسمعتم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول کل مال نبی صدقۃ الا ما

اطعمہ اللّٰہ انا لا نورث وفی الحدیث قصۃ **حدثنا** محمد بن المثنی ثنا صفوان بن عیسی عن اسامۃ بن زید عن الزھری عن عروۃ

پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے اُن پر میں بھی خرچ کرونگا۔ **ف**۔ بظاہر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ خیال فرماتی تھیں کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے حضور کے مال کو ترکۂ میراثی قرار نہیں دیا گیا اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا بھی کوئی وارث ہوگا یا نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرعی مسئلہ کے موافق جواب مرحمت فرمایا ورضا کی اپنی وصیت کے موافق جس میں انھوں نے فرمایا کہ اس مال کو بیت المال میں واپس کردینا۔ اُس کے موافق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھی کوئی وارث نہیں ہوا۔ حضور کا یہ ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا مشہور حدیث ہے جو مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے۔ بعض روایات میں اتنا ہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا بعض روایات میں ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مسوی میں لکھا ہے۔ یہ مضمون کہ حضور کا کوئی وارث نہیں ہے دس صحابہ سے زیادہ حضرات سے منقول ہے۔ (۳) ابوالبختری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اُن کے پاس تشریف لائے۔ ہر ایک دوسرے پر اعتراض کر رہا تھا اور اُس کو انتظام کے ناقابل بتا رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان سب حضرات کو متوجہ فرما کر یہ کہا کہ تمھیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تم سب نے حضور سے یہ نہیں سُنا کہ نبی کا تمام مال صدقہ ہوتا ہے بجز اُس کے جو وہ اپنے اہل کو کھلائے ہم انبیاء کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے۔ اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔ **ف**۔ امام ترمذی کا مقصود صرف میراث نہ ہونیکا ذکر تھا وہ حاصل ہوگیا تھا اس لئے پورا قصہ طویل ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔ امام ابوداؤدؒ نے اس کو ذرا تفصیل سے ذکر کیا اور تھوڑا سا ذکر کرنیکے بعد

---

۵۱ ادخل اباہ ابا قحافۃ فی الاھل تغلیبا فلا ضیر فی حصرہ الوارث فی الاھل والولد ونص علی الولد مع دخولہ فی الاھل لانہ منا ط مقصود فاطمۃ ۱۲ م ۵۲ بضم النون وسکون الواو وفتح الراء وفی نسخۃ بکسر الراء وفی المغرب کسر الراء خطأ روایۃ یعنی یصح درایۃ اذ المعنی لا نترک میراثا لاحد لمصیرہ صدقۃ حتی زعم بعضھم ان الاظھر معنی فتح الصلاح والمغرب یقال اورثہ مالا ترکہ میراثا لہ ثم قال میرک اصل المجھول لا یورث منا فحذف من واستتر ضمیر المتکلم فی الفعل فانقلب الفعل من الغائب الی المتکلم ولا یخفی ان ھذا مبنی علی انہ لا یتعدی الی المفعول الثانی بنفسہ علی ماذھب الیہ صاحب القاموس وغیرہ واما علی ماجعلہ بعض اللغویین متعدیا الیہ بنفسہ فلا حذف ولا تحویل ففی التاج للبیھقی انہ یتعدی الی المفعول الثانی بنفسہ وبمن فیقال ورث اباہ مالا فالاب والمال کلاھما موروث وقول فاطمۃ فی ھذا الحدیث من یرثک ومالی لا ارث ابی موافق لہ ۱۲ ق ۵۳ الظاھر انہ عطف تفسیر کما قالہ الحنفی ولکن ان یفرق بینھما بان یخص قولہ اعول باھل بیتہ کما یشیر الیہ لفظ العیال ویراد بقولہ انفق غیر اھل بیتہ فانہ ضم ابو حزم بہ ابن حجر من انہ جمع بینھما تاکیدا ۱۲ ق ۵۴ ابی البختری بفتح الموحدۃ واسکان الخاء المعجمۃ وفتح الفوقانیۃ ھو سعید بن فیروز بن ابی عمران بن ابی عمران فاقیل بالحاء المھملۃ منسوب الی البختر بمعنی حسن المشی لیس لبشی قال القاری والحدیث اخرجہ ابوداؤد بروایۃ عمرو بن مرزوق عن شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی البختری قال سمعت حدیثا من رجل فاعجبنی فقلت اکتبہ لی فاتی بہ مکتوبا مذبرا دخل العباس وعلی علی عمر الحدیث مختصرا واحال بعض متنہ علی حدیث مالک بن اوس وقال الحافظ فی التقریب ابو البختری عن رجل لعلہ مالک بن اوس احد فی الشمائل ترک الواسطۃ فلم یرد فی التہذیب کان کثیر الحدیث یرسل حدیثہ

http://mujahid.xtgem.com

عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا فهو صدقة حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مهدی ثنا سفیان عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال لا يقسم ورثتی دينارا ولا درهما ما تركت بعد نفقة نسائی ومؤنة عاملی فهو صدقة حدثنا الحسن بن علی الخلال ثنا بشر بن عمر قال سمعت مالك بن انس عن الزهری

مالک بن اوس کی حدیث پر جو عنقریب آرہی ہے حوالہ کردیا اس لئے کہ مالک بن اوس کی روایت مشہور تھی، حدیث کی سب کتابوں میں کثرت سے ذکر کی گئی۔ بخاری شریف، مسلم شریف اور خود ابوداؤد شریف میں مفصل مذکور تھی اس لئے ایک قصہ کو پورا کا پورا ہر جگہ ذکر کرنا تطویل کا سبب تھا۔ ابوداؤد شریف کی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابوالبختری کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت پسند آئی میں نے اُن سے درخواست کی کہ یہ حدیث مجھے لکھ دیجئے تو وہ ایک نہایت پختہ تحریر لائے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ شخص غالباً مالک بن اوس ہی ہیں۔ اُس تحریر میں یہ لکھا تھا کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے پاس اُس وقت حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم اجمعین پہلے سے موجود تھے وہ دونوں حضرات یعنی حضرت عباس اور حضرت علی آپس میں جھگڑ رہے تھے یعنی ایک دوسرے کو بدنظمی کا الزام دے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعد وغیرہ چاروں حضرات کو مخاطب بنا کر یہ دریافت فرمایا کیا تم لوگ یہ نہیں جانتے کہ حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ نبی کا ہر مال صدقہ ہوتا ہے مگر وہ مال جو وہ اپنے اہل وعیال کو کھلاوے یا پہناوے اس لئے کہ ہم لوگوں کا (یعنی انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ان چاروں حضرات نے اقرار کیا کہ بیشک حضورؐ نے ایسا فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اس میں سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے رہے اور جو بچ جاتا تھا اُس کو صدقہ کر دیتے تھے۔ حضور کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے اور اپنی دو سالہ زندگی میں وہی عملدرآمد کرتے رہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ اس کے بعد امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ مالک بن اوس کی حدیث کے قریب قریب آگے سارا قصہ ہے۔ (۴) حضرت عائشہؓ سے بھی یہی روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم انبیاء کی جماعت جو مال چھوڑتی ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔ **ف**۔ یعنی صدقات کے مواقع میں خرچ کیا جاتا ہے۔ (۵) ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے ورثہ دینار اور درہم تقسیم نہ کریں میرے ترکے سے اہل وعیال کا نفقہ اور میرے عامل کا نفقہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچے وہ صدقہ ہے۔ **ف**۔ عامل سے مراد وہ شخص بھی بتلایا گیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ وقت ہونے والا ہو۔ اور وہ بھی کہا گیا ہے جو زمینوں کی پیداوار جمع کر کے لانے والا ہو۔ یعنی ان زمینوں کا منتظم اور نگراں ہو۔ دونوں محتمل ہیں۔ کہ خلیفہ کی تنخواہ بھی بیت المال کے ذمہ ہے اور ہر وقت کے نگراں اور منتظم کو اُس وقف سے حق الخدمۃ لینے کا حق ہے

---

۵۱ ما موصولة والعائد محذوف ای ما ترکناه وقوله فهو صدقة خبرا والفاء لتضمن المبتدء معنى الشرط ۱۲ ق ۵۲ بفتح التحتية والنفي بمعنى النهي البلغ من النهي الصريح ۱۲ ق ۵۳ التقييد بهما بناء على الاغلب من المخلفات اولان مرجع الكل فی القسمة اليهما او المعنى ما يساوی قيمتهما فهو اولى مما قال ابن حجر من ان التقييد بهما للتنبيه على ان ما فوقهما بذلك اولى قال القاری ودافق المناوی ابن حجر ۱۲ ۵۴ المؤنة الثقل فعولة من مانت القوم احتملت مؤنتهم وفی الصحاح المؤنة تهمز ولا تهمز قال الفراء مفعلة من الاين وهو التعب والشدة وقيل مفعلة من الاون وهی الخرج والعدل لانها ثقل على الانسان ۱۲ ق ۵۵ عاملی هو الخليفة بعده او القائم على تلك الصدقة والناظر فيها وخادمی فی حوائط ووكيلی واجيره او كل عامل للمسلمين وكان عمر بن عبد العزيز ياخذ من صفاياه نفقة اهله ثم ابو بكر ثم عمر ثم استغنى عنه عثمان بماله فاقطعها مروان وغيره من اقاربه فلم تزل فی ايديهم

http://mujahid.xtgem.com

عن مالک[۵۱] بن اوس بن الحدثان قال دخلت علی عمر فدخل علیہ عبدالرحمن بن عوف وطلحۃ وسعد وجاء علی والعباس یختصمان فقال لھم عمر انشدکم[۵۲] بالذی باذنہ تقوم السماء والارض تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ فقالوا اللھم[۵۳] نعم وفی الحدیث قصۃ طویلۃ

حدثنا محمد بن بشار ثنا عبدالرحمن بن مھدی ثنا سفین عن عاصم بن بھدلۃ عن زر[۵۴] بن حبیش

دینار و درہم کی تخصیص مقصود نہیں ہے تمثیل کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے جیساکہ یہ کہدیا جائے کہ روپیہ پیسہ تقسیم نہ کریں کہ اور چیزیں بطریق اولی داخل ہوگئیں۔ یا یہ کہا جائے کہ تقسیم ہمیشہ قیمت لگاکر ہوتی ہے جو روپیہ پیسہ ہی کی طرف لوٹ آئے۔ (۶) مالک بن اوس کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُن کے پاس عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور طلحہؓ اور سعد بن ابی وقاص بھی تشریف لائے (اس کے تھوڑی دیر بعد) حضرت عباسؓ اور حضرت علی جھگڑتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب حضرات کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اس ذات پاک کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین آسمان قائم ہیں۔ کیا تمھیں حضور کے اس ارشاد کا علم ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم ترکہ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ اُن سب حضرات نے فرمایا کہ بیشک یہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے۔ **ف**۔ یہ وہی قصہ ہے جسکی طرف ملتا پر ابوالبختری کی روایت میں بھی اشارہ گذر چکا ہے۔ قصہ طویل ہے اور حدیث کی تقریباً سب کتب میں مختصر یا مفصل نقل کیا گیا ہے بخاری شریف کی حدیث سے اسکا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے اور توضیح کے طور پر فتح الباری وغیرہ سے دوسری روایات میں جو اضافے ہیں وہ بھی بقدر ضرورت ساتھ ہی ذکر کئے جارہے ہیں۔ مالک بن اوس کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر تھا، دن کچھ چڑھ گیا تھا کہ حضرت عمرؓ کا قاصد مجھے بلانے آیا میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت عمرؓ ایک بورے پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر کوئی اور کپڑا بھی بچھا ہوا نہ تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمھاری قوم کے کچھ ضرورت مند لوگ آرہے تھے۔ میں نے اُن کو کچھ دینے کو کہدیا ہے تم اسکو لیجاکر ان پر تقسیم کردو میں نے عرض کیا کہ تقسیم کیلئے کسی اور کو تجویز فرمادیتے تو اچھا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ نہیں تم ہی تقسیم کردو۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آپ کے خادم جن کا نام یرفا تھا حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرات عثمانؓ، عبدالرحمن بن عوف، زبیر، سعد بن ابی وقاص حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت طلحہ کا بھی شمار ہے۔ حضرت عمرؓ نے حاضری کی اجازت دیدی۔ یہ حضرات تشریف لائے اور سلام کرکے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں یرفا دوبارہ آئے اور عرض کیا کہ حضرت عباس اور حضرت علی حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اجازت فرمادی وہ دونوں تشریف لائے اور سلام کرکے بیٹھ گئے۔ اور حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میرے اور اس ظالم کے درمیان میں فیصلہ کردیجئے۔ حضرت عباس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ظالم کے علاوہ اور بھی کچھ سخت لفظ کہے دونوں حضرات میں آپس میں سخت کلامی ہوگئی۔ حضرت عثمان وغیرہ حضرات جو پہلے سے بیٹھے تھے انھوں نے انکی تائید اور سفارش کی کہ آپ انکا فیصلہ ضرور کردیجئے اور ایک کو دوسرے سے نجات دیجئے۔ مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے۔ مالک بن اوس کہتے ہیں کہ مجھے انکی

---

[۵۱] بمہملتین المفتوحتین فالمثلثہ ۱۲ [۵۲] بفتح الہمزۃ وضم المعجمۃ ای اسالکم او اقسم علیکم قال القاری زاد المناوی من النشد وھو رفع الصوت ۱۲ [۵۳] اللھم صدر ۔۔۔ کما ھو المعروف ولاحتیاط والتحرز عن الوقوع فی الغلط والمیم فیہ بدل حرف النداء والمقصود من النداء فی تقدمہ ۔۔۔ ھو التفرع و الابتہال ۔۔۔ [۵۴] بکسر الزای وتشدید الراء وحبیش بضم الحاء المہملۃ تصغیر حبش ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

سفارش اور تائید کے انداز سے یہ خیال ہوا کہ ان دونوں حضرات نے ان سب حضرات کو اپنی تائید ہی کیلئے آگے بھیجا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا ٹھیرو۔ اسکے بعد اُس جماعت کی طرف خطاب کرکے فرمایا تم کو اُس پاک ذات کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جسکے حکم سے آسمان زمین قائم ہیں کیا تم کو معلوم ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے اُس جماعت نے اقرار کیا کہ بیشک حضور نے یہ ارشاد فرمایا۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ ان دونوں حضرات عباسؓ و علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح ان سے بھی قسم دیکر دریافت کیا ان دونوں حضرات نے بھی اسکا اقرار کیا اُسکے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اول سے سُنو۔ اللہ جل شانہ نے یہ فی کا مال (باغ وغیرہ) مخصوص طور پر حضور کو دیا کسی دوسرے کی اس میں شرکت نہ تھی لیکن حضورؐ نے اسکو اپنے لئے مخصوص نہیں فرمایا بلکہ تم لوگوں پر تقسیم کر دیا اور بہت تھوڑا سا حصہ زمین کا اپنے اور اپنے عیال کے گذران کیلئے رکھا اور اُس میں بھی گھروں میں تھوڑا سا دینے کے بعد جو بچتا وہ اللہ کے راستہ میں خرچ فرما دیتے تھے میں تم لوگوں کو قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا ایسے ہی تھا یا نہیں۔ اول ان پانچوں کو قسم دیکر ان سے اسکی تصدیق کرائی اُسکے بعد ان دونوں حضرات سے قسم دیکر تصدیق کرائی۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اسکے بعد حضور کا وصال ہوگیا اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے اور اُنھوں نے اس سب پیداوار میں اُسی طرز کو جاری رکھا جو حضور کا معمول تھا اور اللہ پاک کی قسم ابوبکر اپنے اس رویہ میں نیکی پر تھے وہ راست پر تھے حق کا اتباع کرنیوالے تھے لیکن تم لوگوں نے انکو چناں چنیں سمجھا تم (حضرت عباس) اپنے بھتیجے (صلی اللہ علیہ وسلم) کی میراث طلب کرنے آئے اور تم (حضرت علی) اپنی بیوی کے حصہ کا مطالبہ کرنے آئے حضرت ابوبکرؓ نے حضور کا ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا سنایا تم نے انکی بات کو صحیح نہ سمجھا اسکے بعد حضرت ابوبکرؓ نے وفات پائی اور میں خلیفہ بنا اور اپنی خلافت کے ابتدائی دو سال تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طریقہ کے موافق اُس میں عمل کرتا رہا اور اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے اس طرز میں سچا ہوں نیکی پر عمل کرنیوالا ہوں حق کا اتباع کرنیوالا ہوں۔ اُسکے بعد تم دونوں میرے پاس آئے اور وہی ایک کلمہ ایک بات بھتیجے کی میراث کا مطالبہ اور بیوی کا حصہ میں نے تم سے حضور کا ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا سنا دیا اُسکے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ بطور تولیت کے تمہارے حوالہ کر دوں تو میں نے تم سے عہد و پیمان لیا کہ تم اس میں اُسی طرح عملدرآمد کروگے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دو برس تک میں خود عمل کرتا رہا ہوں تم نے اسکو قبول کیا اور اس طرح میں نے اسکو تمہارے حوالہ کیا تمھیں قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا میں نے اسی طرح حوالہ نہیں کیا تھا اُس جماعت نے بھی اسکا اقرار کیا اور ان دونوں حضرات نے بھی اسکا اقرار کیا اُسکے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب تم اسکے خلاف مجھ سے فیصلہ کرانا چاہتے ہو اُس ذات کی قسم جسکے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں اسکے خلاف ہرگز فیصلہ نہ کرونگا اگر تم اسکے انتظام سے عاجز ہو تو مجھے واپس کر دو میں خود انتظام کر لونگا۔ یہ ہے وہ طویل قصہ جسکی طرف امام ترمذی نے اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں طویل قصہ ہے۔ اس میں چند امور قابل لحاظ ہیں۔ ۱ حضرت عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ظالم وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا اور دونوں حضرات میں سخت کلامی ہوئی یہ چیز بظاہر مستبعد معلوم ہوتی ہے مگر ایک تو حضرت عباسؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چچا ہیں اس حیثیت سے انکو تنبیہ کا حق ہے دوسرے جب وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ناحق پر سمجھ رہے ہیں جسکی تفصیل آگے آرہی ہے تو انکے فعل کو ظلم سمجھنا ہی چاہیئے۔ ۲ یہ کہ جب حضرت عباس اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ حدیث معلوم تھی جیسا کہ انھوں نے حضرت

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

تکلم کے سوال پر اقرار کیا تو پھر کیوں تو حضرت ابو بکرؓ سے مطالبہ کیا اور کیوں حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ پہلے سے معلوم نہ تھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کہنے سے معلوم ہوئی تو پھر جب حضرت ابو بکرؓ اس حدیث کی وجہ سے انکار فرما چکے تھے تو پھر حضرت عمرؓ سے دوبارہ کیوں سوال کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تو یقیناً انکو معلوم تھی مگر بظاہر اس حدیث کو وہ مخصوص سمجھتے تھے مثلاً درہم اور دینار ہی کیساتھ مخصوص سمجھتے ہوں جیساکہ پہلے ایک حدیث میں ان دونوں کا ذکر آچکا ہے لیکن اور سب حضرات کی نزدیک سب چیزوں کو شامل ہے جیساکہ بہت سی حدیثوں میں جو کچھ میں چھوڑوں وہ صدقہ ہے کا لفظ آیا ہے۔ اس صورت میں حضرت ابو بکرؓ سے اولاً سوال اپنے اس خیال کے موافق ہو کہ یہ حضرات اسکو خصوصیت پر سمجھتے تھے اور اسکے بعد دوبارہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اپنے سوال اس خیال سے ہو کہ شاید حضرت عمرؓ کی رائے ان دونوں حضرات کے موافق ہو یعنی حضرت عمرؓ بھی اسکو مخصوص خیال فرماتے ہوں لیکن مطالبہ کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی رائے بھی وہی ہے جو اور سب حضرات کی ہے اور حدیث کے الفاظ کا ظاہر بھی یہی ہے کہ یہ ارشاد سب چیزوں کو شامل ہے کسی چیز کی تخصیص نہیں۔ یہاں ایک نہایت اہم اور ضروری چیز یہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ جب حضرات شیخینؓ کے متعلق ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد کی وجہ سے میراث تقسیم کرنے سے معذور و مجبور رہے اور باوجود ان حضرات کے اصرار کے تقسیم نہ فرما سکے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ان اکابر کی شان میں کسی قسم کا سوء ظن کرنا کہ حب مال کی وجہ سے بار بار اصرار کرتے تھے اور حضور کے اس صاف اور صریح ارشاد کے خلاف عمل چاہتے تھے انتہائی بے ادبی ہے انکا اصرار اس وجہ سے تھا کہ یہ حضرات اسکو ایک شرعی حق سمجھتے تھے اسی وجہ سے اپنی تحقیق کے خلاف ہونیکی وجہ سے مخالفت کرنیوالوں پر انکار کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اس کلام سے ظاہر کیا کہ تم نے حضرت ابو بکرؓ کو ایسا ویسا سمجھا۔

ع۳ یہ کہ جب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی انکار پر اور حضور کے اس ارشاد پر کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بنتا ان دونوں حضرات نے متفقہ طور پر اپنی ولایت میں لے لیا تھا تو اب آپس میں جھگڑا پیدا ہو جانے کی کیا وجہ ہے جسکی وجہ سے آپس میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور اب تقسیم کی استدعا کس وجہ سے تھی جبکہ پہلے ہی سے تقسیم کا انکار ہوتا چلا آیا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ چیز تو متحقق ہو گئی تھی کہ اس میں میراث جاری نہیں ہوتی اسی وجہ سے حضرات شیخین نے انکار بھی کر دیا تھا اور ان حضرات نے قبول بھی کر لیا تھا اسکے باوجود پھر ان دونوں حضرات کا آپس میں تقسیم کے مطالبہ کی وجہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارشاد فرمائی تھی کہ کیفیت خرچ میں دونوں میں کثرت سے اختلاف ہوتا تھا حضرت عباسؓ نہایت منتظم اور مدبر تھے دور اندیش تھے وہ ہر مال کو نہایت احتیاط سے خرچ فرمانا چاہتے تھے اور ضرورت کے مواقع کیلئے پس انداز اور ذخیرہ فراہم رکھنا چاہتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہایت فیاض سخی زاہد اور متوکل تھے حضور کے طرز کے موافق جو آیا فوراً تقسیم کرا دینا چاہتے تھے کہ ایک درم بھی باقی نہ بچے اس وجہ سے دونوں حضرات میں ہر وقت کشاکشی پیش آتی تھی۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں دارقطنی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات کا آپس کا اختلاف میراث کے بارے میں نہیں تھا۔ بلکہ تولیت اور مصارف کے بارے میں تھا کہ اس پیداوار کو کس طرح صرف کیا جائے۔ امام ابوداؤدؒ نے لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات کی درخواست یہ تھی کہ اس مال کو دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا جائے نہ یہ کہ حضور کے ارشاد کے بعد اب میراث کا مطالبہ تھا۔ ممکن یہ کہ جب یہ حضرات تولیت علیحدہ کرنا چاہتے تھے میراث نہیں چاہتے تھے تو پھر حضرت عمرؓ کو کیا مانع تھا اس میں بظاہر کوئی اشکال نہ تھا کہ ہر ایک کا تولیت نامہ علیحدہ ہوتا وہ اپنی رائے سے اپنی پیداوار کو جلدی یا بدیر تقسیم کرتا اسکی وجہ علماء نے لکھی ہے کہ اس صورت میں بعد میں میراث بنجانے کا احتمال تھا اور اس پر استدلال کی گنجائش ملتی کہ حضرت عمرؓ نے اپنے پہلے فیصلہ سے رجوع کر لیا اسلئے کہ دونوں میں نصف نصف تقسیم ہی میراث کی تقسیم تھی کہ آدھا بیٹی کا حصہ ہے اور

http://mujahid.xtgem.com

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینارا ولا درهما ولا شاۃ ولا بعیرا قال وأشک فی العبد والأمۃ

باب ما جاء فی رؤیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام

آدھا عصبہ ہونے کی وجہ سے چچا کا۔ اسلئے اگر یہ فیصلہ حضرت عمرؓ منظور فرمالیتے تو بعد میں آنیوالوں کو اس جائیداد کے میراث ہونے کیلئے حضرت عمر کا یہ فیصلہ ہی دلیل اور حجت بنجاتا۔ ۵ یہ کہ ابتداءً ان حضرات اہل بیت کا خیال اگرچہ یہی تھا کہ یہ میراث ہے اور اسی لئے اس کا حضرات شیخین سے مطالبہ ہوا مگر اخیر میں ان حضرات کی رائے بھی شیخین کی رائے کے موافق ہوگئی تھی اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اسکو اسی طرح باقی رکھا ورنہ اگر وہ میراث سمجھتے تو اپنی خلافت کے زمانہ میں اسکی تقسیم کر دیتے ابتداء میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی مشترک تولیت رہی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عباسؓ نے اس سے علیحدگی اختیار فرمالی۔ تنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قبضہ میں رہی۔ پھر حضرت حسنؓ کے پھر حضرت حسینؓ کے پھر علی بن حسین کے (فتح الباری)۔ یہ چند ضروری ابحاث مختصر طور پر اس قصہ کے متعلق ذکر کر دی گئیں ہیں انکے علاوہ اور بھی ابحاث اس میں ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے ترک کر دیا گیا۔

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم نہ بکری نہ اونٹ۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے غلام اور باندی کے ذکر میں شک ہوگیا کہ حضرت عائشہؓ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ نہ غلام نہ باندی یا نہیں فرمایا۔ **ف** کسی نقل کرنیوالے کو اس روایت میں تردد ہوگیا اسلئے انھوں نے اس پر متنبہ کر دیا۔ دوسری روایات میں اسکی تصریح ہے کہ نہ غلام نہ باندی۔

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا تذکرہ

ف خواب کی حقیقت کیا ہے اور یہ واقعی چیز ہے یا مجرد خیالات ہیں۔ طویل بحثیں ہیں جو اس جگہ کے مناسب نہیں ہیں۔ مثلاً اطباء کا خیال ہے کہ آدمی کے مزاج میں جس خلط کا غلبہ ہوتا ہے اسکے مناسبات خیال میں آتے ہیں جیسے کسی کا مزاج بلغمی ہو تو پانی اور اسکے متعلقات دریا سمندر پانی میں تیرنا وغیرہ دیکھیگا اور جسکے اندر صفراء کا غلبہ ہو وہ آگ اور اسکے متعلقات دیکھیگا یا ہوا میں اڑنا وغیرہ اسی طرح دوسرا اخلاط دم اور سوداء کا حال ہے۔ فلاسفہ کے نزدیک جو واقعات عالم میں رونما ہوتے ہیں انکی صورت مثالیہ فوٹو کی طرح سے عالم بالا میں منقوش ہے اسلئے نفس کے سامنے ان میں سے کوئی چیز آتی ہے تو اسکا انعکاس ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ اقوال مختلف ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک یہ تصورات ہیں جنکو حق تعالی شانہ بندہ کے دل میں پیدا کرتے ہیں جو کبھی بواسطہ فرشتہ کے پیدا کئے جاتے ہیں اور کبھی شیطان کے ذریعہ سے۔ علماء نے لکھا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے ایک تو اس فرشتہ کے تصرف سے ہوتا ہے جو اس پر متعین ہے یہ حق ہوتا ہے اور دوسرا شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ شیطان اپنے تصرف سے کچھ مثالیں اور تصویریں دکھاتا ہے۔ تیسرے نفسانی خطرات بھی اسکا سبب ہوتے ہیں کہ جس قسم کے خیالات جاگتے ہوئے آتے ہیں وہی سوتے ہوئے دل میں گذرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات بھی

---

۵۱ ای زاد الراوی عن عائشۃ علی ما ہو الظاہر کما قال بہ میرک وجزم بہ ابن حجر واحتمل ان یکون فاعلہ زاد آخر دونہ قال القاری شک الراوی فی ان عائشۃؓ ہل ذکرتہما ام لا وقد نفی البخاری عن جویریۃ ولا عبدا ولا امۃ ۵۲ اختلفوا فی ان الرؤیۃ والرؤیا متحدان او مختلفان والاظہر انہ فی اللفظ ولذا قید بالمصنف بالمنام وقال صاحب الکشاف الرؤیا بمعنی الرؤیۃ الا انہا مختصۃ بما کان منہا فی المنام وقال الواحدی الرؤیا مصدر کالبشری والسقیا الا انہ لما صار اسما لما یتخیل فی المنام جری مجری الاسماء قال المناوی اختلفوا فی الرؤیا وطال خبطہم فلا الاطباء والحکماء والمتکلمین والمعتزلۃ فیہ کلام کلہ رجم بالغیب فالطبیعیون جعلوہا بالغلبۃ الاخلاط وکثیر من الحکماء ذکروا ان الصور منقوشۃ فی ظل العرش فعند والحجب الظلمانیۃ تنتقش الصور الغیبیۃ فی عیب النفس ومال الیہ ابن عربی وزعم متقدموا المعتزلۃ انہا تخیلات لا حقیقۃ لہا والقاضی ابوبکر انہا خواطر واعتقادات وقال القاری ... الصورۃ المتجددۃ من افق المتخیلۃ الی الحس المشترک ... بالملکوت ... عند فراغہا عن تدبیر البدن ... الحس المشترک ... المناسبۃ لذلک المعنی ... الجزئیۃ ... وقال المازری مذہب اہل السنۃ ان حقیقۃ الرؤیا خلق اللہ تعالی فی قلب النائم اعتقادات کخلقہا فی قلب الیقظان

حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الرحمن بن مهدی ثنا سفیان عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبد الله عن النبی صلی الله علیہ وسلم قال من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی حدثنا محمد بن بشار و محمد بن المثنی قالا ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتصور او قال لا یتشبہ بی حدثنا قتیبۃ ثنا خلف بن خلیفۃ عن ابی مالک الاشجعی

اسکی تائید ہوتی ہے ابوداؤد شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ذکر کیا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک رویا صالحہ یعنی مبارک خواب۔ یہ اللہ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔ دوسرا ڈراؤنی خواب جو شیطان کی طرف سے رنج پہنچانا ہوتا ہے۔ تیسرا وہ خواب جو آدمی کے اپنے خیالات اور وساوس ہوتے ہیں۔ علماء تعبیر نے لکھا ہے کہ جو فرشتہ خواب دکھلانے پر متعین ہے اُسکا نام صدیقون ہے جو مثالوں سے آدمیوں کو خواب کی شکل میں سمجھاتا ہے۔ یہ عام خواب کے متعلق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اگر خواب میں ہو تو وہ تصرفات شیطانی سے خالی ہوتی ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد متعدد احادیث میں آرہا ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اُس نے حقیقۃً مجھی کو خواب میں دیکھا اسلئے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ میری صورت بنالے۔ اسکے باوجود اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ایسی طرح کرے کہ حضور کی شان کے مناسب نہیں ہے مثلاً جو حلیہ شریف آپ کا شروع کتاب میں گذرا ہے اُس کے خلاف دیکھے یا کوئی اور ایسی بات دیکھے جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری یا پریشانی وغیرہ کو ظاہر کرے یا کسی ایسے کام کا حکم کرتے یا منع کرتے ہوئے دیکھے جو خلاف شرع ہو۔ یا شان نبوی کے مناسب نہ ہو تو وہ دیکھنے والے کی غلطی کوتاہی اور قصور کی بنا پر ہوتا ہے اسکو شراح و مشائخ آئینہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں کہ ایک شے کو اگر سُرخ آئینہ میں دیکھو تو سُرخ نظر آتی ہے اور سبز میں سبز ایسی ہی سیاہ سفید اور لانبی چوڑی غرض مختلف الانواع نظر آتی ہے۔ اسی طرح خواب میں ذات تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نظر آتی ہے لیکن اُس ذات اقدس کے ساتھ جو احوال اور اوصاف نظر آتے ہیں وہ خواب دیکھنے والے کے تخیل اور ادراک کا اثر ہے کہ جس قسم کے احوال دیکھنے والے ہونگے ویسی ہی صفات کیساتھ زیارت نصیب ہوگی مثلاً بعض صوفیہ نے لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسکو دنیا کمانے کی ترغیب دے رہے ہیں تو اسمیں دیکھنے والے کی ظلمت کا شمول ہے کہ وہ کسی مکروہ فعل کے ارتکاب میں بلا ارادہ مبتلا ہے۔ مصنف نے اس باب میں سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں (۱) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے حقیقۃً مجھی کو دیکھا ہے اسلئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ (۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی آپ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اُس نے حقیقۃً مجھی کو دیکھا ہے اسلئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ **ف**۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے جیسا کہ عالم حیات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے اثر سے محفوظ فرما دیا تھا ایسے ہی حضور کے وصال کے بعد بھی شیطان کو یہ قدرت مرحمت نہیں فرمائی کہ وہ آپ کی صورت بنا سکے۔ یہ امر طے شدہ ہے اسکے بعد یہ بحث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک بعینہٖ نظر آتی ہے یعنی یہ کہ دیکھنے والے میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذات اقدس ہی کی زیارت

لہ قال المناوی ای فی حال المنام وقال العصام فی وقت النوم فیہ نظر اذ الرؤیا فی البذل عن نعم او ودو قیل ہذا مختص بصورۃ المعہودۃ فیعرض علی الشمائل الشریفۃ المعلومۃ فان طابقت الصورۃ المرئیۃ تلک الشمائل فہی رؤیا حق والا فاللہ اعلم بذلک قیل بل فی ای صورۃ کانت وقد رجحہ کثیر بان الاختلاف انما یکون من احوال الرائی کذا فی ہامش الکوکب ۱۲ ـــه فقد رآنی استشکل فی الحدیث بان الشرط والجزاء متحدان واجیب بان اتحادہما دال علی التناہی فی المبالغۃ ای فقد رآنی حقیقۃً علی کمالہا لا شبہۃ ولا ارتیاب ۱۲ ـــه قال بعض شراح المصابیح ومثلہ فی ذلک جمیع الانبیاء والملئکۃ انتہی وما ذکرہ احتمال جزم بہ البغوی فی شرح التنبیہ وقال کذلک حکم المعبرین والنجوم والسحاب التی ینزل فیہا الغیث لا یتمثل الشیطان بشیء منہا ۱۲

عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من رأني في المنام فقد رأني قال ابو عيسى وابو مالك هذا هو سعد بن طارق بن اشيم وطارق بن اشيم هو من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وقد روى عن النبي صلى الله عليه وسلم احاديث وسمعت علي بن حجر يقول قال خلف بن خليفة رأيت عمرو بن حريث صاحب النبي صلى الله عليه وسلم وانا غلام صغير حدثنا قتيبة هو ابن سعيد ثنا عبد الواحد بن زياد عن عاصم بن كليب حدثني ابي انه سمع ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من رأني في المنام فقد رأني فان الشيطان لا يتمثلني قال ابي فحدثت به ابن عباس فقلت قد رأيته فذكرت الحسن بن علي فقلت شبهته به فقال ابن عباس انه كان يشبهه حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابن ابي عدي ومحمد بن جعفر قالا حدثنا عوف بن ابي جميلة عن يزيد الفارسي

اپنی جگہ پر کرے یا صورت مثالی کی زیارت ہوتی ہے جیسے کوئی شخص آڑ میں بیٹھکر اپنے سامنے ذرا فصل سے ایک بڑا آئینہ رکھ لے اور دوسرا شخص جو اس آڑ کے پیچھے ہے جو اُس آئینہ کو دیکھے تو اس آئینہ میں اس بیٹھنے والے شخص کی مثال ہوگی بعینہ اسکی ذات آئینہ میں نہیں آرہی ہے۔ صوفیہ کا قول ہے کہ دونوں طرح زیارت ہوتی ہے بعض لوگوں کو بعینہ ذات اقدس کی زیارت ہوتی ہے اور بعض کو آئینہ کی طرح مثال کی یہی وجہ ہے کہ بعض مرتبہ دوسرے لوگوں کی صورت میں حضور کی زیارت ہوتی ہے کہ گویا وہ آئینہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا۔

(۳) طارق بن اشیم سے بھی یہ ارشاد نبوی منقول ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے حقیقۃً مجھی کو دیکھا اسلئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ **ف**۔ ان روایات پر یہ اشکال کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی وقت میں مختلف شہروں میں مختلف ملکوں میں مختلف لوگ زیارت کرتے ہیں یہ حضور بیک وقت کہاں کہاں تشریف لے جاسکتے ہیں کچھ وقعت نہیں رکھتا اسلئے کہ مختلف لوگوں کی زیارت کیلئے یہ ضروری نہیں کہ حضور سب جگہ تشریف لیجائیں بلکہ ایک ہی جگہ سے سب کو زیارت ہوسکتی ہے کہ آفتاب اپنی جگہ قائم ہے اور مختلف لوگ دور دور کے شہروں سے اُسکو دیکھتے ہیں اور پھر جس قسم کی عینک سبز سُرخ سیاہ لگا کر دیکھیں گے آفتاب ویسا ہی نظر آئیگا حالانکہ آفتاب ایک ہی صورت پر ہے۔ (۴) کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُنایا کہ جو مجھے خواب میں دیکھے وہ حقیقۃً مجھی کو خواب میں دیکھتا ہے اسلئے کہ شیطان میرا شبیہ نہیں بن سکتا۔ کلیب کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے خواب میں زیارت اقدس میسر ہوئی اُسوقت مجھے امام حسن رضی اللہ عنہ کا خیال آیا۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اُس خواب کی صورت کو حضرت حسنؓ کی صورت کے بہت مشابہ پایا۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکی تصدیق فرمائی کہ واقعی حضرت حسنؓ آپ کے بہت مشابہ تھے۔ **ف**۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ سینہ اور اُسکے اوپر کا حصہ بدن کا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا اور بدن کا نیچے کا حصہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھا۔ (۵) یزید فارسی کلام اللہ شریف لکھا کرتے تھے ایک مرتبہ خواب میں

ا؎ و طارق ای والد ابی مالک صحابی قد روی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر ہذا الحدیث فثبت صحبتہ رض ۱۲ ۲؎ بہمزۃ مفتوحۃ فمعجمۃ ساکنۃ فتحتیۃ مفتوحۃ ۱۲ ۳؎ ذکرہ المصنف استطرادا او لما انہ ان ثبت فیوصل للمصنف علو الاسناد فان بین المصنف وبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ہذا اثنتۃ علی وخلف وعمرو الا انہم اختلفوا فی سماع خلف عن عمرو کما سیاتی ۱۲ ۴؎ اختلف فی سماع خلف عن عمرو قال الحافظ فی تہذیبہ قال عبد اللہ بن احمد بن حنبل سمعت ابی یقول قال رجل لسفیان بن عیینۃ یا ابا محمد ہنا رجل یقال لہ خلف بن خلیفۃ یزعم انہ رأی عمرو بن حریث فقال کذب لعلہ رأی جعفر بن عمرو بن حریث وقال ابو الحسن المیمونی سمعت ابا عبد اللہ یسأل ہل رأی خلف عمرا قال لا ولکنہ عندی شبہ ہذا ابن عیینۃ وشعبۃ والحجاج لم یروا عمرو بن حریث ویراہ خلف ہذا وقد روی عن خلف بن خلیفۃ فرض لی عمر بن عبد العزیز وانا ابن ثمان سنین فلیکون مولدہ سنۃ ۹۱ او سنۃ ۹۲ لان ولایۃ عمر کانت سنۃ ۹۹ فیبعد ادراک عمرو بن حریث بعد اجیبا فان عمر توفی سنۃ ۸۵ قال الحافظ فی التقریب فی ترجمۃ خلف ادعی انہ رأی عمرو بن حریث الصحابی فانکر علیہ ذلک ابن عیینۃ واحمد ۱۲ ۵؎ لانہ تعالی وان امکنہ فی التصور بای صورۃ اراد لم یمکنہ من التصور بصورتہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ...

۶؎ قال القاری ای الحسن کان یشبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعکسہ المناوی فقال ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یشبہ الحسن ...

http://mujahid.xtgem.com

وکان[۵۱] یکتب المصاحف قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام زمن ابن عباس فقلت لابن عباس انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فقال ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول ان الشیطان لا یستطیع ان یتشبہ بی فمن رآنی فی النوم فقد رآنی هل تستطیع ان تنعت هذا الرجل الذی رأیته فی النوم قال نعم انعت لک رجلاً[۵۲] بین الرجلین جسمہ ولحمہ اسمر الی البیاض اکحل العینین حسن الضحک جمیل دوائر الوجہ قد ملأت لحیتہ ما بین[۵۳] هذہ الی هذہ قد ملأت نحرہ قال عوف ولا ادری[۵۴] ما کان مع هذا النعت فقال ابن عباس لو رأیتہ فی الیقظۃ ما استطعت ان تنعتہ فوق هذا قال ابو عیسٰی[۵۵] ویزید الفارسی هو یزید بن هرمز[۵۶] وهو اقدم من یزید الرقاشی وروی یزید الفارسی عن ابن عباس رضی اللہ عنهما احادیث ویزید الرقاشی لم یدرک ابن عباس وهو یزید بن ابان الرقاشی وهو یروی عن انس بن مالک ویزید الفارسی ویزید الرقاشی کلاهما من اهل البصرۃ وعوف[۵۷] بن ابی جمیلۃ هو عوف الاعرابی **حدثنا** ابو داؤد سلیمان بن سلم البلخی ثنا النضر بن شمیل قال قال عوف الاعرابی انا اکبر[۵۸] من قتادۃ **حدثنا** عبد اللہ بن ابی زیاد ثنا یعقوب بن ابراهیم بن سعد حدثنا ابن اخی[۵۹] ابن شهاب الزهری عن عمہ[۶۰] قال قال ابو سلمۃ

حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت ابن عباسؓ اُس وقت زندہ تھے ان سے خواب عرض کیا انھوں نے اول ارشاد نبوی سُنایا کہ جو مجھے خواب میں دیکھتا ہے وہ حقیقۃً مجھی کو دیکھتا ہے اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ یہ ارشاد سُنا کر پوچھا کیا خواب کی دیکھی ہوئی صورت کا حلیہ بیان کرسکتے ہو میں نے عرض کیا کہ آپ کا بدن اور آپ کا قامت دونوں چیزیں معتدل اور درمیانی (یعنی جسم نہ زیادہ موٹا نہ زیادہ دُبلا ایسے ہی قد نہ زیادہ لانبا نہ زیادہ پستہ بلکہ معتدل) آپ کا رنگ گندمی مائل بسفیدی آنکھیں سُرمگیں، خندہ دہن، خوبصورت گول چہرہ ڈاڑھی نہایت گنجان جو پورے چہرہ کا احاطہ کئے ہوئے تھی اور سینہ کے ابتدائی حصہ پر پھیلی ہوئی تھی۔ عوف جو اس روایت کے ایک راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ میرے اُستاد یزید نے جو اس خواب کے دیکھنے والے ہیں ان مذکورہ صفات کے ساتھ اور کیا کیا صفتیں بیان فرمائی تھیں۔ ابن عباس رض

---

۵۱ وکان یکتب المصاحف اشارۃ الی برکۃ عملہ وشرفہ فلذا رأی هذہ الرؤیا العظیمۃ ۱۲ ۵۲ رجلا ای هو رجل بین الرجلین ای بین کثیر اللحم وقلیلہ او بین البائن والقصیر والمعنی انہ متوسط بینهما والظرف خبر مقدم لقولہ جسمہ ولحمہ او هو فاعل الظرف قالہ القاری وکذا قال المناوی ان جسمہ مبتدأ مؤخر وبین رجلین خبرہ او هو فاعل الظرف ۱۲ ۵۳ قال القاری ای من الاذن الی الاذن ثالحری اشارۃ الی عرضها ۱۲ ۵۴ قال القاری فیہ اشعار بانہ ذکر نعوتا اخر وانہ نسیها وهذا هو الظاهر المتبادر کما لا یخفی ثم رأیت شارحا صرح بہ حیث قال وعن بعضهم ان ما استفهامیۃ بان قال الراوی شیئا آخر فنسیہ عوف فقال علی طریق الاستفهام ولا ادری ما کان الخ قلت وهو اوجہ مما قال المناوی ولفظہ ای لا اعلم الذی وجد من صفاتہ فی الخارج مع هذا النعت بل هو مطابق اولا اھ ۱۲ ۵۵ قال ابو عیسٰی الغرض المهم بیان ان مسمی یزید رجلان متقاربان بالعصر فهذا الذی رآہ علیہ السلام فی المنام هو یزید بن هرمز رأی ابن عباس وروی عنہ ویزید الآخر الرقاشی لم یدرک ابن عباس ثم کون یزید الرقاشی غیر یزید بن هرمز لا غبار علیہ واما کون یزید الفارسی هو ابن هرمز کما جزم بہ المصنف مختلف فیہ عند اهل الرجال قال الحافظ فی ترجمۃ ابن هرمز قال ابن ابی حاتم اختلفوا هل هو یزید الفارسی او غیرہ فقال ابن مهدی واحمد هو ابن هرمز وانکر یحیی القطان ان یکونا واحدا وسمعت ابی یقول یزید بن هرمز هذا لیس بالفارسی اھ ثم ترجم الحافظ لیزید الفارسی مستقلا وقال فیہ قال بعضهم انہ هو یزید بن هرمز والصحیح انہ غیرہ ۱۲ ۵۶ بضم الهاء والمیم ممنوع من الصرف ۱۲ ۵۷ هذا کلام مستانف یعنی عوف الراوی عن یزید هو عوف الاعرابی نبہ بذلک لشهرتہ بہ قال الحافظ فی تهذیبہ عوف بن ابی جمیلۃ المعروف بالاعرابی ۱۲ ۵۸ انا اکبر من قتادۃ لعل غرض المصنف بذکر هذا القول ان روایۃ قتادۃ من ابن عباس معروفۃ ولما کان عوف اکبر منہ فروایتہ عن الراوی عن ابن عباس غیر مستبعد ۱۲ ۵۹ فان الزهری هو محمد بن مسلم وابن اخیہ هذا هو محمد بن عبد اللہ بن مسلم فنا بن اندل مرفوع والابن الثانی مجرور ۱۲ ۶۰ وهو محمد ابن مسلم المعروف بابن شهاب الزهری ۱۲

http://mujahid.xtgem.com

قال ابو قتادة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رآنی یعنی فی النوم فقد رأی الحق

حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن انا معلی بن اسد ثنا عبد العزیز بن المختار ثنا ثابت عن انس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتخیل بی قال ورؤیا المؤمن جزء من ستة واربعین جزءً من النبوة حدثنا محمد بن علی قال سمعت ابی یقول قال عبد الله

نے فرمایا کہ اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم حیات میں دیکھتے تو اس سے زیادہ حلیہ اقدس نہ بتا سکتے گویا بالکل ہی صحیح حلیہ بیان کر دیا **ف** ۔چنانچہ اس کتاب شمائل کے سب سے پہلے باب میں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک نقل کیا گیا ہے وہ ان ہی صفات کے ساتھ ذکر کیا گیا جیسا کہ مفصل گذر چکا۔ (۶) ابو قتادہ سے بھی حضور کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی امر دیکھا۔ **ف** یعنی حقیقةً مجھی کو دیکھا یہ نہیں کہ شیطان کی اور چیز کو دکھا دے اور مجھے بتا دے۔ بعض علماء نے اسکا مطلب لکھا ہے کہ یہ سچا خواب ہے خیالات کا مجموعہ نہیں ہے (۷) انس فرماتے ہیں کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اس نے حقیقةً مجھی کو دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مومن کا وہ خواب جو فرشتہ کے اثر سے ہوتا ہے نبوۃ کے چھیالیس جزو میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔ **ف** علماء نے اس کے مطلب میں مختلف عنوانات اختیار فرمائے ہیں۔ بالخصوص حافظ حدیث ابن حجر نے شرح بخاری میں بہت تفصیل سے اس کے متعلق علماء کے اقوال کو ذکر کیا ہے اور صاحب تبریز نے بھی بہت زیادہ تفصیل اس کی ذکر کی ہے۔ لیکن ملا علی قاری وغیرہ حضرات نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ چونکہ اس کو علم نبوۃ کا ایک جزو فرمایا ہے اور علوم نبوی انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اس لئے اس کو بھی انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص سمجھنا چاہئے۔ مجملاً اتنا معلوم ہونا کافی ہے کہ مبارک اور اچھی خواب ایک بڑی بشارت ہے جو نبوۃ کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے اتنا ہی اس کی شرافت اور عظمت و برکت کے لئے کافی ہے باقی نبوت کے ۴۶ جزو نبی ہی صحیح طور پر معلوم کر سکتے ہیں اس لئے وہی اس جزو کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چھیالیسواں جزو کیسے ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں دیکھنے کا ذکر ختم ہو چکا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو دو اثروں پر ختم کیا ہے جو حقیقت میں دو نصیحتیں ہیں اور مہتم بالشان تنبیہیں ہیں۔ اول یہ کہ کسی چیز پر حکم لگانا اٹکل سے نہیں ہونا چاہئے بلکہ دین کا مدار حضور کے اتباع پر ہے لہذا ہر فیصلہ میں حضور کا اتباع کرنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ ہر کس و ناکس کی بات نہ سُننی چاہئے بلکہ دیندار شخص کی بات ماننا چاہئے بے دین قابل اتباع نہیں ہے۔ درحقیقت ہر دو نصیحتیں اہم ہیں۔

(۱) عبد اللہ بن مبارک بڑے ائمہ حدیث میں ہیں۔ فقہاء اور صوفیہ میں بھی ان کا شمار ہے بڑے شیخ عابد زاہد تھے اور حدیث کے حافظوں میں گنے جاتے ہیں تاریخ کی کتابوں میں بڑے فضائل ان کے لکھے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کبھی قاضی اور فیصل کنندہ بننے کی

له تغییر من احد الرواة ولعل الراوی نسی لفظ الشیخ فزاد لفظ یعنی کما ہو المعروف عند المحدثین ۱۲ **عه** ای الرؤیة المتحققة الصحیحة ای الثابتة لا اضغاث فیها ولا احلام ذکره الکرمانی وقال المناوی ای رأی الامر الثابت لا الموہوم فہو فی معنی رآنی والحق مفعول به وفی نسخة رآنی الحق وعلیہا فالحق مفعول مطلق ۱۲ **عه** ایراد المصنف ہذا الاثر والذی بعده مع عدم ملائمتهما لعنوان الباب بمنزلة الوصیة منه رحمه الله بالاحتیاط فی الاخذ واعتبار من یوخذ عنه ولذا التزم اکثر المحدثین بیان تراجمہم فی اول مؤلفاتہم او اواخرہا واتباعا لصنیعہم ذکرت اسماء مشائخی ہہنا اولاً لکن لما ذکرت ذلک بشیء من التفصیل فی مقدمة اوجز المسالک حذفتہا فی النقل الثانی

http://mujahid.xtgem.com

ابن المبارك اذا ابتليتَ بالقضاء فعليكَ بالاثر حدثنا محمد بن علی حدثنا النضر اخبرنا ابن عوف عن ابن سيرين قال هذا الحديث دين فانظروا عمن تاخذون دينكم

نوبت آوے تو منقولات کا اتباع کیجیو **ف**۔ مقصود یہ کہ خود رائی اور اپنی عقل پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اکابر کے کلام احادیث اور اقوال صحابہؓ کا اتباع کرنا چاہئے۔ یہ امام ابن مبارک کی نصیحت ہے جو عام ہے ہر فیصلہ کے متعلق یہی بات ہے خواہ وہ فیصلہ قضا کے قبیلہ سے ہو یا کوئی اور فیصلہ ہو جیسا کہ ابھی گذرا امام ترمذی نے ان کا یہ ارشاد نصیحت عامہ کے قبیلہ سے ذکر کیا ہے جیسا کہ عام شراح شمائل کی رائے ہے۔ بندہ کے نزدیک اس باب سے بھی اس کو ایک خاص مناسبت ہو سکتی ہے وہ یہ کہ خواب کی تعبیر بھی ایک فیصلہ ہے اس لئے اس میں بھی اپنی رائے سے غتر بود نہ کرنا چاہئے بلکہ اسلاف کی تعبیروں کو دیکھنا چاہئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ سے بکثرت خوابوں کی تعبیریں نقل کی گئی ہیں۔ فن تعبیر کے علماء نے لکھا ہے کہ تعبیر دینے والا شخص ضروری ہے کہ سمجھدار متقی پرہیزگار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا واقف ہو عرب کے لغات اور زبان زد مثالوں کو جانتا ہو وغیرہ وغیرہ بہت سے شرائط اور آداب علم تعبیر کی کتابوں میں لکھی ہیں۔ (۲) ابن سیرین کہتے ہیں کہ علم حدیث دار رایسے ہی اور دینی علوم سب) دین میں داخل ہیں۔ لہٰذا علم حاصل کرنے سے قبل یہ دیکھو کہ اس دین کو کس شخص سے حاصل کر رہے ہو **ف**۔ ابن سیرین بھی اپنے وقت کے امام اور مشہور بڑے تابعی ہیں بہت سے صحابہ کرام سے علوم حاصل کئے فن تعبیر کے بھی امام ہیں خواب کی تعبیریں ان کے ارشادات حجۃ ہیں ان کے ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ جس سے دین حاصل کرو اس کی دیانت تقوی مذہب مسلک اچھی طرح تحقیق کر لو۔ ایسا نہ کرو کہ ہر شخص کے کہنے پر عمل کر لو خواہ وہ کیسا ہی بے دین ہو۔ اس لئے کہ اس کی بددینی اثر کئے بغیر نہیں رہے گی۔ بعض روایات میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے یہ نصیحت عامہ ہے جیسا کہ پہلے نمبر پر گذر چکا ہے اور اس باب کے ساتھ بھی مناسبت ہو سکتی ہے کہ علم تعبیر بھی ایک اہم علم ہے جبکہ خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہوتا ہے تو اس کی تعبیر جتنی بھی مہتم بالشان ہو ظاہر ہے۔ اس لئے بغور دیکھا کرو کہ کس سے تعبیر لے رہے ہو وہ اس کا اہل ہے یا نہیں اس مناسبت سے گویا امام ترمذی نے اس کو ذکر کیا لیکن ابن سیرین کا کلام اور احادیث کا مضمون خواب کی ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر علم کو شامل ہے اور جتنا مہتم بالشان علم ہو گا وتنا ہی زیادہ واقف سے معلوم کرنے کی ضرورت ہو گی۔ اس ہمارے زمانہ میں جو قیاس

ف بصیغۃ المجهول والخطاب عام وعده بلية لشدة خطره ولذا اجتنب عنه ابو حنيفة وسائر الاتقياء ۱۲ ق م ف اسم فعل بمعنى الزم ويزاد الباء في معموله كثيرا لضعفه في العمل ۱۲ ف وهذا الاثر اخرجه صاحب المشكوة برواية مسلم وقال صاحب التنقيح اخرجه مرفوعا الحاكم في تاريخه وابن عدي في الكامل عن انس وابو نصر السجزي في الابانة وقال غريب عن ابي هريرة لكن في اسناد المرفوع ضعف والصحيح انه قول ابن سيرين اه وقال المناوي روى الخطيب وغيره عن الحبر لا تاخذوا الحديث الا ممن تجيزون شهادته اه ورمز عليه في الجامع الصغير بالضعف ۱۲ ف قال ميرك وقع في اكثر الروايات بلفظ ان هذا العلم دين الخ كما رواه مسلم وغيره قال القاري وفي رواية الديلمي عن ابن عمر مرفوعا بلفظ العلم دين والصلوة دين فانظروا عمن تاخذون هذا العلم وكيف تصلون هذه الصلوة فانكم تسألون يوم القيمة قال الطيبي التعريف فيه للعهد وهو ما جاء به الرسول صلى الله عليه وسلم من الكتاب والسنة وهما اصول الدين والمراد بالماخوذ منه العدول الثقات المتقنون اه هذا وانا معترف بان مشائخي كلهم ثقات عدول كما ذكرت شيئا من مآثرهم في مقدمة الاوجز فانا افتخر بحمد الله تعالى بهم كما قال العلام والقول منظوم آه اولئك اشياخي فجئني بمثلهم اذا جمعتنا يا جرير المجامع وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين. الثاني من اخرى الجمادين يوم الجمعة هذا اوان الفراغ من ابتداء تاليفي لهذه التعليقات ثم كررت النظر عليها في سنة ستين بعد الالف وثلثمائة واضفت بعض الحواشي ووقع الفراغ منها ليلة الاثنين الرابع والعشرين من ذي الحجة جعله الله تعالى خالصا لوجهه الكريم فانه بر جواد غفور رحيم ۱۲ ✦

http://mujahid.xtgem.com

کے بہت ہی قریب ہے۔ ایک یہ بھی سخت مضرت کی بات ہوگئی ہے کہ ہر شخص خواہ کتنا ہی جاہل کتنا ہی بددین ہو تھوڑی سی صفائی تقریر و تحریر سے علامہ اور مولانا بنجاتا ہے اور رنگین کپڑوں سے صوفی اور مقتدا بنجاتا ہے عام لوگ ابتداءً ایک عام غلط فہمی کی وجہ سے اُن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور پھر اپنی ناواقفیت سے اُن کا شکار بنجاتے ہیں وہ غلط فہمی یہ ہے کہ عامۃً قلوب میں یہ سما گیا ہے کہ انظروا الی ما قال ولا تنظروا الی من قال (آدمی کو یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا کہا یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ کس نے کہا) حالانکہ یہ مضمون فی نفسہٖ اگرچہ صحیح ہے لیکن اُس شخص کے لئے ہے جو سمجھ سکتا ہو۔ کہ کیا کہا جو کہا وہ حق کہا یا باطل اور غلط کہا۔ لیکن جو لوگ اپنی ناواقفیت دینی کی وجہ سے کھرے کھوٹے صحیح اور غلط میں تمیز نہ کرسکتے ہوں اُن کو ہر شخص کی بات سُننا مناسب نہیں کہ اسکا نتیجہ مآل کار مضرت و نقصان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی دعویدار اگر ولایت امامت نبوت رسالت حتی کہ خدائی تک کا بھی نعوذ باللہ دعوی کرے تو ایک گروہ فوراً اُس کا تابع بنجاتا ہے۔ والی اللہ المشتکی وھو المستعان۔

الحمد للہ والمنۃ کہ ۸ جمادی الاخری ۱۳۴۴ھ شب جمعہ میں اس ترجمہ سے فراغت ہوئی۔ فقط۔

زکریا عفی عنہ کاندھلوی

مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

چونکہ اس ناکارہ کو اپنی ناقابلیت کا اعتراف ہے اس لئے اس ترجمہ کو نظر ثانی کے لئے اپنے محترم بزرگ الفاضل العلامہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے حوالہ کیا مولانا نے اپنے مشاغل علمیہ اور عدیم الفرصتی کے باوجود اس کی بالاستیعاب نظر ثانی فرما کر اکثر جگہ اصلاح بھی فرمائی۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ عنی خیر الجزاء اور اخیر میں یہ عبارت بھی تحریر فرمائی۔ "الحمد للہ کہ یہ عاجز بھی ۲۷ رجب ۱۳۴۴ھ بروز پنجشنبہ کو اس کے دیکھنے سے فارغ ہوا۔"

مکرر آنکہ یہ ترجمہ ابتداء ۱۳۴۴ھ میں لکھا گیا تھا جیسا کہ عبارت مندرجہ بالا سے معلوم ہوا اُس کے بعد متعدد مرتبہ اس کے طبع ہونے کی نوبت آئی اور ہر مرتبہ طباعت کی غلطیوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ اب بھی عرصہ سے کمیاب ہوجانے کی وجہ سے طباعت کا تقاضا ہوا۔ میرے مخلص محسن مولوی نصیر الدین ناظم کتب خانہ نے کثرت اغلاط طباعت کی وجہ سے اسکی نظر ثانی پر اصرار کیا میں ایک سال تک اپنی مشغولی کے عذر سے انکار کرتا رہا مگر وجہ اصرار قوی تھی کہ واقعی طباعت میں بعض غلطیاں فحش واقع ہوگئی تھیں اسلئے نظر ثانی شروع کی۔ مصنف کی نظر ثانی میں بلا قصد بھی کمی زیادتی ہو ہی جایا کرتی ہے اس لئے کہیں کہیں کمی اور اکثر جگہ زیادتی ہوتی رہی ہر چند اختصار کی کوشش کی مگر پھر بھی بہت سی جگہ اضافہ ہو ہی گیا۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آج ۴ ذی الحجہ سنہ ۷۶ھ شب دو شنبہ میں اس نظر ثانی سے فراغت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے حبیب کے اخلاق کا کچھ حصہ اس سیہ کار کو بھی ان احادیث کے طفیل نصیب فرمادے تو اُس کے کرم اور لطف سے بعید نہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ونبینا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ٥

تخریج کردہ محمد عمران مظفر نگری

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com

http://mujahid.xtgem.com